دیوبندی کتاب "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ" کا
دندان شکن ومدلل جواب براہین ودلائل کی روشنی میں

کشف القناع عن مکر ما وقع فی الدفاع

المعروف

تحفۂ اہلِ سنت وجماعت

جلد دہم

از قلم
ڈاکٹر قاری ابو احمد محمد ارشد مسعود اشرف چشتی رضوی عفی عنہ

باہتمام
حضرت علامہ مولانا پیر سید منظفر شاہ قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مکتبہ منظر الاسلام

کشف القناع عن مکر ما وقع فی الدفاع

المعروف بہ

تحفظِ اہلِ سنّت وجماعت

جلد(10)

از قلم

ڈاکٹر قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی رضوی

بانی دار القلم اسلامک ریسرچ سنٹر پاکستان

باہتمام:

حضرت علامہ مولانا پیر سیّد مظفر شاہ قادری دامت برکاتہم العالیہ

ناشر:

مکتبہ منظر الاسلام پاکستان

جملة حقوق محفوظ

اجمالی فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
10	پیش لفظ و وجہ تاخیر	1
13	''تحذیر الناس'' کی عبارت پر بحث	2
14	''حسام الحرمین'' سے قبل تکفیر صاحبِ ''تحذیر الناس''	3
14	حوالہ نمبر(1)	4
16	سب علمائے ہند مخالف تھے	5
16	حوالہ نمبر(2)	6
	حوالہ نمبر(3)	7
27	عِلَّت العلل	8
39	"خاتِمُ الاَطِبَّاء" والی مثال اور اُس کا رَد	9
70	''اِکفار الملحدین'' دیوبندی اکابر کا متفقہ فیصلہ	10
76	تعارض کا اعتراض	11
81	مولانا رومی کی مثنوی شریف سے استدلال کی کوشش	12
84	علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ	13
87	حکیم ترمذی رحمہ اللہ کی عبارت	14
88	علامہ شیخ عبد الکریم جیلی رحمہ اللہ کی عبارت	15
89	شیخ سید عبد الکریم پر غلط الزام اور اس کا جواب	16
91	علامہ قسطلانی رحمہ اللہ کی عبارت	17
92	علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت	18
93	امام المتکلمین حضرت مولانا نقی علی خان علیہ الرحمۃ کی عبارت	19

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
93	عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بنیادی مقدمہ کی عبارت	20
94	کتاب ''افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم'' کا حوالہ	21
95	سرخی ''بریلوی علماء کے فتاویٰ جات'' اور اس کا جواب	22
98	حضرت غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ کی عبارت	23
102	حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی الانبیاء ہونا	24
107	مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ کا حوالہ	25
114	اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شعر پر اعتراض	26
118	موصوف کی جہالتوں کا مختصر جائزہ	27
121	کتاب ''دیوبندی مذہب'' کا حوالہ اور اس کی حقیقت	28
123	قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا حوالہ	29
124	کتاب "ختم الاولیاء" کا حوالہ اور اُس کا جواب	30
127	لفظِ ''بالفرض'' کے متعلق دیوبندی موصوف کی توجیہات	31
131	موصوف کی جہالت کی انتہا	32
133	مقدم محال ہو تو تالی بھی محال ہونا چاہیے	33
136	دیوبندی موصوف کا نانوتوی کی حمایت میں ملا علی قاری کا حوالہ پیش کرنا اور اس کی حقیقت	34
136	"لو عاش ابراہیم" الحدیث، کا پس منظر	35
140	''عقیدۃ الامت'' سے ایک اقتباس	36
152	مغنی اللبیب عن کتاب الاعاریب کا حوالہ	37

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
38	امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مقصد	155
39	فقیہ ابو اللیث سمر قندی رحمہ اللہ کا حوالہ	155
40	حضرت مفتی احمد یا خان نعیمی علیہ الرحمہ کی عبارت	156
41	محمد بن احمد اللہ تھانوی کی عبارت	166
42	نانوتوی صاحب کا عقیدہ	167
43	شیخ محمد تھانوی	
44	نانوتوی صاحب کا عقیدہ	168
45	شیخ محمد تھانوی	
46	نانوتوی صاحب کا عقیدہ	169
47	شیخ محمد تھانوی	
48	خلاصہ کلام	169
49	''تحذیر الناس'' کی عبارات کی توضیح پر اعتراضات کا جائزہ	172
50	قسطاس چہل و نہم، از محمد تھانوی	181
51	قسطاس پنجاہم	185
52	قسطاس پنجاہ و یکم	186
53	قسطاس پنجاہ و دویم	188
54	قسطاس پنجاہ و سوئم	192
55	قسطاس پنجاہ و چہارم	194
56	قسطاس پنجاہ و پنجم	195

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
57	قسطاس پنجاہ وششم	198
58	قسطاس پنجاہ وہفتم	213
59	قسطاس پنجاہ وہشتم	217
60	خلاصہ کلام	219
61	نبی التوبہ	225
62	حوالہ نمبر(1)	228
63	حوالہ نمبر(2)	229
64	محقق صوفیاء کی تفاسیر کو بالرائے قرار دینے کی کوشش	231
65	''غیر محتاج الی الغیر کا مطلب''	248
66	حوالہ نمبر(1)	249
67	حوالہ نمبر(2)	250
68	تحذیر الناس پارلیمنٹ میں	264
69	پارلیمنٹ میں قادیانیوں نے تحذیر الناس پیش کی	267
70	دفع ازالۃ الواسواس	293
71	عمل میں امتی انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں۔(تحذیر الناس)	294
72	نوٹ	300
73	دجال کی حیات بالذات دیوبندیوں کا عقیدہ	305
74	تنام عیناہ ولا ینام قلبہ	308
75	موصوف کا پہلا الزامی حوالہ	316

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
76	موصوف کا دوسرا الزامی حوالہ	317
77	اس بارے موصوف کی دلیل اور اس کا جواب	319
78	''رحمۃ اللعالمین'' کے بارے اعتراض و جواب	319
79	موصوف کا دعویٰ	325
80	موصوف کی دلیل نمبر (1)	325
81	تحفۃ القادریہ کا حوالہ	331
82	ابن حزم علّامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ	331
83	دیوانِ محمدی کا حوالہ	334
84	علّامہ اقبال کا شعر اور دیوبندی موصوف کی جہالت	335
85	امام المتکلمین کے نام پر مغالعہ دینے کی کوشش	336
86	بشریت میں مماثلت کا دعویٰ۔ نعوذ باللہ	340
87	ایک درخت میں مختلف پھل	348
88	موصوف کا دُھوکہ	350
89	''مر کر مٹی میں ملنا''	379
90	دیوبندی موصوف کی دلیل نمبر (2)	383
91	دیوبندی موصوف کی دلیل نمبر (3)	384
92	غلطی نمبر (1)	386
93	غلطی نمبر (2)	386
94	غلطی نمبر (3)	386

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
95	غلطی نمبر (4)	387
96	جسم میں کیڑے پڑنے والا اعتراض	390
97	حیات صدرالافاضل پر اعتراض کا جواب	392
98	کیا اوراقِ غم سے دیوبندیوں کا استدلال کرنا دُرست ہے	395
99	گنگوہی کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بہتان	395
100	احتمال نمبر (2)	399
101	احتمال نمبر (3)	400
102	تسامح یا اِفتراء	400
103	**اصل حقیقت**	404
104	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا عدت نکاح پڑھ لیا۔ (نعوذ باللہ)	405
105	باغِ جنّت کا حوالہ	406
106	کیا عنایت اللہ شاہ دیوبندی کے شعر کی توجیہ دُرست ہے	408
107	اس بارے سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ	410
108	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منانا ہندوؤں کے کرشن کے جنم منانے سے بھی بدتر (نعوذ باللہ)	411
109	میلاد شریف پر لکھی جانے والی چند کتب کے نام	415
110	میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سانگ کنہیا سے تشبیہ دینا رگ کفر کے باقی رہنے کے سبب ہے	423
111	دیوبندی مولوی بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی ہیں (نعوذ باللہ)	429

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
112	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضۂ مبارک حرام بنا ہوا ہے۔ (نعوذ باللہ)	430
113	تبصرہ	432
114	ابنِ سعود کی گستاخانہ جسارت پر پردہ ڈالنے کی کوشش	438
115	''شبیر عثمانی کو ہیرو بنانے کی کوشش''	439
116	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طاغوت کہہ سکتے ہیں (نعوذ باللہ)	441
117	دیوبندی مولوی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر ہیں (نعوذ باللہ)	441
118	شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کو تمام صفات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برابر ماننے کا اعتراض	446
119	مولانا برکات احمد کی قبر میں خُوشبو	452
120	حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک اور کرامت ملاحظہ	487
121	آپ [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کے لئے اشیاء کے اجسام تبدیل ہو جانا	496
122	انور ساطعہ کا حوالہ اور اس کا پس منظر	503

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ و وجہ تاخیر

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسول الکریم الامین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

امابعد:

وہ احباب جو تحریر و تصنیف سے تعلق رکھتے ہیں وہ تحریر و تصنیف کے مختلف مراحل سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ایک کتاب جو زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر قارئین تک پہنچتی ہے وہ کتنے مراحل سے گذرتی ہے۔ راقم الحروف نے اس دسویں جلد کا مسودہ تقریباً ایک ڈیڑھ سال قبل ہی تیار کرلیا تھا اور یہ جلد بہت پہلے آپ احباب تک پہنچ جاتی لیکن ڈکیتی کے ایک واقعہ میں ضائع ہونے والے اموال میں دیگر قیمتی سامان کے ساتھ ساتھ یہ دسویں جلد اور دیگر کئی دیوبندی موصوف کے رد میں لکھی گئی تحریروں کے مسودوں کے ساتھ، کئی تیار کتب بھی ضائع ہوگئیں، کیونکہ فقیر کافی عرصہ سے کاپی یا رجسٹر وغیرہ استعمال کرنے کی بجائے لیپ ٹاپ ہی کام کے لئے استعمال کررہا تھا جس کی وجہ سے دوبارہ دیوبندی موصوف کے رَد میں تحریر قلمبند کرنا پڑی اس دوران دیوبندی موصوف کی طرح رافضیوں کے ایک تبرائی اور خبیث نام نہاد مناظر حسن اللہیاری کے آپریٹر کا فقیر سے رابطہ ہوا اور اس نے حسن اللہیاری سے فقیر کا مناظرہ منعقد کرنے کا خیال ظاہر کیا، فقیر نے حسن اللہیاری کے اس شاطر وکیل مطلق کو بتایا کہ راقم حسن اللہیاری کا چیلنج پہلے ہی قبول کرچکا ہے اور راقم نے تو اس پر وڈیو کلپ بھی یوٹیوب پر اپلوڈ کی ہیں جن میں حسن اللہیاری کے چیلنج کو قبول کیا ہے اور وہ وڈیو کلپ حسن اللہیاری تک پہنچائی بھی گئی ہیں لیکن حسن اللہیاری فقیر کی طرف سے دیئے گئے موضوع کو کچھ عرصہ بعد ہی خُود ہی تسلیم کرچکا ہے یعنی بنات اربعہ۔ اس کے بعد دُوسرے موضوع کلمہ طیبہ کو بھی وہ قبول کرنے کی ہمت نہیں کررہا۔ المختصر ہم نے سورۂ حجرات کی پہلی

پانچ آیات کی روشنی میں ایمانِ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر بھی حسن اللہیاری کے چیلنج کو قبول کیا، مگر ہماری شرط فقط یہ تھی کہ حسن اللہیاری دن، تاریخ، وقت اور موضوعِ مناظرہ کا اعلان کرے اور کم از کم تاریخِ مناظرہ سے پندرہ دن پہلے وہ اس بات کا اعلان کرے تا کہ ہم آن لائن مناظرہ کے لئے الیکٹرانک آلات کا بندوبست کر لیں لیکن حسن اللہیاری کا شاطر وکیل آج تک حسن اللہیاری کو ہمارے سامنے لانے کی جرأت نہیں کر رہا اور نہ ہی حسن اللہیاری یہ سب معاملات ہمارے ساتھ طے کر رہا ہے۔ بس اس کے شاطر وکیل مطلق نے بات کرنا پھر چھپ جانا کئی کئی دن بلکہ ہفتے جواب نہ دینا اپنی عادت ثانیہ بنائے رکھی ہے جس کی وجہ سے کافی وقت ضائع ہو گیا، اور کشف القناع کی دسویں جلد کی تیاری میں مزید تاخیر ہوتی گئی۔ ان باتوں کے علاوہ دسویں جلد کی تاخیر کا باعث یہ بھی ہے کہ فقیر عارضہ قلب میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے اکثر طبیعت بگڑ جاتی ہے اور روزانہ تحریر و تصنیف کی اجازت نہیں دیتی اور اگر خلافِ معمول زیادہ دیر تک تحریر و تصنیف میں مشغول ہو جاؤں تو کافی دنوں تک طبیعت خراب ہو جاتی ہے، اور تحریر و تصنیف کا کام تعطل کا شکار ہو جاتا ہے۔

ان وجوہات کے علاوہ زندگی کے دُوسرے معاملات بھی سدّ راہ کا سبب بنتے ہیں اور آدمی ہجوم افکار کا شکار بھی ہو جاتا ہے۔ یہ تمام وجوہات تھیں جن کی وجہ سے کشف القناع کی یہ دسویں جلد تاخیر سے آپ احباب کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔

اس جلد میں راقم نے قاسم نانوتوی کے رسالہ تحذیر الناس کی کُفریہ عبارات اور دیوبندی موصوف نے اس کے دفاع میں جو تاویلاتِ باطلہ و فاسدہ و کاسدہ پیش کی تھیں ان کو دلائل و براہین کے ہتھیاروں سے نیست و نابود کر دیا ہے، اور موصوف کے اعتراضات کا تار عنکبوت سے بھی کمزور ہونا واضح کر دیا ہے، اگرچہ بعض باتوں کا تکرار ہوا ہے مگر اس کا سبب موصوف کے تکرار پر مبنی اعتراضات تھے اس لئے بامر مجبوری اُسلوب کو برقرار رکھتے ہوئے موصوف کے چھوٹے بڑے اعتراضات کا صفایا کر دیا گیا ہے، لیکن اگر بالفرض کوئی

بات احباب کی طرف سے بار بار جلد کی اشاعت کے حوالے سے رابطوں اور شکایتِ تاخیر کی وجہ سے جلد بازی میں زیر بحث نہ آئی ہو تو ہم اس کی نشاندھی پر اگلی مرتبہ اس کا حساب بھی چکتا کر دیں گے، ان شاء اللہ العزیز۔

اھم نوٹ ! راقم نے دیوبندیوں کے ممدوح شیخ محمد تھانوی کی القسطاس کے حوالے اس کتاب میں لگائے ہیں اور ان حوالوں کی روشنی میں نانوتوی جی کی عبارات کا عقیدۂ اہل اسلام کے خلاف ہونا ثابت کیا ہے، چونکہ اس کتاب کا انتہائی قدیم نسخہ راقم کے زیر نظر تھا جس میں الفاظ کٹے ہوئے اور بعض مقامات پر کچھ الفاظ کتابت کی شکستگی کے باعث پڑھنا دُشوار تھے ان الفاظ کو ہم نے حوالہ نقل کرتے ہوئے نہیں لکھا جن احباب کے پاس کتاب موجود ہے وہ اس کی طرف مراجعت کر کے حوالوں کو چیک کر سکتے ہیں اور کسی ساتھی کے پاس کوئی دُوسرا ایڈیشن موجود ہو تو وہ ہمیں ارسال کر دیں تا کہ دُوسرے ایڈیشن میں ان الفاظ کو نقل کر دیا جائے، ہم نے حتی المقدور کوشش کی ہے لیکن بتقاضائے بشریت کہ

هیچ بشر خالی از خطاء نیست

کے مطابق اپنے آپ کو خطاء سے بالاتر نہیں سمجھتے اگر کسی کو کوئی غلطی نظر آئے تو ہم ان شاء اللہ العزیز اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کریں گے، اور ساتھ ہی نشاندھی کرنے والے دُوست کے مشکور بھی رہیں گے۔ رب تعالیٰ سے دُعا ہے کہ پروردگار راقم کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے، اور گمگشتگان بادیہ ضلالت کو ہدایت نصیب فرمائے اور فقیر سب معاونین بالخصوص مولانا علّامہ **محمد علی رضوی** صاحب زید مجدہٗ کا بھی بے حد مشکور ہوں جنہوں نے اس کی تکمیل کے لئے تعاون فرمایا، اور خاص طور پر قبلہ ضیغمِ اہلِ سنّت حضرت علّامہ مولانا **پیر سیّد مظفر شاہ** صاحب قادری مدظلہ العالی کا جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کا سہرہ اپنے سر لیا ہوا ہے اور بار بار اس کے متعلق مشورے اور تکمیل کا حکم فرماتے رہتے ہیں، آمین بجاہ النبی الامین الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

"تحذیر الناس" کی عبارت پر بحث

اعتراض: دیوبند موصوف نے لکھا ہے کہ:

''ہم دنیا میں موجود ہر ایک چھوٹے بڑے بریلوی کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ اگر ان میں ذرا بھی ایمان وانصاف کا مادہ ہے تو تحذیر الناس کی یہ خود ساختہ عبارت جس کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں نقل کیا ہے اسی ترتیب کے ساتھ تحذیر الناس کے کسی ایک صفحے پر دکھادیں''۔[1]

الجواب: قاسم نانوتوی کے اقوال کُفریہ ہیں، سیّدی اعلیٰ حضرت نے بغرضِ سہولت علمائے حرمین شریفین سے فتویٰ پُوچھنے کے ان اقوال کو جمع کر کے فتویٰ پُوچھ لیا۔

کیا تمام اقوال کُفریہ کو یکجا جمع کر کے فتویٰ پُوچھنا جُرم ہے؟

کیا کتابوں میں موجود نہیں ہے کہ فرقِ باطلہ کے تمام اقوال فاسدہ جمع کر دیئے جاتے ہیں اور اُن کی شناعت اور قباحت کو ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ سیّدی اعلیٰ حضرت نے ''تحذیر الناس'' کے اقوال کُفریہ کو جو ''تحذیر الناس'' میں متفرق موجود تھے اُن کو جمع کر کے علمائے حرمین کی خدمت میں رکھ دیا اور علمائے حرمین نے ان اقوال کو کُفریہ قرار دیا۔

ایسا نہیں کہ یہ اقوال علیٰحدہ علیٰحدہ تھے تو عینِ ایمان تھے اور باہم مل گئے تو کُفریہ بن گئے بلکہ یہ اقوال خالص کُفریہ ہیں۔ اِن کو علیٰحدہ علیٰحدہ رکھا جائے تب بھی اور ایک مقام پر جمع کر دیا جائے تب بھی۔

دیوبندیوں کے مناظر عوام الناس کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کے لئے کج بحثی کا طریقہ اختیار کرتے ہیں، پہلے وہ ان اقول کو دُرست تو ثابت کریں، اس کے بعد اعتراض کریں، لہٰذا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ اقوال ایک جگہ پر جمع ہیں۔

---

[1] دفاع، ج1 ص684، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''قارئین کرام! مولوی احمد رضا خان صاحب علمائے اہلِ سنّت کی تکفیر کے شوق میں اس قدر مغلوب ہو چکے تھے کہ نہ انہیں موت کا خوف آیا نہ یوم آخرت میں حساب وکتاب کا خیال آیا انگریز کے چند سکوں کی خاطر اپنے انصاف ودیانت کے موتیوں کو یوں بیچا کہ تحذیر الناس کی ص ۱٤ سے عبارت کا ایک ٹکڑا اس کے بعد ص ۲۸ سے ایک ٹکڑا اور آخر میں ص ۳ سے ایک ٹکڑا اٹھا (ٹکڑا اُٹھا) کر انہیں آپس میں یوں جوڑ دیا کہ یہ مسلسل ایک عبارت معلوم ہوتی ہے اور یوں ایک کفری مضمون تیار کرلیا''۔[1]

"حسام الحرمین" سے قبل تکفیر صاحبِ "تحذیر الناس"

الجواب: بقول دیوبندی موصوف یہ مختلف مقامات سے عبارات کے مختلف ٹکڑوں کو اُٹھا کر کُفری مضمون سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے تیار کیا، ورنہ ''تحذیر الناس'' میں کُفر نہیں تھا، موصوف اور موصوف کی طرح کے دُوسرے دیوبندی جو یہ بات کرتے ہیں اس سے وہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ پر الزام دَھرنے کے شوق میں اپنے ہی اکابرین کی تکذیب کر دیتے ہیں جنہوں نے ان باتوں کو لکھا ہے جن میں ''حسام الحرمین'' کے لکھے جانے سے پہلے تکفیر کا ذکر موجود ہے، ''حسام الحرمین'' سے پہلے بھی ''تحذیر الناس'' اور صاحبِ ''تحذیر الناس'' کی تکفیر کی جا رہی تھی، جیسا کہ مسلکِ دیوبند کی مشہور ومعروف کتاب ''ارواحِ ثلاثہ'' میں لکھا ہوا ہے کہ:

حوالہ نمبر (1)

''مولوی حبیب الرحمن صاحب نے فرمایا کہ منشی حمید الدین صاحب سنبھلی فرماتے تھے کہ حضرت نانوتوی۔۔۔ایک بزرگ سے ملنے کے لیے ریاست رامپور تشریف لے گئے۔

[1] دفاع، ج1 ص684، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

ساتھ مولانا احمد حسن صاحب اور منشی حمید الدین صاحب تھے۔ ریل نہ تھی۔ مراد آباد سے اس طرح چلے کہ خود حضرت پا پیادہ ہو لئے۔ منشی صاحب کی بندوق اپنے کندھے پر رکھ لی اور بجبر منشی حمید الدین صاحب کو سواری پر بٹھادیا۔ جس نے پوچھا کہ کون ہیں فرما دیتے کہ منشی حمید الدین صاحب رئیس سنبھل ہیں۔ گویا اپنے آپ کو ایک ملازم کی حیثیت سے ظاہر کیا۔ تاکہ خفیہ پہنچیں۔ جب رامپور پہنچے تو وہاں وارد وصادر کا نام اور پورا پتہ وغیرہ داخلہ شہر کے وقت لکھا جاتا تھا۔

حضرت نے اپنا نام خورشید حسن (تاریخی نام) بتایا اور لکھادیا اور ایک نہایت ہی غیر معروف سرائے میں مقیم ہوئے۔ اس میں بھی ایک کمرہ چھت پر لیا، یہ وہ زمانہ تھا کہ **تحذیر الناس کے خلاف اہل بدعات میں ایک شور برپا تھا، مولانا کی تکفیریں تک ہو رہی تھیں**۔ حضرت کی غرض اس اخفاء سے یہی تھی کہ میرے علانیہ پہنچنے سے اس بارے میں جھگڑے اور بحثیں نہ کھڑی ہو جائیں۔۔۔[1]

یہ واقعہ خُود "قاسم نانوتوی" دیوبندیوں کے حجۃ الاسلام کی زندگی کا ہے، قاسم نانوتوی صاحب 4 جمادی الثانی 1297ھ کو آنجہانی ہوئے،[2] جبکہ "حسام الحرمین" 1324ھ میں لکھی گئی تھی گویا کہ نانوتوی کے آنجہانی ہونے سے بھی تقریباً چھبیس ستائیس سال بعد۔ پس موصوف کا یہ لکھنا کہ: "انگریز کے چند سکوں کی خاطر" سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے مختلف مقامات سے چند ٹکڑوں کو جمع کر کے تکفیری مضمون تیار کیا، نہ صرف سفید جھوٹ ہے بلکہ اپنے بڑوں کی بھی تکذیب ہے کیونکہ وہ تو بیان کر رہے ہیں کہ نانوتوی کی زندگی میں ہی تکفیریں ہو رہی تھیں۔

پس واضح ہو گیا کہ موصوف کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے یا دیوبندیوں کے اکابر جُھوٹے ہیں۔

---

[1] ارواح ثلاثہ، حکایت نمبر (263)، ص194-195، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور

[2] حالات طیب از یعقوب نانوتوی، ص96، ناشر: مفتی الٰہی بخش اکیڈمی مظفر نگر، یوپی انڈیا

راقم کو اُمید ہے کہ دیوبندی اپنے اکابرین کے بجائے دیوبندی موصوف کے دعویٰ کو ہی جھوٹا تسلیم کرنے میں عافیت سمجھیں گے۔

قاسم نانوتوی کی زندگی میں ہی علمائے اہلِ سنت و جماعت (ہند) نے، جن کے سامنے مکمل ''تحذیر الناس'' موجود تھی اور وہ اُردو زبان کو جانتے بھی تھے، قاسم نانوتوی کی تکفیریں کیں، یہ اس بات کی واضح و بیّن دلیل ہے کہ قاسم نانوتوی کے اقوال یکجا ہوں تب بھی کُفریہ ہیں اور متفرق یا علیٰحدہ علیٰحدہ ہوں تب بھی کُفریہ ہیں۔

سب علمائے ہند مخالف تھے

حوالہ نمبر (2)

خُود دیوبندیوں کو بھی اِس بات کا اقرار ہے، حوالہ مُلاحظہ فرمائیں:

''اسی طرح جب مولانا محمد قاسم صاحب۔۔۔نے کتاب ''تحذیر الناس'' لکھی تو سب نے مولانا محمد قاسم۔۔۔کی مخالفت کی، مگر مولانا عبدالحیؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موافقت میں رسالہ لکھا مگر دونوں رسالوں میں یہ تفاوت ہے کہ مولانا محمد قاسم صاحب۔۔۔کے رسالہ میں درایت کا رنگ غالب ہے اور مولانا عبدالحیؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ میں روایت کا رنگ۔(القول الجلیل، ص۳۰، م۲۰)''۔[۱]

حوالہ نمبر (3)

''جس وقت مولانا نے ''تحذیر الناس'' لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز (ماسوائے) مولانا عبدالحیؒ صاحب کے، مولانا کو ہمارے بزرگوں سے بے حد عقیدت اور محبت تھی''۔[۲]

نوٹ: علّامہ عبدالحیی لکھنوی کے رد بھی ہندوستانی علمائے اہلِ سنّت نے فرمایا ہے۔

---

[۱] قصص الاکابر، حصہ دوم، حکایت نمبر 35، ص159، ناشر: المکتبۃ الاشرفیۃ، جامعہ اشرفیہ، لاہور

[۲] ملفوظات، الافاضات الیومیہ، ج5، ص297، ملفوظ 314، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

آخر کیا وجہ ہے کہ سارا ہندوستان قاسم نانوتوی کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا تھا اور کوئی بھی موافقت نہیں کر رہا تھا، مخالفت کرنے والے ہندوستانی علماء کے سامنے تو پوری "تحذیر الناس" موجود تھی اور وہ اُردو زُبان بھی جانتے تھے، اُن کے سامنے تو بمطابق دیوبندی موصوف تین ٹکڑوں کو یکجا کر کے بنائی گئی عبارت نہ تھی مگر وہ بھی مخالفت وتکفیریں کر رہے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ ان اقوال کو ایک جملہ میں اکٹھا کیا جائے تو بھی کُفریہ ہیں اور اگر متفرق اور علیٰحدہ علیٰحدہ ہوں تب بھی یہ کُفریہ ہی ہیں۔

رہی بات مولانا عبد الحیٔ لکھنوی کی موافقت، تو وہ بھی خُود اسی حوالہ میں مَرقُوم ہے کہ وہ روایت کے لحاظ سے تھی یعنی قاسم نانوتوی صاحب کے نفسِ مضمون کی انہوں نے بھی حمایت نہیں کی جن کو دیوبندیوں کے بقول دیوبندیوں سے محبت وعقیدت تھی (علّامہ لکھنوی کے حوالے سے تفصیل آئندہ اَوراق میں آئے گی، ان شاء اللہ)

پس موصوف کا یہ اعتراض بالکل دُرُست نہیں بلکہ ان کی بے بسی وعاجزی کو ظاہر کر رہا ہے، نیز موصوف نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ان عبارات کے ملانے سے کُفریہ مضمون پیدا ہوا۔ موصوف اس بات کی وضاحت کریں کہ وہ کُفری مضمون کون سا ہے جو ان عبارات کو ملانے سے پیدا ہوا اور کون سی عبارت سے وہ ظاہر ہو رہا ہے؟

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"مولوی احمد رضا خان صاحب نے پہلی عبارت ص۱٤ کی یوں لکھی: بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

حالانکہ پوری عبارت اس طرح ہے: غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا ہے تو آپ کا خاتم ہونا انبیآء گذشتہ کی نسبت خاص نہیں ہوگا"۔ [1]

---

[1] دفاع، ج1 ص684، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

الجواب: یہ بھی موصوف کی طفل تسلّی ہے، ورنہ یہ عبارت اپنے مفہوم میں پُوری ہے اس لئے کہ نانوتوی جی نے حکم لگا دیا کہ بالفرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے زمانے میں کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ ﷺ کا خاتم ہونا باقی رہتا ہے، کیسے باقی رہتا ہے؟

جبکہ ''خاتم النبیین'' کے معنیٰ آخری نبی کے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ آخری نبی ہیں، باوجود اس کے اگر آپ ﷺ کے زمانہ میں کوئی دُوسرا نبی ہوگا تو حضورِ اکرم ﷺ کا خاتم ہونا بدستور باقی کیسے رہے گا؟

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

مولوی احمد رضا خان صاحب نے ص ۲۸ کی عبارت یوں لکھی: ''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

حالانکہ پوری عبارت اس طرح ہے:

ہاں اگر خاتمیت بہ معنی اتصاف [اوصاف] ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان [ان] نے عرض کیا [ہے] تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود [و] بالخلق میں سے مماثل نبی [صلی اللہ علیہ وسلم] نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیآء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر [بھی] آپ کی فضیلت [افضلیت] ثابت ہو جائے گی بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی [صلی اللہ علیہ وسلم بھی] کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں [نہ] آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اس [اسی] زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے''۔[1]

الجواب: اوّلاً: قارئین کرام! موصوف کی پُوری اور صحیح عبارت کا اندازہ آپ راقم الحروف کی طرف سے عبارت میں دیئے گئے [ ] بریکٹ سے لگا سکتے ہیں۔

راقم نے موصوف کی نقل اور اصل ''تحذیر الناس'' مطبوعہ راشد کمپنی دیوبند میں موجود فرق

[1] دفاع، ج1 ص684-685، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

کے لئے بریکٹ کا استعمال کیا ہے جس سے قارئین کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا۔

ثانیاً: سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے جس قدر عبارت لکھی ہے وہ اپنے مفہوم میں پُوری ہے، بے شک موصوف کی عبارت کے ساتھ ملا کر اسے پڑھ لیا جائے، کیونکہ نانوتوی نے اس عبارت میں حکم لگایا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کے بعد بالفرض کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیتِ محمدی ﷺ میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ فرق کیوں نہیں آئے گا؟

حضورِ اکرم ﷺ تو آخری نبی ہیں، اگر کوئی دُوسرا نبی حضورِ اکرم ﷺ کے بعد بالفرض پیدا ہوتو حضورِ اکرم ﷺ آخری نبی کیسے رہیں گے؟

مگر نانوتوی جی کہہ رہے ہیں کہ خاتمیت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔لہٰذا نانوتوی صاحب جو کہہ رہے ہیں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے اُسی قدر اُس کا قول بیان کر دیا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''تحذیر الناس کے ص ۱٤ کی عبارت کے ۳ جز ہیں:

(۱) غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا

(۲) تو آپ کو خاتم ہونا انبیاء گذشتہ کی نسبت خاص نہیں ہوگا

(۳) بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا جزا اور تیسرا حصہ جزآء پر معطوف ہے مولوی احمد رضا خان صاحب شرط جزآء کو ہضم کر گئے اور صرف معطوف کو ذکر کر دیا''۔ [1]

الجواب: سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے جس قدر عبارت لکھی ہے وہ اپنے مفہوم میں پُوری ہے، نانوتوی صاحب نے تو حکم لگایا کہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور

---

[1] دفاع، ج1 ص684-685، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے، کیسے باقی رہتا ہے؟

حضورِ اکرم ﷺ تو آخری نبی ہیں، اگر کوئی دوسرا نبی آپ کے زمانے میں موجود ہو تو حضورِ اکرم ﷺ آخری نبی کیسے رہیں گے؟ مگر نانوتوی صاحب کہہ رہے ہیں کہ خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے، نانوتوی جی نے جو کہا وہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے نقل کر دیا۔

موصوف کہہ رہے ہیں کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ شرط اور جزاء کو ہضم کر گئے اور صرف معطوف کو ذکر کر دیا حالانکہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے نانوتوی جی کی جو عبارت لکھی اس میں شرط و جزاء موجود ہے

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو''، شرط ہے اور ''تو پھر بھی خاتمیت محمدی ﷺ میں کچھ فرق نہ آئے گا''، اس شرط کی جزاء ہے۔

شرط اور جزاء سے جملہ مکمل ہو جاتا ہے، لہٰذا سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے مکمل جملہ ذکر کیا ہے جو کہ اپنے مفہوم میں واضح ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''ص ۲۸ کی عبارت کے چار جزء ہیں:

(۱) ہاں اگر خاتمیت ۔۔۔ الی عرض کیا

(۲) تو پھر سوائے ۔۔۔ الی نہیں کہہ سکتے۔

(۳) بلکہ اس صورت میں الی ثابت ہو جائے گی۔

(٤) بلکہ اگر بالفرض ۔۔ الی اخرہ۔

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا جزا تیسرا اور چوتھا حصہ جزآء پر معطوف ہے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے شرط کو بھی غائب کر دیا جزا کو بھی اور دو معطوفوں میں سے ایک معطوف کو بھی ہضم کر لیا''۔ [1]

---

[1] دفاع، ج1 ص685، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

الجواب: سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے جس قدر جُملہ ذِکر کیا ہے اُس میں شرط وجزاء دونوں موجود ہیں، اگر موصوف کو بوجہ جہالت نظر نہیں آرہے تو اس کا ہم کیا کر سکتے ہیں "بلکہ بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو" یہ شرط ہے، اور "تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا" یہ جزاء ہے۔

شرط اور جزاء سے جملہ مکمل ہوجاتا ہے، لہٰذا یہ مکمل عبارت ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"اہل علم حضرت (حضرات) اس بات کو خوب جانتے ہونگے کہ اگر جملہ شرطیہ میں سے شرط یا جزاء کو حذف کردیں تو باقی الفاظ جملہ نہیں بنا کرتے"۔[1]

الجواب: بفضلہٖ تعالیٰ ہم نے ثابت کردیا ہے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے پُورا جملہ ذکر کیا ہے جس میں شرط وجزاء دونوں موجود ہیں، لہٰذا جملہ مکمل ہے اور موصوف کا اعتراض باطل ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"غور فرمائیں جس عبارت سے جملہ ہی نہ بنے وہ بھلا کسی کا عقیدہ کیسے ہوسکتا ہے۔۔"؟[2]

الجواب: یہ بھی موصوف کا عذرِ لنگ ہے، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے پُورا جملہ ذکر کیا ہے، لہٰذا قاسم نانوتوی کا وہی عقیدہ ہے جو ان عبارات میں مرقُوم ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"مولوی احمد رضا خان نے تحذیر الناس کے ص ۳ کی عبارت کے ترجمہ [میں] بھی بدترین خیانت کی اصل عبارت "مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم وتاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں" ہے۔ اس عبارت میں فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے نہ کہ مطلقاً فضیلت کی

---

[1] دفاع، ج1 ص685-686، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص686، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

نفی کی گئی مگر خان صاحب نے اس [کا] عربی ترجمہ اس طرح کیا

مع انه لا فضل فيه اصلا عند اهل الفهم

جس کا مطلب ہوا کہ نبی علیہ السلام کے آخری نبی ہونے میں اہل فہم کے نزدیک بالکل بھی فضیلت نہیں۔ بالذات فضیلت نہ ہونا اور بالکل فضیلت نہ ہونا ان دونوں میں کتنا فرق ہے اہل لسان پر مخفی نہیں۔ بالذات کی نفی کا مفہوم بالعرض کا اثبات ہے اور مفہوم تصانیف کا معتبر ہوتا ہے"۔[1]

الجواب: یہ بھی دیوبندی کی جہالت ہے اس لئے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے جو ترجمہ لکھا ہے وہ بالکل دُرست ہے چونکہ دیوبندی موصوف نے قاسم نانوتوی کی کتب کا مطالعہ نہیں کیا اس لئے بوجہ جہالت ایسی جہالت آمیز باتیں کر رہے ہیں۔خُود نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کی معنی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"معنی خاتم النبیین در نظر ظاہر پرستان ایں باشد کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آخر ست از زمانہ گذشتہ وباز نبی دیگر نخواہد آمد۔ مگر میدانی ایں سخنی ست کہ مدحی است دراں نہ ذمی"۔

"خاتم النبیین کے معنی سطحی نظر والوں کے نزدیک تو یہی ہیں کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ انبیاء کے زمانے سے آخر کا ہے اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس میں (خاتم النبیین) صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی برائی ہے"۔[2]

اس عبارت میں حضورِ اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے اور آپ ﷺ کے بعد دوسرے

---

[1] دفاع، ج1 ص686، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] قاسم العلوم اردو ترجمہ انوار النجوم، ص55، پبلشرز ناشران قرآن لمیٹڈ، اردو بازار، لاہور

نبی جدید کے نہ آنے کو حضورِ اکرم ﷺ کے لئے کے لئے بالکل باعث تعریف نہیں سمجھتے اس لئے دوٹوک الفاظ میں لکھا کہ: ''مدحی است دراں نہ ذمی ''اس میں حضورِ اکرم ﷺ کی نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی بُرائی۔لہٰذا سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے بالکل صحیح ترجمہ کیا ہے اور دیوبندی موصوف کا اعتراض کج بحثی پر مبنی ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''اتنی صریح خیانتوں اور بددیانتوں کے بعد بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ احمد رضا خان نے یہ اعتراضات یا یہ فتوے عشق رسالت کی بناء پر دئے۔۔؟''۔[1]

الجواب: سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے کوئی بددیانتی اور خیانت نہیں کی، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے بحوالہ نانوتوی جو اقوال ذکر کئے ہیں وہ اپنے مفہوم میں پُورے اور واضح ہیں ۔ ہندوستان کے دیگر علمائے اہل سنّت نے بھی'' تحذیر الناس'' کی مذمت کی''ابطال اغلاطِ قاسمیہ''جو کہ 1300ھ میں شائع ہوئی اُس میں بھی''تحذیر الناس'' کے مندرجات کو کُفریہ قرار دیا گیا، جس پر کثیر علماء کی مواہیر و دستخط موجود ہیں، یہاں تک کہ علّامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی کے بھی دستخط موجود ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی'' تحذیر الناس'' کے مضمون سے متفق نہیں تھے، لہٰذا سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے کوئی بددیانتی اور خیانت نہیں کی بلکہ قاسم نانوتوی کے عقائد کا پُورا لحاظ کرتے ہوئے اپنے معنی اور مدلُول پر واضح اقوال کو''حسام الحرمین''میں ذِکر کیا ہے، خاص سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر موصوف اعتراض اُس وقت کرتے جب برصغیر میں پہلے سے قاسم نانوتوی کی تکفیریں موجود نہ ہوتیں جب پہلے ہی تکفیر موجود تھی تو اس میں آخر سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا قصور کیا ہے!

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

---

[1] دفاع، ج1 ص686، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اگر کوئی احمد رضا خان صاحب کی طرح اس بے حیائی اور بے شرمی پر اُتر آئے تو سو سو کفر خود احمد رضا خان کی کتابوں سے نکالے جاسکتے ہیں: مثلا چند مثالیں ملاحظہ ہو

کوئی کہے کہ احمد رضا خان کافر ہے اس لئے کہ اس نے اپنی شان میں کہا

نص قطعی قرآن ہے **لولا محمد ما خلقتک**

حالانکہ نہ تو یہ نص قطعی قرآن ہے نہ احمد رضا خان کی شان ہے۔ اسی طرح کوئی کہے کہ احمد رضا خان کافر ہے اس نے نبی علیہ السلام کی ختم نبوت کا انکار کیا اور اپنی کتاب میں یہ غلیظ عقیدہ لکھا کہ معاذ اللہ

یعقوب علیہ السلام خاتم الانبیاء (جزاء اللہ عدوہ)

پہلی عبارت کے دو ٹکڑے ہیں ایک ص ۷ سے لیا گیا دوسرا ص ۸ سے جبکہ دوسری عبارت ص ۱۰ کی ہے اور بیچ میں سے صرف ایک لفظ ''وٗ'' کو ہٹا دیا گیا ہے۔ بلکہ عبارت تو بہت دور اگر صرف اعراب تبدیل کر دیئے جائیں تو احمد رضا خان صاحب کی کتابوں سے کفر ثابت کیا جا سکتا ہے مثلاً وہ لکھتے ہیں

فیاتون عیسی فیقولون اشفع لنا الی ربک فلیقیض بنینا [فلیقض بیننا] فیقول انی لست هنا کم انی اتخذت الهامن دون الله۔ (جزاء اللہ عدوہ ص ۱٤)

یہاں ''اتخذت'' کو مجہول کی جگہ معروف پڑھ لیں اور پھر دیکھیں کہ کتنا بڑا کفر بنتا ہے''۔ [1]

الجواب: یہ مثالیں ذِکر کرنا موصوف کی جہالت کی آئینہ دار ہیں اس لئے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے آیتِ ختمِ نبوت کو نصِ قرآنی قرار دیا ہے، ملاحظہ فرمائیں [2] مگر موصوف نے "**لولا محمد ما خلقتک**" کو نص قطعی قرآنی بنا دیا جو کہ تحریف ہے۔ یُونہی

---

[1] دفاع، ج1 ص686-687، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] خدمات ختم نبوت اور سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ، رسالہ: جزاء اللہ عدوہ، ج1، ص11 و15، ناشر: بزم علم و دانش (انٹرنیشنل)

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے خاتم الانبیاء حضورِ اکرم ﷺ کو لکھا، مُلاحظہ فرمائیں [1]
مگر دیوبندی موصوف نے یعقوب علیہ السلام کو خاتم الانبیاء بنا دیا، یہ بھی سیدھی سیدھی تحریف اور بے حیائی وکمینگی ہے۔

''**اتخذت**'' بصیغہ مجہول ہے اور اُس کا ترجمہ بھی موجود ہے، بصیغہ معروف یہ روایت ہے ہی نہیں تو اسے بصیغہ معروف پڑھ کر کُفریہ کرنا خُود دیوبندیوں کی ہی بے حیائی و بے شرمی ہو سکتی ہے، الغرض ان تینوں مثالوں کا ''تحذیر الناس'' کی عبارت سے کوئی تعلق نہیں اس لئے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے جو عبارات لکھی ہیں وہ اپنے مفہوم میں پُوری ہیں جبکہ دیوبندی نے جو مثالیں دی ہیں، عبارات ومفہوم ان کے مطابق نہیں ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''وہ بریلوی جو کہتے ہیں کہ عبارات آگے پیچھے یا ناقص نقل کر دینے سے کیا ہو گیا اس میں اعتراض والی کیا بات ہے۔ یقیناً ان لوگوں کی آنکھیں اب کھل گئی ہوں گی''۔ [2]

الجواب: ہم کہتے ہیں کہ قاسم نانوتوی سے مذکورہ بیان کردہ عبارات مفہوماً اپنے مفہوم پر واضح دلالت کر رہی ہیں، اَدھوری یا ناقص نہیں، بلکہ جو قاسم نانوتوی کا عقیدہ تھا وہی ان عبارات میں ظاہر ہے، ان عبارات کو پُوری کتاب کے ساتھ ملا کر پڑھو تو بھی کُفریہ ہیں اور علیحدہ علیحدہ پڑھو تو بھی کُفریہ ہیں۔

الحمدللہ! ہماری آنکھیں پہلے سے ہی کھلی ہیں، اگر ہماری آنکھیں بند ہوتیں تو تمہارے اکابر اور تم جیسوں کے کالے کرتوتوں کو کیسے ظاہر کرتے، ہماری آنکھیں کھلی تھیں، اور الحمدللہ اب بھی کھلی ہیں، لیکن تمہارے اکابر نے ختم نبوت کی دوپہر کے سورج سے بھی روشن وواضح تصریحات کو آنکھیں بند کر کے جھٹلایا ہے، حضورِ اکرم ﷺ کے خاتم ہونے پر ہزاروں

---

[1] خدماتِ ختم نبوت اور سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ، رسالہ: جزاء اللہ عدوہ، ج1، ص50، بزم علم ودانش

[2] دفاع، ج1 ص687، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

کتابیں موجود ہونے کے باوجود ابھی تک دیوبندیوں کی آنکھیں بند ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''معروف بریلوی عالم دین مفتی عبدالمجید سعیدی بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:
گھگھڑوی (گکھڑوی) صاحب جو جب اپنی بات بنتی نظر نہ آئی تو انہوں نے اپنا الو سیدھا کرنے کی غرض سے حدیث کا درمیانی والا حصہ اڑا کر اس کے آخری حصہ کو پہلے حصہ سے ملا دیا جس سے عام قاری کو دھوکہ لگتا ہے کہ یہ بھی شائد اس پہلے حصہ کا جز ہے''۔(مصباح سنت، ج۱ص ۳۳: قادریہ پبلشرز کراچی)

یہی بات ہم بریلویوں کو کرتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خان کو جب اپنی بات بنتی نظر نہ آئی اور حضرت نانوتوی۔۔کی عبارات سے کفریہ مضمون تیار نہ کر سکے تو اپنا اُلو سیدھا کرنے کیلئے عبارت کو آگے پیچھے جوڑ کر اور قطع و برید کر کے عوام کو دھوکا دیا جب حدیث کا آخری ٹکڑا پہلے کے ساتھ ملا دینے سے دھوکہ دیا جا سکتا ہے تو تو عبارات کو آگے پیچھے کر کے ترجمہ غلط نقل کر کے کہیں کی عبارت کہیں جوڑ کر عوام کو دھوکا کیوں نہیں دیا جا سکتا اور اس ''کرتب'' کا نام دھوکہ کیوں نہیں؟''۔[1]

الجواب: موصوف کی مثالیں اس واقعہ کی طرح ہیں کہ ایک چور کی چوری کرتے ہوئے پکڑے جانے کے سبب خُوب پٹائی ہو رہی تھی، لاتوں اور گھونسوں سے، بعض لوگوں نے چور کو لعنت و ملامت کرتے ہوئے اُس کے منہ پر تھوک دیا، اور اُس کا منہ کالا کر دیا۔

پٹائی کے بعد وہ چور اپنی برادری میں آ کر کہنے لگا کہ فلاں جگہ بھی ایک مظلوم کو ظالموں نے مارا تھا، اخبار میں یہ خبر بھی آئی تھی، اور فلاں جگہ بھی ایک مظلوم کو مارا گیا اور اخبارات میں خبر بھی چھپی تھی، جب ایک مظلوم پر لوگ بے گُناہ تشدد کر سکتے ہیں تو مجھ پر کیوں نہیں؟

---

[1] دفاع، ج1ص 687-688، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

موصوف کے حوالے بھی اسی طرح کے ہیں،''مصباح سنّت'' سے دیوبندی موصوف کی نقل کردہ عبارت دُرست نہیں بلکہ اصل عبارت اپنی جگہ پر دُرست ہے کیونکہ اگر کسی عبارت کا مفہوم مسخ ہوجائے تو یقیناً اعتراض دُرست ہوتا ہے، مگر قاسم نانوتوی کے اقوال کا کوئی مفہوم مسخ نہیں ہوا، ہر حال میں وہ کُفریہ ہیں۔

''حسام الحرمین'' سے پہلے بھی علمائے برصغیر جو اہل زُبان تھے اُنہوں نے اس کے مندرجات کو کُفریہ قرار دیا جس کی گواہی خُود دیوبندیوں کی کتابوں سے بھی راقم الحروف شروع میں ذِکر کر چکا ہے، اور ''ابطال اغلاطِ قاسمیہ'' بھی موجود ہے جس پر علمائے برصغیر کے دستخط و مواہیر بھی موجود ہیں۔ پس قاسم نانوتوی کے اقوال ہر حال میں کُفریہ ہیں۔

عِلّتُ العِلَل

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''تحذیرالناس'' کی مذکورہ بالا تینوں عبارتوں کی وضاحت

تمہید: قارئین کرام پہلے بطور تمہید اس بات پر غور کریں کہ رسول پاک ﷺ کو اللہ تعالی نے خاتم النبیین کہا اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ میرے خیال میں اس کی کئی وجوہ ہوسکتی ہیں:

(۱) چونکہ آپ کی لائی ہوئی کتاب کی ابدی حفاظت کا وعدہ تھا اس لئے آئیندہ کسی نئے نبی کی ضرورت نہ تھی اس لئے نبوت کا دروازہ بھی بند کر دیا گیا۔

(۲) اللہ تعالی کو منظور تھا کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی مبعوث نہ ہو آخر نبوت کا یہ سلسلہ کہیں ختم بھی تو کرنا ہے اس لئے آپ کو آخری نبی کہا گیا اور اس آخری نبی کہنے کی وجہ یہ تھی کہ ان جھوٹے مدعیان نبوت کا دروازہ بند کر دیا جائے جو آپ کے بعد نبوت کا دعوی کریں

(۳) آپ ﷺ کا دین ہر لحاظ سے کامل و مکمل تھا اس لئے آپ کے بعد کسی اور پیغمبر کی ضرورت نہ ہوسکتی تھی جب ضرورت ہی باقی نہ رہی تو آپ کو آخری نبی بنایا گیا۔

(٤) علم الہی میں مقدر تھا کہ آپ کی تیار کردہ جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم

اجمعین اس دین کے آخر تک وفادار رہیں گے اور علمائے امت کا ایک طبقہ آخر تک حق پر قائم رہے گا اس کیلئے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

یہ وجوہ بے شک برحق ہیں لیکن علت العلل نہیں بنیادی وجہ آپ ﷺ کی ختم نبوت کی ایسی ہونی چاہئے جس میں آنحضرت ﷺ کی اپنی شان کا بیان ہو جب ختم نبوت کا تاج آپ ﷺ کے سر مبارک پر رکھا گیا تو آپ کی شان لازمی طور پر اس میں ملحوظ ہونی چاہئے ان وجوہات میں سے پہلی وجہ میں قرآن کریم کی شان کا بیان ہے دوسری میں امت کے فتنوں سے حفاظت ہے تیسری میں دین کی شان ملحوظ ہے اور چوتھی میں اصحاب رسول ﷺ کی شان کا بیان ہے لیکن ان کمالات کا دائرہ جس مرکز کے گرد کھچ رہا ہے اس کی اپنی ذاتی شان کہیں اس میں مذکور نہیں یہ وجوہ اپنی جگہ درست ہیں لیکن یہ آپ ﷺ کی شان خاتمیت کے آثار ہیں ان کے پیچھے علت العلل وہ درکار ہے جو حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے متعلق ہو۔ اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی ۔۔ "تحذیر الناس" میں اسی علت العلل کی طرف راہنمائی کرنا چاہتے ہیں اور وہ آپ کے الفاظ میں یہ ہے:

بالجملہ رسول ﷺ وصف نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض "۔[1]

الجواب: موصوف نے جو علت العلل ذکر کی ہے، اس سے دیگر انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی نبوتوں کا اِنکار لازم آرہا ہے۔

دیوبندیوں کے مفتی ساجد قاسمی ہردوئی نے لکھا ہے کہ:

"اتصاف ذاتی واتصاف عارضی

یہ حضرت نانوتوی ۔۔ کے اُصولوں میں سب سے اہم اصل ہے، اِس کے تحت آپ نے

[1] دفاع، ج1 ص688-689، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

اسلام کی بنیادی تعلیمات کا فلسفہ بیان کیا ہے اور معترضین کے بہت سے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ اُصول آپ کے فلسفے کی شاہ کلید ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ آپ کی کتاب ''حجۃ الاسلام'' اور ''تقریر دل پذیر'' اسی اُصول پر مبنی ہے۔

اس اُصول کی وضاحت یہ ہے، صفات دو قسم کی ہوتی ہیں، ایک ذاتی اور دُوسرے عارضی۔ جس چیز میں ذاتی صفت ہوتی ہے اُس کو موصوف بالذات کہتے ہیں، اور جس میں عارضی صفت ہوتی ہے اُس کو موصوف بالعرض کہا جاتا ہے۔ ذاتی صفت اپنے موصوف سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتی جبکہ عارضی صفت اپنے موصوف سے جدا ہو سکتی ہے''۔ [۱]

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ قاسم نانوتوی کے نزدیک دیگر انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی نبوت عارضی ہے اور اُن کی نبوت اُن سے جُدا ہو سکتی ہے، نعوذ باللہ من ذالک۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''آپ باذن اللہ تعالیٰ نبی بالذات ہیں''۔ [۲]

الجواب: دیوبندی موصوف کے امام سرفراز گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت ذاتی تھی یا خُدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی تھی؟ اگر ذاتی نہ تھی اور یقیناً نہ تھی تو آپ نے اپنی نبوت و رسالت کا انکار کیوں نہ کر دیا''۔ [۳]

قارئین کرام! ملاحظہ کریں دیوبندی موصوف اپنے قاسم نانوتوی کے دفاع میں حضورِ اکرم ﷺ کو نبی بالذات تسلیم کر رہے ہیں جبکہ دیوبندیوں کے پاکستانی امام گکھڑوی صاحب نبوت کو ذاتی ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔ اگر دیوبندی موصوف اپنے امام گکھڑوی کی

---

[۱] ماہنامہ دارالعلوم، دیوبند، جلد 101، شمارہ 10، اکتوبر 2017ء، ص 26،

[۲] دفاع، ج 1 ص 690، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[۳] ازالۃ الریب عن عقیدۃ علم الغیب، ص 115، مکتبہ صفدریہ، گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

بات تسلیم کریں تو نانوتوی جی سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور اگر نانوتوی جی کے دفاع میں اپنے راگ پر جمے رہیں تو گھڑوی کے متعلق حکم بیان کردیں

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''اس مختصر تمہید کے بعد عرض ہے کہ حضرت مولانا نانوتوی۔۔۔اور بعض دوسرے محققین کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن پاک میں جو آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اس سے آپ کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہے ذاتی بھی اور زمانی بھی۔اور عوام اس سے محض ایک قسم کی خاتمیت مراد لیتے ہیں، یعنی صرف زمانی''۔[1]

الجواب: یہ صرف قاسم نانوتوی صاحب کی اپنی اختراع ہے، محققین میں سے کسی کی بھی یہ تحقیق نہیں جو قاسم نانوتوی صاحب نے بیان کی ہے، موصوف خواہ مخواہ علمائے اِسلام پر جُھوٹ داغ رہے ہیں۔

قاسم نانوتوی صاحب کی اِن تشریحات میں کوئی بھی ان کا ہمنوا نہیں ہے، حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے، چنانچہ اُس نے لکھا ہے کہ:

''ہم اِس مسئلہ کو بھی اگلی فصل میں مشرح لکھ کر دِکھلا دیں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ماننے اور آپ کی خاتمیت کا ثبوت دینے والا مولانا۔۔کے برابر اس آخیر زمانے میں تو کوئی ہوا ہی نہیں علمائے سابقین میں بھی کوئی مشکل سے نکلے گا''۔[2]

دیکھیں اس عبارت میں ٹانڈوی دیوبندی صاحب تسلیم کر رہے ہیں کہ جس طرح قاسم نانوتوی نے ختم نبوت کو مانا ہے علمائے سابقین میں بھی کوئی بمشکل ہی ہوگا۔

صاف ظاہر ہے کہ یہ قاسم نانوتوی صاحب کی خُود ساختہ تشریحات ہیں اور علمائے اسلام میں کوئی بھی ان کا ساتھی و ہمنوا نہیں ہے۔

---

[1] دفاع، ج1 ص690، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] الشہاب الثاقب، ص69، کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی دیوبند، ضلع سہارنپور

اعتراض: ''بہر حال حضرت مولانا مرحوم اور عوام کا نزاع نہ ختم نبوت زمانی میں ہے نہ اس میں کہ قرآنی لفظ سے خاتم زمانی مراد لی جائے (کیونکہ مولانا کو یہ دونوں چیزیں تسلیم ہیں) بلکہ نزاع صرف اس میں ہے کہ لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے یا نہیں؟''۔ [۱]

الجواب: یہ بھی موصوف کا عوام الناس کی آنکھوں میں دُھول جھونکنا ہی ہے کیونکہ قاسم نانوتوی نے اپنے رسالہ کا آغاز لفظ ''خاتم النبیین'' کے معنیٰ آخری نبی ہونا کے انکار سے ہی کیا ہے، چنانچہ وہ اپنی دُوسری کتاب میں اس کے متعلق مزید وضاحت سے لکھتے ہیں کہ:

''خاتم النبیین کے معنی سطحی نظر والوں کے نزدیک تو یہی ہیں کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ انبیاء کے زمانے سے آخر کا ہے اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس میں (خاتم النبیین) صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی برائی ہے، پھر ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مَرد کے باپ نہیں'' کے جملے کو اس معنیٰ سے کیا تعلق کہ اس سے استدراک فرما کر فرمایا، لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین''۔ [۲]

نانوتوی صاحب تو لفظ ''خاتم النبیین'' کے معنیٰ آخری نبی بلحاظِ زمانہ کرنا سطحی نظر والوں کا معنیٰ قرار دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اس میں کوئی تعریف کی بات نہیں، ''تحذیر الناس'' میں بھی اسی طرح آخری نبی کی نفی کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''بعد حمد وصلاۃ کے۔ قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم [صلی اللہ علیہ وسلم] کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاءِ سابق کے زمانے کے بعد اور آپ

---

[۱] دفاع، ج1 ص690، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[۲] قاسم العلوم اردو ترجمہ انوار النجوم، ص55، پبلشرز ناشران قرآن لمیٹڈ، اردو بازار، لاہور

سب میں آخر نبی ہیں''۔[1]

اس معنٰی کو عوام کا خیال قرار دے کر اس کی نفی میں آگے دلائل ذکر کر رہے ہیں، چنانچہ آگے لکھتے ہیں کہ:

''مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے، مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی''۔[2]

یعنی قاسم نانوتوی صاحب کہتے ہیں کہ اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیا جائے تو خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے، لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ چونکہ آیت مقامِ مدح میں ہے اس لئے اس کے معنٰی خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح نہیں، (موصوف نے لکھا ہے کہ:

''مفہوم تصانیف کا معتبر ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیں دفاع ۱ ص ٦٨٦''۔پس موصوف کے اُصول پر بھی ثابت ہوا کہ قاسم نانوتوی کا نزاع ہی ختم نبوت زمانی کے مسئلے پر ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''اس کے بعد ہم ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں جن کو جوڑ کر مولوی احمد رضا خان صاحب نے جوڑ کر کفر کا مضمون بنالیا ہے۔

ان میں سے پہلا فقرہ صفحہ ١٤ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا [کا] بیان فرمارہے ہیں۔اس موقع پر ''تحذیر الناس'' کی پوری عبارت اس طرح تھی۔

---

[1] تحذیر الناس، ص3، راشد کمپنی، دیوبند

[2] تحذیر الناس، ص3، راشد کمپنی، دیوبند

١ غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ [گذشتہ] ہی کی نسبت خاص نہ [1] ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ [زمانے] میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"۔

خان صاحب نے اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ جس سے ہر شخص یہ سمجھ لیتا کہ مولانا کی یہ عبارت خاتمیت ذاتی کے متعلق ہے نہ کہ زمانی کے متعلق ہے یعنی اختتام بایں معنی تجویز کیا کس معنی میں؟ اس معنی میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ذاتی ہے کسی سے مستفاد نہیں دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت آپ کے واسطے سے ہے تو اگر بالفرض محال آپ کے بعد بھی کوئی نبی آجائے تو اس ختم نبوت ذاتی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ اس صورت میں بھی اس کی نبوت آپ ہی کے فیض اور واسطے سے ہوگی مگر چونکہ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں اس لئے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا" کو حذف کر کے ایک نا تمام ٹکڑا نقل کر دیا"۔ [2]

الجواب: دیوبندی موصوف کا ہم نے مکمل ٹکڑا نقل کر دیا ہے اور تھوڑی سی تشریح کے ساتھ "تحذیر الناس" کی عبارت بھی لکھ رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

"غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے"۔ [3]

یہاں اس عبارت میں لفظ "اختتام" آیا ہے جس کا مطلب ختم ہونا ہے۔

سلسلہ نبوت کا اختتام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دُوسرا نبی نہ ہوگا، مگر نانوتوی صاحب کہہ رہے ہیں کہ آیتِ کریمہ "خاتم النبیین" میں اختتام کا مطلب وہ لے لیا جائے جو مَیں نے عرض کیا۔

---

[1] **نوٹ**: راشد کمپنی، دیوبند کے مطبوع نسخہ میں عبارت یُوں ہے: "گذشتہ ہی کی نسبت خاص ہوگا"، ص13، جبکہ دارالاشاعت کے نسخہ میں "گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا" ص18۔

[2] دفاع، ج1 ص691-692، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

[3] تحذیر الناس، ص13، راشد کمپنی، دیوبند

کون سا؟ انہوں نے معنیٰ عرض کیا ہے، قارئین کی آسانی کے لئے ہم وہ بھی لکھ دیتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

''اسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصفِ نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض، اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں، آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے''۔ [۱]

اس عبارت میں نانوتوی صاحب یہ معنیٰ بیان کر رہے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں، اُوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے، اور آپ کی نبوت کسی کا فیض نہیں۔

اسی طرح خاتمیت کو تصور فرمایئے، آسان الفاظ میں خاتمیت کا معنیٰ نانوتوی صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ اُوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے اور آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں، نانوتوی صاحب کے الفاظ:

''اسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے، غور طلب ہیں''۔

مزید لکھتے ہیں کہ:

''تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا''۔ [۲]

نانوتوی جی نے ''خاتم النبیین'' کے معنیٰ بیان کر دیئے کہ اُوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے اور آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ اب اس عبارت میں کہہ رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیائے گذشتہ کے لئے ہی خاتم نہ ہوں گے، حالانکہ پُوری اُمت جانتی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، انبیائے گذشتہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر میں تشریف

---

[۱] تحذیر الناس، ص4، راشد کمپنی، دیو بند، وص6 دار الاشاعت، کراچی

[۲] راشد کمپنی، دیو بند کے مطبوع نسخہ میں عبارت یُوں ہے ''گذشتہ ہی کی نسبت خاص ہوگا''، ص13، جبکہ دار الاشاعت کے نسخہ میں ''گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا''، ص18۔

لائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی آخری نبی ہیں۔ پھر نانوتوی جی لکھتے ہیں کہ:

''بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے''۔[1]

حالانکہ آپ علیہ السلام آخری نبی ہیں، آپ کے زمانہ میں اور نبی ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم ہونا کیسے باقی رہ سکتا ہے؟ مگر نانوتوی جی بضد ہیں کہ خاتم ہونا باقی رہتا ہے۔

موصوف نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ:

''اس ختم نبوت ذاتی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا''۔[2]

بحث تو تھی خاتم النبیین کے معنی میں نانوتوی جی نے دیوبندی موصوف کے مطابق مُراد ختم نبوت ذاتی لی اور اس کی تشریح میں لکھا کہ ختم نبوت ذاتی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا تو بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا انکار ہو گیا، جبکہ نانا توی صاحب کہتے ہیں کہ جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا۔ یاد رہے کہ نانوتوی صاحب نے لفظ ''خاتم'' استعمال کیا ہے کہ ''خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے''۔

موصوف بتائیں کہ ''خاتم'' ہونا بدستور باقی کیسے رہتا ہے؟ اگر خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے تو قادیانیوں سے جھگڑا کس بات پر ہے؟

موصوف کہتے ہیں کہ دُوسری عبارت کے ساتھ اِس کو ملا دیا گیا ہے، حالانکہ یہ پہلی عبارت ہی اپنے مفہوم میں کُفریہ ہے جیسا کہ ہم نے واضح کر دیا ہے، لہٰذا اس کے متصل ہی نانوتوی صاحب کا دُوسرا قول لکھ دیا، تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''پھر اس دوسرے فقرے کی نقل میں بھی صریح خیانت کی۔ اس موقع پر پُوری عبارت اس

---

[1] تحذیر الناس، ص13، راشد کمپنی، دیوبند، وص18، دارالاشاعت، کراچی

[2] دفاع، ج1 ص692، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

طرح تھی۔

ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصافِ ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان کے [نے] عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی افرادِ مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی ﷺ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی۔ افرادِ مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہوجائے گی، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"۔

اس عبارت میں بھی مولوی احمد رضا خان صاحب نے یہ کاروائی کہ اس کا ابتدائی حصہ جس سے صاف معلوم ہوسکتا تھا کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ کہ زمانی کا، نیز آنحضرت ﷺ کی افضلیت کے متعلق بھی مصنفِ "تحذیر الناس" کا عقیدہ اس سے معلوم ہوجاتا، اس اہم حصہ کو خان صاحب نے حذف کرکے آخری خط کشیدہ فقرہ نقل کردیا اور دوسری کاراوئی یہ کی کہ اس ناتمام فقرہ کو بھی صفحہ ۳ ایک ناتمام فقرہ سے اس طرح جوڑ دیا کہ وہاں بھی درمیان میں ڈیش تک نہیں دیا"۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف کی نقل کردہ عبارت کا پہلا حصہ ہی نانوتوی صاحب کی غرض اور مقصد کو سمجھنے کے لئے کافی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:

"ہاں اگر خاتمیت بمعنی اوصافِ ذاتی بوصفِ نبوت لیجئے"۔ [2]

جبکہ اُمتِ مسلمہ خاتمیت کو بمعنی آخری نبی کے لیتی ہے، مگر نانوتوی صاحب خاتمیت کو بوصفِ نبوت بالذات کے معنی میں لے رہے ہیں، جس کا آسان اور سادہ مفہوم انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ اَوروں کی نبوت آپ ﷺ کا فیض اور آپ ﷺ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ نانوتوی صاحب اس معنی میں "خاتمیت" کو لے رہے ہیں، جبکہ

---

[1] دفاع، ج1 ص692، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] تحذیر الناس، ص25، راشد کمپنی، دیوبند

اُمتِ مسلمہ ''خاتمیت'' کوآخری نبی کے معنی میں سمجھتی ہے، بہرحال نانوتوی صاحب نے مزعومہ معنی میں خاتمیت کولےکراس کاحکم لگادیا کہ

''اگر بالفرض بعدزمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہوتو پھربھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔[1]

حالانکہ اگرآپ ﷺ کے بعددُوسرا نبی پیدا ہوتوحضورِاکرم ﷺ کی خاتمیت باقی کہاں رہتی ہے؟ مگرنانوتوی صاحب کہہ رہے ہیں کہ کچھ فرق نہ آئے گا۔

دیوبندی موصوف اس کے جواب میں لکھ رہے ہیں کہ:''یہاں صرف خاتمیتِ ذاتی کاذکر ہے نہ کہ زمانی کا''۔[2]

مگرموصوف یہ کیوں بُھول رہے ہیں کہ انہوں نے خُودہی لکھا ہے کہ:

''ان تینوں صورتوں کے لکھنے کے بعد''تحذیرالناس''کے صفحہ ۹ پرحضرت مولانا نے جس کو اپنا مختار بتلایا ہے، وہ یہ ہے کہ خاتمیت کوجنس مانا جائے اورختم زمانی وختم ذاتی کواس کی دو نوعیں قراردیا جائے''۔[3]

اب یہاں نانوتوی صاحب نے لفظ''خاتمیتِ محمدی''استعمال کیے ہیں جن کوموصوف نے بحوالہ نانوتوی جنس لکھا ہے اورختمِ زمانی کواس کی نوع لکھا ہے، مگرنانوتوی صاحب نے صاف لکھ دیا کہ''خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔[4]

موصوف کی تاویل کے مطابق''خاتمیتِ محمدی'' کی ہردونوع: ذاتی اورزمانی، پرکوئی فرق نہ آئے گا، اس سے زیادہ اورکون ساختم نبوت کااِنکارہوسکتا ہے؟ لہٰذا موصوف کا یہ الزام غلط

[1] تحذیرالناس، ص25، راشد کمپنی، دیوبند

[2] دفاع، ج1 ص692، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[3] دفاع، ج1 ص691، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[4] تحذیرالناس، ص25، راشد کمپنی، دیوبند

ہے کہ نا تمام فقرے نقل کیے گئے ہیں، موصوف نے جو تاویل نکالی ہے وہ خُود اُن کے معارِض ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''بہر حال صفحہ ۱٤ اور صفحہ ۲۸ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتمیت ذاتی کے متعلق بتارہے ہیں کہ یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو، تب بھی اس خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ رہی خاتمیت زمانی، اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں، اور نہ کوئی ذی ہوش یہ تسلیم کرسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا''۔ [۱]

الجواب: ہم نے ماقبل میں ثابت کردیا کہ نانوتوی صاحب نے حضورِ اکرم ﷺ کی ختمِ نبوت زمانی کا اِنکار کیا ہے، وہ حضورِ اکرم ﷺ کے لئے ختمِ نبوت زمانی کو شایانِ شان نہیں سمجھتے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''شایانِ شانِ محمدی ﷺ خاتمیتِ مرتبی ہے نہ زمانی''۔ [۲]

نانوتوی صاحب کے نزدیک جب ختمِ نبوت زمانی حضورِ اکرم ﷺ کے شایانِ شان ہی نہیں، پھر بھلا اگر ختمِ نبوت زمانی کا اُن کی عبارت سے اِنکار ہو تو اُن کو کیا فرق پڑتا ہے؟

نوٹ: دیوبندی موصوف نے چونکہ خاتمیتِ زمانی، مکانی اور رُتبی کے الفاظ استعمال کئے ہیں اس لئے ان کے رَد میں ہم ان کی اصطلاح کے مطابق ان الفاظ کو لکھ رہے ہیں، کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم اس تقسیم کے قائل نہیں۔

---

[۱] دفاع، ج1 ص693، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[۲] تحذیر الناس، ص8، راشد کمپنی، دیوبند

''خاتِمُ الاَطِبّاء'' والی مثال اور اُس کا رَد

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''بلاشبہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی ملک میں کوئی وبائی مرض پھیلا بادشاہ کی طرف سے یکے بعد دیگرے بہت سے طبیب بھیجے گئے اور انہوں نے اپنی قابلیت کے موافق مریضوں کا علاج کیا اخیر میں اس رحیم وکریم بادشاہ نے سب سے بڑا اور سب سے زیادہ حاذق طبیب جو پہلے تمام طبیبوں کا استاد بھی ہے بھیجا اور اعلان کر دیا کہ اب اس کے بعد کوئی طبیب نہیں آئے گا۔ آئندہ جب کبھی کوئی مریض ہو، وہ اسی آخری طبیب کا نسخہ استعمال کرے، اُسی سے شفا ہوگی۔ بلکہ اس کے بعد جو شاہی طبیب ہونے کا دعوے کرے وہ جھوٹا اور واجب القتل ہے۔ چنانچہ دنیا کا وہ آخری طبیب آیا اور اس نے آکر اپنا شفاخانہ کھولا۔ جوق در جوق مریض اس کے دارالشفاء میں داخل ہوکر شفایاب ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے اس طبیب کو ایک حکم نامہ میں ''خاتم الاطباء'' کا خطاب بھی دیا۔ اب عوام تو یوں سمجھتے ہیں کہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ طبیب زمانہ کے اعتبار سے سب سے آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا، اور اہل فہم کا ایک گروہ (جو بالیقین جانتا ہے کہ یہ طبیب فی الواقع آخری طبیب ہے مگر اس عظیم الشان طبیب کو خاتم الاطباء صرف اسی وجہ سے نہیں کہا گیا ہے کہ وہ آخری طبیب ہے بلکہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمام پہلے طبیبوں کو طب کا سلسلہ اسی جلیل القدر طبیب پر ختم ہے یعنی وہ سب اس کے شاگرد ہیں۔ ان سب نے طب اسی سے سیکھا ہے۔ لہٰذا اس دوسری وجہ سے بھی وہ خاتم الاطباء ہے اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت اسی ایک خاتم الاطباء کے لفظ سے نکلتی ہے۔ بلکہ اگر تم غور کرو گے تو تم کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ بادشاہ نے اس حاذق طبیب کو جو سب سے آخر میں بھیجا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ فن طب میں سب سے فائق، سب سے ماہر اور سارے طبیبوں کا استاد ہے اور قاعدہ ہے کہ بڑے سے بڑے طبیب کی طرف اخیر ہی میں

رجوع کیا جاتا ہے۔مقدمات تمام تحتانی مراحل طے کرنیکے بعد ہی بادشاہ معظم کی عدالت عالیہ میں پہنچے ہیں۔

بہر حال یہ طبیب صرف زمانہ ہی کے اعتبار سے خاتم نہیں بلکہ اپنے فن کے کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہے اور یہ دوسری خاتمیت ایسی ہے کہ اگر بالفرض اس کے زمانہ میں یا اس کے بعد بھی کوئی طبیب آجائے تو اس کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

انصاف فرمائیں کہ اہل فہم کے اس گروہ کے متعلق ان کے کسی معاند دشمن کا یہ کہنا کہ یہ لوگ اس خاتم الاطباء کو آخری طبیب نہیں مانتے اور اس کی اس حیثیت کے منکر ہیں، کتنی بڑی تلبیس اور کس قدر عریاں بے حیائی ہے۔جبکہ اہل فہم کا گروہ اس شاہی طبیب کو ذاتی اور مرتبی حیثیت سے خاتم الاطباء ماننے کے ساتھ یہ بھی صاف صاف کہتا ہے کہ زمانہ کے اعتبار سے بھی یہی آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا بلکہ جو کوئی اس کے بعد طبیب ہونے کا دعویٰ کرے وہ واجب القتل ہے۔

بالکل اسی طرح بلا تشبیہ اللہ تعالیٰ دنیا میں کفر کے مریضوں کی شفاء کے واسطے انبیاء علیہم السلام کو بھیجتا رہا اور آخر میں نبی کریم ﷺ جن کے واسطے سے ان تمام انبیاء علیہم السلام کو نبوت ملی اور آپ ان تمام انبیاء علیہم السلام کے استاد اور مربی تھے آخر میں بھیجا اور آپ کو خاتم النبیین کا لقب دیا بایں معنیٰ کہ آپ ﷺ زمانے کے لحاظ سے بھی آخری نبی ہیں اور کمالات کے اعتبار سے بھی آخر کہ تمام انبیاء کی نبوت کا فیض آپ پر آکر ختم ہوجاتا ہے جسے ہم نے خاتم ذاتی سے تعبیر کیا تو اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کوئی نبی آجائے تو اس ختم ذاتی میں کوئی فرق نہیں آئے گا کہ اس کی نبوت آپ ہی سے مستفاد ہوگی"۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے یہ مضمون منظور نعمانی دیوبندی سے سرقہ کیا ہے، اُس نے

---

[1] دفاع، ج1 ص693-694، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

اس مضمون میں دجل وفریب سے کام لیا، موصوف نے بھی اُس کی تقلید میں دجل وفریب کو برقرار رکھا، ''خاتم الاطباء'' والی مثال میں منظور نعمانی دیوبندی نے لکھا ہے کہ:

''اگر بالفرض اس کے زمانہ میں یا اس کے بعد بھی کوئی طبیب آجائے تو اُس کی اِس خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا''۔ [۱]

اور ''تحذیر الناس'' کی عبارت کی تشریح یُوں کی ہے کہ:

اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کوئی نبی آجائے تو اس ختم ذاتی میں کوئی فرق نہیں آئے گا کہ اُس کی نبوت آپ ہی سے مستفاد ہوگی''۔ [۲]

''خاتم الاطباء'' والی مثال میں لفظ ''خاتمیت'' لکھا ہے اور ''تحذیر الناس'' کی تشریح میں ختم ذاتی لکھا۔ موصوف کو اس جگہ بھی ''خاتمیت'' ہی لکھنا چاہئے تھا، مگر منظور نعمانی صاحب بھی جانتے تھے کہ یہ عبارت کُفریہ ہے اس لئے دجل سے کام چلانے کی کوشش کرتے ہوئے مثال میں خاتمیت نہیں لکھا بلکہ ختمِ ذاتی لکھا، جبکہ نانوتوی کی عبارت میں ''خاتمیت'' ہی لکھا ہوا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ حضورِ اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا اِنکار کررہے ہیں، اور موصوف نے جو مثال پیش کی ہے اِس کو دیوبندیوں کے ہی محدث انور شاہ کشمیری نے بھی رَد کردیا تھا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''اور یہ اَمر بھی سمجھ لینا چاہئے کہ لفظ ''ختم'' کے مدلُول کا تعلق ماقبل سے ہے، نہ کہ مابعد سے، پس مدلول آیت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو تعلق انبیاء کرام سے ہے وہ تمام تر خاتمیت کا تعلق ہے، اور یہ تعلق انبیاء سابقین سے ہے، نہ کہ بعد میں آنے والے نبیوں سے، اور انبیاءِ سابقین کو آپؑ کے زیر سیادت رکھا گیا کیونکہ کسی پیشرو کا

[۱] فتوحات نعمانیہ، ص 335، انجمن ارشاد المسلمین، لاہور

نوٹ: ہم موصوف کی سرقہ بازیوں کو بخوف طوالت ترک کرتے جارہے ہیں

[۲] دفاع، ج 1 ص 694، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔

بعد میں آنے والے کی اتباع کرنا مؤخر الذکر کی سیادت وکمال کو زیادہ واضح کرتا ہے بہ نسبت اِس کے برعکس (کہ بعد میں آنے والے اپنے پیشرو کی اِتباع کیا ہی کرتے ہیں، الغرض انبیاءِ سابقین بمنزلہ رعیت ہیں اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ سلطان الانبیاء کے ہیں) اور قاعدے کی بات ہے کہ رعیت پہلے سے موجود ہوتی ہے، تب سلطان اُن کے بعد آتا ہے، جیسا کہ شبِ معراج انبیاء کرامؑ بیت المقدس میں جمع ہونے کے بعد نماز کے لیے امام کے منتظر تھے، غریضکہ جو چیز اجتماع کا مقتضا ہو وہ اجتماع کے بعد ہوتی ہے، نہ کہ اُس سے قبل۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کے قصہ میں بھی یہی ہوا کہ سامان پہلے مہیا کیا گیا اور خلیفہ بعد میں لایا گیا"۔[1]

مزید لکھا کہ:

"(خاتم المحدثین وغیرہ کا) عُرفِ جدید اِس وجہ سے پیدا ہوا کہ لوگوں نے دیکھا کہ کمالات کا رُخ دن بدن انحطاط کی جانب ہے (اس لیے انہوں نے کسی نابغہ کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ آئندہ دَورِ زوال میں ایسا بلند پایہ شخص کہاں پیدا ہوسکتا ہے؟ پس مستقبل میں نا اُمیدی کے پیشِ نظر اُنہوں نے اس باکمال کو اِس فن کا خاتم قرار دے دیا) مگر یہ نظریہ اور اعتبار حق تعالیٰ کے حق میں مفقود ہے، اُس کی بارگاہِ عالی کے لیے زیبا نہیں کہ وہ مایوسانہ انداز میں یُوں کہے کہ "افسوس! فلاں پیغمبر کمالات کو ختم کر گیا، اب اُس جیسا کوئی دُوسرا پیغمبر کہاں آسکتا ہے، البتہ اِس قسم کا کلام کہ ہم نے فلاں پیغمبر پر کمالات ختم کر دیئے، لہٰذا اب اِس جیسا کوئی دُوسرا پیغمبر ہم نہیں لائیں گے۔

اگرچہ اُس کی بارگاہ کے مناسب ہے، مگر قرآن کریم کی عبارت میں یہ مضمون نہیں اور حق تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ فلاں پیغمبر آخری ہے، بالکل سیدھی اور صاف اور واضح بات ہے (جس

---

[1] خاتم النبیین، ص 161، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ، ملتان

میں بے سرو پا تاویلات کی گنجائش نہیں اور نہ اِس کے مقصد و مُدعا کے سمجھنے میں کوئی اُلجھن ہے)۔

اور تحقیق یہ ہے کہ خاتم المحدثین کا لفظ ختم کمالاتِ مخصوصہ کے اعتبار سے نہیں بولا جاتا، بلکہ ''ناقص کالمعدوم'' کے اُصول پر ناقصوں کو کالعدم اور نا قابلِ اعتبار فرض کر کے یہ لفظ بولا جاتا ہے''۔ [۱]

انہی دیوبندی محدث کشمیری صاحب نے مزید لکھا ہے کہ:

''مخفی نہ رہے کہ حق تعالی کے ارشاد ''ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین'' کو عوام الناس کے قول: ''فلاں خاتم محققین ہے'' پر قیاس کرنا اِنتہائی جہالت و نادانی کا کرشمہ ہے، کیونکہ اوّل تو یہ مقولہ ایک عامی محاورہ ہے جو تحقیق پر مبنی نہیں، بہت سے محاورات مقاماتِ خطابیہ میں استعمال ہوتے ہیں جن کا مدار تحقیق پر نہیں ہوتا، بخلاف ارشادِ خداوندی کے کہ وہ سراسر تحقیق ہے، اور حقیقتِ واقعہ سے سر مو متجاوز نہیں، بلکہ قرآن کریم کے وجوہِ اعجاز میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے ایک کلمہ کی جگہ مخلوق دُوسرا کلمہ نہیں ۔۔[لا] سکتی کیونکہ اس مقام کے حق اور حقیقتِ غرض کی گہرائی کا احاطہ انسانی طاقت سے خارج ہے''۔ [۲]

دیوبندی محدث انور شاہ کشمیری صاحب ہی مزید لکھتے ہیں کہ:

''ہشتم یہ کہ لفظ ''ختم'' کا مدلول یہ ہے کہ خاتم کا حکم و تعلق اس کے ماقبل پر جاری ہوتا ہے، اور سابقین اس کی سیادت و قیادت کے ماتحت ہوتے ہیں، جس طرح کہ بادشاہ موجودین کا قائد ہوتا ہے، نہ کہ ان لوگوں کا جو ہنوز پردۂ عدم میں ہوں اور اس کی سیادت کا ظہور اور اس کے عمل کا آغاز رعایا کے جمع ہونے کے بعد ہوتا ہے، نہ کہ اس سے پہلے۔ گویا اجتماع کے بعد کسی قوم کا کسی کی آمد کے لئے منتظر اور چشم براہ ہونا اس امر کا اظہار ہے کہ معاملہ اس کی

---

[۱] خاتم النبیین، ص198–199، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ، ملتان

[۲] خاتم النبیین، ص202، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ، ملتان

ذات پر موقوف ہے، بخلاف اِس کی برعکس صورت کے کہ (قائد آئے اور چلا جائے اور ما تحت عملہ اس کے بعد آئے ، اس صورت میں کسی قرینے سے اِس امر کا اظہار نہیں ہوتا ، بلکہ اس پیشرو کی برتری اور سیادت کا تصور) محض ایک معنوی اور ذہنی چیز ہے (جس کا خارج میں کوئی اثر ونشان نہیں ہوتا ، نہ اس پر کوئی دلیل و بُرہان ہے) یہی وجہ کہ عاقب ، حاشر اور مقفّی جو سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی ہیں ، مابعد کے لحاظ سے نہیں (بلکہ ماقبل کے لحاظ سے ہیں ، جیسا کہ اِن کے معانی پر غور کرنے سے بادنیٰ تامل معلوم ہو سکتا ہے) اور (خاتمیت سے یہ مراد لینا کہ چونکہ آپ ؐ کی نبوت ''بالذات'' ہے اور دُوسروں کی بالعرض ۔لہٰذا آپ ؐ سے اِستفادہ کے ذریعہ اب بھی نبوت مل سکتی ہے، خاتمیت کا یہ مفہوم اغلط ہے کیونکہ) مابالذات اور مابالعرض کا ارادہ فلسفہ کی اصطلاح ہے، نہ تو یہ قرآن کریم کا عرف ہے ، نہ زُبان عرب ہی اِس سے آشنا ہے ، اور نہ قرآن کریم کی عبارت میں اس کی جانب کسی قسم کا اشارہ یا دلالت موجود ہے ۔پس اس آیت میں ''اِستفادۂ نبوت'' کا اضافی مضمون داخل کرنا محض خُود غرضی اور مطلب برآری کے لئے قُرآن پر زیادتی ہے ۔ البتہ سنّت اللہ یہی واقع ہوئی ہے کہ ختمِ زمانی کا منصبِ عالی اُسی شخصیت کے لئے تجویز فرمایا گیا جو قطعی طور پر امتیازی کمال میں سب سے فائق تھی اور تمام سابقین کو اس کی سیادت وقیادت کے ماتحت رکھا گیا'' ۔[1]

انورشاہ کشمیری دیوبندی صاحب کی نقل کردہ عبارات سے واضح وعیّاں ہے کہ اُنہوں نے دیوبندیوں کی جملہ تاویلات کو باطل قرار دے دیا ہے، فرق اتنا ہے کہ منظور نعمانی نے '' خاتم الاطباء'' والی مثال پیش کی اور انورشاہ کشمیری صاحب نے '' خاتم المحدثین'' والی مثال سے، اور قاسم نانوتوی کی ''بالذات وبالعرض'' والی تقسیم کی دھجیاں اُڑا کے رکھ دی ہیں ۔

---

[1] خاتم النبیین ،ص 204، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ، ملتان

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''یہاں تک تحذیر الناس کے صفحہ ١٤و٢٨ کے فقروں کا صحیح مطلب عرض کیا گیا ہے۔رہا تیسرا فقرہ جس کو خان صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے، وہ تحذیر الناس کے تیسرے صفحہ کا ہے۔اور یوں سمجھنا چاہئے کہ گویا تحذیر الناس اسی سے شروع ہوتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

بعد حمد وصلاۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو،سوعوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعداور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم [تقدم] یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں''۔

اس عبارت میں دو چیزیں قابل لحاظ ہیں۔ایک یہ کہ یہاں مولانا مرحوم مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرمارہے ہیں بلکہ لفظ خاتم کے معنی پر کلام فرمارہے ہیں۔دوسرے یہ کہ خاتم سے ختم زمانی مراد لینے کو مولانا عوام کا خیال نہیں کہہ رہے بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے''۔[1]

الجواب: قاسم نانوتوی نے ختم زمانی مُراد لینے کا رَد کیا ہے نا کہ حصر کا، کیونکہ وہ خُود'' مطلب خاتم النبیین'' کی سرخی کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"بشنو در صفت پاک شہ لولاک جائے می فرمایند خاتم النبیین ودر جائے ارشاد ست "النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم"۔معنی خاتم النبیین در نظر ظاہر پرستان ایں باشد کہ زمانہ نبوی صلی اللّٰہ علیہ وسلم آخر ست از زمانہ گذشتہ وباز نبی دیگر نخواہد آمد۔

---

[1] دفاع،ج1ص694-695،مکتبہ ختم نبوت، پشاور

مگر میدانی ایں سخنی ست که مدحی ست دراں نه ذمی۔باز با جمله "ماکان محمدأباأحدمن رجالکم" ایں معنی راچه علاقه که ازاں استدراک فرموده، فرمودند "ولکن رسول الله وخاتم النبیین"۔

''سنو! شہ لَولاک پاک کی صفت میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ'' خاتم النبیین'' فرماتے ہیں اور ایک جگہِ ارشاد ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان والوں پر اُن کی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔خاتم النبیین کے معنی سطحی نظر والوں کے نزدیک تو یہی ہیں کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ انبیاء کے زمانے سے آخر کا ہے اوراب کوئی نبی نہیں آئے گا۔مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس میں (خاتم النبیین) صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ تو کوئی تعریف ہےاور نہ کوئی برائی ہے، پھر'' محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں'' کے جملے کو اس معنی سے کیا تعلق کہ اس سے اِستدراک فرما کر فرمایا، لیکن اللہ کے رسول اور'' خاتم النبیین''۔[1]

مزید'' محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں'' کی سُرخی کے تحت لکھا ہے کہ:

" اگر از من پرسی معنیش ایں است که نبوت دیگراں مستفاد از حضرت محمدی ست صلی الله علیه وسلم ونبوت آنحضرت صلی الله علیه وسلم در عالم اسباب مستفاداز نبوت دیگراں نیست۔

پس چناں که نور قمر از آفتاب است و نور آفتاب از نور دیگر نیست بلکه قصه استفاده اختتام یافت ہم چنیں نبوت دیگراں ونبوت نبی آخر الزماں را باید شناخت صلی الله علیه وسلم وچوں ایں

---

[1] قاسم العلوم اردو ترجمہ انوار النجوم، ص55، ناشران قرآن لمیٹڈ، اردو بازار، لاہور

چنیں باشد آمدن نبی دیگر بعد آں سرور عالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم خود ممنوع بود بعد طلوع آفتاب تا غروب نور شفق چناں کہ حاجت نور کواکب ونور قمر بنفسہ ہمچنیں بعد طلوع ایں آفتاب نبوت تابقا نور کلام اللّٰہ کہ از فیوض او ست ومشابہ نور شفق است حاجت نور نبوۃ دیگراں نباشد ،ومیدانی کہ بعد از ارتفاع کلام ربانی ازینجہان فانی آمدن قیامت تقدیر یافتہ ورنہ بشرط بقاء عالم آں وقت اگر نبی دیگر آید مضائقہ نبود"۔

''اگر مجھ سے پُوچھتے ہوتو اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے نبیوں کی نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے فیضیاب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت دنیا میں دوسروں کی نبوت سے فیضیاب نہیں ہے۔پس جیسا کہ چاند کی روشنی سورج سے ہے اور آفتاب کا نور کسی اور نور سے نہیں ہے، بلکہ (حضور کو) حصول فیض اور کسی سے حاصل ہونے کا معاملہ ہی ختم ہو گیا۔اسی طرح دوسروں کی نبوت اور نبوت آخر الزماں کو سمجھنا چاہئے، جب صورتحال یہ ہوتو پھر کسی اور نبی کا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنا خود بخود ممنوع ہو جاتا ہے اور باقی نہیں رہتا،جس طرح سورج نکلنے کے بعد نور شفق کے ختم ہونے تک چاند اور ستاروں کی روشنی کی ضرورت نہیں پڑتی،اسی طرح اس آفتاب نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے طلوع ہونے کے بعد،قرآن شریف کے نور باقی رہنے تک کہ آپ کے فیوض میں سے ہے،اور نور شفق کے مشابہ ہے،دوسروں کی نبوت کے نور کی ضرورت نہیں رہتی۔

اور آپ جانتے ہیں کہ اس دُنیا سے کلام اللہ کے اُٹھ جانے کے بعد قیامت کا برپا ہونا اللہ کا طے شدہ حکم ہے ورنہ دنیا کے ہوتے ہوئے اگر کوئی اور نبی آئے تو مضائقہ نہیں''۔[1]

---

[1] قاسم العلوم اردو ترجمہ انوار النجوم،ص56،ناشران قرآن لمیٹڈ،اردو بازار،لاہور

دیکھیں قاسم نانوتوی نے تو ختم نبوت زمانی کا اِنکار کر دیا اور خُود کہہ دیا کہ اگر مجھ سے خاتم النبیین کے معنی پُوچھتے ہو تو معنی اس کا یہ ہے کہ دیگر انبیاء کی نبوت حضورِ اکرم ﷺ سے مستفاد ہے اور آپ ﷺ کی نبوت اَوروں سے مستفاد نہیں۔ ساتھ میں یہ بھی کہہ دیا کہ قرآن اُٹھ جانے کے بعد اگر کوئی دُوسرا نبی آ جائے تو کوئی حرج نہیں (نعوذ باللہ من ذالک) اگر وہ ختم نبوت زمانی کو مانتے تو ایسا کیوں لکھتے؟

لہٰذا دیو بندی موصوف کا یہ دعویٰ کہ:

''بہر حال چونکہ خود حضرت مولانا کے نزدیک لفظ خاتم النبیین سے ختم زمانی بھی مراد ہے اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہاں صرف حصر کو مولانا نے عوام کا خیال بتلاتا ہے اور مولانا کا مطلب صرف یہ ہے کہ عوام تو یہ سمجھتے ہیں کی حضور ﷺ کے لئے لفظ ''خاتم النبیین'' سے صرف خاتمیت زمانی ہی ثابت ہوتی ہے اس کے سوا کچھ نہیں ثابت ہوتا اور اہل فہم کے نزدیک اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کے اس لفظ سے حضور ﷺ کے لئے خاتمیت زمانی بھی ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت ذاتی بھی''۔ [1]

سراسر جھوٹ ہے کیونکہ آپ مذکورہ بالا عبارات میں دیکھ سکتے ہیں کہ نانوتوی جی نے ''خاتم النبیین'' کا معنی خُود لکھ دیا ہے اور قُرآن حکیم کے اُٹھ جانے کے بعد دُوسرے نبی کی آمد میں کوئی حرج بھی نہیں سمجھا۔

اعتراض: دیو بندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''موصوف اپنے رسالہ ''جزاء اللہ عدوہ'' کے صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں:

''اور نصوص متواترہ اولیاء کرام وائمہ عظام وعلماء اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا ۔۔۔کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی۔ روز اول سے اب تک

---

[1] دفاع، ج 1 ص 695، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

۔۔۔اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر۔۔۔جن یا حیوان، بلکہ تمام ماسوی اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی، اُس کی کلی۔۔۔کے صبائے کرم سے کھلی اور کھلتی اور کھلے گی۔ انہیں کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی [بٹتی] ہے اور۔۔۔یہ سرالوجود اور اصل الوجود، خلیفۃ اللہ الاعظم وولی نعمت عالم ہیں ﷺ یہ خود۔۔۔صلی اللہ تعالی علیہ وسلم" انا ابوالقاسم اللہ یعطی وانا قسم [اقسم] " رواہ۔۔۔وصحح واقرہ الناقدون"۔ فاضل بریلوی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عالم میں جو کچھ نعمت روحانی یا جسمانی، دنیوی یا دینی، ظاہری۔۔۔کو ملی ہے وہ آنحضرت ﷺ ہی کے دست کرم کا نتیجہ ہے، اور چونکہ نبوت بھی ایک اعلیٰ درجہ کی۔۔۔ہے لہذا وہ بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور ﷺ ہی کے واسطہ سے ملی ہے اور اسی حقیقت کا نام۔۔۔مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی۔۔کی اصطلاح میں خاتمیت ذاتی اور خاتمیت مرتبی ہے"۔[1]

الجواب: موصوف نے یہ بھی اپنے منظور نعمانی سے ہی سرقہ کیا، قطع نظر اغلاط کے، جہاں اصل "جزاء اللہ عدوہ" سے نقل میں نعمانی نے غلطی کی، موصوف کی عبارت بھی اُسی طرح غلط ہے۔ یہ بھی نعمانی اور موصوف کا نرا دھوکہ ہے۔

قاسم نانوتوی نے جو کچھ لکھا ہے اُس کا سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی عبارت سے کوئی تعلق نہیں ہے اِس لئے کہ نانوتوی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اُس سے دُوسرے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی نبوت عارضی اور مجازی قرار پاتی ہے، جس کے حوالے سابق میں لگا دیئے گئے ہیں، اور نفسِ نبوت میں فرق کا قول بھی کرنا پڑتا ہے جو کہ قرآنِ مجید کے سراسر خلاف ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے کہ:

﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ

[1] دفاع، ج1 ص695-696، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور، وانظر: فتوحات نعمانیہ، ص339

وَمَلَآئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهٖ﴾[1]

رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی طرف سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور مسلمان بھی سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر یہ کہتے ہوئے ایمان لائے کہ ہم اس کے کسی رسول (پر ایمان لانے) میں فرق نہیں کرتے۔

علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں عدم تفریق من حیثیۃ النبوۃ والرسالۃ ہے''۔ روح المعانی پارہ ۳ میں ہے:

"لأن المعتبر عدم التفريق من حيث الرسالة دون سائر الحيثيات اھ"۔[2] اور تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۵٦۹ میں ہے:

"بَلْ مَعْنَى الْآيَةِ: لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنَ الرُّسُلِ، وبين غيره فى النبوّة اھ"۔[3]

[یونہی تفسیر "اللباب في علوم الكتاب" لابن عادل حنبلی میں ہے:

"بل معنى الآية: لانُفَرِّقُ بين أحدٍ من رسله وبين غيره في النبوّة"۔[4]

اسی طرح "البحر المحيط في التفسير" لابن حیان اندلسی میں ہے:

"بَلْ مَعْنَى الآية: لايفرق أحد مِنْ رُسُلِهِ وَبَيْنَ غَيْرِهِ فِي النُّبُوَّةِ"۔[5] اضافہ از

---

[1] [البَقَرة:285]

[2] روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، ج2ص66، دار الكتب العلمية

[3] مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير، ج7ص112، دار إحياء التراث العربي - بيروت

[4] اللباب في علوم الكتاب، ج4ص528، دار الكتب العلمية - بيروت

[5] البحر المحيط في التفسير، ج2ص758، دار الفكر - بيروت

راقم]۔اور ابُو السعود بہامش الکبیر جلد ۲ ص ۵۷۳ میں ہے

"لأن المعتبرَ عدمُ التفريق من حيث الرسالةُ دون سائرِ الحيثيات الخاصة اھ"۔[1]

نبوت اور رِسالت میں ذاتی وعرضی کی تفریق باطل ہے۔

مفسرین کرام کی عبارات کی روشنی میں آیہ کریمہ کا مفہوم صاف طور پر واضح ہوگیا کہ نبوت اور رسالت میں ذاتی اور عرضی کی تفریق اور اِس بناپر اِدعائے تفضیل قطعاً باطل ہے۔

نفسِ نبوت میں تفضیل ممنوع ہے

اسی طرح حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ نفسِ نبوت میں تفضیل ممنوع ہے۔

دیکھئے حدیث شریف میں وارد ہے:

"لاَ تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى، ۔الحدیث[2] (مرفوع عن ابی ھریرہ، بخاری جلد اول جز ۹ باب الخصومات ص ۳۲۵)

''عینی شرح بخاری''میں ہے

---

[1] تفسير أبي السعود، ج1ص275، دار إحياء التراث العربي-بيروت

[2] أخرجه البخاری فی الصحيح، كِتَاب الخُصُومَاتِ، ج3ص120-121(2411)،و بَابُ نَفْخِ الصُّورِ، ج8ص108(6517)، ومسلم في الصحيح، بَابُ مِنْ فَضَائِلِ مُوسَى، (2373)، وأبو داود في السنن، بَابٌ فِي التَّخْيِيرِ بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، (4671) ،والنسائی في السنن الكبرى، ج7ص163(7710)، وأحمد في مسنده (7586)، من طريق ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔۔الحديث۔

وأخرجه البخاري في الصحيح ،بَابُ وَفَاةِ مُوسَى وَذِكْرِهِ بَعْدُ ،ج4ص 157-158، وج9ص 139(7472)، من طريق الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَسَعِيدُ بْنُ المُسَيِّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ۔۔الحديث

"الْخَامِس أَنه نهى عَن التَّفْضِيل فِي نفس النُّبُوَّة لَا فِي ذَوَات الْأَنْبِيَاء عَلَيْهِم السَّلَام وَعُمُوم رسالتهم وَزِيَادَة خصائصهم وَقد قَالَ تَعَالَى {تِلْكَ الرُّسُل فضلنَا بَعضهم على بعض} وَقَالَ ابْن التِّين معنى لَا تخيرُوا بَين الْأَنْبِيَاء يَعْنِي من غير علم وَإِلَّا فقد قَالَ تَعَالَى {تِلْكَ الرُّسُل فضلنَا بَعضهم على بعض}(عینی جلد ۱۲ ص ۲۵۱ طبع جدید)[1]

اس حدیث کے تحت حافظ علّامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"وَقِيلَ النَّهْيُ عَنِ التَّفْضِيلِ إِنَّمَا هُوَ فِي حَقِّ النُّبُوَّةِ نَفْسِهَا كَقَوْلِهِ تَعَالَى لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أحد من رسله وَلَمْ يَنْهَ عَنْ تَفْضِيلِ بَعْضِ الذَّوَاتِ عَلَى بَعْضٍ لِقَوْلِهِ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بعض "اھ۔"

(فتح الباری جلد ٦ ص ٤٤٦ طبع مصر)[2]

علّامہ قسطلانی بھی شرح بخاری میں حدیث "مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَكُونَ خَيْرًا مِنِ ابْنِ مَتَّى "کے تحت انہی الفاظ میں رقم طراز ہیں۔ دیکھئے قسطلانی کتاب التفسیر، سورۂ صافات جلد سابع ص ۳۱۵

"أي في نفس النبوّة إذ لا تفاضل فيها. نعم بعض النبيين أفضل من بعض كما هو مقرر، اھ"۔[3]

نیز اسی صفحہ پر آٹھ سطر کے بعد فرماتے ہیں:

"ونفس النبوة لا تفاضل فيها إذ كلهم فيها على حدّ سواء كما مرّ.[4]

---

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج12 ص 251، دار إحياء التراث العربي بيروت

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج6ص 446، دار المعرفة - بيروت، 1379

[3] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، ج7 ص 315، المطبعة الكبرى الأميرية، مصر

[4] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، ج7 ص 315، المطبعة الكبرى الأميرية، مصر

اسی طرح بخاری شریف جلد اول ص٤٨٤ باب وفات موسیٰ علیہ السلام کے حاشیہ میں حدیث "لاتخیرونی علی موسی" پر مرقوم ہے

"وَقِيلَ النَّهْيُ عَنِ التَّفْضِيلِ إِنَّمَا هُوَ فِي حَقِّ النُّبُوَّةِ نَفْسِهَا كَقَوْلِهِ تَعَالَى لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أحدمن رسله لافی ذوات الانبیاء وعموم رسالتهم لقوله تعالى تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بعض، اھ"۔

نیز حاشیہ بخاری میں حدیث قوله: "ولا أقول: إن أحدًا أفضل من یونس بن متّی"۔جلد اول ص٤٨٥ پر مسطور ہے

"قوله لا اقول ان احدا افضل ای لا اقول ان احدا خیر من یونس من تلقاء نفسی ولا افضل علیه احدا من حیث النبوة" اھ ۔"

عباراتِ منقولہ کی روشنی میں یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہوکر سامنے آ گئی کہ ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک کسی نبی کی نبوت میں دُوسرے نبی کی نبوت کے بالمقابل کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔نہ کسی نبی کا وصفِ نبوت کسی دُوسرے نبی کے وصفِ نبوت سے کم وبیش ہوسکتا ہے: "لا تفضیل فی النبوة" نفس نبوت میں قطعاً کوئی تفضیل نہیں۔

البتہ ذواتِ انبیائے کرام ورسل عظام علیہم الصلاۃ والسلام میں خصوصیات کی بنا پر ضرور تفضیل ہے۔

قال الله تعالى "تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض" لٰہذا صاحب ''تحذیر الناس'' نے اپنے مذہبِ جدید کی عمارت جس بنیاد پر قائم کی تھی وہ بنیاد ہی ختم ہوگئی۔اب عمارت کی بقا کیونکر متصور ہوسکتی ہے''۔[1]

[1] مقالات کاظمی، ج2 ص298-300، کاظمی پبلی کیشنز، ملتان

نانوتوی صاحب کی تقسیم کی بنیاد پر نبوتِ ذاتی، نبوتِ عرضی سے افضل قرار پائے گی، اس صورت میں نفسِ نبوت میں تفضیل کا قول کرنا پڑے گا جو کہ قُرآن وحدیث واجماع اُمت سے باطل ہے، لیکن سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی عبارت میں ایسی کوئی بات موجود نہیں جس سے یہ تقسیم دُرست ثابت ہوتی ہو، لہٰذا دونوں کو ایک سمجھنا موصوف کی جہالت وبُرا دھوکہ ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''کسی کو ختم نبوت کا منکر کب کہا جائے گا؟ کوکب نورانی کا اصول

مولوی کوکب نورانی اوکاڑوی احمد رضا خان صاحب پر انکار ختم نبوت کے متعلق ایک الزام پر لکھتے ہیں کہ:

''جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ'' اعلی حضرت بریلوی چوں کہ'' قادری'' کہلاتے ہیں اس لئے وہ شیخ عبد القادر کے تابع ہیں، اس طرح اعلیٰ حضرت خود کو نبی کہ رہے ہیں۔ یہ بلا شبہ اعلی حضرت بریلوی پر بہتان ہے جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف اور اس کے حامی اس بہتان طرازی کی سزا انشاء اللہ ضرور پائیں گے، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی ۔۔۔ پر شدید بہتان لگانے والے دیوبندی وہابی تبلیغی ذرا کھلی آنکھوں سے اعلی حضرت بریلوی کا ختم نبوت کے بارے میں عقیدہ وفتویٰ ملاحظہ فرمائیں جو اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی کتاب'' جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ'' میں تحریر فرمایا۔

اس کے بعد احمد رضا خان صاحب کی مذکورہ کتاب کی عبارت لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

اعلی حضرت بریلوی ۔۔۔ کے خود اپنے قلم سے ختم نبوت کے موضوع پر پوری کتاب اور واضح فتوے کے باوجود جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف کا اعلیٰ حضرت بریلی ۔۔۔ پر بہتان لگانا بلا شبہ دیوبندیوں وہابیوں کے بدباطن اور کذاب ہونے کی کھلی دلیل ہے''۔

(سفید وسیاہ ص ۱۶۳-۱۶٤،ضیاء القرآن پبلی [پبلی] کیشنز۲۰۰۱)

دیکھئے احمد رضا خان صاحب پر انکار ختم نبوت کا اعتراض کیا گیا تو نورانی صاحب فوراً چیخ پڑے کہ فلاں فلاں کتاب میں احمد رضا خان صاحب نے ختم نبوت کا واشگاف انداز میں اعلان فرمایا اس سے اصول معلوم ہوا کہ کوئی اگر واضح طور پر اپنا عقیدہ بیان کر دے ختم نبوت کے متعلق تو اس کی دوسری مجمل عبارات سے انکار ختم نبوت سمجھنا بریلویوں کے نزدیک بدباطنی اور کذاب ہونے کی نشانی ہے"۔[1]

الجواب: دیوبندیوں کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنے اکابرین کے کُفریات چھپانے کے لئے علمائے اہلِ سنّت وجماعت پر جھوٹے الزام عائد کرتے ہیں، انہی الزامات میں سے ایک الزام یہ بھی لگایا گیا کہ نعوذ باللہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ خُود کو نبی کہہ رہے ہیں (نعوذ باللہ) دُنیا کا بدترین جھوٹ ہے، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی کتابیں آپ کی تعلیمات موجود ہیں، آپ نے تو منکرینِ ختمِ نبوت کو کافر قرار دیا ہے۔

کوکب نورانی صاحب نے اسی بات کی نشاندہی کی کہ"جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة"سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی مستقل تصنیف ہے جس میں آپ نے قُرآن وحدیث سے ختمِ نبوت کو ثابت کیا ہے، اور منکرین کو دُھول چٹائی ہے۔ اس کتاب کے خلاف سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی کسی کتاب میں کوئی تحریر موجود نہیں ہے جس سے ختم نبوت کی نفی ہوتی ہو۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ پر تو دیوبندی جُھوٹا الزام لگانے کی کوشش کر رہے ہیں جبکہ ان کے قاسم العلوم قاسم نانوتوی صاحب کی مستقل کتاب"تحذیر الناس"موجود ہے جس میں اس نے ختم نبوت کا اِنکار کیا ہے اور کوئی اجمالی تحریر بھی نہیں جس سے کوئی مغالطہ لگتا ہو بلکہ یہ

---

[1] دفاع، ج1ص696-697، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

پُوری کتاب ہے جس میں واضح طور پر قاسم نانوتوی نے ختم نبوت کا اِنکار کیا ہے۔

کوکب نورانی صاحب کا یہ مقصد نہیں کہ ایک شخص ختم نبوت کا اِنکار بھی کرے اور یہ بھی عقیدہ رکھے کہ مَیں ختم نبوت کو مانتا ہوں تو اُس کی دونوں باتیں درست ہیں؟ جو شخص ختم نبوت کا اِنکار کر رہا ہے اور ساتھ میں یہ بھی دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ ختم نبوت کو مان رہا ہے تو اُس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ لوگوں کی آنکھوں میں دُھول جھونک رہا ہے اور عوام کو بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہا ہے اور یہی قاسم نانوتوی صاحب نے کیا۔

دیوبندی موصوف چونکہ احمق ہیں اِس لئے بوجہ حماقت عبارات کا جاہلانہ مفہوم سمجھتے ہیں، جس وجہ سے یہ سمجھ لیا کہ جو شخص ختم نبوت کا اقرار کرے پھر چاہے وہ انکار کرتا رہے لیکن پھر بھی اُسے ختم نبوت کا منکر نہیں سمجھا جائے گا، ایسا مفہوم نہ کوکب نورانی صاحب کی عبارت میں ہے اور نہ ہی ان کا کوئی یہ اُصول ہے۔ موصوف نے یہ اُصول خُود بنا کر ثابت کر دیا کہ وہ تھانوی جی کے حصے میں آنے والے احمقوں میں سے بہت بڑے احمق ہیں، لہٰذا موصوف نے جو عبارات قاسم نانوتوی صاحب کی لکھی ہیں وہ قطعاً مفید نہیں کیونکہ اس نے ''تحذیر الناس'' میں انکار کر کے اپنے مزعومہ اقراروں پر پانی پھیر دیا ہے، لہٰذا کوکب نورانی صاحب کی عبارت موصوف کے لئے کوئی مفید نہیں ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''ظالمو! آنکھیں کھول کر اس عبارت کو پڑھو اگر معاذ اللہ حضرت نانوتوی نبی کریم ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کے مدعی ہوتے تو اس کی اتباع میں نجات اخروی سمجھتے یا نبی کریم ﷺ کی اتباع میں نجات اخروی سمجھتے؟ حضرت نے کس صراحت کے ساتھ یہاں نبی کریم ﷺ کے دین کو آخری دین اور آپ کو اللہ کا آخری نبی تسلیم کیا ہے''۔[1]

---

[1] دفاع، ج1 ص698، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

الجواب: نانوتوی صاحب تو خُود لکھ رہے ہیں کہ:

"ومیدانی که بعد ارتفاع کلام ربانی ازیں جہاں فانی آمدن قیامت تقدیر یافته ورنه بشرط بقاء عالم آں وقت اگر نبی دیگر آید مضانقه نبود"۔[1]

آپ جانتے ہیں کہ اس جہاں سے کلامِ ربانی کے اُٹھ جانے کے بعد اِس جہان کا فانی ہونا مقدر ہو چکا ہے ورنہ دُنیا کے ہوتے ہوئے اگر کوئی نبی آئے تو مضا ئقہ نہیں"۔

اور تھانوی جی نے لکھا ہے کہ قُرآن حکیم کے اُٹھائے جانے کے بعد تین چار سال کا وقت ہوگا جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ: "اس کے بعد جنوب کی طرف سے ایک ہوا نہایت فرحت دینے والی چلے گی اس سے سب ایمان والوں کی بغل میں کچھ نکل آئے گا جس سے وہ مَر جائیں گے اس وقت کا فر حبشیوں کا ساری دُنیا میں عمل دخل ہو جائے گا اور وہ لوگ خانہ کعبہ کو شہید کریں گے اور حج بند ہو جائے گا اور قُرآن شریف دلوں سے اور کاغذوں سے اُٹھ جائے گا اور خُدا کا خوف اور خلقت کی شرم سب اُٹھ جائے گی اور کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا، اُس وقت شام میں بہت اَرزانی ہوگی۔ لوگ اُونٹوں پر اور سواریوں پر پیدل اُدھر جھک پڑیں گے اور جو رہ جائیں گے ایک آگ پیدا ہوگی اور سب کو ہانکتی ہوئی شام میں پہنچا دے گی، اور حکمت اس میں یہ ہے کہ قیامت کے روز سب مخلوق اسی ملک میں جمع ہوگی، پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی اور اس وقت دُنیا کو بڑی ترقی ہوگی۔ تین چار سال اسی حال میں گذریں گے کہ دفعۃً جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ صبح کے وقت سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہوں گے کہ صور پھونک دیا جائے گا"۔[2]

گویا کہ ان تین چار سال کے عرصہ میں نانوتوی صاحب کے نظریہ کے مطابق

---

[1] مکاتیب قاسم العلوم، ص56، ناشران قرآن لمیٹڈ، اردو بازار، لاہور

[2] بہشتی زیور مدلل و مکمل، ص514، مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ، کراچی۔

اگر کوئی نبی آجائے تو کوئی حرج نہیں ،خُود موصوف ہی بتائیں کہ یہ ختمِ نبوت زمانی کا اِنکار نہیں تو اور کیا ہے؟

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:'' دین خاتم النبیین کو دیکھا تو تمام عالم کے لئے دیکھا وجہ اس کی یہ ہے کہ بنی آدم میں حضرت خاتم اس صورت میں بمنزلہ بادشاہ اعظم ہوئے جیسا اس کا حکم تمام اقلیم میں جاری ہوتا ہے ایسا ہی حکم خاتم یعنی دین خاتم تمام عالم میں جاری ہونا چاہئے ورنہ اس دین کو لیکر آنا بیکار ہے''۔ (انتصار الاسلام :ص۵۸، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند''۔[1]

الجواب: اس عبارت میں بھی نانوتوی صاحب خاتم النبیین کا معنی آخری نبی تسلیم نہیں کر رہے بلکہ خاتم کو بمعنی بادشاہ اعظم قرار دے رہے ہیں، یہ عبارت نانوتوی صاحب کے لئے ہرگز مفید نہیں کیونکہ وہ ''تحذیر الناس'' میں واضح طور پر ختمِ نبوت کا اِنکار کر چکے ہیں۔

اگر قادیانیوں کی کتب میں بھی ختمِ نبوت کے اقرار والی عبارات مل جائیں تو کیا مرزا قادیانی کے لئے بھی یہ تسلیم کر لیا جائے گا کہ وہ ختمِ نبوت کا منکر نہ تھا؟

موصوف کو چاہئے کہ وہ ''تحذیر الناس'' کی عبارتوں کا دفاع کرے، اس قسم کی شعبدہ بازی سے کچھ نہیں ہوگا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''موجودہ دور کے معروف بریلوی عالم غلام رسول سعیدی مولانا نانوتوی کا عقیدہ ختم نبوت ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلمہ ہے۔۔۔ہاں یہ

---

[1] دفاع، ج1 ص698، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

مسلمہ ہے کہ خاتمیت زمانی اجتماعی عقیدہ ہے''۔(تبیان القرآن:ج۱۲ص۹۰،فرید بک سٹال لاہور۲۰۱۱)

آگے غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:''شیخ نانوتوی نے اتنی صراحت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت زمانی کو تسلیم [کیا] ہے(ص۹۰-۹۶)

مولانا نانوتوی۔۔۔کے اپنے قلم سے ختم نبوت پر اس قدر واضح عبارات جس کو بریلوی بھی تسلیم کریں کہ باوجود بریلوی رضانیوں کا حضرت نانوتوی۔۔۔پر الزام لگانا کہ وہ ختم نبوت زمانی کے منکر تھے بلاشبہ بریلوی رضاخانیوں کی بدباطنی اور کذاب ہونے کی کھلی دلیل ہے۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے''تبیان القرآن''کا حوالہ نقل کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے اس لئے کہ سعیدی صاحب نے خُود قاسم نانوتوی کی تکفیر کی وضاحت کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''پھر فاضلِ بریلی نے ان کی تکفیر کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ''تحذیر الناس'' کی جن عبارات سے خاتمیت زمانی کا اِنکار لازم آتا ہے(مثلاً یہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ص۳) چونکہ نانوتوی نے ان عبارات سے رُجوع نہیں کیا اور ان کو بحالہا قائم رکھا، اس وجہ سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اُن کی تکفیر کردی''۔[2]

موصوف نے خیانت کرتے ہوئے اس حوالے کو نہیں لکھا جس میں وجہ تکفیر بھی موجود تھی کہ قاسم نانوتوی کی تکفیر کیوں کی جاتی ہے، مگر موصوف نے اُدھورا اقتباس نقل کر کے عوام الناس کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے، جس سے موصوف کی بدباطنی ثابت ہوتی ہے، اور ثابت

---

[1] دفاع، ج1ص698-699، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] تبیان القرآن، ج12ص96، مکتبہ رضویہ، دہلی۔

ہوتا ہے کہ موصوف مغالطہ دینے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے بد باطن اور کذاب بھی ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"قارئین کرام! خدارادل پر ہاتھ رکھ کر بتائے [بتائیں] ایک شخص اتنی صراحت کے ساتھ کہہ رہا ہو کہ میں نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت زمانی کو ایمانیات میں سے تصور کرتا ہو اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ جو کوئی آپ ﷺ کے بعد کسی اور مدعی نبوت کو تسلیم کرے وہ کافر ہے مگر اس کے بعد بھی کیا یہ کھلی ہوئی ہٹ دھرمی اور کھلا ہوا تعصب نہیں کہ اتنی صراحت کے بعد بھی حضرت نانوتوی۔۔۔ پر یہ الزام لگایا جائے کہ نہیں وہ تو ختم نبوت کے منکر تھے"۔[1]

الجواب: قاسم نانوتوی کی جو تصریحات موصوف پیش کر رہے ہیں اس سے واضح تصریحات تو جناب کو قادیانیوں کے لاہوری گروپ میں بھی مل جائیں گی، پھر کیا آپ ان کافروں کو مسلمان سمجھ لیں گے؟ اُن کی یہ تصریحات چور دروازہ ہیں اور کچھ نہیں تا کہ وقت آنے پر انہیں پیش کر دیا جائے۔ نانوتوی صاحب تو خاتم النبیین کا مفہوم مسخ کر رہے ہیں، اُمتِ مسلمہ کا تو یہ عقیدہ ہے کہ" خاتم النبیین" کا مطلب ہے آخری نبی، مگر نانوتوی صاحب نے صاف لکھا کہ:

" اگر از من پرسی معنیش ایں است که نبوة دیگراں مستفاد از حضرت محمدی است صلی اللّٰه تعالی علیه وآله وسلم ونبوت آنحضرت صلی اللّٰه علیه وآله وسلم در عالم اسباب مستفاد از نبوت دیگراں بنسبت"۔[2]

"اگر مجھ سے پُوچھتے ہو تو اس آیتِ ختمِ نبوت کے معنیٰ یہ ہیں کہ دُوسروں کی نبوت حضرت محمد ﷺ کی نبوت سے فیضیاب ہے، اور آنحضرت ﷺ کی نبوت دُنیا میں دُوسروں کی

---

[1] دفاع، ج1 ص699، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] مکاتیب قاسم نانوتوی، ص56، ناشران قرآن لمیٹڈ، اردو بازار، لاہور

نبوت سے فیضیاب نہیں ہے''۔

اور پھر ''تحذیر الناس'' میں ''خاتم النبیین'' بمعنی آخری نبی کو عوام کا خیال قرار دے کر رَد کر دیا۔ اب بھی موصوف کہتے ہیں کہ ان کے خلاف تعصب کا مظاہرہ ہو رہا ہے، یہ موصوف کی کھلی ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے؟ لہٰذا قاسم نانوتوی پر کفر کا فتویٰ بالکل صحیح ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''مولوی احمد رضا خان صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

جائز ہے کہ جبکہ انہیں بندہ خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انہیں باذن الٰہی والمدبرات امرا سے مانے اور اعتقاد کرے کہ بے حکم خدا ذرا نہیں ہل سکتا اور اللہ عزوجل کے دئے [دیئے] بغیر کوئی ایک حبہ بھی نہیں دے سکتا ایک حرف نہیں سن سکتا پلک نہیں ہلا سکتا اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے اس کے خلاف کا ان پر گمان محض بدگمانی وحرام ہے''۔ (احکام شریعت: حصہ اول، ص ٤٣۔ ضیاء القرآن پبلیکیشنز)

غور فرمائیں جب بات اپنے شرکیہ عقائد پر آئی تو فورا کیسے چیخ پڑے کہ ہم جو کہتے ہیں اس پر یقین کرو خواہ مخواہ میں بدگمانی نہ کرو کہ یہ حرام ہے مگر کوئی حضرت جی سے پوچھے کہ علمائے دیوبند پر جھوٹے الزامات لگاتے وقت یہ اصول کہاں چلا جاتا ہے؟''۔ [1]

الجواب: اگر علمائے اہلِ سنّت نے اندازوں اور قیاس آرائیوں کی بنا پر قاسم نانوتوی کی تکفیر کی ہوتی پھر موصوف کا یہ اعتراض بجا تھا لیکن معاملہ اِس کے بالکل برعکس ہے۔

قاسم نانوتوی صاحب کی واضح تصریحات موجود ہیں جن میں وہ ختم نبوت کا اِنکار کر رہے ہیں، اور اُن کی زندگی میں ہی ان عبارات کی وجہ سے ان پر گرفت شدید ہو گئی تھی، بلکہ نانوتوی صاحب کی زندگی میں ہی ان کی تکفیریں بھی ہو رہی تھیں۔

---

[1] دفاع، ج1 ص699، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

نانوتوی صاحب اپنی خاطر خواہ صفائی نہ دے سکے، یہ کوئی جھوٹے الزامات نہیں، ان کی ''تحذیر الناس'' موجود ہے جس میں انہوں نے ختم نبوت کا انکار کیا ہے، باقی رہ گئی بات مذکورہ حوالہ کی تو اس کا قاسم نانوتوی صاحب کے مسئلے سے کوئی تعلق ہی نہیں اِس لئے کہ دیوبندی عوام اہل سنّت پر خواہ مخواہ شرک و بدعت کی گولہ باری کرتے ہیں، اور وہ بھی اپنی جاہلانہ بدگمانی کی وجہ سے، ان کے پاس کسی بھی صاحب عقل ودانش سُنّی مسلمان پر شرک کا فتویٰ لگانے کی کوئی مستند دلیل نہیں ہوتی لیکن چونکہ پھر بھی شرک وکفر کی شمشیر بے نیام سے مسلمانوں کو تہ تیغ کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ ان دیوبندیوں کے اکابرین نے تو بوسہ قبر کو بھی شرک قرار دیا، جس کے متعلق پانچویں جلد میں بحث گزر چکی ہے۔ اس کے علاوہ بھی دیگر اُمور ہیں جن میں دیوبندی بدگمانی سے مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

جبکہ دُوسری طرف اکابرینِ دیوبند کی واضح تصریحات موجود ہیں جن میں اُنہوں نے کفریات بکی ہیں لہٰذا ان کے بارے میں کیسے حسنِ ظن رکھا جاسکتا ہے؟۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''اور ذرا بریلوی حکیم الامت کی اس عبارت کو بھی غور سے پڑھیں؛

مسلمان بھائی پر بدگمانیاں نہ کیا کرو اگر اس کے کام یا کلام میں اچھا پہلو نکل سکتا ہو تو اسے خواہ مخواہ برے پہلو پر محمول نہ کرو، اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان کے کلام میں ۹۹ معنی کفر کے ہوں ایک معنی ایمان کا تو اسے اس بنا پر کافر نہ کہو اس سے موجودہ وہابیوں کو عبرت پکڑنی چاہئے جو مسلمانوں کو بات بات پر مشرک کہہ دیتے ہیں''۔

(نور العرفان: ص۸۰٤۔ نعیمی کتب خانہ)

مفتی صاحب وہابیوں کو تو عبرت پکڑنی چاہئے مگر آپ لوگوں کو عبرت نہیں پکڑنی چاہئے کہ جنہیں کسی کو کافر بنانے کا اتنا شوق ہے کہ اگر اس کی سیدھی سادھی عبارتوں سے کفر نہیں نکلتا تو آگے پیچھے مختلف عبارتوں کے ٹکڑے جوڑ توڑ کر اسے کافر بنا دو اور وہ بیچارہ چیختا رہے کہ یہ

کیا ظلم ہے میرا یہ عقیدہ نہیں ہے مگر تم بدگمانی کرتے رہو کہ نہیں تمہارا عقیدہ یہی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں عقیدہ تمہارا مگر من مانی تشریح کرنے کا حق ہمارا۔۔!!!

کہئے مفتی صاحب کیا اسی کا نام انصاف ہے؟ کیا یہی دیانت کے اصول ہیں؟ کیا اسی دورخی پر آپ کو افتاء کا منصب سونپا گیا تھا؟"۔[1]

الجواب: جناب دیوبندی صاحب! اپنے تھانوی جی کا یہ حوالہ بھی ملاحظہ کریں، آپ کے تھانوی جی کہتے ہیں کہ:

"برسبیل وعظ بیان فرمایا کہ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ مولوی لوگ تو کافر بناتے۔ سو جناب کافر بناتے نہیں بلکہ کافر بتاتے ہیں۔ ایک نقطہ ہی کو آپ لوگ اُڑا جاتے ہیں۔ یعنی کافر تو لوگ خود بنتے ہیں مگر خود خبر نہیں ہوتی کہ ہم کافر ہوگئے۔ مولوی بتا دیتے ہیں۔ جیسے کوئی اندھا جا رہا تھا، آگے کوئی خندق تھی مگر نظر نہ آتی تھی۔ کسی نے کہا دیکھو آگے خندق ہے۔ اندھے نے کہا کہ کیا دلیل ہے کہ آگے خندق ہے۔ بس دلیل یہی ہے کہ آگے چلنے دے، جب گرے گا خود معلوم ہو جائے گا۔ اس کو خود سوجھتا نہیں تو آنکھوں والوں کے کہنے پر اعتماد کرنا چاہئے تھا۔ سو جناب ہم لوگ متنبہ کرتے ہیں کہ دیکھو یہ کفر کی بات ہے۔ اس سے توبہ کرلو ورنہ آگے چل کر دوزخ کے گڑھے میں گروگے"۔[2]

پھر مزید تھانوی صاحب ہی لکھتے ہیں کہ:

"فرمایا فقہاء نے جو فرمایا ہے اگر ننانوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی تو تکفیر جائز نہیں۔ اگر اس کا وہ مطلب ہو جو نیچری وغیرہ سمجھتے ہیں تو دنیا میں کوئی کافر ہی نہ ہوگا کیونکہ ہر کافر میں کوئی نہ کوئی تو وجہ اسلام کی پائی جاتی ہے۔ مثلاً کوئی عقیدہ توحید کا، قیامت کا یا کوئی عمل یا کچھ اخلاق۔ سخاوت، مروت، رحم وغیرہ تو کیا اس سے اسلام کا حکم کیا جاوے

---

[1] دفاع، ج1ص699-700، مکتبہ ختم نبوت پشاور۔

[2] ملفوظات، ج12ص169، مقالات حکمت، جلد اول، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

گا۔سوفقہاء کی یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کسی قول یا فعل میں کفر کے تو نانوے محل محتمل ہوں اور ایک تاویل اسلام کی محتمل ہو تو اس تاویل پر حکم کریں گے‘‘۔[1]

ان حوالوں سے موصوف کو عبرت پکڑنی چاہئے کہ ہم نے ان کے اکابرین کو کافر بنایا نہیں کافر بتایا ہے، کُفریات اُن کی کتابوں میں موجود تھیں ہم نے اُن کی نشاندھی کی، اور نشاندھی کر کے اس مقدمہ کو حرمین شریفین کے علماء کی خدمت میں پیش کیا، اُنہوں نے بھی ان عبارات پہ کُفر کا حکم لگایا۔

اگر نانوتوی کی عبارت میں کوئی ایک وجہ بھی محتمل اسلام ہوتی تو اُس پر حکمِ کُفر سے کف لسان کی جاتی، لیکن نانوتوی صاحب کی عبارت میں کوئی بھی اسلام کا محتمل پہلو موجود نہیں، اور ایسا بھی نہیں کہ کھینچ تان کر کفریہ مضمون پیدا کیا جا رہا ہو، ان کے کفریات واضح ہیں، باقی اگر دیوبندیوں کو اپنی غالی عقیدت کی وجہ سے وہ نظر نہیں آ رہیں تو ہم اُن کا کیا کر سکتے ہیں۔

آپ مسئلہ طلاق کو ہی لے لیں، جب کوئی شخص طلاق دے کر آتا ہے تو اُس سے بچنے کے لئے ہزار ہزار بہانے بناتا ہے، کبھی کہتا ہے کہ مَیں نے غصے میں کہا تھا، مجھے پتہ نہیں چلا، میرا اِرادہ یہ نہیں تھا، عورت کہتی ہے، مَیں اس طلاق کو قبول نہیں کرتی وغیرہ وغیرہ۔ پھر قاضی شرع اپنا فیصلہ سنا دیتا ہے۔

تمہارا جو بھی عقیدہ ہے، اُس کی جو چاہے تم تشریح کرو، لیکن جو تمہاری صریح عبارات ہیں اُن کے منطوق میں تو دخل اندازی مت کرو، اُن سے تو کفریات ظاہر ہو رہی ہیں۔ اس لئے ہم انہیں کفریہ کہہ رہے ہیں۔ قادیانی عبارات کی تشریح لاہوری گروپ بھی کرتا ہے، کیا موصوف ان کو مان لیں گے؟

---

[1] ملفوظات، ج14 ص178-179، ملفوظ نمبر 221، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:
"قارئین کرام! کہاں علمائے اسلام کا کسی کے بارے میں تکفیر کا حکم کرنے میں حد درجہ احتیاط اور کہاں بریلویوں کی یہ تھوک تکفیر"۔[1]

الجواب: الحمد للہ! ہم علمائے اسلام کے عقیدے سے بخوبی واقف ہیں، اور اس پر عامل بھی ہیں، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے خواہ مخواہ کسی کی تکفیر نہیں کی، لہٰذا موصوف کا یہ اعتراض لایعنی وفضول ہے۔

دیوبندیوں کے چوٹی کے محدث انور شاہ کشمیری دیوبندی نے لکھا ہے کہ:
"کہ ہم نے بھی اس رسالہ میں جہاں تک ممکن ہوا احتیاط سے کام لیا ہے، مگر یہ واضح ہونا چاہئے کہ احتیاط کی بھی ایک حد ہے (اس حد سے تجاوز کرنا خود بے (احتیاطی ہے) بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی مسئلہ میں صرف ایک پہلو کو سامنے رکھ کر احتیاط برتتا ہے، مگر دوسرے پہلو سے وہ خود بے احتیاطی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا، ہمنے اس رسالہ میں صرف اللہ کے اس دین (کے اصول) کا اعلان کیا ہے جس پر ہم قائم اور اس کی حفاظت کے ہم مکلف ہیں اور ہر پہلو سے احتیاط کا جو حق تھا اس کو ادا کیا ہے، (یعنی جس طرح کسی کلمہ گو کو کافر کہنے سے احتیاط برتنے کی ضرورت ہے، ایسی ہی دین کی حفاظت وصیانت میں بھی انتہائی احتیاط برتنے کی ضرورت ہے، ایسا نہ ہو کہ کسی کلمہ گو کو کفر سے بچانے کی کوشش میں ہم دین کی بنیادوں کو نقصان پہنچا بیٹھیں کہ یہ کھلی ہوئی مداہنت اور اللہ کے دین کے ساتھ غداری ہے، ہماری نیت بالکل پاک وصاف ہے) جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اُس پر گواہ ہے، اور وہی ہر حال میں حمد وثنا کے سزاوار ہیں"۔[2]

لہٰذا دیوبندی موصوف اپنے اکابرین کے کُفر کے بارے میں جس احتیاط کی بات کر رہا ہے

---

[1] دفاع، ج1 ص700، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[2] ترجمہ: اکفار الملحدین، ص211-212، مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی کراچی۔

وہ بقول محدثِ دیوبندانور شاہ کشمیری دین سے غداری ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھاہے کہ:

''ایک شخص چیخ چیخ کر کہہ رہاہے کہ میری عبارت کا یہ مطلب نہیں جوتم لے رہے ہواس کوتو میں خود بھی کفر کہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ مگر ضد اور ہٹ دھرمی کی انتہاء کے نہیں تم جھوٹ بول رہے مطلب وہی ہے جوہم بیان کررہے ہیں''۔[1]

الجواب: دیکھیں جب عبارت صریح ہواوراپنے منطوق پرواضح دلالت کررہی ہوتوایسی صورت میں قائل کا چیخنا بت سود ہوتا ہے۔طلاق دینے والابھی چیخ چیخ کر مفتی صاحب کے سامنے بہانے بنارہاہوتاہے،لیکن پھربھی مفتی صاحب شرعی فتویٰ سنادیتے ہیں،لہٰذا چیخنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

اگرنانوتوی جی کاواقعی وہ عقیدہ نہ تھاجواس نے لکھاہےتواس سےتوبہ کرلیتے،لیکن اس پروہ جمے رہےاوروہ عقیدہ کُفریہ ہے جواس نے لکھاہے،لہٰذا تکفیر میں ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی گئی۔

اب ذراتھانوی جی کاحوالہ بھی ملاحظہ فرمالیں:

''تنقیح علی اصول الفقہ،تکفیر کے دودرجے ہیں۔ایک فی مابینہ وبین اللہ،یعنی جومعاملات عبداورحق تعالیٰ کے درمیان ہیں ان کامدارتوکُفرباطنی پرہے،جس کابالتعیین کسی پرحکم نہیں لگایاجاسکتا۔اوردوسرادرجہ احکام ظاہرہ کےاعتبارسے ہے،اس کامدارقوانین خاصہ پرہے جوعلماء کے کلام میں مدون ہیں،اس درجہ میں احتمالات غیرناشی عن دلیل ملحوظ نہیں ورنہ کسی کافرپرجہادتک بھی جائزنہ رہے کیونکہ احتمال ہے کہ یہ دل میں مؤمن ہواوراظہارِکفرمیں اس کے پاس کوئی واقعی عذرہو،اورظاہرہے کہ اس میں کس قدرخلط خبط لازم آتاہے''۔[2]

---

[1] دفاع،ج1ص700،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

[2] حکیم الامت نقوش وتاثرات،ص233،ادارۂ تالیفات اشرفیہ،ملتان۔

لہٰذا نانوتوی جی کا ختم نبوت کا انکار کر کے چیخنا لوگوں کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کے مترادف ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

مشہور حنفی بزرگ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الذی مبتدی ای القول الذی یجب ان یقال هو الاحتراز عن التکفیر فی اهل التاویل وان کان تاویلهم خطاء فی فهم التاویل فان رماء المصلین الموحدین القائمین المزکین القادئین للکتاب التابعین للسنة في جميع الابواب خطر بفتحتین ای ذو خطر ویجوز ان یکون بفتح بکسر والخطاء فی ترک الف کافر اهون فی الخطاء سفک محجمة من مسلم وفی نسمة من دم مسلم واحد ولذا قال علمائنا اذا وجد تسعة وتسعون وجها تشیر الی تکفیر مسلم ووجه واحد الی ابقائه علی اسلامی فینبغی للمفتی والقاضی ان یعملا بذلك الوجه وهو مستفاد من قوله علیه السلام ادرأ الحدود عن المسلمین استطعتم فان وجدتم للمسلم مخرجا فخلوا انبیله فان الامام لان یخطی فی العفو خیر له من ان یخطئ في العقوبة رواه الترمذي وغیره والحاکم وصححوه۔

(شرح الشفاء، ج۲ ص ۵۳۷)

مسلمان کو کافر کہنے کے بارے میں جس بات کا حکم کرنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ اہل تاویل کو اگرچہ اپنی تاویل میں خطاء پر ہوں کافر کہنے سے احتراز کرنا چاہئے اس لئے کہ نماز ادا کرنے والے اللہ تعالی کی توحید پر ایمان لانے والے اور روزہ رکھنے والے زکوۃ ادا کرنے والے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے اور تمام ابواب میں اتباع سنت کرنے والے مسلمانوں کو کافر اور مباح الدم قرار دینے میں بڑا خطرہ ہے حالانکہ ہزاروں کافروں کے بارے میں خطا کرنا ایک مسلمان کے بارے میں خطا کرنے سے زیادہ ہلکا ہے اسی وجہ سے

ہمارے علماء نے فرمایا ہے اگر مسلم کے کلام میں ننانوے وجہیں کفر کی ہوں اور ایک وجہ اس کے اسلام پر باقی رہنے کی طرف مشیر ہو تو مفتی اور قاضی پر ضروری ہے کہ اس ایک ہی وجہ پر عمل کریں یعنی اس کو کافر قرار نہ دیں مسلمان کہیں"۔[1]

الجواب: قارئین کرام! آپ اگر دستیاب ہو سکے تو موصوف کی نقل کردہ عبارت کا "شرح الشفاء" کی اصل عبارت سے موازنہ ضرور کیجئے گا تاکہ آپ موصوف کی نقل پر داد دے سکیں۔ بقیہ انور شاہ کشمیری محدث دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

موجباتِ کُفر میں تاویل تکفیر سے مانع نہیں: اسی کتاب کے ص ۲۱۵ پر فرماتے ہیں:

یاد رکھو! دراصل کفر کا مدار عمداً تکذیب (جھٹلانے) پر ہے، خواہ معروف ومشہور کتبِ الٰہیہ میں سے کسی کتاب کی تکذیب ہو، خواہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی ورسول کی تکذیب ہو، خواہ اُس دین وشریعت کی تکذیب ہو، جس کو وہ لے کر دُنیا میں آئے، بشرطیکہ وہ امر دین جس کی تکذیب کی گئی ہے، اُس کا ضروریاتِ دین میں سے ہونا قطعی طور پر معلوم ہو، اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ یہ عمداً تکذیب یقیناً کُفر ہے، اور جو شخص اس کا مُرتکب ہوا گر وہ ذی ہوش، عاقل وبالغ انسان ہے اور حواس باختہ (دیوانہ و پاگل) یا مجبور و مضطر نہیں ہے تو یقیناً کافر ہے، اور اُس شخص کے کافر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں جس نے کسی مجمع علیہ اور بدیہی طور پر معلوم ومعروف امر دین کے انکار پر تاویل کا پردہ ڈالا ہوا ہو، درآں حالیکہ اس میں تاویل ممکن نہ ہو، جیسے کہ ملحد "قرامطہ" نے کیا ہے"۔[2]

دیوبندیوں کے یہی محدث انور شاہ کشمیری صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

"جو تاویل ضروریات دین کے مخالف ومنافی ہو کفر ہے:

---

[1] دفاع، ج1 ص701، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[2] ترجمہ اکفار الملحدین، ص285-286، مکتبہ لدھیانوی، وصفحہ 179-180، مکتبہ عمر فاروق، کراچی

اسی ذیل میں ص ۱۲۱ پر فرماتے ہیں: ''نیز کبھی انسان ایسے اُمور میں تاویل کرنے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے جن میں تاویل کی مطلق گنجائش نہیں جیسے'' قرامطہ'' کی تاویلیں (کہ اللہ سے مراد امامِ وقت ہے) اور بعض تاویلوں سے ضروریاتِ دین کی مخالفت لازم آجاتی ہے، اور تاویل کرنے والوں کو پتہ بھی نہیں چلتا (اور کافر ہو جاتے ہیں) یہ وہ مقام ہے جس میں انسان علمِ الٰہی اور احکامِ آخرت کے اعتبار سے کفر کے خطرہ سے ہرگز محفوظ نہیں رہ سکتا، اگرچہ ہمیں علم نہ ہو''۔ [1]

یہی کشمیری صاحب مزید لکھتے ہیں:

''ضروریاتِ دین میں تاویل بھی کفر ہے، بلکہ تاویل اِنکار سے بھی بڑھ کر:

''مشہور محقق حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی اپنی کتاب ''ایثار الحق علی الخلق'' میں ص ۴۱ ۲ پر فرماتے ہیں:

''اس لئے کہ ضروریاتِ دین کا انکار یا اُن میں تاویل کرنا کُفر ہے''

اسی کتاب کے ص ۴۳۰ پر فرماتے ہیں:

''علاوہ ازیں ان پر یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ بعض اوقات کسی اَمرِ حرام کی حُرمت کا اقرار کرتے ہوئے اس کو عمداً اختیار کرنے کی بہ نسبت اس اَمرِ حرام کو تاویل کر کے حلال بنا لینا زیادہ سخت (گمراہی کا موجب) ہوتا ہے۔ اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں وہ تاویل سے حلال بنایا ہوا امر ایسا ہو کہ اس کی حرمت قطعی طور پر سب کو معلوم ہو، مثلاً ترکِ صلوٰۃ (یعنی کسی تاویل کی بنا پر نماز کو ترک کرنا، مثلاً یہ کہنا کہ نماز جاہل اور سرکش عربوں میں نظم وضبط اور اتباعِ امیر کا شعور پیدا کرنے کے لئے تھی، اور وضوان کو طہارت ونظافت کا عادی بنانے کیلئے، اور ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے) چنانچہ جو شخص (اس قسم کی کوئی) تاویل کر کے

---

[1] ترجمہ اکفار الملحدین، ص 279 مکتبہ لدھیانوی، وصفحہ 176 مکتبہ عمر فاروق، کراچی

نماز چھوڑتا ہے، وہ متفقہ طور پر کافر ہے، اور جو شخص قصداً نماز نہیں پڑھتا، مگر اس کی فرضیت کا اقرار کرتا ہے، اس کو کافر کہنے میں اختلاف ہے (بیشتر آئمہ وفقہاء اس کو گناہگار اور فاسق کہتے ہیں، بعض علمائے ظاہر اس کو کافر کہتے ہیں) تو دیکھئے مذکورہ مثال میں تاویل (کا حکم عمداً ترک کے مقابلہ میں) تحریم کے لحاظ سے کتنا سخت ہے (کہ تاویل کر کے نماز چھوڑنا متفقہ طور پر کفر ہے، اور بغیر کسی تاویل کے عمداً نماز ترک کرنے کے کفر ہونے میں اختلاف ہے، کوئی کافر کہتا ہے اور کوئی نہیں)"۔[1]

کشمیری صاحب ہی مزید لکھتے ہیں کہ:

"نیز مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "شبهة" سے حافظ علیہ الرحمہ کی مراد "تاویل" ہے، لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ مؤول سے بھی توبہ کے لئے کہا جائے گا، اگر وہ توبہ کر لے تو فبہا اسے کافر قرار دیا جائے گا، یہی تاویل کا انتہائی فائدہ ہے (کہ توبہ کا موقع دیا جاتا ہے) لیکن تاویل کی بنا پر حکم کفر سے بچ جائے، یہ ممکن نہیں (لہٰذا حافظ ابن حجرؒ اور امام قرطبیؒ کی اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ مؤول کو رُجوع نہ کرنے کی صورت میں کافر قرار دیا جائے گا اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو، نیز یہ کہ تاویل حکم کفر سے نہیں بچاتی)"۔[2]

اُمید ہے کہ موصوف کو حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مقصد سمجھ میں آ گیا ہوگا۔

"اِکفار الملحدین" دیوبندی اکابر کا متفقہ فیصلہ

نوٹ: فقیر کثرت سے "اِکفار الملحدین" کے حوالے اس لئے نقل کر رہا ہے کہ یہ بقول مولوی یوسف بنوری کوئی شخصی رائے نہیں بلکہ دیوبندیوں کا اجماعی فیصلہ ہے۔ یاد رہے کہ"

---

[1] ترجمہ اکفار الملحدین، ص 278-279، مکتبہ لدھیانوی، وصفحہ 175-176، مکتبہ عمر فاروق،

[2] ترجمہ اکفار الملحدین، ص 124، مکتبہ لدھیانوی، وصفحہ 84-85، مکتبہ عمر فاروق، کراچی

اِکفار الملحدین" کا وہ نسخہ جس کو" مکتبہ عشرہ مبشرہ، لاہور" سے شائع کیا گیا ہے اس کے ٹائٹل پیج پر اس کتاب پر تقاریظ لکھنے والے دیوبندی مولویوں کے مندرجہ ذیل نام مرقوم ہیں:

(1) خلیل احمد سہارنپوری

(2) اشرف علی تھانوی

(3) مفتی کفایت اللہ دہلوی

(4) مفتی عزیز الرحمن دیوبندی

(5) شیخ حبیب الرحمن نائب مہتمم دار العلوم دیوبند

(6) شبیر احمد عثمانی

(7) مرتضیٰ حسن چاندپوری

(8) رحیم اللہ بجنوری

(9) مفتی ابو المحاسن محمد سجاد

جبکہ کتاب کا تعارف پیش کرنے والے محمد یوسف بنوری صاحب نے لکھا ہے کہ:

"پھر جتنے محقق اہل علم اکابر دیوبند تھے ان سب کی تقریظات صرف اس لیے حاصل کی گئیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ کوئی شخصی رائے نہیں ہے بلکہ دور حاضر کے اکابر اُمت کا اجماعی فیصلہ ہے اور اس میں کوئی عالم دین بھی مخالف نہیں ہے"۔ [1]

متکلمین و اکابرین اہل سنّت و جماعت کی کتب سے بھی یہ باتیں نقل کی جاسکتی تھیں مگر بقول محمد یُوسف بنوری دیوبندی صاحب "اکفار الملحدین" دیوبند کا اجماعی فیصلہ ہے اس لئے اسی سے حوالہ نقل کرنے پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

---

[1] ترجمہ اکفار الملحدین، ص35، مکتبہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم، اردو بازار، لاہور، دسمبر 2012ء

''درمختار باب المرتدین میں معروضات ابو اسعود سے ایک سوال نقل کیا ہے:

ان طالب ذکر عنده حدیث نبوی فقال اکل حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدق یعمل بها فاجاب بانه یکفر

ایک طالب علم کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کی گئی اس نے کہا کہ کیا یہ سب احادیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے؟ مفتی نے اس طالب علم پر حکم کفر دے دیا۔

علامہ طحطاوی جلد نمبر ۲ ص ۸۲ ۴ پر مفتی کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

قوله فاجاب بانه یکفر فیه ان الکلام هذا القائل محملا حسنا بان یکون مراده انه لا یعمل الا بالصحیح منها و الحسن فی اثبات الاحکام و لا یعمل فیه بالضعیف

ترجمہ: یعنی اس طالب علم کے کلام پر مفتی کا فتویٰ کفر مسلم نہیں اس لئے کہ کلام کا اچھا محمل ہو سکتا ہے بایں طور کہ اس کی مراد یہ ہو کہ اثبات احکام میں حدیث صحیح یا حسن پر عمل کیا جاتا ہے حدیث ضعیف پر نہیں۔

آگے فرماتے ہیں: **ان یکون مراده انما نسخ منها لا یعمل به ای وهذا الحدیث الذی سمعه اما ضعیف لا یثبت حکمه و اما منسوخ**

یعنی کہ حدیث منسوخ پر عمل نہیں کیا جاتا اب آگے فرماتے ہیں یعنی یہ حدیث جو اس نے سنی ضعیف ہے یا منسوخ۔ پھر فرماتے ہیں: **و بارادته ذلک او باحتمالها لا یحکم علیه بالکفر**۔ اس طالب کی جب یہ مراد ہو اور اس مراد کا احتمال بھی ہو تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا''۔ [1]

الجواب: یہ حوالہ موصوف کیلئے قطعاً مفید نہیں ہے اس لئے کہ یہ اُس کلام کے بارے میں

[1] دفاع، ج1 ص 701-702، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

ہے جس میں احتمالِ تاویل موجود ہو اِس لئے فقہاء نے عدمِ تکفیر کا قول کیا، اور ساتھ میں اس کی تاویل بھی لکھ دی، لیکن قاسم نانوتوی صاحب کا کلام ایسا نہیں، ان کے کلام کا کوئی بھی پہلو ایسا نہیں جسے اسلام کی طرف پھیرا جا سکے۔ اس کا کلام ہر لحاظ سے کفریہ ہے، دیوبندی جو تاویلات ذکر کر رہے ہیں وہ ان کے کلام میں موجود نہیں، وہ تاویلات نہیں بلکہ تحریفات ہیں۔

ایک آدمی صراحت کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختمِ نبوت کا اِنکار کر رہا ہے پھر بھی موصوف کا خیال ہے کہ اُس کے کلام کو مؤمنانہ تصور کیا جائے۔ یہ ممکن ہی نہیں۔

انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جو تاویل ضروریات دین کے مخالف ومنافی ہو کُفر ہے:

اسی ذیل میں ص ۱۲۱ پر فرماتے ہیں: ''نیز کبھی انسان ایسے اُمور میں تاویل کرنے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے جن میں تاویل کی مطلق گنجائش نہیں جیسے ''قرامطہ'' کی تاویلیں (کہ اللہ سے مراد امام وقت ہے) اور بعض تاویلوں سے ضروریاتِ دین کی مخالفت لازم آجاتی ہے، اور تاویل کرنے والوں کو پتہ بھی نہیں چلتا (اور کافر ہو جاتے ہیں) یہ وہ مقام ہے جس میں انسان علم الٰہی اور احکام آخرت کے اعتبار سے کفر کے خطرہ سے ہرگز محفوظ نہیں رہ سکتا، اگرچہ ہمیں علم نہ ہو''۔

صفحہ ۱۲۱ پر فرماتے ہیں:

''اسی طرح علماءِ اُمت کا اس پر بھی اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ کسی بھی قطعی امر مسموع (یعنی ایسا اَمر جس کا رسول اللہ ﷺ سے مسموع ہونا یقینی ہو) کی مخالفت کفر اور اسلام سے نکل جانے کے مترادف ہے''۔ [1]

---

[1] ترجمہ اکفار الملحدین، ص 279-280 مکتبہ لدھیانوی، وصفحہ 176 مکتبہ عمر فاروق، کراچی

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

''مجدد مائۃ دہم ملاعلی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

وفی المسئلۃ المذکورۃ تصریح بانہ یقبل من صاحبہا التاویل

(منح الروض الازھر فی شرح فقہ الاکبر: ص ۴۴۶، دارالبشائر الاسلامیہ بیروت ۱۹۹۸)

مسئلہ مذکورہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ صاحب کلام کی ہر تاویل مقبول ہوگی''۔ [1]

الجواب: موصوف نے حضرت ملاعلی قاری رحمہ اللہ کی عبارت سے دُھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور اپنی طرف سے پیوندکاری کی کہ صاحب کلام کی ہر تاویل مقبول ہوگی، حالانکہ ملا علی قاری کی عبارت میں ہر تاویل مقبول ہونے کی بات نہیں، یہ ''ہر'' کی پیوند کاری موصوف نے اپنی جانب سے کی ہے۔

حضرت ملّاعلی قاری رحمہ اللہ نے یہ کلیہ ایک مسئلہ کے سخن میں لکھا ہے کہ ایک شخص اپنے زمانہ کے بادشاہ کو عادل کہتا ہے اور مراد اس سے وہ ظالم لیتا ہے یعنی ظلم کا نام عدل رکھتا ہے چونکہ اس کا یہ لفظ محتمل ہے۔

لفظ عادل: عدل عدلاً سے اسم فاعل بھی ہوسکتا ہے جو کہ ظلم وجور کی ضد ہے۔ اور عدل عدولاً سے بھی ہوسکتا ہے، اعراض کرنے کے معنی میں، چونکہ اس کا کلام محتمل ہے اس لئے اس کی تاویل قبول کر لی جائیگی لیکن جب وہ معنیٰ اول مراد لینے کی تصریح کردے تو پھر تکفیر کردی جائے گی۔

اسی ضمن میں ملّاعلی قاری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ صاحبِ کلام کی تاویل قبول کی جائے گی۔ لیکن موصوف کی جہالت ہے کہ اس نے یہ سمجھ لیا کہ صاحبِ کلام کی ہر تاویل مقبول ہے، اگر ایسا ہے تو پھر پرویزیوں، چکڑالویوں کا کیا قصور! وہ بھی تو اپنی من مانی تاویلیں

[1] دفاع، ج1 ص702، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

کرتے ہیں، پھر اُن کی تکفیر کیوں؟

بہر حال حضرت ملّا علی رحمہ اللہ کا یہ قول محتمل اقوال کے بارے میں ہے، اور نانوتوی صاحب کے کلام میں کوئی احتمال نہیں، لہٰذا اُن کے اقوال کفریہ ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

دلچسپ بات یہ ہے کہ خود احمد رضا خان بھی اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: ''فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں ان میں ۹۹ پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے، آخر ایک پہلو اسلام بھی تو ہے، کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو، اور ساتھ ہی فرماتے ہیں اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلوئے کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے فائدہ نہ ہوگا۔ وہ عنداللہ کافر ہی ہوگا۔'' (تمہید ایمان مع حسام الحرمین: ص ۴۳، مکتبۃ المدینہ کراچی)

یہاں مولوی احمد رضا خان صاحب نے صاف تصریح کی ہے کہ اگر کسی کے کلام میں ۹۹ پہلو ہو اور ایک پہلو اسلام کا اور اس نے کوئی تصریح نہ کی ہو تو ہم اسلام والے پہلو کو ہی مراد لیں گے۔ تو پھر یہ کس قدر تعصب ہے کہ حضرت نانوتوی۔۔۔ کی عبارت جس میں سرے سے کفر کا پہلو ہی نہیں معاذ اللہ اور جو معنی بریلوی اس سے لیتے ہیں اسے خود حضرت نانوتوی ۔۔۔ کفر کہہ رہے ہیں اور اس عبارت کا صحیح مطلب و مفہوم بھی واضح کر رہے ہیں تو اس سب کے باوجود انہیں کافر کہنا آخر کیوں؟''۔[1]

الجواب: الحمد للہ! ہم تو یہ کلیہ مانتے ہیں کہ ایسا قول جس کے سو پہلو ہوں اور ایک اسلام کی طرف نکلتا ہو اور ننانوے کفر کی جانب تو بھی اس کے کلام کو اسلام کے پہلو کی طرف لوٹایا

---

[1] دفاع، ج1 ص702-703، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

جائے گا، لیکن یہ محتمل اقوال کیلئے ہے جن میں سو پہلو نکل سکتے ہوں، جبکہ قاسم نانوتوی کی عبارت میں کوئی بھی پہلو اسلام کا نہیں اس کا واضح وصاف پہلو کفر کا ہے یعنی ختم نبوت کے اِنکار کا۔ قاسم نانوتوی کی عبارت ختم نبوت کے اِنکار میں واضح ہے اس لئے قاسم نانوتوی کی تکفیر کی گئی۔

موصوف لکھتے ہیں کہ: ''نانوتوی۔۔ کی عبارت جس میں سرے سے کفر کا پہلو ہی نہیں'' سراسر جھوٹ اور بددیانتی ہے، محمد نافع دیوبندی صاحب نے لکھا ہے کہ:

''پھران اقوال کو چھوڑ کر محتمل اور مجمل حوالہ اخذا در [اور] گرفت کرنا توجیہ القول بما لا یرضی بہ فائلہ [قائلہ] کا مصداق ہے''۔[1]

یعنی نافع دیوبندی کے نزدیک بھی قاسم نانوتوی صاحب کا قول کفر کا محتمل ہے، اگر کفر کا محتمل نہ ہوتا تو نافع دیوبندی قاسم نانوتوی صاحب کے قول کو محتمل کیوں قرار دیتے، یعنی نافع دیوبندی کے نزدیک اس میں کفر کا پہلو موجود ہے مگر موصوف جُھوٹ پہ جھوٹ بولے جا رہے ہیں کہ یہ کوئی بھی پہلو کفر کا نہیں۔ ہم تو کہتے ہیں نانوتوی کی عبارت ہے ہی کفر خالص۔

تعارض کا اعتراض

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''بریلویوں کے نام نہاد مناظر اسلام مولوی حنیف قریشی صاحب نے ایک کتاب لکھی ''آزر کون؟۔ اس میں یہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد کہنے کی صورت میں مذکورہ اور علاوہ ازیں ان تمام روایات کا انکار لازم آئے گا جن میں نبی اکرم ﷺ کے نسب پاک کی طہارت ثابت ہے، اور قرآن مجید کی آیت وتقلبک فی الساجدین سے بھی تعارض لازم آئے گا۔

---

[1] مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین، ص113، دار الکتاب، لاہور

(آزر کون تھا؟ ص ۱۵۵، اسلامک بک کارپوریشن)

اس کتاب کا پیش لفظ لکھنے والے مولوی امتیاز حسین صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ایک بے لگام بے ادب مفتری نے انبیاء کرام علیہم السلام کے نسب کی طہارت پر سر عام طعن کرتے ہوئے کافر ومشرک آزر کو خلاف حقیقت جد الانبیآء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا باپ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی''۔ (آزر کون تھا؟ ص ۹)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ جو آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا باپ کہے وہ

۱۔ان روایات کا منکر ہے جن میں نبی علیہ السلام کے نسب کی طہارت کا ذکر ہے۔

۲۔قرآن کی آیتوں میں تعارض پیدا کرنے والا ہے۔

۳۔بے لگام ہے۔

۴۔بے ادب ہے۔

۵۔مفتری ہے۔

انبیآء علیہم السلام کے نسب پر سر عام طعن کرنے والا ہے۔

پھر اسی کتاب کے ص ۵۷ پر ہے کہ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضرت آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد کہتے ہیں۔تو اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مفتی حنیف قریشی صاحب ان پانچوں فتوؤں کا ہار بنا کر علامہ سیوطی کے گلے میں ڈالتے مگر چونکہ اس طرح کرنے پر روٹیوں کی جگہ جوتیاں ملتیں اس لئے کہنے لگے۔

''معترض صاحب نے آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد ثابت کرنے کیلئے جلالین کا حوالہ نقل کیا اور حاشیہ نے ہی بتادیا کہ امام سیوطی آزر کو ابرہیم علیہ السلام کا چچا کہتے ہیں تو ایک ہی شخص کیلئے دو قول ھو لقبہ و اسمہ تارخ و ان آزر عم ابراھیم کا اثبات ہوا یعنی امام سیوطی ایک طرف تو آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا چچا کہہ رہے ہیں اور دوسری طرف کہہ رہے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد کا لقب ہے تو آپ کے دو اقوال میں تعارض آیا اور ہر دو کا

احتمال تواذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب احتمال آئے تواستدلال باطل ہو جاتا ہے لہٰذا معترض کا استدلال باطل ہوا۔ (ص ۵۷)

توجناب اگر بقول آپ کہ اگر ایک گستاخ رسول کو اذا جاء الاحتمال کے اصول کے تحت چھوٹ دیجاسکتی ہے تو دوسروں کیلئے یہ اصول کیوں نہیں؟؟ یعنی آپ لوگ مانتے ہیں کہ حضرت نانوتوی نے ختم زمانی کا اقرار کیا ہے پر تحذیر الناس میں انکار تو دو اقوال میں تعارض آیا اور ہردو کا احتمال لہذا اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

یادرہے کہ یہ صرف الزامی جواب ہے"۔ [1]

الجواب: موصوف کے اس استدلال نے یہ ثابت کردیا کہ وہ تھانوی جی کے حصے میں آنے والے احمقوں میں سے ایک بڑے احمق ہیں اس لئے موصوف نے اپنے زعم میں یہ الزامی جواب لکھا۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے والد کے نام میں اختلاف ہے، اور حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کے دو قول اس مسئلہ میں موجود ہیں اور ان دونوں میں تعارض ہے، اب اگر کوئی شخص اپنے مدعی پر کوئی ایک قول کو اختیار کرتا ہے اور دُوسرے کو ترک کرتا ہے تو اس کیلئے معقول وجہ ہونی چاہیے کہ ایک ہی عالم کے دو متعارض اقوال میں سے ایک قول کو قبول کرلیا اور ایک قول کو چھوڑ دیا تو اس کی وجہ کیا ہے؟

اور اگر مخالف ضدی ہو اور اپنے قول پر بضد ہو، کوئی وجہ بھی نہیں بتارہا یا کوئی قرینہ موجود نہیں جس میں سے ایک کو راجح اور ایک کو مَرجُوح قرار دیا جائے یا ایک قول کے مختار ہونے کا پتہ چلے یا کوئی ایسا سبب یا دلیل موجود نہیں جس سے ترجیح دی جاسکے تو پھر بوجہ احتمال استدلال باطل ہوگا۔ کیا یہ قاعدہ قاسم نانوتوی صاحب کے اقوال پر منطبق ہوسکتا ہے؟۔

---

[1] دفاع، ج1 ص 704-703، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

تو اس کیلئے گزارش یہ ہے کہ قاسم نانوتوی صاحب کے اقوال ''تحذیر الناس'' کفریہ ہیں، جن میں ختم نبوت کا اِنکار موجود ہے،اور دیوبندی کہتے ہیں کہ قاسم نانوتوی صاحب کے دُوسرے اقوال بھی موجود ہیں جن میں ختمِ نبوت کا اقرار ہے ،جبکہ دیوبندی اقوالِ ''تحذیر الناس'' کو کُفریہ ماننے کیلئے تیار ہی نہیں، اس لئے وہ **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** سے استدلال نہیں کر سکتے۔

اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ'' تحذیر الناس'' میں ختم نبوت کا اِنکار کر کے اُس نے (دیوبندیوں کے مذعومہ اقرار ختم نبوت) پر پانی پھیر دیا۔لہٰذا اب کوئی احتمال ہی نہ رہا، اس لئے موصوف کا یہ الزامی جواب دُرست نہیں بلکہ جہالت کا پلندہ ہے۔

اور پھر **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** کا کلیہ تو دیوبندیوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے، کیا موصوف اس قاعدے کی وجہ سے قادیانیوں کو یہ سہولت دیں گے کہ مرزا قادیانی کے ختمِ نبوت کے بارے میں متعارض اقوال ہیں، اس لئے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے قاعدے سے ان اقوال سے اُس کے کفر پر استدلال باطل ہے۔
اگر نہیں دیں گے تو پھر اَز رُوئے جہالت اس کو الزامی جواب کے طور پر کیوں پیش کر رہے ہیں؟

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''بریلوی اشرف العلماء مولوی اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

''اپنے اپنے عقیدے کی تشریح کا حق متعلقہ فریق کو ہوتا ہے دوسرا فریق ان کے متعلق قطعاً یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے''۔(تنویر الابصار:ص ۷:ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

اللہ اکبر! قارئین کرام! دیکھا اللہ نے کس طرح حق بات بریلوی مصنف کے قلم سے نکلوادی حقیقت یہ ہے کہ بریلوی حضرات سے ہمارا اختلاف ہی یہی ہے کہ وہ ہمارے عقائد کی

تشریح اپنے من مانے مطلب کے مطابق کرتے ہیں اور پھر وہ عقائد جنہیں ہم بھی کفر کہتے ہیں ہماری طرف زبردستی منسوب کر کے کہتے ہیں کہ تم لاکھ بار کہو کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے، ہم نہیں مانتے بلکہ ہمارے نزدیک تمہارا عقیدہ وہی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں لہٰذا اس سے توبہ کرو۔

ہم بریلوی حضرات سے گزارش کرنا چاہیں گے کہ اس اصول کی روشنی میں حضرت نانوتوی ۔۔اور ہمارا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ ہم نبی کریم علیہ السلام کو اللہ کا آخری نبی مانتے ہیں اور آپ کے بعد کسی بھی مدعی نبوت کو کافر جانتے ہیں یہی ہمارا عقیدہ ہے جسے ہم نے بدلائل ثابت بھی کر دیا ہے لہٰذا اب بریلوی حضرات کو قطعاً یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کہیں کہ نہیں معاذ اللہ تمہارا عقیدہ تو یہ ہے کہ تم نبی کریم ﷺ کے ختم نبوت کے منکر ہو''۔ [1]

الجواب: ہم نے تمہیں تمہارے عقیدہ کی تشریح سے کب روکا ہے، بالکل اپنے عقیدے کی تشریح کریں، مگر آپ نے اپنے عقیدے کی کیا تشریح کرنی ہے، تمہارے اکابر میں سے قاسم نانوتوی صاحب نے تمہارے عقیدۂ ختم نبوت کی تشریح کر دی ہے کہ تمارے نزدیک آیتِ ''ختم نبوت'' کا معنٰی ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت کسی اور سے مستفاد نہیں، اور اَوروں کی نبوت حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے مستفاد ہے۔

تمہارے نزدیک اگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد دُوسرا نبی آجائے تو خاتمیتِ محمدی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

قُرآنِ حکیم کے اُٹھ جانے کے بعد والے عرصے میں دُوسرا نبی آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو باعتبارِ زمانہ آخری نبی ماننا سطحی نظر والوں کا خیال ہے۔

پھر بھی کہہ رہے ہو کہ تمہارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔تمہارے عقیدے کی

---

[1] دفاع، ج1 ص705، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

تشریح تو تمہارے بڑوں نے کردی، ہم تھوڑا ہی تمہارے عقیدے کی تشریح کر رہے ہیں بلکہ تمہارے بڑوں نے جو تشریح لکھی ہے وہ آپ لوگوں کو بتا رہے ہیں۔ مگر موصوف کو اپنے اکابر کی تشریحات پسند نہیں آ رہی ہیں اور وہ من مانی تاویلات و تشریحات کر رہے ہیں جن کا ان کے بڑوں کی عبارات سے کوئی تعلق نہیں۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی شریف سے استدلال کی کوشش

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

عارف باللہ حضرت مولانا رومیؒ آج سے کئی سو سال پہلے ''خاتم النبیین'' کا یہ مطلب بیان کر چکے ہیں جو حضرت نانوتوی نے بیان کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

بہرایں خاتم شدست او کہ بجود
مثل اونی بود و نی خواہند بود
چونکہ در صنعت بر د ادوست
نی تو گوئی ختم صنعت برتو است

(مثنوی مولانا روم، دفتر ششم: ص ۱۰ طبع نولکشور پریس، وص ۱۸، ۱۹ محمود المطابع کانپور ۱۳۲۱ھ)

ترجمہ: اسی لئے وہ خاتم بنے کیونکہ فیض رسانی میں نہ کوئی آپکا مثل ہوا اور نہ آئندہ آپ کے مثل ہوں گے جب کوئی استاد کاریگری میں بازی لے جاتا ہے کیا تو نہیں کہتا کاریگری اسی پر ختم ہے۔

یعنی آپ کے خاتم اسی لئے ہوئے کہ فیض رسانی میں نہ کوئی آپ کا مثل ہوا اور نہ آئندہ آپ کا مثل ہونگے یعنی آپ کا لقب خاتم بوجہ ختم زمانی کے تو ہے ہی لیکن اس میں منحصر نہیں بلکہ

اس وجہ سے بھی ہے کہ آپ پر کمالات ختم ہوئے۔

بتائے خاتم کے اس معنی میں جو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار میں بیان کئے، اور حضرت نانوتوی۔۔۔کے بیان کردہ معنی میں کیا فرق ہے؟"۔[1]

الجواب: حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریے کو قاسم نانوتوی صاحب کے مطابق قرار دینا سراسر جھوٹ ہے، خود قاسم نانوتوی صاحب بھی معترف ہیں کہ جو بات انہوں نے کہی ہے وہ کسی نے نہیں کہی، چنانچہ نانوتوی جی لکھتے ہیں کہ:

"اگر بوجہ کم اِلتفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہونچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آ گیا اور کسی نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہوگیا۔

گاہ باشد کہ کودکے نادان بغلط بر ہدف زند تیرے

ہاں بعد وضوح حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات میں نے کہی اور وہ اگلے کہہ گئے تھے میری نہ مانیں اور وہ پرانی بات گائے جائیں تو قطع نظر اس کے کہ قانون محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بہت بعید ہے"۔[2]

اس میں قاسم نانوتوی صاحب نے صراحت کی ہے کہ جو مضمون اُنہوں نے لکھا ہے اس کی جانب بڑوں بڑوں کا فہم نہیں گیا، قاسم نانوتوی صاحب تو خود تسلیم کر رہے ہیں کہ کسی کا فہم اس جانب نہیں گیا مگر موصوف قاسم نانوتویصاحب اور حضرت مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات کو باہم ملانا چاہتے ہیں۔

اور حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی نے بھی اعتراف کیا ہے کہ:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ماننے والا اور آپ کی خاتمیت کا ثبوت دینے والا مولانا۔۔۔کے برابر اس آخیر زمانے میں تو کوئی ہوا ہی نہیں، علمائے سابقین میں بھی

---

[1] دفاع، ج1 ص706-705، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[2] تحذیر الناس، ص26، راشد کمپنی، دیوبند

کوئی مشکل سے نکلے گا''۔[۱]

دیکھیں ٹانڈوی صاحب تو اعتراف کر رہے ہیں کہ نانوتوی صاحب نے جو لکھا ہے وہ علماء سابقین میں بھی بمشکل کسی کا ایسا نظریہ ہوگا، مگر موصوف مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اور قاسم نانوتوی صاحب کے نظریے کو ایک جیسا قرار دے رہے ہیں، یہ سفید جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد اگر بالفرض کوئی اور نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ یا ''خاتم النبیین'' کا مطلب باعتبارِ زمانہ آخری نبی قرار دینا سطحی نظر والوں کا خیال ہے، وغیرہ وغیرہ۔ دیوبندی موصوف تو خاتم کا معنیٰ لکھ رہے ہیں کہ:

''یعنی آپ کا لقب خاتم بوجہ ختم زمانی کے تو ہے ہی''۔[۲]

لیکن نانوتوی صاحب کہتے ہیں کہ:

''وہ (صاحب تحذیرُ لفظِ) خاتم کو زمانی اور قید مکانی سے مبراء سمجھتے ہیں''۔[۳]

نانوتوی صاحب تو خاتم کو بوجہ ختم زمانی ماننے کے لئے تیار ہی نہیں، دیوبندی موصوف خواہ مخواہ ان کے دفاع میں آپے سے باہر ہو رہے ہیں بلکہ نانوتوی صاحب تو حضرت امام بخاری رحمہ اللہ (صاحبِ صحیح) پر بھی الزام لگا رہے ہیں کہ:

''امام بخاریؒ کا اس حدیث کو باب خاتم النبیین میں لانا اہل فہم کے نزدیک اس جانب مشیر ہوگا کہ ان کے نزدیک لفظ خاتم النبیین خاتمیت مرتبی پر دلالت کرتا ہے''۔[۴]

---

[۱] الشہاب الثاقب، ص69، کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی دیوبند ضلع سہارنپور

[۲] دفاع، ج1 ص706، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[۳] تنویر النبر اس معہ ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس، ص33، طبع اوّل: ۲۰۱۵ء

[۴] تنویر النبر اس علیٰ من انکر تحذیر الناس، ص40، طبع ثانی: مئی ۲۰۱۶ء

علّامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اسی طرح علامہ خفاجی اپنی کتاب ''شرح نسیم الریاض'' میں فرماتے ہیں:

انی عبداللہ و خاتم النبیین و خاتم بکسر التاء و فتحھا اخرھم و من بہ کمالھم

(شرح نسیم الریاض: ج ۳ ص ۱۳۱۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

ترجمہ: خاتم تا کے کسرے اور فتحہ کے ساتھ بمعنی نبیوں کے آخر اور وہ ذات جس پر تمام نبیوں کا کمال ختم ہو گیا۔

یعنی ''خاتم'' کو دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں ایک تو تا کے کسرے کے ساتھ اس صورت میں معنٰی ہوگا کہ جو تمام انبیاء کے آخر میں آنے والے ہیں مگر اسی خاتم سے ایک اور معنی بھی مفہوم ہوتا ہے جب آپ اس کو بفتح التا پڑھیں تو اس صورت میں معنی ہوگا کہ آپ ﷺ نبوت کے اعتبار سے تو آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی تو نہیں آئے گا مگر ایک معنی یہ بھی ہے کہ جتنے بھی انبیاء علیہم السلام ہیں ان تمام کے کمالات آپ پر آ کر ختم ہو جاتے ہیں''۔[1]

الجواب: موصوف نے اَز رُوئے جہالت اس عبارت کو سمجھنے میں بھی غلطی کی ہے، علّامہ خفاجی خاتم النبیین کے معنی نہیں بلکہ لفظ خاتم کی لغوی تشریح فرما رہے ہیں، مگر موصوف نے اس لفظ ''خاتم'' کو ''خاتم النبیین'' کا مفہوم سمجھ لیا ایسا نہیں ہے۔

دیوبندی مفتی اعظم محمد شفیع صاحب نے تو ''خاتم'' کے سات معانی لکھے ہیں، پھر کیا ساتوں معنٰی مراد ہیں ہوں گے، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''اور جب آیت میں زیر اور زبر دونوں قرأتیں موجود ہیں تو ضروری ہے کہ ہم ''خاتِم''

[1] دفاع، ج1 ص706، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

بالکسر اور" خاتَم " بالفتحہ دونوں لفظوں کی مفصل شرح ناظرین کے سامنے پیش کریں، وہو ہٰذا۔

یہ دونوں لفظ کلامِ عرب میں چند معانی کیلئے مستعمل ہوتے ہیں جن کو ذیل میں ایک نقشہ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

لفظ	لفظ	نمبر شمار	معانی	حوالہ کتب لغت
خاتم بالفتح	خاتم بالکسر	1	نگینہ مہر جس پر نام وغیرہ کندہ کئے جاتے ہیں	لسان العرب، تاج العروس صحاح جوہری قاموس
خاتم بالفتح	خاتم بالکسر	2	انگشتری یعنی انگوٹھی، مثلا خاتم ذہب یعنی سونے کی انگوٹھی	لسان العرب، تاج العروس صحاح وغیرہ
خاتم بالفتح	خاتم بالکسر	3	آخرقوم بھی اکثر مستعمل ہے	قاموس، تاج العروس، منتہی الادب
خاتم بالفتح	خاتم بالکسر	4	گھوڑے کے پاؤں میں تھوڑی سے سفیدی ہواس کو بھی خاتم کہتے ہیں	ایضاً
خاتم بالفتح	خاتم بالکسر	5	گدی کے نیچے جو گڑھا ہے اس کو بھی خاتم کہتے ہیں	ایضاً
--	خاتم بالکسر فقط	6	بمعنی اسم فاعل، کسی چیز کو ختم کرنے والا	ایضاً
بالفتح فقط		7	مہر کا جونقش کاغذ وغیرہ پراتر آتا ہے	لسان العرب وغیرہ

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں لفظ سات معانی میں مستعمل ہوتے ہیں، جن میں اول کے پانچ دونوں میں مشترک ہیں اور نمبر ۶ فقط خاتم بالکسر کے ساتھ مخصوص ہے، اور

نمبر ۲ خاتَم بالفتح کے ساتھ خاص ہے۔

اس کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ آیتِ مذکورہ میں خاتِم بالکسر کے چھ معنوں میں کون سے معنی ہو سکتے ہیں؟اور خاتم بالفتح کے چھ معنوں میں سے کون سے؟

سو یہ بھی ظاہر ہے کہ پہلے اور دوسرے معنی یعنی نگینہ مہر اور انگشتری آیت میں کسی طرح حقیقت کے اعتبار سے مراد نہیں ہو سکتے ،اور باجماع علمائے لغت اور باتفاق عقلائے دنیا جب تک حقیقی معنی درست ہو سکیں ،اس وقت تک مجازی کو اختیار کرنا باطل ہے،لہٰذا پہلے اور دوسرے معنی ہرگز مراد نہیں۔

چوتھے پانچویں معانی کا تو آیت میں کسی انسان کو وہم بھی نہیں ہوسکتا ،کیونکہ وہ اس آیت میں نہ حقیقیۃً درست ہیں نہ مجازاً۔

اسی طرح ساتویں معنی یعنی مہر کا نقش ،یہ بھی حقیقی معنی کے لحاظ سے آیت میں مراد نہیں ہو سکتے ،اور مجازی معنی مراد لینے کی کوئی وجہ نہیں۔

ولہٰذا اب صرف دو احتمال باقی ہیں ،تیسرے معنی یعنی آخرِ قوم اور چھٹے معنی یعنی ختم کرنے والے ،اور یہ دونوں معنی بِلا تکلف آیت میں حقیقت کے اعتبار سے درست ہیں۔صرف اتنا فرق ہے کہ ان میں سے پہلے معنی دونوں قراءتوں یعنی خاتِم بالکسر اور خاتَم بالفتح پر درست ہیں ،اور دوسرے معنی صرف خاتِم بالکسر کے ساتھ مخصوص ہیں۔

الحاصل لفظ خاتم کی دونوں قراءتوں اور ان کے معانی لغویہ پر مفصل بحث کا نتیجہ انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین کرام نے یہ نکال لیا ہوگا کہ اگر قرآن وحدیث کی تصریحات اور صحابہ وتابعین کی تفاسیر اور آئمہ سلف کی شہادتوں سے بھی قطع نظر کر لی جائے اور فیصلہ صرف لغت عرب پر رکھ دیا جائے تب بھی لغت عرب یہ فیصلہ دیتی ہے کہ آیتِ مذکورہ کی پہلی قراءت پر دو معنی ہو سکتے ہیں ،آخر النبیین اور نبیوں کے ختم کرنے والے ،اور دوسری قراءت پر ایک معنی ہو سکتے

ہیں یعنی آخر النبیین''۔[1]

لہٰذا موصوف کا علّامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو پیش کرنا بے سُود ہے، اور کسی طرح بھی اس سے نانوتوی جی کے نظریات کی تائید نہیں ہوتی۔

حکیم ترمذی رحمہ اللہ کی عبارت

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''حکیم ترمذیؒ لکھتے ہیں: فاتوا محمدا فهو خاتم النبيين ومعناه عندنا ان النبوة تمت باجمعها لمحمد ﷺ فجعل قلبه لكمال النبوة وعاء عليه ثم ختم۔ (ختم الاولیاء: ص ۳۱)[2]

الجواب: موصوف نے جو عبارت ذِکر کی ہے اُس کا بھی نانوتوی صاحب کی عبارت سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ حکیم ترمذی علیہ الرحمۃ اس عبارت سے پہلے لکھتے ہیں کہ:

"فجمع الله تعالى اجزاء النبوة لمحمد صلى الله تعالى عليه وسلم وتممها له وختم عليها بختمة فلم تجد نفسه ولا عدوه سبيلا الى ولوج موضع النبوة"۔[3]

''اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کیلئے تمام اجزائے نبوت کو جمع فرمایا اوران کو آپ علیہ الصلوۃ والسلام پر تمام فرمادیا اور پھر اپنی مہر لگادی، پس اب کسی نفس کو اس موضع ختم نبوت میں گھسنے کی گنجائش نہیں''۔

مگر نانوتوی صاحب تو کہہ رہے ہیں کہ اگر نبی پیدا ہو جائے تو ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں

---

[1] ختم نبوت، ص74-75-76، مکتبہ معارف القرآن، کراچی

[2] دفاع، ج1 ص706، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[3] ختم النبوة، ص30، وفی نسخة: ص340، المطبعة الكاثوليكية، بيروت

پڑے گا۔

موصوف نے حکیم ترمذی رحمہ اللہ کی جو عبارت نقل کی ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام بروزِ محشر فرمائیں گے کہ تم حضورِ اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس جاؤ وہ آخری نبی ہیں، اس کا مفہوم ہمارے نزدیک یہ ہے کہ بے شک نبوۃ تمام اجزاء کے ساتھ حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر اختتام پذیر ہوگئی۔ آپ کا دل مبارک کمالِ نبوۃ کا برتن ہے اور اس پر اختتام نبوت کی مہر لگا دی گئی ہے۔

دیکھیں اس سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ حضورِ اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد اب کسی کو نبوت نہیں مل سکتی، آپ کی آمد سے سلسلہ نبوت اختتام کو پہنچ گیا، آپ آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی دُوسرا نبی نہ ہوگا۔ اس عبارت میں نانوتوی صاحب کی کہاں سے حمایت ہو رہی ہے؟

علامہ شیخ عبدالکریم جیلی رحمہ اللہ کی عبارت

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"شیخ عبدالکریم جیلیؒ متوفی ۸۰۵ھ لکھتے ہیں: فکان خاتم النبیین لانہ لم یدع حکمۃ ولا ھدی ولا علما ولا سرا الا قد نبہ علیہ واشار الیہ قدر مایلیق بالنبیین لذالک السر اما تصریحا واما تلویحا واما اشارۃ واما کنایۃ واما استعارۃ واما محکما واما مفسرا واما موولا واما متشابھا الی غیر ذالک من انواع الکمال البیان ۔فلم یبق لغیرہ مدخلا فاستقل بالامر وختم النبوۃ لانہ ماترک شیئا یحتاج الیہ الا وقد جاء بہ، فلا یجد الذی یاتی بعدہ من الکمل شیئا مما ینبغی انہ ینبہ علیہ الا وقد فعل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذالک فیتبعہ ھذا الکامل کما نبہ علیہ ویصیر تابعا فانقطع حکم النبوۃ التشریع بعدہ، وکان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین لانہ جاء بالکمال ولم یجیء احد بذالک۔ (الانسان الکامل فی معرفۃ الاواخر والاوائل، ص ۱۱۹، ۱۲۰، دارالکتب

العلمیۃ بیروت)''[1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے یہ اعتراض کرنے سے قبل اپنے گھر کی کتاب نہیں پڑھی، انہی کے محمد نافع دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

شیخ سید عبدالکریم پر غلط اِلزام اور اُس کا جواب

قادیانی شیخ سید عبدالکریم جیلی پر الزام لگاتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے لکھا ہے۔

فانقطع حکم نبوۃ التشریع بعدہ و کان محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین۔

ترجمہ: تشریعی نبوت کا حکم آنحضرت ﷺ کے بعد ختم ہو گیا، پس اس وجہ سے آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہوئے (الانسان الکامل باب ۳۶) (بحوالہ احمدیہ پاکٹ بک ص ۴۴۴ طبع قدیم)

جواب: شیخ عبدالکریم جیلی کی عبارت پہلے تحریر کی جاتی ہے جس سے مذکورہ عبارت کا پس منظر معلوم ہو جائے گا۔

"قال اللّٰہ تعالی"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی"ولم تنزل ھذہ الآیۃ علی نبی غیرمحمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولو نزلت علی احد لکان ھو خاتم النبیین و ما صح ذالک الا لمحمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم فنزلت علیہ فکان خاتم النبیین لانہ لم یدع حکمۃ ولا ھدًی ولا علما ولا سراًالا وقد نبہ علیہ واشار الیہ علیٰ قدر مایلیق بالنبیین لذالک السر اما تصریحاً واما تلویحاً واما اشارۃً واما کنایۃً واما استعارۃً واما محکما واما مفسراً واما مؤولا واما متشابھا الیٰ غیر ذالک من انواع کمال البیان۔ فلم یبق لغیرہ مدخلاً فاستقل بالامر وختم النبوۃ لانہ ما ترک

---

[1] دفاع، ج1 ص706-707، مکتبہ ختم نبوۃ پشاور

شيئا يحتاج اليه الا وقد جاء به،فلا يجد الذی ياتی بعده من الكمل شيئا مما ينبغی انه نبه عليه الا وقد فعل صلی اللّٰه عليه وسلم ذلک فيتبعه هذا الكامل كما نبه عليه ويصير تابعا فانقطع حكم النبوة التشريع بعده،وكان محمدصلی اللّٰه عليه وسلم خاتم النبيين لانه جاء بالكمال ولم يجیء احد بذالک۔

(الانسان الکامل فی معرفۃ الاواخر والاوائل، تالیف الشیخ عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی الجزء الاول ص ۱۱۱۵ الباب السادس والثلاثون فی التوراۃ)

ترجمہ:''اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتی''یہ آیت حضور علیہ السلام کے علاوہ کسی نبی پر نازل نہیں ہوئی، اگر کسی اور نبی پر نازل ہوتی تو وہ خاتم النبیین ہوتے اور یہ بات حضور علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کیلئے درست نہیں ہے۔ پس ان پر یہ آیت نازل ہوئی اور وہ خاتم النبیین ٹھہرے اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے کوئی حکمت ہدایت، علم اور راز نہیں چھوڑا مگر اس پر تنبیہ کر دی اور اس کی طرف اتنا اشارہ کر دیا جتنا کہ انبیاء کی شان کے لائق ہوتا ہے تصریح، تلویح، اشارہ، کنایہ، استعارہ، محکم، مفسر، موول اور متشابہ وغیرہ علم بیان کی مختلف انواع سے۔۔۔۔پس حضور علیہ السلام نے کسی غیر کے لئے داخلہ کی گنجائش نہیں چھوڑی پس آپ اس امر میں مستقل ٹھہرے اور نبوت کو ختم کر دیا اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے کوئی ضرورت کی چیز نہیں چھوڑی مگر اس کو لے آئے۔ پس آپ کے بعد کاملین کوئی قابل رہنمائی چیز نہیں پاتے مگر آپ نے اس کی رہنمائی کر دی ہے پس یہ کامل، اس کی پیروی کریں گے جیسا کہ اس پر تنبیہ کی گئی ہے اور وہ تابع ہوں گے پس تشریعی نبوت کا حکم آپ کے بعد ختم کر دیا گیا اور حضور علیہ السلام آخری نبی قرار پائے اس لئے کہ آپ کمال لے کر آئے جو کہ کوئی دوسرا نبی نہ لا سکا۔

مذکورہ عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام ایک ایسی جامع شریعت لے کر آئے ہیں

جو ہر اعتبار سے مکمل ہے۔ اگر دوسرے انبیاء کرام پر ایسی شریعت نازل ہوتی تو وہ آخری نبی ہوتے لیکن ایسی جامع شریعت صرف حضور علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے اس لئے آپ ہی آخری نبی ہیں کوئی اور نہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ علامہ عبدالکریم جیلی نے بات ہی شریعت کے حوالہ سے کی ہے کسی اور اعتبار سے نہیں کی اس لئے اگر انہوں نے کہہ دیا کہ حضور علیہ السلام کی شریعت آخری شریعت ہے۔ آپ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہ آئے گا تو بتائیں کہ انہوں نے کیا غلطی کی؟ کیا حضور علیہ الصلوۃ والسلام خاتم الشرائع نہیں ہیں؟''۔ [1]

لہٰذا موصوف نے بھی قادیانیوں کی رَوِش پر چلتے ہوئے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

علّامہ قسطلانی رحمہ اللہ کی عبارت

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''علامہ قسطلانی رحمہ اللہ متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

خاتم المرسلین ذکر العلماء فی حکمه کونه خاتم النبیین والمرسلین اوجها منها ان یکون الختم بالرحمة واراد اللہ ان لا یطول مکث امته تحت الارض اکراما له''. (شرح مواہب اللدنیہ ج ۴ ص ۱۸۵، ۱۸۶ فی ذکر اسمائہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت) [2]

الجواب: اس عبارت کا بھی نانوتوی صاحب کی کُفریات سے کوئی تعلق نہیں اس لئے کہ اس عبارت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو آخری نبی بنا کر بھیجا تو اس میں کون سے حکمتیں پوشیدہ ہیں، ہر ایک عالم نے اپنے اپنے فہم وعلم کے مطابق اُن حکمتوں کو بیان کیا ہے۔ ایک حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ

---

[1] مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین، ص 143-144-145، دارالکتاب، لاہور۔

[2] دفاع، ج 1 ص 707، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

(۱)ختم رحمت کیساتھ ہو(۲) اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ آپ کی اُمت کا زمین پر ٹھہرنا طویل مُدت کیلئے نہ ہو، یہ بھی آپ کی تکریم وتعظیم کے باعث تھا۔ بتائیں اس میں کون سی بات ایسی ہے جس سے قاسم نانوتوی صاحب کی عبارت کی تائید ہوتی ہو، موصوف نے خواہ مخواہ گمراہ کرنے کیلئے یہ عبارت ذکر کردی ہے۔

علّامہ محمد بن یوسف صالحی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''امام محمد بن یوسف صالحی متوفی ۹۴۳ھ لکھتے ہیں:

''الخاتم بفتحھا ذکرھا ونقل ذالک عن ضبط ثعلب وکذا فی المھمات لابن عساکر قال: واما الخاتم بالفتح فعمناہ انہ احسن الانبیاء خلقا وخلقا ولانہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمال الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کالخاتم الذی یتجمل بہ''۔(سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج۱ ص ۵۵۸ مطبوعہ قاہرہ)[1]

الجواب: علّامہ صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَسمائے مبارک ذِکر کئے ہیں، اورآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارک ذِکر کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء میں سے ایک اسم ''الخاتم'' بھی ذکر کیا ہے، پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس نام کا مطلب بھی لکھا کہ جو خُلق اور خَلق کے اعتبار سے تمام انبیاء میں حسین ہو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کی خُوبصورتی ہیں، جیسے وہ انگوٹھی جس کے ساتھ خُوبصورتی اختیار کی جاتی ہے۔

اس عبارت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک ''خاتم'' کی تشریح ہورہی ہے، نا کہ آیتِ کریمہ کا مطلب بتایا جارہا ہے، مگر موصوف اپنی جہالت میں تھانوی جی سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں۔

---

[1] دفاع، ج1 ص707، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

امامُ المتکلّمین حضرت مولانا نقی علی خان علیہ الرحمۃ کی عبارت

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''نقی علی خان والد احمد رضا خان لکھتا ہے:

''اور آخر النبیین اور خاتم النبیین بھی ہیں اور جو اس لفظ کو بموجب قرات عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے خاتم النبیین بفتح تا پڑھیں تو ایک اور خاصہ آپ کا ثابت ہوتا ہے''۔(انوار جمال مصطفی ص ۲۶۳)''۔[1]

الجواب: یہ عبارت بھی موصوف کو مفید نہیں اس لئے کہ اِس عبارت میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آپ ﷺ کو آخری نبی ماننا سطحی نظر والوں کا خیال ہے، یا آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی ﷺ میں کوئی فرق نہیں آئے گا، ایسی کوئی بات موجود نہیں، موصوف نے صرف رُعب بڑھانے کیلئے اِس حوالے کو ذکر کیا ہے تاکہ عوام مرعوب ہو جائیں ورنہ اِس حوالے کا نانوتوی جی کے مؤقف سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔

عید میلاد النبی ﷺ کا بنیادی مقدمہ کی عبارت

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''بریلوی مفتی اعظم افغانستان لکھتا ہے:

''یعنی جو بھی رتبہ عالم امکان میں تھا آپ ﷺ پر ختم کر دیا گیا، اور ہر وہ نعمت جو خداوند تعالٰی نے اپنی مخلوق کیلئے مقدر کر رکھی تھی آپ ﷺ پر تمام و کامل کر دی گئی اس لئے آپ کو خاتم النبیین بنایا''۔(عید میلاد النبی ﷺ کا بنیادی مقدمہ، ص ۳۹)

---

[1] دفاع، ج1 ص707، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اس عبارت میں بھی آپ ﷺ کو رُتبی اعتبار سے خاتم النبیین مانا گیا اس کتاب پر شاہ تراب الحق قادری اور پروفیسر مسعود احمد کی تقاریظ ثبت ہیں"۔[1]

الجواب: موصوف نہ جانے کیا اس بات سے ثابت کرنا چاہتے ہیں، عبارت کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ مفتی صاحب یہ بیان کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم ﷺ کو سب سے آخر میں کیوں بھیجا اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں، جو رُتبہ بھی عالم اِمکان میں تھا آپ ﷺ پر ختم کردیا گیا اور ہر نعمت آپ ﷺ پر تمام وکامل کردی گئی۔

اس سے نانوتوی صاحب کی مزعومہ تقسیم نبوت بالذات ونبوت بالعرض کہاں سے ثابت ہوتی ہے؟ اور اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ماننا عوام کا خیال ہے اور اہل فہم کا یہ عقیدہ ونظریہ نہیں، نعوذ باللہ، یہ باتیں ہرگز محولہ عبارت میں نہیں ہیں موصوف نے شاید بھنگ پی رکھی ہے اس لئے اس طرح کے جاہلانہ اعتراض کررہے ہیں۔

کتاب "افضل الرسل ﷺ" کا حوالہ

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"پیر محمد حسین شاہ علی پوری ابن پیر جماعت علی شاہ لکھتا ہے: آنحضرت کا خاتم النبیین ہونا اس امر کو واضح کررہا ہے کہ نبوت کا ختم ہونا اس کے کمال کی نشانی ہے یعنی نبوت میں جن اوصاف حسنہ اور اخلاق حمیدہ کی کمی رہ گئی تھی ان کو ہمارے نبی اکرم ﷺ نے تشریف لا کر پورا کردیا۔ (افضل الرسل ﷺ ص ۱۳۳۔ انجمن خدام الصوفیہ ڈسکہ)

اس عبارت میں بھی نبی اکرم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کو صرف زمانی کے بجائے کمالات کے اعتبار سے مانا گیا ہے"۔[2]

الجواب: یہ بھی موصوف کی جہالت ہے کہ وہ اِس عبارت کو قاسم نانوتوی صاحب کی

---

[1] دفاع، ج1 ص707، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص708، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

مزعومہ تقسیم کا مؤید سمجھ رہے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ کا سب سے آخر میں تشریف لانا ہمارا ایمان ہے، اخلاقِ حمیدہ و اوصافِ حسنہ کی تکمیل کرنا، اللہ تعالیٰ کا حضورِ اکرم ﷺ پر نعمتوں کا تمام کردینا، یہ تمام باتیں مسلم مگر اِن عبارات میں قاسم نانوتوی صاحب کی تقسیم کہاں موجود ہے، ذرا موصوف وہ بھی تو بیان کردیں۔

سرخی "بریلوی علماء کے فتاویٰ جات" اور اُس کا جواب

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

"تبسم شاہ بخاری لکھتا ہے:

قرآن حکیم نے جب خاتم النبیین فرمادیا تو آیت آپ کے آخری نبی ہونے میں نص قطعی ہو گئی آخری نبی کا معنی خود حضور ﷺ نے بتایا صحابہ کرام تابعین اور تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا عقیدہ ایمان اسی پر رہا اسی پر رہے گا جملہ آئمہ کرام مفسرین و محدثین نے قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی بتایا کہ خاتم بمعنی آخری نبی ہے اسی پر اجماع ہے اور اسی پر تواتر ثابت ہے اس معنی میں نہ کوئی تاویل مانی جائے گی نہ کوئی تخصیص بلکہ تاویل و تخصیص کرنے والا بھی خارج از اسلام ہوگا اور سمجھ بوجھ کر بھی ایسے کافر کے کفر میں شک کرنے والا اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ (ختم نبوت اور تحذیر الناس، ص ۲۳)

شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

"حضور اقدس ﷺ نے اور صحابہ کرام نے اور سلف وخلف پوری امت نے خاتم النبیین کے معنی صرف آخر الانبیاء بتایا یعنی حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں یا حضور اقدس ﷺ کے زمانے کے بعد کسی کو بھی منصب نبوت نہیں مل سکتا اور کوئی نبی نہیں ہوسکتا وہ بھی اس قید کیساتھ کہ اس میں نہ تو کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی تصریحیں فرمادیں کہ اگر کوئی اس میں کسی قسم کی تاویل یا کوئی تخصیص کرلے تو وہ کافر ہے"۔ (مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا مندرجہ دیوبندیوں سے لاجواب سوالات ص ۶۸)

ماقبل میں جن علماء نے خاتم کا معنی آخری نبی کے علاوہ دیگر بھی کئے وہ ان فتاوی کی روشنی میں معاذ اللہ سب کے سب کافر ٹھرے [ٹھہرے] بلکہ احمد سعید کاظمی تو برملا اعتراف کرتا ہے: ''ہاں یہ ممکن ہے کہ لفظ خاتم النبیین کی بے شمار ایسی توجیہات نکلتی ہیں جو اس کے مدلول قطعی معنی متواتر کی موید اور اس کی موافق ہوں کیونکہ قرآن مجید کا ایک ایک حرف مطالب لاتعداد ولاتحصی کا حامل ہے'' (مقالات کاظمی ج ۳۔ص ۳۴۷)''۔[1]

الجواب: یہ تمام حوالے بالکل دُرست ہیں۔اِن میں جو حکم ہے وہ بالکل دُرست ہے، ان باتوں کو تو خُود اکابرین دیوبند نے بھی بیان کیا ہے، چنانچہ دیوبندی مفتی اعظم محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ:

''قرآن مجید وہ کتاب عزیز ہے کہ جس کی ایک ایک ادا پر اہل علم کی جانیں اور اموال قربان ہیں، اور اس کے ہر اشارے پر مسلمانوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں، بہت کافی تھا کہ مسئلہ زیرِ بحث میں بھی ایک اشارہ پر کفایت کرتا، لیکن خدائے علیم وخبیر ہی خوب جانتا ہے کہ کون سا مسئلہ زیادہ قابل اہتمام ہے، اور اس مسئلے کے بیان کی آئندہ ضرورت پڑنے والی ہے، اس نے اپنے ازلی کلام میں اس مسئلہ کا ہر پہلو اس قدر واضح کر دیا کہ کسی مسلمان کو جس کے دماغ میں فہم کا کچھ مادہ اور قلب میں تھوڑا سا خدا کا خوف اور اس کی کتاب کی کچھ عظمت ہو، اس کے لئے کسی قسم کے شک بلکہ تاویل و تخصیص کی بھی گنجائش نہیں چھوڑی''۔[2]

یہی مفتی شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اور لفظ خاتم کے معنی آیت میں آخر اور ختم کرنے والا کے علاوہ ہرگز مراد نہیں بن سکتے''[3]

جبکہ دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

---

[1] دفاع، ج1 ص708، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] ختم نبوت، ص42، مکتبہ معارف القرآن، کراچی

[3] ختم نبوت، ص83، مکتبہ معارف القرآن، کراچی

''ماقبل میں جن علماء نے خاتم کا معنیٰ آخری نبی کے علاوہ دیگر بھی کئے وہ ان فتاویٰ کی روشنی میں معاذ اللہ سب کے سب کافر ٹھہرے''۔ [1]

دیوبندی مفتی اعظم محمد شفیع صاحب تو کہہ رہے ہیں کہ آخر کے علاوہ دُوسرے معنی نہیں ہو سکتے، اگر ماقبل میں آیتِ کریمہ میں دُوسرے معنی کرنے والے بھی ہوتے تو دیوبندی مفتی اعظم محمد شفیع صاحب کیوں اِنکار کرتے؟ اِس کا مطلب یہ ہوا کہ دیوبندی مفتی شفیع جاہل تھا اُس کو ان حوالوں کا پتہ نہیں تھا جن کا موصوف کو پتہ چلا ہے۔

اور یہی مفتی شفیع دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''خلاصہ یہ کہ آیتِ ''خاتم النبیین'' کے معنی جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلائے وہ یہی ہیں کہ آپ [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] سب انبیاء میں آخری نبی اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں، نہ اس میں کسی تشریعی نبی کی تخصیص ہے، اور نہ غیر تشریعی، ظلی بروزی وغیرہ کا استثناء۔ مسلمانو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے اتباع کا دم بھرنے والو! لغت عرب نے آپ کو ان معنوں کی طرف ہدایت کی، خود قرآن کریم نے پکار پکار کر ارشاد فرمایا کہ میری مراد یہ ہے، قرآن عزیز جس مقدس ذات پر نازل ہوا اس نے خود بار بار مختلف مجلسوں میں متعدد بیانات کے ساتھ اس کا اعلان کیا کہ آیت مذکورہ کے یہی معنی ہیں کہ آپ تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں، اور حدیث کے عظیم الشان دفتر میں ایک جگہ بھی تشریعی، غیر تشریعی کی تفصیل نہ فرمائی اور نہ بروزی یا ظلی کا استثناء کیا، پس کیا اس کے بعد بھی آپ کو کوئی شک باقی رہا''۔ [2]

اور مزید لکھتے ہیں کہ:

''الغرض چونکہ قرآن عزیز اور احادیث نبویہ اور اجماع صحابہ اور اقوال سلف نے اس کا قطعی

---

[1] دفاع، ج1 ص709، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] ختم نبوت، ص99، مکتبہ معارف القرآن، کراچی

فیصلہ کر دیا ہے کہ ''خاتم النبیین'' اپنے حقیقی اور ظاہری معنی پر محمول ہے، نہ اس میں کوئی مجاز ہے، نہ مبالغہ اور نہ تاویل و تخصیص، تو اب کسی کو حق نہیں کہ اس لفظ کو ''خاتم المحققین'' وغیرہ الفاظ پر قیاس کر کے اس کی منصوص و منقول تفسیر کو بدلے''۔ [1]

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ آیتِ ''خاتم النبیین'' میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں اور موصوف نے جن حوالوں کا ذِکر کیا ہے اُن کا مقصد بھی ہم نے بیان کر دیا۔ ان بزرگانِ دین نے قُرآنِ حکیم کی اس آیت کے مفہوم میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں کی، موصوف کی غلط فہمی ہے کہ وہ اَز رُوئے جہالت اس کو تاویل و تخصیص سمجھ رہے ہیں، ان بزرگانِ دین نے قُرآنِ حکیم کی اس آیت میں آخری نبی کے مفہوم کو باقی رکھا ہے، کسی قسم کی کوئی تاویل و تخصیص نہیں کی۔

قبلہ کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بالکل دُرست لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ کا مدلُولِ قطعی یہی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ آخری نبی ہیں، باقی اگر کوئی اس معنی کی تائید میں اس معنی کا اِنکار کرنے کے بجائے اور اسے عوام کا خیال بتانے کے بجائے اسی مدلول قطعی، اور اس کے موافق نکات بیان کرتا ہے تو وہ بھی دُرست ہیں۔ لیکن قاسم نانوتوی صاحب نے اس معنی کو عوام کا خیال قرار دے کر مدلول قطعی کا اِنکار کیا ہے، اُس نے جو نکتہ بیان کیا اُس سے تو ختم نبوت کا اِنکار ہوتا ہے۔

حضرت غُلام دستگیر قصُوری علیہ الرحمۃ کی عبارت

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی اپنے مناظر غلام دستگیر قصوری کے حوالے سے لکھتا ہے: ''مولانا غلام دستگیر قصوری نے اس اشکال کے جواب میں لکھا ہے کہ ہر ایک کی

---

[1] ختم نبوت، ص236، مکتبہ معارف القرآن، کراچی

خاتمیت اضافی ہے یعنی ان زمینوں میں جو نبی ہیں ان کی خاتمیت ان زمینوں کے اعتبار سے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت اس زمین میں مبعوث ہونے والے انبیاء کے اعتبار سے ہے"۔ (تبیان القرآن ج ۱۲ ص ۹۴)

بریلوی مولوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی تخصیص اسی زمین سے کر کے اپنے ہی مولوی کے فتوے کی رو سے کفر کا ارتکاب کیا"۔[1]

الجواب: تبیان القرآن میں غلطی سے فیض الحسن سہار نپوری کی بجائے علّامہ قصوری رحمہ اللہ کا نام درج ہو گیا ہے جو کہ دُرست نہیں ہے، یہ فیض الحسن سہار نپوری کی عبارت ہے نہ کہ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ کی۔

چونکہ فیض الحسن سہار نپوری صاحب خلیل انبیٹھوی کے اُستاد تھے اور انبیٹھوی صاحب ان کی جوتیاں بھی اُٹھایا کرتے تھے، حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ نے فیض الحسن سہار نپوری کا حوالہ پیش کیا جس میں اُنہوں نے اِمتناعِ نظیر کا قول لکھا ہے۔

اُس زمانہ میں اخبار "شفاء الصدور" نکلتا تھا یہ اُس کا حوالہ ہے، مع اس کی صداقت "تقدس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" ص 154 تا 167، ناشر: طلبہ درجہ فضیلت ۲۰۱۲ء، جامعہ اشرفیہ، مبارکپورہ انڈیا" پر موجود ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"قارئین کرام تحذیر الناس میں حضرت نانوتوی ۔۔۔ نے یہ بیان فرمایا کہ جس طرح خاتم النبیین کا ایک معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں اسی طرح اسی خاتم النبیین سے ایک معنی یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کے جتنے کمالات ہیں ان سب کے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم ہیں اس لئے کہ آپ ہی اصل الانبیاء اور نبی الانبیاء ہیں آپ ہی کے فیض سے

---

[1] دفاع، ج1 ص709، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

تمام انبیاء علیہم السلام کو نبوت ملی اور آپ ہی کی ذات وہ بابرکت ذات ہے کہ جس کے وسیلے سے تمام انبیاء علیہم السلام نورِ نبوت سے مستفیض ہوئے"۔[1]

الجواب: یہ دیوبندی موصوف کا جھوٹ ہے، قاسم نانوتوی صاحب نے آخری نبی والے معنیٰ کو تسلیم نہیں کیا، چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ:

"قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاءِ سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔

مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے، مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ وحسب ونسب وسکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلعم کی جانب نقصان قدر کا احتمال۔ کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں"۔[2]

قاسم نانوتوی نے اس عبارت میں حضورِ اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اِنکار کیا ہے کیونکہ وہ اس آیت کریمہ میں "خاتم النبیین" بمعنی آخر النبیین کو عوام کا خیال قرار دے رہے ہیں، اور کہہ رہے ہیں کہ اگر اس مقام کو مقامِ مدح قرار نہ دیجئے تو خاتمیت باعتبار تاخر

---

[1] دفاع، ج1 ص709، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] تحذیر الناس، ص3، راشد کمپنی، دیوبند

زمانی صحیح ہوسکتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ چونکہ یہ آیت مقامِ مدح میں ہے اس لئے خاتمیت باعتبار تاخر زمانی دُرست نہیں۔

بلکہ نانوتوی کے نزدیک باعتبار زمانہ آخری نبی ماننے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال ہے، نعوذ باللہ من ذالک

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''حقیقت ہے کہ حضرت نانوتوی ۔۔ نے جو مؤقف پیش کیا وہ کوئی جدید مؤقف نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی علماء واکابر امت مختلف انداز میں ان باتوں کو بیان کر چکے ہیں۔[1]

الجواب: ہم سابقہ صفحات میں حوالے لگا چکے ہیں کہ قاسم نانوتوی صاحب نے جو مفہوم پیش کیا ہے وہ علمائے اُمت میں سے کسی نے نہیں بیان کیا، جس کا اعتراف خُود نانوتوی صاحب نے بھی کیا ہے اور حسین احمد ٹانڈوی نے بھی۔ لہٰذا موصوف کا یہ صریح جُھوٹ ہے، نانوتوی صاحب نے جو مفہوم پیش کیا سلف میں اُس کی مثال موجود نہیں۔ مفتی شفیع صاحب کے آیتِ ختمِ نبوت کے معنی کے متعلق حوالہ ملاحظہ کریں۔

''اس کے علاوہ جب ''خاتم النبیین'' کے معنی خُود قُرآن مجید کی ننانوے آیات نے واضح طور پر بتلا دیئے جس میں کسی قسم کے مجاز یا مبالغہ کو دخل نہیں دیا، اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسودس احادیث میں اس کی ایسی شرح فرمائی ہے کہ جس میں کوئی خفاء باقی نہ رہا، اور پھر اجماع صحابہ اور اقوال سلف نے اس کے ظاہری اور حقیقی معنی مراد لینے پر مہر کر دی تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی مجازی معنی مُراد لے، اگرچہ الفاظ میں اس کا احتمال بھی ہو؟

عجب ہے کہ خُود متکلم جل مجدہ اپنے کلام کے ایک حقیقی معنی بیان فرماتا ہے اور پھر اس کے

[1] دفاع، ج1 ص709، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

رسول جن پر یہ کلام نازل ہوا اُسی معنی کی انتہائی وضاحت فرماتے ہیں، اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد صحابہ کرام اور پھر تمام علمائے سلف اسی کے معنی کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ یہ کلام اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول ہے، نہ اس میں کوئی مجاز یا مبالغہ ہے اور نہ تاویل و تخصیص، جیسا کہ ہم اس رسالہ میں بحوالہ ''اقتصاد'' امام غزالی اور بحوالہ ''شفا'' قاضی عیاض نقل کر آئے ہیں۔

لیکن مرزا صاحب اور ان کی اندھا دُھند اِتباع کرنے والے یہ نیا انکشاف کر رہے ہیں کہ یہ لفظ مجازی معنی پر محمول ہے۔

سر خُدا که عارف و زاهد کسے نه گُفت
در حیرتم که باده فروش از کجا شنید

الغرض چونکہ قرآن عزیز اور احادیث نبویہ اور اجماع صحابہ اور اقوال سلف نے اس کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ ''خاتم النبیین'' اپنے حقیقی اور ظاہری معنی پر محمول ہے، نہ اس میں کوئی مجاز ہے، نہ مبالغہ اور نہ تاویل و تخصیص، تو اب کسی کو حق نہیں کہ اس لفظ کو ''خاتم المحققین'' وغیرہ الفاظ پر قیاس کر کے اس کی منصوص و منقول تفسیر کو بدلے''۔[1]

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نبیُّ الانبیاء ہونا

اعتراض: دیوبندی موصوف حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی الانبیاء ہونے کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہاں اس موقع پر اب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی الانبیاء ہونے پر نہ صرف اکابر امت بلکہ خود بریلوی اکابر کی بھی چند عبارات پیش کرنا چاہتے ہیں''۔[2]

---

[1] ختم نبوت، ص 236، مکتبہ معارف القرآن، کراچی

[2] دفاع، ج 1 ص 710، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

پھر موصوف نے ص710 سے ص714 تک حوالے لگائے ہیں حالانکہ حضورِ اکرم ﷺ کا نبی الانبیاء ہونا ہمارا عقیدہ ہے، ہم اس کے منکر نہیں، مگر اس بات کا قاسم نانوتوی صاحب کی عبارت سے کوئی تعلق نہیں، بہر کیف موصوف نے امام المتکلمین حضرت مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ کا حوالہ لگا کر تبصرہ کیا ہے، حوالہ اور تبصرہ دونوں مُلاحظہ ہوں

موصوف لکھتے ہیں کہ:

''مولانا نقی علی خان صاحب لکھتے ہیں

بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ منصب نبوت میں اصل تھے گویا پیغمبروں کو آپ سے وہ نسبت تھی جو صوبوں کو وزیروں اور بادشاہوں سے ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ حکم خلیفہ کا اصل کے سامنے باقی نہیں رہتا۔ آب وآمد و تیمم برخاست دیکھو۔ قرآن نے توریت وانجیل کو منسوخ قرار دیا پیغمبر اس آفتاب ہدایت سے نسبت ستاروں کی رکھتے ہیں کہ اس سے نور حاصل کر کے اوروں کو راہ بتاتے ہیں اور اس کی غیبت میں لوگ ان سے راہ پاتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں جس وقت آفتاب نکلتا ہے تمام عالم میں صرف اسی کا حکم جاری ہوتا ہے کسی کا دخل نہیں رہتا۔'' (انوار جمال مصطفی: ص۲۴۹)

عبارت پر غور فرمائیں کہ مولوی نقی علی کہتے ہیں کہ جس طرح آفتاب کی روشنی اس کی ذاتی روشنی ہوتی کسی سے مستفاد نہیں اور ستاروں کی روشنی آفتاب سے مستفاد ہوتی ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ آفتاب ہدایت ہیں کہ آپ وصف نبوت میں کسی دوسرے نبی کے محتاج نہیں مگر تمام انبیاء کو نبوت آپ ﷺ کے فیض سے حاصل ہوئی''۔ [1]

الجواب: حضرت امام المتکلمین علیہ الرحمۃ کی عبارت کا قاسم نانوتوی صاحب کی عبارت سے کوئی تعلق نہیں۔ قاسم نانوتوی نے حضورِ اکرم ﷺ کو نبوت سے موصوف بالذات اور

---

[1] دفاع، ج1 ص712، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

دیگر انبیاء علیہم السلام کو موصوف بالعرض کہا،اور دیوبندیوں نے خُود بلکہ موصوف نے بالعرض کی تشریح بھی کی ہے کہ اس میں انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ موصوف بالعرض سے مُراد اتصافِ عارضی ہے۔حوالہ سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے،مطلب یہ کہ قاسم نانوتوی صاحب دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ السلام کی نبوتوں کو عارضی قرار دے رہے ہیں۔

حضرت امام المتکلمین علیہ الرحمۃ کی عبارت میں ایسی کوئی بات نہیں،موصوف کی جہالت ہے کہ وہ نانوتوی صاحب کے کُفر پر پردہ ڈالنے کیلئے امام المتکلمین علیہ الرحمۃ کی عبارت پیش کر کے مغالطہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

حضرت امام المتکلمین تو سابقہ احکام شرائع کے نسخ کی وجہ بتا رہے ہیں کہ آپ ﷺ کا حکم آ گیا تو بس اب آپ ﷺ کی شریعت جاری رہے گی اور دیگر شرائع کے احکام باقی نہیں رہیں گے۔مگر افسوس کہ جاہل دیوبندی بوجہ جہالت اس عبارت کو تحذیر الناس سے ملانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے،حالانکہ تحذیر الناس کے مفہوم سے اس کا دُور سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''لیکن اگر ہم بھی بریلوی حضرات کی طرح جہالت پر اتر آئیں تو ہم بھی یہاں کہہ سکتے ہیں کہ مولوی نقی علی خان صاحب نے نبی ﷺ کی نبوت کو''اصل'' کہا اور''اصل'' کے مقابلے میں ''نقل'' آتی ہے تو گویا حضور ﷺ کی نبوت تو''اصلی'' ہوئی اور باقی انبیاء کی نبوت''نقلی'' معاذ اللہ۔اسی طرح بعض بریلوی حضرات نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ'' ذاتی''اور''عرضی'' کی تقسیم کر کے نانوتوی صاحب نے انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت دی حالانکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے مگر مولوی نقی علی خان کی اس عبارت پر بھی غور فرمائیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ آپ ﷺ کو دیگر انبیاء سے وہی نسبت ہے جو بادشاہ کو وزیروں اور گورنروں سے ہوتی ہے کیا یہ ایک دوسرے

پر فضیلت نہیں؟ کیا ہمارے بریلوی صاحبان یہاں پر بھی کچھ کہنا مناسب سمجھیں گے‘‘؟[1]

الجواب: موصوف نے اپنے گھر کی کتابیں نہیں پڑھیں ورنہ انہیں یہ اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

’’یہ پیغمبروں کی جماعت جن کا ہم نے ابھی {وانک لمن المرسلین} میں ذکر کیا، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں، اگرچہ وصف نبوت و رسالت میں سب مشترک ہیں لیکن ہم نے علاوہ نبوت و رسالت بعض کو بعض پر ایک خاص فضیلت دی ہے، یعنی ہر رسول کو کسی خاص خصوصیت اور خاص فضیلت کے ساتھ مخصوص کیا ہے جو دوسرے میں نہ پائی جائے تا کہ ہر ایک کا فضل و کمال الگ الگ نظر آئے کما قال تعالی:{ ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض واتینا داؤد زبورا} اور جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں آسمانوں پر انبیاء کرام کو درجہ بدرجہ دیکھا، مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام اگرچہ نفس نبوت کی حیثیت سے برابر ہیں مگر مدارج اور مراتب کے اعتبار سے مختلف ہیں اور ان کے درجات جدا جدا ہیں۔ فضائل و کمالات میں تمام انبیاء برابر نہیں چنانچہ بعض ان میں سے ایسے ہیں جن سے اللہ نے بلا واسطہ فرشتہ کے کلام فرمایا جیسے موسیٰ علیہ السلام اور ابتداء میں حضرت آدم علیہ السلام سے بلا واسطہ فرشتوں کے کلام فرمایا جیسا کہ {یاٰ دم انبئھم باسمائھم} میں گزرا اور اخیر میں خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے شب معراج میں بلا واسطہ کلام فرمایا اور بعضوں کو اپنی ہم کلامی کا شرف تو نہیں عطا کیا لیکن ان کو دوسرا شرف عطا کیا اور طرح طرح سے ان کے درجے بلند کئے جیسے داؤد علیہ السلام کو نبوت و رسالت کے ساتھ بے مثال بادشاہت بھی عطا کی‘‘۔[2]

عبدالحمید سواتی دیوبندی نے لکھا ہے کہ:

---

[1] دفاع، ج1ص712-713، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[2] معارف القرآن، ج1ص417، مکتبہ لدھیانوی، کراچی

''جہاں تک منصب نبوت و رسالت کا تعلق ہے ہم ان میں کوئی فرق نہیں رکھتے۔ یہ سب اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں اور معصوم ہیں۔اللہ تعالی انہیں گناہ سے پاک رکھتا ہے۔البتہ باعتبار فضائل وخصوصیات فضلنا بعضهم على بعض اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔[1]

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ نفسِ نبوت میں تفضیل منع ہے، باقی حضورِ اکرم ﷺ کا افضل الانبیاء ہونا تو ہمارا عقیدہ ہے، یہ نفسِ نبوت میں تفضیل نہیں بلکہ کمالات و مناقب میں فضیلت ہے۔قاسم نانوتوی صاحب نے جو لکھا ہے اُس سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی نبوتوں میں فرق کرنا لازم آرہا ہے جو کہ قرآنِ حکیم کی آیت {لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ}[2] کے خلاف ہے، کیونکہ نانوتوی صاحب نے نفسِ نبوت میں فرق کیا ہے جس کی تردید میں ہم سابقہ صفحات میں حوالے لگا چکے ہیں۔

بہر حال امام المتکلمین علیہ الرحمۃ کے قول سے نفسِ نبوت میں فرق و تفضیل ثابت نہیں ہوتی۔ قاسم نانوتوی صاحب کو بچانے کیلئے یہ موصوف کا مغالطہ ہے، اسی طرح موصوف نے بے محل حوالے پیش کر کے صفحات کا پیٹ بھرا ہے۔

پھر موصوف نے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا امجد علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے دو حوالے حضورِ اکرم ﷺ کے ''نبی الانبیاء'' ہونے کے متعلق ذِکر کئے ہیں، حالانکہ حضورِ اکرم ﷺ کا نبی الانبیاء ہونا ہمیں مسلم ہے اور ہمارا عقیدہ ہے لیکن اس سے قاسم نانوتوی کی بکواس ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

علّامہ صالحی شامی رحمہ اللہ ''نبی الانبیاء'' کا مفہوم ومطلب ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

"وإنما أخذ المواثيق على الأنبياء ليعلموا أنه المقدّم عليهم وأنه نبيهم

---

[1] معالم العرفان فی دروس القرآن، ج3 ص 487-488، مکتبہ دروس القرآن، گوجرانوالہ

[2] [البقرة:285]

ورسولهم"[1]

یعنی انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام سے آپ ﷺ کے متعلق میثاق لیا گیا تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ آپ ﷺ ان کے لئے بھی نبی اور رسول ہیں۔

مزید فرماتے ہیں کہ:

"فإذا عرفت هذا فالنبي صلّى الله عليه وسلّم نبي الأنبياء".[2]

یعنی جب تم لوگوں نے یہ جان لیا تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ آپ ﷺ اسی لئے نبی الانبیاء ہیں۔

یہی بات علامہ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ نے الخصائص الکبریٰ[3] میں بھی ذکر کی ہے۔

لہٰذا دیوبندی موصوف کا ''نبی الانبیاء'' سے اعتراض قائم کر کے نانوتوی جی کا دفاع کرنا ہرگز دُرست نہیں اور نہ ہی ''نبی الانبیاء'' کا مفہوم ومطلب نانوتوی کے کُفریات کی تائید نہیں کرتا ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ کا حوالہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

''بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں: یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ حضور علیہ السلام کی موجودگی میں تمام پیغمبروں کے دین کیوں منسوخ کر دیئے گئے؟ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہر چیز اپنی اصل پر پہنچ کر ٹھر [ٹھہر] جاتی ہے بلکہ اپنے آپ کو اس اصل میں گم کر دیتی ہے رات بھر ستارے جگمگاتے ہیں مگر جہاں سورج چمکا سب چھپ گئے کیونکہ سب ستاروں

---

[1] سبل الهدى والرشاد، ج1 ص91، دار الكتب العلمية بيروت

[2] سبل الهدى والرشاد، ج1 ص91، دار الكتب العلمية بيروت

[3] الخصائص الكبرى، ج1 ص10، دار الكتب العلمية - بيروت

میں سورج ہی کا تو تور [نور] تھا۔تمام دریا سمندر کی طرف بھاگے جاتے ہیں کیونکہ ہر دریا سمندر سے بنا ہے سمندر سے بادل آیا پہاڑوں پر بارش بن کر یا برف بن کر گرا اس سے دریا بنا دریا اپنی اصل کی طرف بھاگا ایسا بھاگا کہ جس پل نے ،درخت نے کسی عمارت نے ،اس کو روکنا چاہا اس کو بھی گرا دیا مگر جہاں سمندر کے قریب پہنچا شور بھی جاتا رہا،روانی میں کمی ہوگئی اور جب سمندر سے ملا تو اس طرح فنا اور گم ہوگیا کہ گویا تھا ہی نہیں اور زبان حال سے کہا

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اسی طرح تمام انبیاء کرام تارے ہیں حضور آفتاب حضور کو قرآن میں فرمایا گیا سراجا منیرا یا تمام انبیاء کرام دریا ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دریاوں کے سمندر تمام نبوتیں ادھر ہی چلی آرہی ہیں فرعونی ہامانی نمرودی ہزارہا طاقتیں سامنے آئیں ان کو پاش پاش کر دیا مگر مگر سمندر نبوت کو پاکر سب نے اپنے آپ کو اس میں گم کر دیا صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

(شان حبیب الرحمن :ص ۳۶، ۳۷ از ہر یک ڈپو آرام باغ کراچی)

قارئین کرام اس عبارت کو غور سے پڑھیں مفتی صاحب نے تحذیر الناس ہی کے مضمون کو آسان انداز میں بیان کر دیا تحذیر الناس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بالذات کہا یہاں اصل کے لفظ سے تعبیر کیا۔پھر حضرت نانوتوی نے سورج کی مثال دی سمندر کی مثال نہ دی کیونکہ سمندر سے پانی نکالا جائے تو کچھ نہ کچھ کمی آتی ہے جو پانی سمندر سے لیا جائے وہ سمندر میں نہ رہے گا لیکن زمین پر جو دھوپ ہوتی ہے وہ سورج کی روشنی ہوتی ہے اور اس وقت سورج کی روشنی میں اس سے کوئی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ زمین کی یہ روشنی اس وقت بھی سورج کے ساتھ ہے سورج کے غروب ہونے سے یہ روشنی ختم ہوجاتی ہے معلوم ہوا کہ حضرت نانوتوی کا ذہن جہاں تک گیا مفتی احمد یار نعیمی صاحب کے ذہن کی رسائی وہاں

تک نہ ہوئی‘‘۔[1]

الجواب: قاسم نانوتوی صاحب کی تقسیم بالذات و بالعرض کو خُود انور شاہ کشمیری نے اتباع ہوا قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں

"ولهذا عاقب وحاشر ومقفی همه در اسماء گرامی آمده اند نه بر لحاظ مابعد وارادهٔ ما بالذات وما بالعرض عرف فلسفه است نه عرف قرآن حکیم وحوار عرب ونه نظم را هیچگونه ایماء ودلالت بر آن پس اضافهٔ استفادهٔ نبوت زیادت است بر قرآن بمحض اتباع هوی..."[2]۔

اس کتاب کو دیوبندیوں نے محمد یُوسف لدھیانوی کے ترجمہ وتشریح کے ساتھ شائع کیا ہے اسی کے لفظوں میں مُلاحظہ فرمائیں:

’’یہی وجہ ہے کہ عاقب، حاشر اور مقفی، جوسب آنحضرت ﷺ کے اسماء گرامی ہیں، مابعد کے لحاظ سے نہیں (بلکہ ماقبل کے لحاظ سے ہیں، جیسا کہ ان کے معانی پر غور کرنے سے بادنیٰ تأمل معلوم ہوسکتا ہے) اور (خاتمیت سے یہ مُراد لینا کہ چونکہ آپؐ کی نبوت ’بالذات‘ ہے اور دوسروں کی نبوت ’بالعرض‘ لہذا آپؐ سے استفادہ کے ذریعہ اب بھی نبوت مل سکتی ہے خاتمیت کا یہ مفہوم غلط ہے کیونکہ) ما بالذات اور ما بالعرض کا ارادہ فلسفہ کی اصطلاح ہے، نہ تو یہ قرآن کا عرف ہے، نہ زبان عرب ہی اس سے آشنا ہے نہ قرآن کریم کی عبارت میں اس کی جانب کسی قسم کا اشارہ یا دلالت موجود ہے۔ پس اس آیت میں ’’استفادہ نبوت‘‘ کا اضافی مضمون داخل کرنا محض خودغرضی اور مطلب

[1] دفاع، ج1ص714-713، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

[2] (خاتم النبیین ﷺ، بسلسلہ مطبوعات مجلس علمی نمبر ۱۴، صفحہ ۳۸، ۱۳۵۳ھ مدینہ پریس بجنور)

براری کیلئے قرآن پر زیادتی ہے"۔[۱]

لہٰذا موصوف کو مان لینا چاہئے کہ قاسم نانوتوی صاحب نے اتباعِ ہَوا میں آیتِ" خاتم النبیین" کے مفہوم کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کا حوالہ بھی موصوف کو قطعاً مفید نہیں، اُن کی عبارت میں بالذات و بالعرض کی کوئی تقسیم موجود نہیں، خُود موصوف نے بھی تسلیم کیا ہے کہ

"معلوم ہوا کہ حضرت نانوتوی کا ذہن جہاں تک گیا مفتی احمد یار نعیمی صاحب کے ذہن کی رسائی وہاں تک نہ ہوئی"۔[۲]

جب خُود بھی مان رہے ہو کہ قاسم نانوتوی صاحب کا ذہن جہاں تک گیا ہے وہاں تک حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی رسائی نہ ہوئی، پھر حوالہ پیش کرنے کا مقصد؟ اور ہم تو شکر بجالاتے ہیں کہ جن اِختراعات تک نانوتوی کا ذہن پہنچا وہاں تک حضرت قبلہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کا ذہن نہیں پہنچا، اللہ تعالیٰ نے انہیں اِن کفریات سے محفوظ رکھا ہے، اور یہ کُفریات دیوبندیوں کے حصے میں آئیں۔

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ نے اس عبارت میں نا تو خاتم النبیین کے معنی میں نانوتوی والی تشریح کی ہے اور نہ ہی خاتم النبیین کے مدلول قطعی کا اِنکار کیا ہے۔ باقی موصوف کی نِری جہالت ہے کہ وہ حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی عبارت کو اپنی تائید میں سمجھ رہے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"قارئین کرام! حضرت نانوتوی ۔۔اگر لفظ خاتم النبیین سے آخری نبی کا معنی لینے کے

---

[۱] (خاتم النبیین صفحہ ۲۰۴، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ، ملتان، وانظر: المقیاس فی تحقیق اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما، بتصرف ص4.5۔و53.54، بحوالہ دافع ازالۃ الوسواس، ص19۔

[۲] دفاع، ج1 ص714 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

ساتھ ساتھ نبی الانبیاء کا مفہوم اخذ کریں تو ان کی تعریف کیوں نہ کی جائے؟ ان کو برا کس لئے کہا جائے؟"۔ [1]

الجواب: نانوتوی صاحب تو "خاتم النبیین" سے آخری نبی معنیٰ مُراد لینے کو سطحی نظر والوں کا خیال قرار دے رہے ہیں۔ انہیں حضورِ اکرم ﷺ کا آخری نبی ہونا باعثِ فضیلت نظر نہیں آ رہا، وہ اِس کو شایانِ شانِ محمدی قرار نہیں دے رہے۔ ایسے شخص کی ہم تعریف کیسے کریں جو دن دہاڑے ختم نبوت پر حملہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور دجالوں اور کذابوں کے لئے جواز فراہم کر رہا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

"مولوی محمد اسمعیل نقشبندی کو اس بات سے بڑی تکلیف ہے کہ مولانا نانوتوی ۔۔ نے "تحذیر الناس" میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کیلئے آفتاب اور باقی انبیاء کیلئے ستاروں کی مثال کیوں دی اور کیوں نبی ﷺ کی نبوت کو ذاتی باقی انبیاء کی نبوت کو عرضی کہا اس طرح تو نبی کریم ﷺ کو دوسرے انبیاء پر فوقیت دی جا رہی ہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے"۔ (عظمت حبیب کبریا ورد عبارات کفریہ۔ مصدقہ مولوی حسن علی رضوی)" [2]

الجواب: ہم پہلے بھی وضاحت کر چکے ہیں کہ نبوت کی تقسیم بالذات و بالعرض قاسم نانوتوی صاحب کی اپنی اِختراع ہے، اور یہ دیوبندیوں ہی سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ بالعرض سے مُراد وصفِ عارضی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ قاسم نانوتوی صاحب دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو معاذ اللہ عارضی سمجھ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ قاسم نانوتوی صاحب کی اس تقسیم سے نفسِ نبوت میں تفضیل وفرق لازم آتا ہے جو

---

[1] دفاع، ج1 ص714 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص714 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

بحکم قُرآنِ مجید ممنوع ہے اور جس کی تصریح بحوالہ ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب ہم کر چکے ہیں۔

محدثِ دیوبند انور شاہ کشمیری صاحب نے لکھا ہے کہ:

''انبیاء علیہم السلام میں باہمی فضیلت کا باب فرقِ مراتب کا ہے اور جو پیغمبر افضل ہے تو کسی قرینہ سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ کسی دُوسرے سے افضل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرق مراتب اس احتیاط سے امت کو پہنچا ہے کہ اس سے فوق متصور نہیں، لیکن ایسی فضیلت دینا کسی پیغمبر کو اگرچہ واقعی ہو جس سے دُوسرے کی توہین لازم آتی ہو کفر صریح ہے''۔[۱]

نانوتوی صاحب نے کمالات کی تفضیل ذِکر نہیں کی بلکہ نفسِ نبوت میں تفضیل کا قول ظاہر کیا ہے بایں طور کہ اس کی تقسیم بالذات و بالعرض سے یہ تفضیل ثابت ہوتی ہے۔

ہمارا اعتراض ان کی اس تفریق پر ہے مگر موصوف نفسِ نبوت پر تفریق کے اعتراض کو کمالات و مدارج کی تفضیل پر منطبق کر دیتے ہیں۔ پھر جُھوٹ بھی دَبا کر بولتے ہیں کہ

''اگر نانوتوی ۔۔۔ نے ''ذاتی نبوۃ'' کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے تو یہاں اسے ''اصلی نبوۃ'' سے تعبیر کر دیا گیا''۔[۲]

موصوف دِکھائیں کس عبارت میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''کس قدر تعصب اور ہٹ دھرمی ہے کہ ایک طرف تو علمائے دیوبند کو یہ الزام دیا جائے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و کمالات کے منکر ہیں لیکن جب علمائے دیوبند نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان کرنا شروع کر دیں تو یہ اعتراض شروع ہو جاتا ہے کہ تم نبی کریم

---

[۱] ملفوظات محدث کشمیری: ص49، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

[۲] دفاع، ج1 ص714 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء پر کیوں فضیلت دے رہے ہو؟ ایسا کرنے سے تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے۔یعنی ہر حال میں ہم نے تم پر کفر و گستاخی کے فتوے لگانے ہیں کیونکہ ہمارے پیٹ کا دھندہ ہی اسی میں ہے۔ ہمارے اعلیٰ حضرت بریلی میں جو کفر ساز مشین گن نصب کر گئے تھے اس کی گن گھرج کو کسی طرح ہم نے خاموش نہیں ہونے دینا تاکہ انگریز سرکار لڑواور حکومت کرو کہ [کے] اصول کے تحت ہم سے راضی ہوا اور یوں اس مہنگائی کے دور میں ہم معاش کی فکر سے آزاد ہوں''۔[1]

الجواب: موصوف کو دجل وفریب میں کمال حاصل ہے۔شاید جُھوٹ اُس نطفہ میں موجود ہے جس سے موصوف جیسے جُھوٹے کی پیدائش ہوئی۔حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل الانبیاء ہونا ہمارا دین وایمان ہے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ افضل الخلائق تسلیم کرلیں تو ہماری آنکھیں ٹھنڈیں، مگر وہ فضائل ومناقب ذکر کرنے کی بجائے باعثِ فضائل اُمور کا اِنکار کردیں تو پھر ان پر فتویٰ تو لگے گا۔موصوف لکھتے ہیں کہ:

''لیکن جب علمائے دیوبند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرنا شروع کردیں تو یہ اعتراض شروع ہوجاتا ہے''۔[2]

قاسم نانوتوی صاحب آخری نبی ہونے کی فضیلت کو ماننے کے ہی منکر ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے، مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد وقامت وشکل ورنگ وحسب ونسب وسکونت وغیرہ اوصاف میں جنکو

[1] دفاع، ج1ص715 کتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1ص715 کتبہ ختم نبوت، پشاور

نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلعم [صلی اللہ علیہ وسلم] کیجانب نقصان قدر کا احتمال۔ کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں''۔ [1]

یعنی قاسم نانوتوی صاحب کے نزدیک آخری نبی ہونا باعثِ کمال نہیں، اِس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصانِ قدر کا احتمال ہوگا اور اُن کے نزدیک یہ وصف نعوذ باللہ کمال ہونے کے لائق نہیں، نعوذ باللہ۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں پیٹ کا دھندہ کرنے کی ضرورت نہیں، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: "وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي"۔ [2] پر ہمیں پُورا یقین و بھروسہ ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم ہے۔ باقی دیوبندیوں کے ماضی میں انگریزوں سے چھ سو روپیہ کے عوض ضمیر فروشی کی داستانیں رقم ہیں۔ لہٰذا جو انگریزوں کے ٹکڑوں پر پلے ہوں اور جن کا مشن اُمتِ مسلمہ کو لڑانا ہو وہ ہمیں انگریز پرستی کا طعنہ دیں تو اِنہیں کچھ تو شرم آنی چاہئے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شعر پر اعتراض

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اسی طرح بریلوی مذہب کے بانی مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی لکھا ہے کہ آخر النبیین کا ایک اور معنی بھی ہے اور وہ معنی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درجے میں سب سے آخر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھا ہوا کوئی نہیں ان کے خیال میں آخر کا لفظ ''اولیت

---

[1] تحذیر الناس، ص3، مطبوعہ راشد کمپنی، دیوبند

[2] صحیح البخاری، بَاب: مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، ج1 ص25 (71)، و ج9 ص101 (7312)، مزید تخریج کے لئے فقیر کی تخریج ''الامن والعلیٰ'' ملاحظہ فرمائیں

مرتبی'' کے معنی میں ہے اور '' آخر النبیین '' کے معنی ''اول النبیین '' کے ہیں۔ پس ان کے نزدیک لفظ '' خاتم '' خاتمیت مرتبی'' کا بیان ہوگا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہو معنی اول آخر

کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

(حدائق بخشش، حصہ اول ص ۱۱۰)

یعنی حضور ﷺ نے معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کرام کی امامت فرمائی یہ آپ ﷺ کے سب سے افضل رسول ہونے کا کھلا نشان تھا۔ مسجد اقصی کی اس نماز میں یہ راز پنہاں تھا کہ آخر النبیین کے معنی اول النبیین کھل کر سب کے سامنے آجائیں اور ختم نبوت مرتبی پوری طرح واضح ہو جائے۔ آخر کا معنی اول ہو یہ کسی لغت میں نہیں۔ ہاں درجے کی انتہاء مراد لی جائے تو اس کے معنی اول ہو سکتے ہیں۔ اب بریلوی ہی بتائیں کیا مولوی احمد رضا خان صاحب نے خاتم النبیین کے متعارف معنی چھوڑ کر کیا ایک نئے معنی نہ کیا؟ اگر مولوی احمد رضا خان اس حرکت پر مجرم نہیں تو کیا مولانا قاسم نانوتوی ۔۔۔کو کیا انگریز کو خوش کرنے کیلئے مجرم گردانا جا رہا ہے؟''۔[1]

الجواب: ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ دیوبندیوں کا چھوٹا بڑا ہی جہالت کا معجونِ مرکب ہے۔ جہالت کی گنگا دیوبند سے ہی بہتی ہے۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اردو اشعار کو جن میں سمجھنے کی اہلیت نہ ہو انہیں مناظرانہ مسائل پر لکھتے ہوئے کچھ تو شرم آنی چاہیے۔ پہلے اس شعر کی شرح ملاحظہ کریں، اس کے بعد موصوف کے اعتراض کا جائزہ لیتے ہیں۔

صوفی محمد عبد الستار طاہر مسعودی صاحب لکھتے ہیں کہ:

---

[1] دفاع، ج1 ص715، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

''سفر معراج میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تمام انبیاء کرام ورسولان عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھائی، مصطفیٰ کریم ﷺ کی امامت میں یہ راز چھپا تھا کہ سب نبیوں اور رسولوں پر مصطفیٰ کریم ﷺ کے اوّل وآخر ہونے کا مفہوم واضح ہو جائے۔ وہاں موجود تمام انبیاء ورسولانِ کرام مصطفیٰ کریم ﷺ کی ظاہری تشریف آوری سے قبل اپنی اپنی نبوتوں کے اعلان کر گئے تھے۔ اب وہ تمام ہاتھ باندھے بڑے مؤدب طریقے سے مصطفیٰ کریم ﷺ کے مقتدی بن کے پیچھے کھڑے ہیں۔ مصطفیٰ کریم ﷺ کی امامت سے آپ ﷺ کی عظمت وشان وشوکت کا اظہار مقصود ہے۔ [1]

اور علّامہ فیض احمد اویسی صاحب علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ:

''مسجد اقصی میں نماز کی ادائیگی میں یہی راز مخفی تھا کہ اوّل وآخر کا معنی ظاہر ہو کہ حضور سرور عالم ﷺ کے پیچھے وہ حضرات دست بستہ نماز میں کھڑے تھے جو آپ سے پہلے سلطنت کر گئے تھے یعنی انبیاء علیہم السلام۔ جب حضور سرور عالم ﷺ آنِ واحد میں بیت المقدس پہنچے جبرائیل امین نے براق کو حلقہ در سے باندھ کر آذان کہی بعد ازاں آپ نے دوگانہ نماز ادا کی، آپ امام تھے اور جملہ انبیاء علیہم السلام مقتدی''۔ [2]

مزید لکھتے ہیں کہ:

''بیہقی [3] میں ابُو سعید سے روایت ہے کہ جب نماز مکمل ہو گئی تو تمام ملائکہ کرام نے اللہ تعالیٰ کی ثناء بیان کی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نے یُوں تقریر شروع کی کہ سب تعریفوں کا مالک وہ اللہ ہے جس نے مجھے خلیل بنایا۔ مجھ پر آتش نمرود کو گلزار کیا۔ مجھے

---

[1] شرح الحدائق فی مدح خیر الخلائق، ج1 ص600، شاکر پبلشر

[2] شرح حدائق بخشش، ج10 ص313، مکتبہ اویسیہ رضویہ، بہاولپور، پاکستان

[3] انظر: دلائل النبوۃ للبیہقی، ج2 ص399-401، بنحوہ عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

متقیوں کا مقتدا اور پیشوا بنایا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی ثناء کرتے ہوئے یُوں تقریر کی کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ جس نے مجھ سے بِلا واسطہ کلام کیا اور مجھ پر توریت نازل فرمائی۔ میری طفیل بنی اسرائیل کو نجات بخشی اور فرعون کو ہلاک کیا۔

پھر داؤد علیہ السلام کہنے لگے کہ تمام محامد اللہ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھے مُلک عظیم عطا فرمایا اور آسمانی کتاب زُبور مجھ پر نازل فرمائی میرے لئے لوہے کو نَرم کیا۔ پہاڑوں کو مسخر کیا پرندوں کو میرا تابع فرمان بنایا کہ وہ میرے ساتھ تسبیح وتہلیل میں شریک ہوتے تھے۔

پھر سلیمان علیہ السلام نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور کہا کہ تمام صفتوں کا مالک وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے ہوا، چرند، پرند، شیاطین سب میرے لئے مسخر کئے اور مجھے ایسی سلطنت بخشی کو کسی کو عطا نہ ہوئی، اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور کہنے لگے تمام تعریفیں اللہ کے لئے ثابت ہیں۔ جس نے مجھے کلمۃ اللہ کے خطاب سے نوازا۔ مجھ پر علم وحکمت کے دروازے کھول دیئے مجھے توفیق دی کہ میں پرندوں کی شکل کا قالب بنا کر اس میں پھونک مار کے اُڑنے والا پرندہ بنادوں۔ مجھے مادرزاد اندھوں کو بینا کرنے اور مُردوں کو زندہ کرنے کی قوت بخشی گئی۔ مجھے اور میری ماں کو شیطان مَردود کے مَس سے محفوظ رکھا گیا۔

آخر میں امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح تقریر شروع فرمائی کہ:

جمیع محامد اسی اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعالمین اور کائنات کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔ مجھ پر قُرآنِ مجید جو حق وباطل میں فرق کرنے والا ہے نازل فرمایا میری اُمت کو خیرِ اُمت کے خطاب سے نوازا مجھے اوّل وآخر کا لقب عطا فرمایا۔ میرے سینے کو کشادہ کردیا میرے ذکر کو بُلند کردیا۔ میرا بُوجھ ہلکا کردیا۔ مجھے تمام مخلوقات سے اوّل پیدا کیا اور تمام انبیاء کے آخر میں بھیجا۔

اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے تمام انبیاء کی جانب سے امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ کہا کہ:

اے محمد! بِلاشک وشبہ آپ سب انبیاء کے امام اور مقتدا ہیں۔[1]

اُمید ہے موصوف کو شعر کا مطلب سمجھ آ گیا ہوگا کہ اوّل سے مُراد یہ ہے کہ مخلوقات میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نُور کو پیدا فرمایا، اور آخر سے مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کے بعد آخر میں بھیجا۔ مگر افسوس کہ دیو بندی موصوف نے بوجہ جہالت یہ سمجھ لیا کہ آخر النبیین کا معنیٰ اوّل النبیین ہے اور موصوف نے یہ مفہوم کشید کر کے یہ ثابت کر دیا کہ وہ تھانوی جی کے حصے میں آنے والے احمقوں میں سے ایک احمق ہیں بلکہ ان کے دماغ میں وہ چیز لگی ہوئی ہے جسے اکابرین دیو بند نے گندم کے دانے کی طرح قرار دیا ہے کہ جب اس میں خلفشار پیدا ہوتا ہے تو وہ جو آئے اُسے ہی قبول کر لیتی ہے اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے۔

موصوف کی جہالتوں کا مختصر جائزہ

اعتراض: دیو بندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''مسجد اقصیٰ کی اس نماز میں یہ راز پنہاں تھا کہ آخر النبیین کے معنی اول النبیین کھل کر سب کے سامنے آجائیں''۔[2]

الجواب: حالانکہ شعر کا مفہوم یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کے القاب اوّل و آخر کا معنیٰ ظاہر ہو کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اوّل بھی ہیں اور آخر بھی۔[3]

---

[1] شرح حدائق بخشش، ج10 ص314-315-316، مکتبہ اویسیہ رضویہ، بہاولپور، پاکستان

[2] دفاع، ج1 ص715، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[3] المعروف أن الحديث بلفظ: "كنت أول النبيين في الخلق وآخرهم في البعث"، أخرجه أبو نعيم في (الدلائل (3)، وابن أبي حاتم في تفسيره، وابن لال، ومن طريقه الديلمي، كلهم من حديث سعيد بن بشير، عن قتادة، عن الحسن، عن أبي هريرة به مرفوعا. وله شاهد من حديث ميسرة الفجر، بلفظ: "كنت نبيا وآدم بين الروح والجسد"، أخرجه أحمد، = =

اوّلیت سے مُراد نُورِ محمدی کی اولیت ہے اور آخر سے مُراد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر النبیین ہونا مراد ہے، مگر موصوف نے جہالت سے اس کا ترجمہ کر دیا کہ ''آخر النبیین کے معنی اوّل النبیین کھل کر سامنے آجائیں''، کیسا جاہلانہ ترجمہ ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''آخر کا معنی اول ہو یہ کسی لغت میں نہیں۔ہاں درجے کی انتہاء مراد لی جائے تو اس کے معنی اول ہو سکتے ہیں''۔[1]

الجواب: یہ بھی موصوف کی جہالت ہے کہ اس نے اوّل کا معنی آخر اور آخر کا معنی اوّل سمجھ لیا۔سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ آخر کا معنی اوّل ہے، یہ موصوف کی

= =والبخاري في (التاريخ)، والبغوي، وابن السكن، وغيرهما في (الصحابة)، وأبو نعيم في (الحلية)، وصححه الحاكم، وكذا هو بهذا اللفظ عند الترمذي وغيره عن أبي هريرة: متى كنت أو كتبت نبيا؟ قال: "وآدم"، وذكره. وقال الترمذي: إنه حسن صحيح، و صححه الحاكم أيضا وفي لفظ: "وآدم منجدل في طينته"، وفي صحيحي ابن حبان و الحاكم، من حديث العرباض بن سارية مرفوعا: إني عند الله لمكتوب خاتم النبيين وأن آدم لمنجدل في طينته". وكذا أخرجه أحمد، والدارمي في مسنديهما، وأبو نعيم والطبراني، من حديث ابن عباس، قال: قيل: يارسول الله، متى كتبت نبيا؟ قال: "وآدم بين الروح و الجسد". وأما الّذي على الألسنة بلفظ: "كنت نبيا وآدم بين الماء والطين"، فلم نقف عليه بهذا اللفظ، فضلا عن زيادة: "وكنت نبيا ولا آدم ولا ماء ولا طين". وقد قال شيخنا -الحافظ ابن حجر- في بعض الأجوبة عن الزيادة: إنها ضعيفة، والّذي قبلها قوي. (انظر: المقاصد الحسنة): 376-377، حديث رقم (835)، والخصائص الكبرى بتخريجي وتعليقي۔

[1] دفاع، ج1 ص715، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

جہالت ہے، بلکہ سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے حضورِ اکرم ﷺ کے القاب اوّل وآخر کی جانب اشارہ کیا ہے کہ نمازِ اقصیٰ میں یہ سر عیاں تھا کہ حضورِ اکرم ﷺ کے لئے معنی اوّل وآخر واضح ہوں۔

اوّل: اولیت نُورِ محمدی کے اعتبار سے، اور آخر: آخر النبیین ہونے کے اعتبار سے ہیں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خاتم النبیین کے متعارف معنی چھوڑ کر ہرگز دُوسرا معنی نہیں کیا۔ یہ کام تو انگریزوں کے پٹھو قاسم نانوتوی کا ہے جس نے قادیانی ملعون کیلئے راہ ہموار کی اور انگریز کو خُوش کیا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''تبسم شاہ بخاری لکھتا ہے:''حضور ﷺ کی نبوت بالذات اور دیگر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی نبوت ورسالت کو محض بالعرض اور مجازی نبوت ورسالت قرار دینا قرآن مجید میں تحریف معنوی اور انبیاء کی نبوت کا صریح انکار ہے''۔(ختم نبوت اور تحذیر الناس، ص ۱۹۷)

اور غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

''دوسرے انبیاء وصف نبوت کیساتھ بالعرض متصف ہیں حضور ﷺ بالذات متصف ہیں لہٰذا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہو گیا۔ سرفراز صاحب قاسم نانوتوی کی اس عبارت کو ختم نبوت زمانی پر بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں حالانکہ اس طرح تو باقی انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے تو انکار ہو جائے گا''۔(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ج ا ص ۱۹۸)

ان حضرات نے نبوت کی ذاتی وعرضی تقسیم کو کفر وانکارِ ختم نبوت قرار دیا اس کا تفصیلی جواب تو آگے آرہا ہے مگر یہاں بریلوی اکابر نے نبی اکرم ﷺ کیلئے اصل الانبیاء یعنی اصل کا لفظ استعمال کیا۔ اور غلام مہر علی لکھتا ہے:

''یہاں ذات کا بدل اصل اور اصل کا بدل ذات موجود ہے''(دیوبندی مذہب، ص ۵۹۵)

گویا ذات واصل ایک ہی چیز ہیں اب جن جن علماء نے نبی اکرم ﷺ کی نبوت اصل کی

طرف تقسیم کی وہ سب ذاتی نبوت کے قائل ہو کر مندرجہ بالا علماء بریلویہ کے فتوے کی رو سے کافر و ختم نبوت کے منکر ہیں''۔[1]

الجواب: قاسم نانوتوی صاحب نے جو نبوت کی تقسیم بالذات و بالعرض سے کی ہے اُس سے باقی انبیاء علیہم السلام کی نبوت مجازی قرار پاتی ہے نعوذ باللہ، لہٰذا غلام نصیر الدین سیالوی صاحب کا اعتراض بالکل دُرست ہے، جس کا اِنکار کر دیا جائے تو بھی (نعوذ باللہ) دیوبندیوں کے عقیدہ کی وجہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا، خیر اس کے متعلق تو ہم وہاں گفتگو کریں گے، جہاں موصوف نے تفصیلی بحث کرنے کا وعدہ کیا ہے، فی الحال موصوف کے حوالے کا جائزہ لیتے ہیں۔

دیوبندی مذھب کا حوالہ اور اس کی حقیقت

مولانا غلام مہر علی صاحب کا مکمل حوالہ مُلاحظہ ہو:

یہاں ہم اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ خصوصاً اسی کتاب تحذیر الناس میں تو لفظ ذات اور لفظ اصل ہر جگہ ایک ہی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ یہ عبارت مُلاحظہ ہو، نانوتوی صاحب لکھتے ہیں: ''یہ بات اس بات کو مستلزم ہے کہ وصفِ ایمانی آپ میں بالذات ہو اور مؤمنین میں بالعرض آپ اس اَمر میں مؤمنین کے حق میں والد معنوی ہیں۔ یعنی اوروں کا ایمان آپ کے ایمان سے پیدا ہوا ہے اور آپ کا ایمان اوروں کے ایمان کی اصل ہے''۔ الخ (تحذیر الناس ص ۱۲)

تو یہاں ذات کا بدل اصل اور اصل کا بدل ذات موجود ہے''۔[2]

دیکھیں انہوں نے ''تحذیر الناس'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''تحذیر الناس'' میں لفظ اصل

---

[1] دفاع، ج1 ص716، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دیوبندی مذہب، ص595، مکتبہ حامدیہ، گنج بخش روڈ، لاہور

بمعنیٰ ذات استعمال ہوا ہے ،لہٰذا سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس کا ترجمہ ''لافضل فیہ اصلا'' سے کیا ہے وہ بالکل دُرست ہے۔

موصوف جن عبارات کا ذِکر کر رہے ہیں کہ ان میں لفظ اصل استعمال ہوا ہے، موصوف سے گزارش ہے کہ پہلے وہ بمع امثلہ ان عبارات میں لفظ اصل کا معنی قائلین مذکورین کے نزدیک تقسیم نبوت بالذات و بالعرض کی صورت میں ثابت تو کریں کہ ان بزرگوں نے نبوت کی تقسیم بالذات و بالعرض کی ہے، جب تک موصوف اس کو ثابت نہیں کرتے تب تک موصوف کو استدلال کا کوئی حق نہیں اور نہ ہی یہ استدلال دُرست ہے۔ باقی نانوتوی جی نے خُود اصل بمعنی موصوف بالذات مُراد لیا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''ایک اور عبارت ملاحظہ ہو: ''یقیناً حضور ذاتی و زمانی ہر طرح خاتم النبیین ہیں اور حضور کی ختم نبوت ذاتی پر سینکڑوں دوسرے دلائل بھی موجود ہیں''۔ (دیوبندی مذہب ص ۱۷۱، ۱۷۲)

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی نبوت پر سینکڑوں دلائل موجود ہیں تو بریلوی جواب دیں کہ وہ سینکڑوں دلائل ماننے والے معاذ اللہ کافر ہیں یا ان دلائل کو ماننے پر ختم نبوت کا انکار لازم کرنے والے کافر ہیں؟''۔ [1]

الجواب: مولانا غلام مہر علی کا عقیدہ مُلاحظہ کریں:

''مولوی نانوتوی صاحب نے خُود اپنی طبیعت سے خاتم النبیین کے جو معنی گھڑے کہ حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور کے واسطے خُود اپنی ذات سے نبی ہیں۔ کتبِ تفسیر و حدیث و کلام اور اُصول فقہ و لغت کی کسی کتاب سے ہرگز ہرگز یہ ثابت نہیں کہ خاتم کے معنی موصوف بالذات ہیں۔ مولوی نانوتوی صاحب نے اپنے اس تراشیدہ و خراشیدہ معنی کا نام ختم ذاتی اور

---

[1] دفاع، ج1 ص716، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

خاتمیت مرتبی رکھا ہے اور اپنی اسی کتاب ''تحذیر الناس'' کے ص ۸ پر لکھتے ہیں کہ:

''شایان شان محمدی خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی''

اس عبارت کا صاف صریح مطلب یہی ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک کے لائق خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں کہ حضور بغیر کسی دُوسرے واسطے کے خود اپنی ذات سے نبی ہیں۔لیکن خاتم بمعنی آخر الزمان آپ کے شان کے لائق نہیں''۔[1]

دیکھیں انہوں نے اس عبارت میں خاتمیتِ ذاتی یا موصوف بالذات والے مفہوم کو نانوتوی صاحب کا خُود تراشیدہ مفہوم قرار دیا ہے۔

مولانا غلام مہر علی صاحب نے تو قاسم نانوتوی صاحب کی تقسیم ذاتی اور عرضی کو باطل قرار دیا، باقی اُن کا اپنی تحریر میں ذاتی کی اصطلاح استعمال کرنا وہ برائے تردید دیوبندیت ہے، کیونکہ ''تحذیر الناس'' کی تردید میں عبارات کا رَد کرنے کے لئے برائے تفہیم اصطلاحات مخترعہ قاسم نانوتوی کا استعمال کرنا پڑتا ہے،لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قاسم نانوتوی کی مخترعہ اِصطلاحات کے ہم قائل ہیں۔موصوف نے عوام الناس کو گُمراہ کرنے کے لئے مولانا غلام مہر علی صاحب کا نام لیا ہے، ان کی مندرجہ بالا عبارت میں تصریح موجود ہے کہ وہ قاسم نانوتوی کی تقسیم بالذات و بالعرض کو تسلیم نہیں کرتے۔

قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا حوالہ

اعتراض: بریلوی رازی وغزالی لکھتا ہے کہ:''ہمیں نانوتوی صاحب سے یہ شکوہ نہیں کہ انہوں نے رسول ﷺ کے لئے تاخر زمانی تسلیم نہیں کی یا یہ کہ انہوں نے رسول ﷺ کے بعد مدعیان نبوت کی تکذیب و تکفیر نہیں کی، انہوں نے یہ سب کچھ کیا مگر قرآن کے معنی منقول متواتر کو عوام کا خیال قرار دے کر اپنے سب کئے کرائے پر پانی پھیر دیا''۔

[1] دیوبندی مذہب، ص582، مکتبہ حامدیہ، گنج بخش روڈ، لاہور

(مقالات کاظمی، ج۱ص۳۵۱)

یہ حوالہ ان حضرات کے منہ پر ایک طمانچہ ہے جو کہتے ہیں کہ حجۃ الاسلام امام نانوتوی نے تاخر زمانی یعنی آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا، یا آپ کے بعد کسی جدید نبی کے آنے کے قائل تھے، ہاں گلا یہ کہ تاخر زمانی کو عوام کا خیال بتایا تو یہ بھی کاظمی صاحب کی سینہ زوری ہے جس کا جواب آگے آرہا ہے"۔[1]

الجواب: قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا حوالہ درحقیقت ان دیوبندیوں کے منہ پر طمانچہ ہے جو قاسم نانوتوی صاحب کے دفاع میں قادیانی کی طرح "مناظرہ عجیبہ" کی دُوسری عبارات پیش کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ قاسم نانوتوی نے ختم نبوت زمانی کو تسلیم کیا ہے۔

حضرت کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے واضح کردیا کہ نانوتوی نے "تحذیر الناس" میں جو مؤقف اختیار کیا ہے اُن کے اس مؤقف میں ان کے مزعومہ اعترافات واقرارات پر پانی پھیر دیا اوران کے یہ اقرارات قادیانی کے مانند ہیں۔قادیانیوں کے لاہوری گروپ کے مزعومہ اعتراضات کیا ان کو کُفر کی دلدل سے نکال سکتے ہیں؟

لہٰذا قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا یہ حوالہ قطعاً ہمارے خلاف نہیں بلکہ فریق مخالف کے منہ پر زوردار طمانچہ ہے جس کی صدائے بازگشت برسوں تک سنائی دے گی۔

کتاب "ختم الاولیاء" کا حوالہ اور اُس کا جواب

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

"بریلوی حضرات ذرا اس پر بھی کوئی فتوی لگائیں: "فان الذی عمی عن خبر هذا، یظن ان خاتم النبیین تاویله انه آخرهم مبعثا فای منقبة فی هذا؟ وای علم فی هذا تاویل

---

[1] دفاع، ج1ص717، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

البلہ والجہلة" ۔(ختم الاولیاء،ص۳۱،دارالکتب العلمیۃ،بیروت)

اگر حضرت نانوتوی نے عوام کا خیال بتایا تو یہاں حکیم ترمذیؒ فرمارہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے لئے خاتم النبیین کا معنی صرف بعثت کے اعتبار سے آخری ماننا اس میں بھلا حضور کی کونسی تعریف ہے یہ معنی تو بے وقوفوں اور جاہلوں والا معنی ہے۔اب ہے کسی میں جرات فتوی لگانے کی؟[1]

الجواب: یہ حوالہ قادیانی بڑے زور وشور سے پیش کرتے ہیں اوراکثر اُن کی کتابوں میں ہوتا ہے،دیوبندی موصوف نے اُن کی تقلید اور اِتباع میں یہ حوالہ پیش کیا ہے۔دیوبندیوں میں علم کا فقدان ہے،ان میں لیاقت تو ہے ہی نہیں کہ یہ حوالہ کی تحقیق کرسکیں،یہ حوالہ انہیں اپنی نظر میں قاسم نانوتوی صاحب کی حمایت میں نظر آیا تو انہوں نے قادیانیوں کی اِتباع میں بِلاسوچے سمجھے اِس کو پھیلانا شروع کردیا،بہرکیف اس حوالے کی وضاحت آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں،مُلاحظہ فرمائیں:

(1) کتاب ''ختم الاولیاء'' جس سے دیوبندی موصوف نے حوالہ دیا ہے، وہ دار الکتب العلمیہ سے شائع کردہ ہے،جس کے متعلق اِس کے محقق الشیخ عبدالوارث محمد علی نے نہ تو مخطوط کی وضاحت کی ہے اور نہ مخطوط کا عکس لگایا ہے۔

جبکہ یہی ''ختم الاولیاء'' بحوث ودراسات بادارة معهد الاداب الشرقية، المطبعة الكاثوليكية، بيروت سے عثمان اسماعیل یحییٰ کی تحقیق سے شائع ہوئی ہے جس میں اُس نے نہ صرف اپنے پیشِ نظر مخطوط کی نشاندھی کی ہے بلکہ عکس بھی لگائے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اُس نے دورانِ تحقیق حاشیہ میں اختلافِ نسخ کا بھی ذکر کیا ہے۔

تحقیق کے دوران عثمان اسماعیل نے حاشیہ میں دُوسرے نسخوں کے حوالے بھی دیئے ہیں۔

[1] دفاع،ج1ص717،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

مذکورہ عبارت میں بھی جو اختلافِ نسخہ ہے اُس کو انہوں نے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔
مذکورہ بالا عبارت میں جو لفظ ''خاتم النبیین'' ہے اس کے حاشیہ میں انہوں نے لکھا ہے کہ دُوسرے نسخے میں ''خاتم النبی علیہ الصلوۃ والسلام'' (یعنی مُہر نبوت) کے الفاظ ہیں۔[1]
عثمان اسماعیل نے جو دُوسرے نسخے سے اختلافِ الفاظ ذکر کیا ہے اُس کے مطابق عبارت یُوں بنتی ہے:

"فان الذی عمی عن خبر ھذا یظن ان خاتم النبی علیه الصلاۃ والسلام تأویله انه آخرھم مبعثاً فأی منقبة فی ھذا ؟ وأی علم فی ھذا تأویل البله الجھلة"[2]

اس عبارت میں دُوسرے نسخے کے الفاظ اگر بتمامہٖ دُرست تسلیم نہ بھی کیے جائیں پھر بھی ''خاتم النبیین'' کی جگہ ''خاتم النبی علیہ الصلاۃ والسلام'' ہی دُرست ہوگا کیونکہ سابق میں بحث بھی ''خاتم النبی علیہ الصلاۃ والسلام'' (مُہر نبوت) کی چل رہی ہے۔
اب ''ختم الاولیاء'' کی عبارت مع سابق کے مُلاحظہ کریں:

"ولم یدع اللہ الحجۃ مکتومۃ فی باطن قلبه حتی اظھرھا: فکان بین کتفیه ذلک الختم ظاھراً کبیضة حمامة وھذا الشأن عظیم تطول قصته .فان الذی عمی عن خبر ھذا نظر ان خاتم النبی علیه الصلاۃ والسلام تأویله انه آخرھم معناً فأی مبعثه فی ھذا ؟ وأی علم فی ھذا ھذا تأویل البلة الجھلة"[3]

---

[1] ملاحظہ ہو: 'ختم الاولیاء، ص 341، تحقیق عثمان اسماعیل یحیی، المطبعة الکاثولیکیة بیروت

[2] "ختم الاولیاء"، ص 341، تحقیق عثمان اسماعیل یحیی، المطبعة الکاثولیکیة،

[3] ختم الاولیاء، ص 341، تحقیق عثمان اسماعیل یحیی

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس حجت کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے قلبِ اَطہر کے باطن میں پوشیدہ نہ رکھا یہاں تک کہ اس کو ظاہر کر دیا۔ پس مُہر نبوت ظاہراً آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے دونوں کندھوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کی طرح نظر آتی تھی، اس میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی بہت بڑی شان ہے اور اس کا قصہ بہت طویل ہے۔ جو لوگ اس روایت سے بے خبر ہیں وہ اس مُہر نبوت کا مطلب آخری نبی ہونا بیان کرتے ہیں یعنی مُہر نبوت کا یہ ترجمہ کرنے میں کون سی منقبت ظاہر ہوتی ہے یا کون سا علم ظاہر ہوتا ہے یہ تو بے وقوفوں اور جاہلوں کی تاویل ہے"۔

پس ثابت ہوا کہ پُورا سیاق جو مُہر نبوت کے متعلق چل رہا ہے تو اس میں "خاتم النبیین" کی بجائے "خاتم النبی علیہ الصلاۃ والسلام" ہونا ہی دُرست ثابت ہوتا ہے۔

(2) حکیم ترمذی "خاتم النبیین" کے "آخر النبیین" معنی کو غلط یا تاویل البلہ والجہلہ قرار نہیں دے رہے

حکیم ترمذی کے نزدیک مُہر نبوت حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے قلب اطہر میں ایک حجت مکتومہ تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے دونوں شانوں کے درمیان ظاہر فرمایا، کبوتر کے انڈے کی طرح وہ نظر آتی تھی۔

حکیم ترمذی کے نزدیک مُہر نبوت کا مفہوم مذکُورہ بالا ہے اِس کے خلاف کو وہ جاہلوں اور بے وقوفوں کی تاویل قرار دے رہے ہیں۔

لفظِ "بِالفرض" کے متعلّق دیوبندی مَوصُوف کی تَوجیحات

اعتراض: دیوبندی موصوف سرخی قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی آجائے"

رضا خانی حضرات اس عبارات [عبارت] پر بہت اعتراض کرتے ہیں اور اس سلسلے میں ان کے دو مایہ ناز اعتراض ہیں جن کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے:

اعتراض ۱: بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ یہاں بالفرض کا لفظ ہے لہٰذا عبارت ٹھیک ہے ان سے چند استفسار کئے جاتے ہیں امید ہے وہ جواب دیں گے اگر کوئی کہے بالفرض کسی کی دونوں آنکھیں نکال دی جائیں تو اس کی بینائی میں کچھ فرق نہیں آئے گا تو کیا اس کی بینائی میں فرق نہیں آئے گا؟ اگر کوئی کہے بالفرض کوئی مسلمان اللہ کے الٰہ ہونے کے بعد کسی اور کو الٰہ مانے تو اس کے عقیدہ توحید میں کچھ فرق نہیں آئے گا اگر مسئولہ بالا عبارت ٹھیک ہیں تو ''تحذیر الناس'' کی عبارت بھی ٹھیک ہے (عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ ج ا ص ۲۰۲)

جواب: مندرجہ بالا عبارات وسوال بالکل ٹھیک ہیں لہٰذا اب ''تحذیر الناس'' کو بھی ٹھیک مانو اس لئے کہ ان میں صرف فرض کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ صرف فرض کر لینے سے کہ فرض کر لو کسی کی دونوں آنکھیں نکال دی جائیں تو واقعۃً اس کی بینائی میں کوئی فرق نہیں آئے گا اس لئے کہ یہ تو صرف فرض کرنا ہے فرق تو تب آئے گا جب حقیقۃً بھی اس کی آنکھیں نکال دی جائیں۔ دیکھو مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

''ٹھیک ہے یہ شرطیہ ہے جس کے لئے مقدم اور تالی کا امکان ضروری نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے: **قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین**، اے محبوب تم فرما دو کہ اگر رحمن کیلئے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا۔ (ملفوظات حصہ دوم، ص ۱۶۱)

تو کیا اس آیت میں بیٹا ہونے اور اس کو پوجنے کو فرض کر دینے سے رب کی الوہیت اور محمد ﷺ کی توحید میں کوئی فرق آ گیا؟ ایک بریلوی مجھے کہنے لگا کہ فرض کر لو کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو اس کی زوجیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا میں نے کہا: بالکل جی کوئی فرق نہیں آئے گا میں نے فرض کر لیا اب بھی وہ میری بیوی ہے تو کہتا ہے کہ پھر دو نہ جب فرق نہیں آئے گا، میں نے کہا بے وقوف جب دے دوں گا تو فرض تھوڑی رہے گا وہ تو حقیقۃً ہو

جائے گا''۔[1]

الجواب: موصوف کی جہالت اور حماقت کو ہم وقتاً فوقتاً ظاہر کرتے رہے ہیں، موصوف کے اس اعتراض نے اب کوئی شک بھی باقی نہیں رکھا کہ موصوف جہالت کے بامِ عروج پر فائز ہیں، بلکہ دیوبند کے مدرسے کے جن لوگوں نے اِس کو تقریظ لکھ کر دی ہے وہ بھی پہلے نمبر کے جاہل اور احمق ہیں، مدرسہ دیوبند جہالت کا مرکز ہے جس میں جہالت کی تعلیم دی جاتی ہے، اگر موصوف کو بالفرض سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو پھر وہ اپنے مفتیوں سے فتویٰ لکھوا کر دیں بایں طریق کہ بالفرض کوئی قادیانی خبیث کو نبی مان لے تو بھی مسلمان رہے گا (نعوذ باللہ) کیونکہ ان کے نزدیک بالفرض سے کوئی فرق نہیں پڑتا، لہٰذا اگر ان کو اپنی دلیل دُرست نظر آرہی ہے تو جہاں سے انہوں نے کتاب پر تقریظ لکھوائی ہے یعنی مدرسہ دیوبند، ازراہِ کرم مذکورہ عبارت کے ساتھ وہ وہاں سے فتویٰ لکھوا دیں کیونکہ ان کے نزدیک بالفرض کے نتیجہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اگر موصوف کی دلیل صحیح ہے تو رب تعالیٰ نے قُرآنِ حکیم میں یہ اِرشاد کیوں فرمایا کہ: "لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا"۔[2]

''اگر زمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود ہوتا تو زمین وآسمان کا نظام فاسد ہوجاتا''۔

یہاں پر بھی ''بالفرض'' ہے، اگر بالفرض سے کچھ نہیں ہوتا تو رب تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا کہ زمین آسمان کا نظام فاسد ہوجاتا، لہٰذا موصوف کے عقیدے کی بِنا پر یہ نتیجہ اَخذ کرنا غلط ثابت ہوا کیونکہ ان کے نزدیک اس سے کچھ نہیں ہوتا، اسی طرح یہ مثالیں بھی بالکل دُرست ہیں کہ بالفرض کوئی مسلمان اللہ کے سوا کسی اور کو الٰہ مانے تو وہ مسلمان نہیں رہے گا، اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اس کے عقیدۂ توحید میں کوئی فرق نہیں آئے گا تو وہ زندیق ہے۔ اسی

---

[1] دفاع، ج1 ص717، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] [الانبیاء:22]

طرح اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ بالفرض کسی کی دو آنکھیں نکال دی جائیں تو بھی اس کی بینائی میں کوئی فرق نہ آئے گا، جہالت ہے، اس لیے کہ دونوں آنکھیں اُس کی بینائی کا ظاہری وسیلہ ہیں، دونوں آنکھوں کے نکل جانے والی صورت کو فرض کرنے سے اس کے لیے بینائی کا تحقق ختم ہوجاتا ہے، اسی طرح موصوف کو جس نے کہا، تم فرض کرلو کہ تم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں کیا اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، موصوف کا اس کے جواب میں یہ کہنا ''میں نے کہا بالکل جی کوئی فرق نہ آئے گا'' جہالت ہے۔ اس لیے کہ بالفرض اگر کوئی شخص تین طلاقیں دے دے تو وہ اس کی زوجیت میں باقی نہیں رہے گی، مگر موصوف کہتے ہیں کہ ''میں نے فرض کرلیا اب بھی وہ میری بیوی ہے''۔[1]

موصوف نے جو نتیجہ اَخذ کیا ہے اور بالفرض کے مفہوم کو جو سمجھا ہے اس کے مطابق

(1) اگر بالفرض کوئی موصوف کی بیوی سے جماع کرے تو بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

(2) اگر کوئی گنگوہی تھانوی نانوتوی کے پچھواڑے میں ڈنڈا گھسیڑ دے تو بھی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ موصوف کو تو اس وقت فرق پڑے گا جب واقعتاً ایسا ہو، لہٰذا ان باتوں سے موصوف کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(3) الیاس گھمن بالفرض گدھے کا پیشاب پی لے تو بھی اسے کوئی فرق نہیں پڑتا

(4) دیوبندی بالفرض کتے خنزیر کا پاخانہ کھالیں تو بھی انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا

(5) بالفرض دیوبندیوں کی بہن بیٹیاں دس دس یار بنالیں تو بھی انہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا، موصوف اس کے جواب میں کہیں ''بالکل جی کوئی فرق نہیں آئے گا''۔

موصوف فلسفے کے مشہور قاعدے **"لولا المفروضات لبطلت الحکمۃ"** اگر مفروضات نہ ہوتے تو حکمت باطل ہو جاتی کو بھول گئے ہیں، بلکہ پڑھا ہی نہیں،

---

[1] دفاع، ج1ص717، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

جہالت کی بھی حد ہوتی ہے لیکن دیوبندیوں کی جہالت ہے کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔

دیوبندیوں کے ادریس کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:

''مطلب یہ ہے کہ گناہگار مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور وہ فرشتے ہر وقت خدا کے خوف سے اور اس کے قہر اور جلال سے کانپتے اور تھراتے رہتے ہیں خدا کی عظمت ہر وقت ان کی نظروں کے سامنے ہے اور اگر بالفرض کوئی ان میں یہ کہے کہ اللہ کے سوا میں معبود ہوں مجھ کو پوجو تو ایسے کو ہم جہنم کی سزا دیں گے اور ہم ظالموں کو ایسی سزا دیا کرتے ہیں''۔[1]

اگر بالفرض سے کچھ نہیں ہوتا تو پھر بالفرض دعوائے معبودیت پر ان کے لئے جہنم کی سزا کی وعید کیوں ہے موصوف کے اُصول کے مطابق تو کچھ بھی نہیں ہونا چاہیے، موصوف کی جہالت ہے کہ موصوف بالفرض کے مطلب کو بھی سمجھ نہ سکے۔

موصوف کی جہالت کی انتہا

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ۔ ''اے محبوب! تم فرمادو کہ اگر رحمن کے لئے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا'' (ملفوظات حصہ دوم ص۱۶۱) تو کیا اس آیت میں بیٹا ہونے اور اس کو پوجنے کو فرض کر دینے سے رب کی الوہیت اور محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ سلم کی توحید میں کوئی فرق آ گیا''۔[2]

موصوف نے کُفر کیا ہے، حضورِ اکرم ﷺ نے ہرگز رحمان کیلئے بیٹا فرض نہیں کیا بلکہ بیٹا ہونے کی نفی کی ہے کہ رحمان کیلئے بیٹا نہیں، اگر رحمان کے لئے بیٹا ہوتا تو مَیں سب سے پہلے اس کی عبادت کرتا، مگر موصوف کی جہالت کی انتہا دیکھو کہ لکھ رہا ہے کہ:

---

[1] معارف القرآن، ج5 ص193، مکتبہ لدھیانوی۔

[2] دفاع، ج1 ص718، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

''توکیا اس آیت میں بیٹا ہونے اور اس کو پوجنے کوفرض کردینے سے رب کی الوہیت اور محمد ﷺ کی توحید میں کوئی فرق آ گیا؟''۔[1]

ایسے جاہل اور بد دماغ آدمی کا ہم کیا کریں؟

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ''یہ شرطیہ ہے جس کے لئے مقدم اور تالی کا امکان ضروری نہیں''۔

کیا نانوتوی صاحب کی عبارت بھی اِسی طرح ہے؟ ہرگز نہیں۔اس آیت کی تشریح میں مقدم اور تالی کو سمجھنے کے لئے یہ حدیث مُلاحظہ کر سکتے ہیں:

"لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ"۔[2]

''اگر میرے بعد نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتا''۔

اس کا مفہوم واضح ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد نہ تو کسی کو نبوت مل سکتی ہے اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ہو سکتے ہیں۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ میں کمالات نبوت موجود تھے مگر بایں ہمہ ان کو عہدہ نبوت نہیں دیا گیا کیونکہ سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا ہے، حدیث میں لفظ''لوکان'' سے اسی طرف اشارہ ہے کیونکہ لفظ''لو'' عربی زبان میں اسی غرض کے لیے آتا ہے کہ شرط موجود نہ ہونے کی وجہ سے مشروط بھی موجود نہیں ،لہٰذا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ

---

[1] دفاع، ج1 ص718، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] اخرجه الترمذی فی الجامع، (3686)، والحاکم فی المستدرک، ج3ص 92 (4495)۔قال الترمذی: هذا حدیث حسن غریب لا نعرفه إلا من حدیث مشرح بن هاعان۔وقال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ " ووافقه الذهبی فی تلخیصه۔مزید تخریج کے لئے فقیر کی ''خدمات ختم نبوت اور سیدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ'' ملاحظہ فرمائیں

میرے بعد چونکہ کوئی نبی نہیں ہوسکتا اس لیے عمرؓ بھی نبی نہیں ہوئے''۔[1]

مگر قاسم نانوتوی صاحب کی عبارت ہرگز اس طرح نہیں، وہ تو صاف لکھ رہے ہیں کہ:

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اِسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے''۔[2]

حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی علیہ الرحمہ نے بھی ''تحذیر الناس'' کی عبارت کو کفریہ قرار دیا ہے جس کی بحث اپنے مقام پر گزر چکی ہے۔

مقدم محال ہو تو تالی بھی محال ہونا چاہیے

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اعتراض: نانوتوی صاحب کہہ رہے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد اگر بالفرض کوئی نبی پیدا ہو جائے تو آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آتا حالانکہ جب مقدم محال ہو تو تالی بھی محال ہونا چاہیے کیونکہ مقدم تالی کو مستلزم ہوتا ہے اور جو محال کو مستلزم ہو وہ خود محال ہوتا ہے'' (عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ، ج ۲ ص ۳۴۷)

اور تبسم شاہ بخاری لکھتا ہے:

''جیسے تھوڑی دیر کے لیے متعدد خداؤں کا ہونا (جو کہ محال ہے) تسلیم کر لیا جائے یعنی **لو کان فیھما الھۃ** تو نظام کائنات برباد ہو جائے (یعنی فساد لازم آیا) اسی طرح جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا (جو کہ محال ہے) تسلیم کر لیا جائے تو اس میں آپ کی شان میں فرق آتا ہے (یعنی فساد لازم آیا)۔ یہ کہنا کہ خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں آتا قطعاً باطل ہے اس طرح فرض کرنے سے تو کوئی محال لازم نہ آئے تو وہ محال نہیں یعنی نبی کا آنا پھر محال نہ رہا

[1] ختم نبوت، حصہ دوم، ص283، مکتبہ معارف القرآن، کراچی

[2] تحذیر الناس، ص25، مطبوعہ راشد کمپنی، دیوبند

اور یہ عقیدہ بجائے خود کفر ہے۔۔۔۔"لو" حرف شرط ہے اور دو جملوں پر آتا ہے اور بہ سبب نفی جملہ اول کے نفی جملہ ثانیہ پر دلالت کرتا ہے اور زمانہ ماضی کا جیسے "لو کان الھة الا اللہ لفسدتا" یعنی نہ اور خدا تھے نہ زمین و آسمان برباد ہوئے، اب نانوتوی صاحب کا جملہ دیکھئے:

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی (مرتبی) میں کچھ فرق نہیں آئے گا"۔ یہ دو جملے اوپر بتائے گئے قاعدے کلیے کے مطابق درست نہیں ان جملوں میں جملہ اول نفی کا جملہ بنتا ہی نہیں اگر بالفرض (یعنی لو) بہ سبب نفی جملہ اول کے نفی جملہ ثانی پر دلالت نہیں کرتا یا نفی ثانی کی بنا پر نفی اول نہیں۔ دیکھئے اگر یوں لکھے "نہ کوئی نبی آیا نہ خاتمیت مرتبی میں فرق پڑا" اس طرح نفی جملہ اول نے نفی جملہ ثانی پر دلالت کی، مگر پرستان "تحذیر الناس" کہتے ہیں کہ نبی آ بھی جائے تب بھی خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں پڑتا۔ اس طرح نفی جملہ اول کا نفی جملہ ثانی پر دلالت کا کلیہ فٹ نہیں بیٹھتا، لہٰذا معلوم ہوا کہ جملے کی ترکیب اور معنوی ساخت ہی غلط ہے، اور طعنے ہمیں دیئے جا رہے ہیں"۔

(ختم نبوت اور تحذیر الناس، ص ۲۷۱۔۲۷۲)

جواب: یہ بھی ان دونوں حضرات کی جہالت ہے اس لیے کہ ہم ماقبل میں بریلوی اکابر کے حوالے ہی سے ثابت کر چکے ہیں کہ بالفرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آ جائے تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت مرتبی میں کوئی فرق نہیں آئے گا، مگر یہ جاہل یہی رٹ لگا رہے ہیں کہ نہیں فرق آئے گا اور مولانا نانوتوی کی تو عبارت ہی غلط ہے"۔[1]

الجواب: موصوف نے "عباراتِ اکابر کا تحقیقی جائزہ" اور "ختم نبوت اور تحذیر الناس" کے معقول اعتراض کا کوئی بھی جواب نہیں دیا، ایک مقام پر تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

"سوال نمبر ۲۵: متعلق آیت "لو اردنا ان نتخذ لھوا لا اتخذنا ہ من لدنا ان کنا

---

[1] دفاع، ج1 ص718-719، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

فاعلین"۔اس سے "اتخاذ لهو" پر قدرت مفہوم ہوتی ہے،غور فرمایا جاوے؟
الجواب: میرے نزدیک تو اس سے امکان ارادہ لازم نہیں آتا بلکہ ارادہ مقصود لہو کے امتناع پر استدلال ہے کہ ارادۂ اتخاذ مستلزم ہے اتخاذ کو اور لازم محال ہے، پس ملزوم بھی محال ہے۔
ونظیرہ قولہ تعالی فی سورۃ الزمر: "لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا لاصطفی مما یخلق مایشآئ سبحانہ" یہاں احتمال بھی نہیں اتخاذ ولد کے مقدور ہونے کا، سبحانہ میں اسی طرف اشارہ ہے"۔[1]
پھر موصوف نے یہ بھی جھوٹ بولا کہ:

''ہم ماقبل میں بریلوی اکابر کے حوالے ہی سے ثابت کر چکے ہیں کہ بالفرض آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آجائے تب بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت مرتبی میں کوئی فرق نہیں آئے گا''۔[2]

موصوف نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے، ایک بھی ایسا حوالہ پیش نہیں کیا جس میں موصوف کی لکھی گئی تصریح موجود ہو، چہ جائیکہ حوالے۔ جب کوئی جواب نہ بن پڑے تو جھوٹ بولو، یہی تمہارے اکابر نے تمہیں تعلیم دی ہے۔
نانوتوی صاحب نے حضورِ اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے آخری نبی ہونے کو سطحی نظر والوں کا خیال قرار دیا ہے اور انہوں نے لکھا ہے کہ:

''کوئی نبی پیدا ہو، تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔[3]

اس سے صاف اور واضح ہے کہ وہ حضورِ اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اِنکار کر رہے ہیں۔اور اس سلسلے میں سابقہ صفحات میں کافی دلائل رقم کر دیئے گئے ہیں۔

---

[1] امداد الفتاویٰ، ج5 ص30، مکتبہ سید احمد شہید، اکوڑہ خٹک
[2] دفاع، ج1 ص719، مکتبہ ختم نبوت، پشاور
[3] تحذیر الناس، ص25، راشد کمپنی، دیوبند

دیوبندی موصوف کا نانوتوی کی حمایت میں ملّا علی قاری کا حوالہ پیش کرنا اور اُس کی حقیقت

موصوف نانوتوی کی وکالت میں مندرجہ ذیل حوالہ پیش کرتے ہیں کہ ملّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

"لو عاش ابراهیم وصارا نبیا وکذا لو صار عمر نبیا لکانا من اتباعه علیه السلام"۔ (موضوعات کبریٰ، ص ۱۹۲)

"اگر آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اسی طرح اگر حضرت عمر نبی ہو جاتے تو دونوں آپ کے پیروکاروں سے ہوتے"۔

ان حضرات کے اصول کے مطابق یہ عبارت غلط بلکہ کفر ہے کیونکہ ملا علی قاری یہی کہہ رہے ہیں کہ ان حضرات کے آنے سے بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت مرتبی پر کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ آپ ہی کے تابع اور آپ ﷺ کی نبوت کے واسطے سے ہوتے جو حضرات حضرت نانوتوی کی عبارت کو غلط کہہ رہے ہیں وہ ملا علی قاری کے بارے میں بھی کوئی فیصلہ صادر کریں"۔[1]

الجواب: موصوف نے یہ اعتراض کرنے سے قبل اپنے گھر کی کتابیں نہیں پڑھیں ورنہ وہ اس حوالے کو پیش کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ دیوبندیوں کے مولوی نافع صاحب لکھتے ہیں

"لوعاش ابراهیم" الحدیث، کا پس منظر

لوعاش ابراہیم الحدیث پر بحث کرنے سے پہلے مولانا بدر عالمؒ میرٹھی کی تحریر سے ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جس سے زیر بحث عبارت کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

"جب مرزائی مذہب میں خاتم المرسلین علیہم الصلاۃ والتسلیم کے بعد بھی رسولوں کی آمد جائز

[1] دفاع، ج1 ص720، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

ہے تو پھر ختم نبوت کا عنوان ٹھیک اسی طرح بے معنیٰ رہ جاتا ہے جیسا کہ عیسائیوں اور آریوں کا دعویٰ توحید یعنی جس طرح اقانیم ثلاثہ کو مان کر، مادہ اور روح کو قدیم کہہ کر توحید کا دعویٰ محض لفظی ہے اس طرح رسولوں کی آمد تسلیم کر کے ختم نبوت کا لفظ بھی صرف مسلمانوں کی دل فریبی کا ایک آلہ ہے اور بس قرآن کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے آپ کی شان میں خاتم النبیین کا لفظ اسی درجہ میں اہم اور قابل ایمان ہے جیسا کہ رسول اللہ کا اسی لیے ایک ہی آیت میں ان دونوں عقیدوں کو بایں طور جمع کر دیا گیا ہے ''ولکن الرسول اللہ وخاتم النبیین'' [الاحزاب: ۴۰] یعنی بیک وقت آپ اللہ کے رسول بھی ہیں اور خاتم النبیین بھی۔

بلکہ غور کرنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ خاتم النبیین کا ذکر بعض وجوہ سے زیادہ مہتم بالشان ہے۔ کیونکہ مضمون یہ بیان کرنا ہے کہ نبی عربی گوتم میں سے کسی مرد کا باپ نہ سہی مگر اس کے بجائے اللہ کا رسول اور نبیوں کا ختم کرنے والا ہے۔ اہل علم اتنا سمجھ سکتے ہیں کہ جب انبیاء سابقین مردوں کے باپ ہو کر پھر رسول اللہ بھی ہوتے رہے تو معلوم ہوا کہ ان دوہ [دو] باتوں میں تو کوئی تنافی اور عدم مطابقت نہیں ہے، لہٰذا اگر آپ بھی رسول اللہ ہو کر مَردوں میں سے کسی کے باپ ہوجاتے تو کیا مضائقہ تھا اس لیے قرآن نے رسول اللہ کے ساتھ خاتم النبیین کا اور اضافہ کر کے بتلا دیا کہ آپ صرف رسول اللہ نہیں ہیں بلکہ اس کے ساتھ خاتم النبیین بھی ہیں۔ اس لیے اگر آپ کے بھی پسری اولاد ہوتی تو جس طرح اسرائیلی سلسلہ میں انبیاء کی ذریت میں نبوت جاری رہی اسی طرح اسماعیلی سلسلہ میں بھی بقاء نبوت مناسب ہوتا۔ حالانکہ آپ کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا گیا تھا۔ نفی ابوت اور اثبات خاتمیت کے اس ارتباط کو دیکھ کر صحابہؓ ''صحیح بخاری'' میں فرماتے ہیں کہ:

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند اس لیے زندہ نہ رہے کہ آپ خاتم النبیین تھے اگر آپ کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو آپ کے فرزند حضرت ابراہیم ضرور زندہ رہتے اور نبی ہوتے لیکن عالم تقدیر میں چونکہ تناقض نہیں ہے اس لیے اگر ایک طرف ختم نبوت مقدر ہوا تو دوسری

طرف آپ کے لیے پسری اولاد کا سلسلہ منقطع ہو جانا بھی مقدر ہوا اور اعلان کر دیا گیا کہ انبیاء سابقین کی طرح آپ صرف رسول اللہ نہیں ہیں بلکہ آپ پر نبوت کا ختم کرنا بھی مقصود ہے۔ انبیاء سابقین چونکہ صرف رسول اللہ تھے مگر خاتم النبیین نہ تھے اس لیے پسری اولاد میں ان کے لیے مضائقہ بھی نہ تھا لیکن اس اولوالعزم نبی کے اگر کوئی پسری اولاد بلوغت کو پہنچتی تو اس کی عظمت کے شایان شان یہی تھا کہ سب سے اول اسی کو منصب نبوت سے نوازا جاتا اور یہ نامناسب تھا کہ بنی اسرائیل میں تو انبیاء کی ذریت میں نبوت رہے اور اسماعیلی سلسلہ میں اس افضل ترین رسول کے پسری اولاد درجولیت کی حد کو پہنچے اور پھر نبی نہ ہو۔ یہی باعث تھا کہ انبیاء سابقین نے اپنی ذریت میں بقاء نبوت کی دعائیں مانگی ہیں اور حق تعالیٰ نے بھی انہیں "وجعلنا فی ذریتھما" کی بشارتیں سنائی ہیں مگر اس نے جس کے حق میں قرآن نے "حریص علیکم۔۔۔الخ" فرمایا ہے۔ اپنی امت میں ایک نبی کے لیے بھی دعا نہیں کی اور نہ خود حق تعالیٰ نے پہلوؤں کی طرح اس کو انبیاء کی آمد کی کوئی بارش [بشارت] دی۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ دیگر انبیاء فقط رسول اللہ تھے اور محمد عربی ﷺ رسول اللہ کے ساتھ خاتم النبیین بھی تھے۔ پھر جس کو خدا نے آخری نبی بنایا تھا وہ کیسے اپنی امت یا ذریت کے حق میں نبوت کی دعا کرتا اور کیسے مناسب تھا کہ اس کی ذریت میں کوئی بلوغت کی حد کو پہنچتا اور وہ ان کا باپ کہلاتا۔ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" [الاحزاب: ۴۰]

محمد ﷺ کے لیے یہ مناسب ہی نہ تھا کہ وہ تم میں سے کسی مرد کا باپ ہوتا لیکن وہ تو اللہ کا رسول اور انبیاء میں سب سے آخر آنیوالا ہے"۔

عن عامر الشعبی فی قول اللہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم قال ما کان لیعیش له فیکم ولد ذکر، (رواہ الترمذی، ج ۲ ص ۱۵۶، ابواب التفسیر)

عامر شعبیؒ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "ما کان محمد ابا احد من رجالکم" کا

یہ مطلب ہے کہ تم میں اے لوگوان کی کسی نرینہ اولاد کا زندہ رہنا مناسب ہی نہ تھا۔

ہمارے اس بیان سے دو امر اور ظاہر ہو گئے۔ اول یہ کہ صحابہ کے نزدیک بھی ختم نبوت کے یہ معنی تھے کہ اب آئندہ کوئی رسول نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے وفات ابراہیمؓ کا انہوں نے یہ نکتہ بیان کیا۔ دوم یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نبوت جاری ہوتی تو اس کے اولین مستحق صحابہؓ کے نزدیک بھی آپ کے فرزند حضرت ابراہیم ہی تھے۔ اسی کو حدیث میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے "**لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا**"۔ (کنز العمال، ج۱۱ ص ۴۶۹ حدیث نمبر ۳۲۲۰۴) (اگر حضور کے صاحبزادے ابراہیم زندہ رہتے تو وہ صدیق اور نبی ہوتے)

میرا بیٹا ابراہیمؓ اگر زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ اس لئے کہ جب بنی اسرائیل میں انبیاء کی ذریت میں نبوت رہی تو یہ نامناسب تھا کہ آپ کے فرزند کو نبوت نہ ملتی، یا ملتی مگر کسی بعید پشت میں ظاہر ہوتی اور یہ تو کیسا ہی نامناسب تھا کہ ذریت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نکل کر مثلاً مرزائیوں کے خاندان میں جا گھستی۔

اس جگہ اتنا بیان کر دینا اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ختم نبوت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ سرور کائنات کے وجود میں دیگر انبیاء کی آمد کو روک دیا ہے بلکہ یہ معنیٰ ہے کہ علم ازلی میں جتنے رسول مقدر تھے وہ ایک ایک کر کے سب آ چکے۔ اب ایک دن آخر اس عالم کو ختم کرنا تھا اس لیے آخری دنیا کے لیے وہ رسول جو سب کے آخر میں رکھا گیا تھا بھیج دیا گیا تا کہ اس کی آمد جس طرح رسولوں کی مردم شماری کے خاتمے کی دلیل ہے اسی طرح قیامت کے قرب پر بھی برہان قاطع ہو جائے۔ یہی مطلب ہے "**اناوالساعة کھاتین**" میں اور قیامت ان دو وسطی اور شہادت کی انگلیوں کی طرح متصل ہیں۔ حالانکہ معلوم ہے کہ قیامت آج تک نہیں آئی مگر چونکہ دنیا کی مجموعہ عمر کے مقابلہ میں آپ کی بعثت قیامت سے انتہائی قرب رکھتی تھی اس لیے اس کے [کو] کہاتین سے ادا کیا (مسک الختام از مولانا بدر عالم میرٹھی بحوالہ

احتساب قادیانیت، ج۴ ص۶۴۶ تا۶۴۸)''۔[1]

یہی مولوی محمد نافع صاحب اپنے مولویوں سے نقل کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ:

''عقیدۃ الامت'' سے ایک اقتباس

فضیلۃ الشیخ علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب، ملاعلی قاریؒ پر قادیانی اتہام کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

''بات اصل میں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی کو دواُمور لازم ہیں۔

(۱) کوئی نیا نبی پیدا نہ ہو۔ یعنی آپ کے بعد کسی کو نبوت نہ ملے۔

(۲) پہلے نبیوں سے اگر کوئی آجائے تو وہ آپ کی شریعت کا تابع اور اُمتی ہو کر رہے۔

امر اول کے اس ضمن میں کہ حضرت عیسیٰؑ کی آمد حدیث ''لا نبی بعدی'' کے مخالف نہیں۔

ملاعلی قاریؒ لکھتے ہیں: ''فالمعنی انہ لا یحدث بعدہ نبی لانہ خاتم النبیین السابقین۔

(مرقات ج۵ ص۵۶۴)

ترجمہ: پس معنی یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ کیونکہ آپ پہلے نبیوں کے آخر یعنی خاتم النبیین ہیں۔ اور امر ثانی کے متعلق حضرت خضرؑ اور حضرت عیسیٰؑ جیسے نبیوں کی آمد کے بارے میں لکھتے ہیں:

فلا یناقض قولہ تعالیٰ خاتم النبیین اذا المعنی انہ لا یاتی نبی بعدہ وینسخ ملتہ ولم یکن من امتہ ویقویہ حدیث لو کان موسیٰ علیہ السلام حیا لما وسعہ الا اتباعی

(موضوعات کبیر ص۵۱)

ترجمہ: پس یہ امر آیت خاتم النبیین کے معارض نہیں۔ کیونکہ اس امر (یعنی اگر حضرت خضرؑ اور حضرت عیسیٰؑ جیسا کوئی پہلا نبی آجائے گا) کا معنی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

[1] مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین، ص80 تا83، دار الکتاب، لاہور

بعد کسی ایسے پچھلے نبی کی آمد نہیں ہوسکتی جو آپ کی ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی ملت میں سے ہو کر نہ رہے۔

ملا علی قاریؒ یہاں یہ سمجھا رہے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ یا حضرت علیؓ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم جیسے کسی اور بزرگ کو نبی بناتا تو اسے بھی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی طرح تاجدار ختم نبوت سے پہلے نبی بناتا۔ کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا، اور اس فرض صورت میں یہ ضروری نہیں کہ ان بزرگوں کے تشخصات بھی وہی ہوں جو اب تھے۔ یعنی حضرت ابراہیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے بھی ہوں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبی ہوں بنا بر فرض نبوت حضرت ابراہیم کا یہ تشخص لازم نہیں۔ یعنی ان کے فرزند رسول ہونے سے صرف نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر رب العزت انہیں یا حضرت عمرؓ کو نبی بناتے تو یہ بزرگ یقینی طور پر حضرت عیسیٰؑ، حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبی ہوتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تک موجود رہنے کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع شریعت ہو کر رہتے اور اس طرح کا اگر کوئی پچھلا نبی آجائے تو اس کا آنا خاتم النبیین کے خلاف نہیں ہوگا۔ البتہ اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ آپ کی شریعت کے ماتحت رہے اور اس کی اپنی شریعت نافذ نہ ہو۔ جیسے ایک صوبے کا گورنر دوسرے گورنر کے صوبے میں چلا جائے تو وہ گورنر وہاں بھی ہوگا لیکن اس کی حکومت وہاں نافذ نہ ہوگی۔

حضرت ملا علی قاریؒ نے اس خیال سے کہ ''لا یاتی نبی بعدہ'' کے معنی پچھلے نبیوں کی آمد ہی کے لئے جائیں پہلے حضرت عیسیٰؑ، حضرت خضرؑ اور حضرت الیاس کے نام ذکر فرما دیئے اور آخر میں احتیاطاً حضرت موسیٰؑ کا ذکر کر دیا ہے اور وہ بھی فرضی اور تقدیری طور پر کیونکہ یہ سب حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبی ہیں۔

اس مثال سے واضح ہو گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد آیت خاتم النبیین کے مخالف

نہیں۔ کیونکہ ختم نبوت کا مطلب یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں پیدا ہوگا۔

یقین کیجئے کہ ملا علی قاریؒ کی ایسی تشریحات نزول مسیح کے پیش نظر ہیں جنہیں مرزائی حضرات اپنے خود ساختہ معانی پر محمول کرنے کی ناکام کوشش کررہے ہیں۔

بعض لوگوں نے اس امر ثانی کو آیت خاتم النبیین کے خلاف سمجھ کر یہ تاویل کردی کہ حضرت عیسیٰ بعد از نزول نبی نہیں ہوں گے۔ اور وہ اس بات کو نہ سمجھے کہ ان کا نبی ہونا اور بات ہے اور ان کی نبوت کا نافذ ہونا اور بات ہے پس اگر حضرت عیسیٰؑ بعد نزول نبی تو ہوں لیکن ان کی نبوت نافذ نہ ہو تو یہ مفہوم آیت خاتم النبیین کے مخالف نہیں۔

چنانچہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

اقول لا منافاة بین ان یکون نبیا ویکون متابعا نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی بیان احکام شریعتہ واتقان طریقتہ ولو بالوحی الیہ کما یشیر الیہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان موسی حیا لما وسعہ لا [الا] اتباعی ای مع وصف النبوة والرسالة والا فمع سلبھا لا یفید زیادة المزیة فالمعنی انہ لا یحدث بعدہ نبی لانہ خاتم النبیین السابقین (مرقات ج۵ ص ۵۶۴)

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر موسیٰؑ بھی (زمین پر) زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا یعنی وہ نبوت اور رسالت سے موصوف ہونے کے باوجود میری اطاعت کرتے۔ کیونکہ نبوت اور رسالت کے بغیر موسیٰ کے مطیع ہونے سے حضور تاجدار ختم نبوت کے مطاع ہونے میں کسی فضیلت کا اظہار نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ مقام مدح ہے پس واضح ہوا کہ حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی پر ان کا نبی ہونا آیت ''خاتم النبیین'' اور حدیث ''لا نبی بعدی'' کے خلاف نہیں کیونکہ ان دونوں کا صحیح مطلب جو امت نے سمجھا ہے یہی کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

ملا علی قاریؒ تو یہ سمجھا رہے تھے کہ کسی پچھلے نبی کا امتی نبی بن کر آنا عقیدہ ختم نبوت

کے خلاف نہیں ہے لیکن مرزائی حضرات اسے اس تحریف کے ساتھ پیش کر رہے ہیں کہ حضرت ملا علی قاریؒ حضور کے بعد کسی غیر تشریعی نبی کے پیدا ہونے کو عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں سمجھتے معاذ اللہ۔ یاد رکھیے حضور تاجدار ختم نبوت کے بعد کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کو ممکن سمجھنا خواہ تشریعی ہی کیوں نہ ہو کفر، ارتداد اور زندقہ والحاد ہے۔ (عقیدۃ الامۃ ص ۲۴۲ تا ۲۴۵)'' [1]

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ موصوف کا نانوتوی صاحب کی تائید میں حضرت ملّا علی قاری علیہ الرحمہ کا حوالہ پیش کرنا قادیانیوں کی تائید ہے، اور اس حوالے کا نانوتوی صاحب کی عبارت سے کوئی تعلق نہیں۔ اور پھر عبدالشکور لکھنوی نے لکھا ہے کہ:

''ملا علی قاری کی کتاب ''الموضوعات'' کا حوالہ بھی بے سود ہے، گو اس وقت کتاب ''الموضوعات'' پیش نظر نہیں ہے۔ اور چونکہ مضمون نگار صاحب کتاب کا حوالہ دینے میں اور کتاب کی عبارت نقل کرنے میں قابل اعتماد نہیں ہیں کیونکہ ایک حوالہ ابن حجر عسقلانی کا غلط دیا جیسا کہ اوپر ظاہر ہو چکا۔ دوسرا حوالہ مجمع البحار کا غلط دیا جیسا کہ آئندہ ظاہر ہو گا۔ لہٰذا ممکن ہے کہ کتاب الموضوعات کا حوالہ بھی غلط ہو۔ مگر میں اس سے قطع نظر کر کے ایک بہت صاف وصریح بات پیش کرتا ہوں۔ اس کے خلاف اگر ملا علی قاری نے لکھا ہے تو وہ لغزش قلم حدیث **لو عاش ابراھیم** اور حدیث **لو کان بعدی نبی لکان عمر**'' سے یہ نتیجہ نکالنا کہ بعد آپ کے نبی ممکن ہے بالکل غلط ہے''۔ [2]

اعتراض: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ:

''پھر آپ کا یہ کہنا بھی سراسر سینہ زوری ہے کہ اگر نبی آجائے تو آپ ﷺ کی نبوت پر فرق پڑے گا مگر نانوتوی صاحب اس کا انکار کر رہے ہیں اس لئے کہ حضرت نانوتوی یہاں

---

[1] مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین، ص 86 تا 89، دار الکتاب، لاہور

[2] تعاقب قادیانیت، ص 252، المشرق للنشر والتوزیع

سرے سے ختم نبوت زمانی کی بات ہی نہیں کررہے ہیں جوفرق آنے یانہ آنے کا سوال ہو وہ تو یہ قضیہ فرضیہ ''ختم نبوت رتبی'' کے متعلق لکھ رہے ہیں کہ اس صورت میں بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت رتبی'' میں کوئی فرق نہیں پڑے گا اس لئے کہ اس نئے نبی کی نبوت بھی آپ ہی اسے [سے] مستفاد ہوگی فافھم۔[1]

الجواب: ہم نے کوئی سینہ زوری نہیں کی ،قاسم نانوتوی صاحب نے جولکھا ہے،ہم بھی وہی آپ کو سنا رہے ہیں کہ یہ عقیدہ کفریہ ہے انہوں نے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کو عوام کا خیال، سطحی نظر والوں کا خیال قرار دیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا آخری نبی باعتبار زمانہ ہونا اِس آیت کے معنی میں قبول نہیں ہے اور وہ آخری نبی ہونے کا انکار کررہے ہیں۔پھر صاف لکھ بھی رہے ہیں کہ اگر کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔(ملخصاً) اس سے زیادہ اور کون سا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ختم نبوت کا انکار ہوسکتا ہے۔اور پھر موصوف کہہ رہے ہیں کہ قضیہ فرضیہ کی صورت میں ختم نبوت رتبی کے متعلق لکھ رہے ہیں حالانکہ ان کے نزدیک یہ حقیقت واقعیہ ہے۔

چنانچہ محمد نافع دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اس کے علاوہ ملّا علی قاری، شیخ اکبر، امام شعرانی رحمہم اللہ کی کئی عبارات سے بھی یہ بات واضح ہے کہ انہوں نے لفظِ خاتم کو ختم نبوت زمانی میں منحصر نہیں فرمایا بلکہ خاتم کے۔اس کے علاوہ اور بھی معنی لئے ہیں، نیز بقول حضرت نعمانی ۔۔اس حدیث ''عن العرباض بن ساریۃ رفعہ انی عند اللہ لخاتم النبیین و ان آدم لمنجدل فی طینہ الخ''(جمع الفوائد) کے معنی بھی جب ہی صحیح ہو سکتے ہیں جبکہ آپ کیلئے خاتمیت ذاتیہ بھی تسلیم کی

---

[1] دفاع،ج1ص720،مکتبہ ختم نبوت، پشاور

جائے (دیکھئے فتوحات نعمانیہ ص ۵۴۸)''۔[1]

دیوبندیوں کے مناظر اعظم مولوی منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اسی سلسلہ میں مَیں نے اپنے پہلے بیان میں جمع الفوائد سے یہ حدیث بھی پیش کی تھی ''انی عنداللہ لخاتم النبیین و ان آدم لمنجدل فی طینه''یعنی میں اللہ کے یہاں اس وقت خاتم النبیین ہو چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام کا خمیر ہی تیار ہو رہا تھا۔

میرا مقصد اس حدیث کو پیش کرنے سے یہ تھا کہ اس کا ظاہر اور متبادر مطلب یہی ہے کہ آدمؑ کی تخلیق کے وقت آپ اللہ کے یہاں ''خاتم النبیین'' ہو چکے تھے۔اور ظاہر ہے کہ اس وقت ختم زمانی کا احتمال بھی نہیں ہوسکتا۔ہاں اگر یہ معنی لئے جائیں کہ آپ اس وقت وصف نبوت کیساتھ بالذات موصوف یعنی خاتم ذاتی تھے تو بغیر کسی دشواری کے معنی صحیح ہو جاتے ہیں۔

اور اگر حدیث کے معنی یہ کئے جائیں کہ آپ اس وقت علم الٰہی اور تقدیر ازلی میں ''خاتم النبیین'' ہو چکے تھے تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی خصوصیت خاصہ باقی نہیں رہتی کیوں کہ علم الٰہی اور تقدیر ازلی میں تو ساری ہی کائنات تھی۔بہر حال حدیث کے معنی جب ہی درست جب یہ مانا جائے کہ آپ اس وقت بالفعل ''خاتم النبیین'' تھے اور یہ بات جب ہی راست آسکتی ہے جبکہ ''خاتم النبیین کے مفہوم کو ختم زمانی میں حصر نہ کیا جائے،اور اس سے ''نبوت بالذات'' مراد لی جائے۔میں امید کرتا ہوں کہ اس پر کچھ زیادہ غور کریں گے''۔[2]

چنانچہ خُود موصوف بھی لکھتے ہیں کہ:''آپ اس وقت سے منصب نبوت میں اصل الاصول ہیں جب ابھی آدم علیہ السلام میں روح وجسد کا علاقہ بھی قائم نہ ہوا تھا۔بایں ہمہ سب انبیاء

---

[1] مسئلہ ختم نبوت اور سلف صالحین،ص 133،دار الکتاب،لاہور

[2] فتوحات نعمانیہ،ص 564،انجمن ارشاد المسلمین،لاہور

پیدا ہوتے رہے اور کسی کا آنا آپ کی اس ختم نبوت مرتبی کو نہ توڑ سکا''۔[1]

یعنی دیوبندیوں کے نزدیک حضورِ اکرم ﷺ کو ختم نبوت مرتبی حاصل تھی اور انبیاء علیہم السلام آتے بھی رہے لیکن اس ختم نبوت مرتبی میں کوئی فرق نہ آیا۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک ختم نبوت مرتبی حقیقتِ واقعی ہے جبکہ موصوف خُود لکھ رہے ہیں کہ:

''حضرت نانوتوی یہاں سرے سے ختم نبوت زمانی کی بات ہی نہیں کر رہے ہیں جو فرق آنے یا نہ آنے کا سوال ہو وہ تو یہ قضیہ فرضیہ ''ختم نبوت رتبی'' کے متعلق لکھ رہے ہیں''۔[2]

جب ختم نبوت مرتبی ان کے نزدیک حقیقت واقعہ ہے تو پھر نانوتوی صاحب کو دیوبندیوں کے مذعوم قضیہ فرضیہ کی صورت میں لکھنے کی ضرورت کیا ہے! معلوم ہوا کہ اس عبارت کا تعلق ختم نبوۃ زمانی سے ہے نہ کہ ختم نبوت رتبی سے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

''بریلویوں کے دادا امام مولوی نقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

''اس آیت [سے] یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ آپ منصب نبوت میں اصل اصول ہیں۔ اگر اور پیغمبر آپ کا زمانہ پاتے آپ پر ایمان لاتے اور تصدیق اور تائید آپ کی کرتے''۔ (سرور القلوب ص ۲۲۶ شبیر برادرز)

اب بتائے [بتائیے] جب اور پیغمبر آپ کے زمانہ پاتے تو کیا اس صورت میں آپ کی ختم نبوت میں فرق آتا؟ ظاہر ہے کے [کہ] نہیں''۔[3]

الجواب: یہ اعتراض موصوف کی جہالت ہے اور جہالت کی وجہ سے موصوف مسائل کو سمجھ نہیں پاتے اس لئے کہ اگر انبیاء علیہم الصلوۃ السلام آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا زمانہ

---

[1] دفاع، ج1 ص720، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص720، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[3] دفاع، ج1 ص720، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

پاتے تو ظاہر ہے کہ اس کی صورت یہی ہوتی کہ باعتبارِ زمانہ اُن کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے پہلے مبعوث کیا جاتا اور سب سے آخر میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا جاتا، اور وہ انبیاء علیہم السلام آپ پر ایمان لاتے تو ختم نبوت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی مثال کو ہی لے لیں کہ وہ آخر زمانہ میں نزول فرمائیں گے اور شریعت محمدیہ کی اتباع کریں گے۔ کیا ان کے نزول سے ختم نبوت میں فرق آئے گا؟ ہرگز نہیں۔

لیکن اگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ''خاتم النبیین'' بنا کر دُنیا میں مبعوث کئے جانے کے بعد ان کو عطائے نبوت ہوتی تو صاف ظاہر ہے کہ ختم نبوت باقی نہیں رہتی، مگر موصوف شاید اس صورت کو بھی ختم نبوت کے خلاف نہیں سمجھتے اِس لئے لکھا'' کہ ظاہر ہے کہ نہیں'' لہٰذا موصوف کو یہ حوالہ قطعاً مفید نہیں، البتہ موصوف کی جہالت کو ظاہر کر رہا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

''آپ اس وقت سے منصب نبوت میں اصل الاصول ہیں جب ابھی آدم علیہ السلام میں روح و جسد کا علاقہ بھی قائم نہ ہوا تھا۔ بایں ہمہ سب انبیاء پیدا ہوتے رہے اور کسی کا آنا آپ کی اس ختم نبوت مرتبی کو نہ توڑ سکا۔ پھر جب آپ بالفعل یہاں تشریف لائے تو آپ کی ختم نبوت ذاتی بھی ساتھ قائم ہوگئی اب ایمان کیلئے ختم نبوت ذاتی اور زمانی دونوں کا تسلیم کرنا لازم ہوا''۔ [1]

الجواب: موصوف کی یہ عبارت خُود قاسم نانوتوی صاحب اور موصوف کی تشریح کے خلاف ہے اس لئے کہ موصوف قاسم نانوتوی صاحب کی عبارات کی تشریح میں خاتمیت محمدی میں فرق نہ پڑنے کو قضیہ فرضیہ قرار دے رہے ہیں اور یہاں جو مثال دے رہے ہیں اس کے مطابق یہ حقیقت واقعہ ہے۔ لہٰذا موصوف کے اس استدلال سے موصوف کی وہ قضیہ

---

[1] دفاع، ج1 ص720-721، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

فرضیہ والی توجیہ غلط ثابت ہوتی ہے۔اور قاسم نانوتوی صاحب نے بقول دیوبندیوں کے قضیہ فرضیہ لکھا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ موصوف کی مزعومہ یہ حقیقت واقعہ اُن کی مُراد نہیں، لہٰذا انکی عبارت میں ختم نبوت زمانی کا ہی انکار ثابت ہوا۔ پھر موصوف اپنی اس عبارت میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ختم نبوت مرتبی حاصل تھی نہ کہ ختم نبوت زمانی، جبکہ شفیع دیوبندی نے ختم نبوۃ زمانی کے اثبات میں ان روایات کو پیش کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''یہ حدیث کی وہ مستند اور معتبر کتاب ہے کہ جس کی شہرت تعریف سے بے نیاز ہے، سات لاکھ پچاس احادیث کے ذخیرہ میں سے صرف تیس ہزار احادیث کا انتخاب کر کے امام احمد بن حنبلؒ نے یہ کتاب تیار کی ہے، اور جمہور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس میں کوئی حدیث حسن لغیرہ سے کم نہیں، اس لئے اس کی احادیث معتبر و مستند ہیں۔

حدیث نمبر ۴۶: ''عن عرباض بن سارية رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: انی عند الله مکتوب خاتم النبیین و ان آدم لمنجدل فی طینه۔

(رواه فی شرح السنة واحمد فی مسنده، کذا فی المشکٰوۃ والکنز ج۶ ص ۱۱۲، وفی لفظ لهذا الحدیث عند ابن سعد: انی فی ام الکتاب خاتم النبیین۔ الحدیث۔ کذا فی الکنز)

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین اُس وقت لکھا ہوا تھا جبکہ آدم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ (اس حدیث کو امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے، کذا فی المشکوۃ، نیز یہ حدیث کنز العمال میں بھی بحوالہ ابن سعد روایت کی گئی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ: میں اُمُّ الکتاب میں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا، کذا فی الکنز ج۶ ص ۱۱۲)''۔[1]

[1] ختم نبوت، ص289، مکتبہ معارف القرآن، کراچی

مفتی شفیع دیوبندی نے یہ روایت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ختم نبوت زمانی کے اثبات میں پیش کی ہے، پھر موصوف کے اُصول کے مطابق تو لازم آئے گا کہ سب انبیاء پیدا ہوتے رہے لیکن وہ آپ کی ختم نبوۃ زمانی کو نہ توڑ سکے، کیونکہ دیوبندی مفتی اعظم محمد شفیع اس روایت میں ختم نبوت زمانی سمجھ رہا ہے۔

موصوف لکھتے ہیں کہ: ''پھر جب آپ بالفعل یہاں تشریف لائے تو آپ کی ختم نبوت ذاتی بھی ساتھ قائم ہوگئی''۔[1]

پھر نانوتوی نے یہ کیوں لکھا کہ:

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔[2]

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''مولوی نقی علی خان صاحب نے اگر کے لفظ کے ساتھ قضیہ شرطیہ بیان کیا جس کے لیے تحقق ضروری نہیں یہی بات حضرت نانوتوی ۔۔۔ نے کی مگر ان تمام حضرات کی عبارات کو چھوڑ کر صرف حضرت نانوتوی ۔۔۔ کی عبارت پر معاذ اللہ کفر کا فتویٰ لگانا اگر مولوی احمد رضا خان کے ایصال ثواب کے لیے نہیں تو کیا انگریزوں کے کھاتے میں ڈالنے کے لیے ہے''۔[3]

الجواب: حضرت مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ کی عبارت میں ایسا کچھ نہیں جس سے قاسم نانوتوی کی تائید ہوتی ہو، اُن کا حوالہ پیش کرنا صرف دھونس جمانے کے لیے ہے کیونکہ جو عبارت موصوف نے پیش کی ہے وہ بھی آپ لوگوں کے سامنے ہے، اس میں قاسم

---

[1] دفاع، ج1 ص720 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] تحذیر الناس، ص25، راشد کمپنی، دیوبند

[3] دفاع، ج1 ص721، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

نانوتوی والی بات موجود نہیں ،لہٰذا نانوتوی پر کفر اُن کے کرتوتوں کی وجہ سے ہے، وہ خُود انگریزوں کے آلہ کار تھے جنہوں نے بھی اِن کی عبارت سامنے آنے پر ان پر فتویٰ دیا وہ غیرتِ ایمانی کی وجہ سے تھا، نانوتوی جی کے مضمون سے ہندوستان میں اِتفاق کرنے والا کوئی نہ تھا۔

کیا ہندوستان کے تمام مسلمان انگریزوں کے آلہ کار تھے اور صرف نانوتوی صاحب تنہا انگریزوں کے مخالف؟ حقیقت یہ ہے کہ دیوبندیوں کا ماضی ثابت کرتا ہے کہ وہ انگریزوں کے پٹھو تھے اور آج کل اُلو کے پٹھے!!!!

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''نیز اگر یہ حضرات اپنے مطالعہ کو وسعت دیتے تو ان کے علم میں ہوتا کہ قضیہ شرطیہ کبھی اس وقت بھی صادق ہوجاتا ہے جب مقدم کاذب ہو تالی صادق ہو اس کی مثال یوں دیتے ہیں: ''ان کان زید حمارا کان حیوانا'' (قطبی ،ص ۱۱۳) اگر زید حمار ہو تو حیوان ہو۔ زید ایک انسان ہے اس کا حمار ہونا جھوٹ ہے لیکن بصورت حمار ہونے کے اس کا جاندار ہونا لازم ہے، اگرچہ جاندار وہ پہلے سے ہے اسی طرح سمجھو آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آجائے یہ جھوٹ ہے، کیونکہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں خاتمیت زمانی باقی نہیں رہے گی لیکن بالفرض آ بھی جائے تو آپ ﷺ کی ختم نبوت رتبی میں کوئی فرق نہیں آئے گا، پس جس طرح قطبی کی مثال میں مقدم کاذب تالی صادق اسی طرح حضرت نانوتوی کی عبارت میں مقدم کاذب اور تالی صادق ہے، مگر ان جہلاء کے نزدیک تو خیر سے ان جملوں کی معنوی ساخت ہی غلط ہے''۔[1]

الجواب: الحمدللہ! ہم ان صورتوں سے بخوبی آگاہ ہیں، موصوف کی معلومات کے لیے وہ

---

[1] دفاع، ج1ص 721، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

صورتیں بھی عرض کر دیتے ہیں

(۱) مقدم اور تالی دونوں صادِق ہوں

(۲) مقدم اور تالی دونوں کاذِب ہوں

(۳) مقدم کاذِب تالی صادِق

(۴) مقدم صادِق تالی کاذِب

اب موصوف کی ہی تشریح کو لیں تو بھی قاسم نانوتوی صاحب کا کُفر واضح ہوتا ہے، چنانچہ قاسم نانوتوی صاحب کا یہ جملہ: ''غرض اختتام اگر بایں معنیٰ تجویز کیا جائے جو مَیں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے''۔[1]

اب اگر موصوف کے نزدیک تالی صادِق ہے تو وہ یہ بتائیں کہ کیا خاتم کا معنیٰ آخری نبی باعتبار زمانہ نہیں؟ اگر باعتبار زمانہ آخری نبی ہے تو پھر حضور اکرم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا بدستور کیسے باقی رہتا ہے، مگر نانوتوی صاحب تو بدستور باقی رکھتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک خاتم النبیین کا مطلب آخری نبی نہیں ہے، اور اگر یہ معنیٰ اُن کے نزدیک ہوتا تو پھر وہ یہ کیوں لکھتے کہ:

''خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے''[2]

اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے اپنی کفر کی وضاحت کر دی ہے، اگر موصوف اپنے مطالعہ کو وسعت دیتے اور تعصب کو ختم کرتے تو ان کو قاسم نانوتوی صاحب کے کفر میں کوئی تامل نہ ہوتا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

---

[1] تحذیر الناس مع تکملہ کاندھلوی، ص18، دارالاشاعت، کراچی

[2] تحذیر الناس مع تکملہ کاندھلوی، ص18، دارالاشاعت، کراچی

''ملا جامی حرف لو کا ایک استعمال یہ بتاتے ہیں کہ اس سے کسی چیز کے اسمتر ار [استمرار] و دوام کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے پھر مثال دیتے ہیں لو اھاننی لا کرمتہ۔ اگر وہ میری توہین کرتا تو میں اس کی عزت کرنا [کرتا]۔ جب دوسرے کی طرف سے توہین کے باوجود ادھر سے عزت ہے تو ادھر سے عزت ہو تو عزت کیوں نہ ہوگی (شرح ملا جامی، ص ۳۹۷) اسی طرح سمجھو کہ اگر بالفرض خاتمیت زمانی نہ ہوتی تب بھی آپ کے لیے خاتمیت رتبی پائی جاتی اور جب آپ کے لیے خاتمیت زمانی ثابت ہے تو دلالۃ النص کے طور پر خاتمیت رتبی بدرجہ اولیٰ پائی گئی''۔[1]

الجواب: یہ کلیہ پیش کرنا بھی موصوف کی جہالت ہے اس لیے کہ اس کلیہ کا نانوتوی کی عبارت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ موصوف خود اس میں شرط کو تسلیم کر چکے ہیں جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ: ''پہلا حصہ شرط ہے''۔[2]

لہٰذا اس قاعدے کو نانوتوی کی عبارت پر منطبق کرنا موصوف کی حد درجہ جہالت ہے اور اہل سنت کی شدید گرفت کا نتیجہ ہے کہ انہیں اپنی لکھی ہوئی بات بھی یاد نہیں رہتی۔

نانوتوی صاحب تو ''تحذیر الناس'' کی ان عبارات میں خاتمیت زمانی کا اِنکار کر رہے ہیں، مگر آپ لکھ رہے ہیں کہ: ''آپ کے لئے خاتمیت زمانی ثابت ہے۔[3]

مغنی اللبیب عن کتاب الاعاریب کا حوالہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''علامہ ابن ھمشام [ھشام] نے ''مغنی اللبیب عن کتاب الاعاریب'' ص ۲۵۷ تا ۲۶۴

---

[1] دفاع، ج1 ص721، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص685، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[3] دفاع، ج1 ص721، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

پر ''لوٗ'' کے معنیٰ پر بڑی تفصیلی بحث کی ہے، اور اس کی تصریح کی ہے کہ لو شرط اور جواب دونوں کے امتناع کے لئے آتا ہے مگر کہیں یہ قاعدہ باطل ٹھراتا [ٹھہرتا] ہے پھر اس پر کئی مثالیں دی ہیں، ہم صرف ایک آیت نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں ''ولو اننا نزلنا الیھم الملائکۃ و کلمھم الموتیٰ و حشرنا علیھم کل شیء قبلا ما کانوا لیؤمنوا الا ان یشاء اللہ و لکن اکثرھم یجھلون''۔ [الانعام: ۱۱۱]

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے اٹھا لیتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا لیکن ان میں بہت نرے جاہل ہیں (کنزالایمان)

اس آیت کا معنیٰ تو یہی ہے کہ اگر ان کفار کے مطلوبہ معجزات دکھا بھی دیئے جاتے تو یہ تب بھی ایمان نہ لاتے الا یہ کہ اللہ چاہے۔ اور جب انہوں نے مطلوبہ معجزات نہ دیکھے تو دلالۃ النص کے طور پر بدرجہ اولیٰ ایمان نہ لائے، مگر تبسم شاہ کے قاعدے کے مطابق اس کا معنیٰ یہ بنتا ہے کہ ان کفار کے سامنے یہ معجزات ظاہر نہ ہوئے اور وہ ایمان لے آئے کیونکہ حضرت صاحب کا قاعدہ کلیہ تو یہ تھا: ''لو حرف شرط ہے اور دو جملوں پر آتا ہے، اور بہ سبب نفی جملہ اول کے نفی جملہ ثانیہ پر دلالت کرتا ہے اور زمانہ ماضی کا''۔ [۱]

الجواب: موصوف اگر خُود ''مغنی اللبیب'' پڑھ لیتے تو انہیں تبسم شاہ صاحب کا تمسخر اُڑانے کی زحمت نہ کرنی پڑتی اِس لیے کہ اسی ''مغنی اللبیب'' میں مرقُوم ہے: ''ھذا ھو القول الجاری علی السنۃ المعربین و نص علیہ جماعۃ من النحویین'' [۲]

اور پھر ''تعاقب قادیانیت، ص ۲۵۲'' پر ہے:

''لو اپنے مدخول کے امکان پر دلالت ہی نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے مدخُول کے محال ہونے پر

---

[۱] دفاع، ج 1 ص 722، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] المغنی اللبیب عن کتب الاعاریب، ج 1 ص 339، دار الفکر دمشق

دلالت کرتا ہے، تمام کتبِ نحو یہ اُٹھا کر دیکھ لیجئے۔ لو یہ بتا تا ہے کہ میرا مدخول چونکہ منتفی ہے اس لیے جزا اس پر مرتب نہیں ہوئی"۔

مطلب یہ کہ نحویوں کی ایک جماعت نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے اوران کی زبانوں پر یہ قاعدہ جاری رہتا ہے۔ موصوف کو یہ اعتراض تو ان نحویوں پر کرنا چاہیے جنہوں نے اس کلیہ کو اختیار کیا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"نانوتوی صاحب نے کہا کہ اگر بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی ہو جبکہ حضور علیہ السلام پر نبوت ختم ہے آپ کے بعد کسی کو نبی فرض کرنا کفر اور ختم نبوت کا انکار ہے۔ حالانکہ ان کو کہنا چاہئے تھا کہ بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی آتا تب ضرور نبی ﷺ کی ختم نبوت میں فرق آتا ہے۔

جواب: اگر یہ کفر ہے تو مظلوم نانوتوی۔۔۔ہی اس کفر میں معاذ اللہ تنہا نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(۱) اگر فرضا دریں امت پیغمبر مبعوث می شد موافق فقہ حنفی عمل میکرد

اگر بالفرض اس امت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرتا۔

(مکتوبات مترجم سعید احمد نقشبندی بریلوی مکتوب ۲۸۲ جلد دوم ص ۷۵۳۔ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی)

(۲) فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے اس سوال کے جواب میں کہ میدان جہاد میں اگر کوئی پیغمبر کسی مسلمان کی اوٹ میں آجائے تو مسلمان کیا کرے آپ نے فرمایا: **یسئل ذالک النبی** یہ مسئلہ اس نبی سے پوچھ لیا جائے۔ (الاشباہ والنظائر [النظائر] ص ۲۷۳)"۔[1]

الجواب: نانوتوی صاحب اس بات کو جائز سمجھ رہے ہیں کہ اگر حضورِ اکرم ﷺ کے

---

[1] دفاع، ج1 ص722-723، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

بعد کوئی اور نبی پیدا ہو، تو بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔
ہم کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اگر دُوسرا نبی پیدا ہو تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت برقرار نہیں رہے گی، لہٰذا نانوتوی کا ایسا کہنا کُفر ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا اِنکار ہے۔

معترض نے اپنے اعتراض میں نانوتوی صاحب پر اعتراض میں لکھا ہے کہ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نئے نبی کی ولادت کو منافی ختم نبوت قرار نہیں دے رہے۔ انہیں تو یہ کہنا چاہیے کہ بالفرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دوسرا نبی پیدا ہوتا تو اس سے ختم نبوت میں فرق آتا۔ نانوتوی صاحب والی بات کسی بھی سنی عالم سے ثابت نہیں اور وہ اپنی بات میں تنہا ہیں جس کا اقرار وہ خُود کر چکے ہیں، لہٰذا اس کفر کے قول میں وہ تنہا ہی ہیں، علمائے متقدمین میں سے کوئی ان کے ساتھ نہیں، باقی اپنے جہلائے دیوبند کی اکثریت چھوڑ گئے ہیں جو اِن کے کُفر میں شانہ بشانہ ہیں۔

امامِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مقصد

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مقصد صاف ظاہر ہے کہ وہ نئے نبی کے مبعوث ہونے کی نفی کر رہے ہیں یعنی اِس اُمت میں ایسا ہونا ممکن نہیں، وہ یہ نہیں کہہ رہے کہ اگر کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا، ان کی عبارت سے ختم نبوت کی نفی نہیں ہو رہی جبکہ نانوتوی صاحب کی عبارت سے ختم نبوت کی نفی ہو رہی ہے۔ مگر موصوف نے جہالت سے غیر متعلق حوالے کو نانوتوی جی کی حمایت سمجھ لیا ہے۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ کا حوالہ

یہ غیر مفتیٰ بہ قول ہے خُود اِس قول کی آگے وضاحت موجود ہے کہ "وفیہ تامل"۔ [1]

[1] غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر ج1 ص102، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

اوراس جواب میں تامل ہے۔

جس کوفقہاء رد کر چکے ہیں۔موصوف نانوتوی صاحب کی حمایت میں غیر مفتیٰ بہا اقوال کو پیش کررہے ہیں، پھراس میں بھی اختلاف ہے کہ ''خزانۃ الاکمل'' جہاں سے یہ قول نقل کیا گیا ہے وہ فقیہ ابُو اللیث کی تصنیف ہے یا ابُو یعقوب امجد جان کی یا کسی اور کی۔

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کی عبارت

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

''احمد یار گجراتی صاحب کہتے ہیں کہ: اگر قادیانی نبی ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہوتا''۔(نور العرفان ص۱۶۶ سورۃ الانعام آیت ۸۴)

اپنے حکیم الامت صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کو غور سے پڑھئے اور بتائے کہ صرف الفاظ کی تبدیلی کے علاوہ اس عبارت میں اور حضرت نانوتوی۔۔کی عبارت میں کیا فرق ہے؟ مفتی صاحب کہتے ہیں کہ اگر مرزا نبی ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوتا حالانکہ آپ کے اصول کے تحت یہ سراسر کفر ہے اس لئے کہ اس عبارت کا مطلب تو یہ ہوا کہ آج اگر کسی نے اپنا نسب حضرت آدم علیہ السلام سے ثابت کر دیا تو معاذ اللہ اس کا نبی ہونا درست ہوجائے گا؟ حالانکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر بالفرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہو تب بھی نبی نہیں ہوسکتا کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔اگر محض فرض کر لینے سے امکان نبوت اور انکار نبوت لازم آرہا ہے تو فتویٰ صرف حضرت نانوتوی پر کیوں؟ان حضرات پر بھی تو کچھ لب کشائی فرمائیں''۔[1]

الجواب: موصوف کی جہالت ہے کہ وہ اس عبارت کو نانوتوی صاحب کی تائید میں سمجھ

[1] دفاع،ج1ص723،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

رہے ہیں۔ اس عبارت کا نانوتوی صاحب کی عبارت سے دُور دُور کا بھی تعلق نہیں، مگر موصوف نانوتوی صاحب کی طرح ہمیشہ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔ اس عبارت میں تو قادیانی کی تردید کی جارہی ہے۔ اُس کے دجال و کذّاب ہونے کے دیگر دلائل میں سے مِن جُملہ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ مرزا قادیانی بھنگی تھا جبکہ سلسلہ نبوت حضورِ اکرم ﷺ تک اولادِ ابراہیم علیہ السلام میں چلتا رہا، قادیانی حضورِ اکرم ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے تو بھی مرزا قادیانی کا بھنگی ہونا اس کے جھوٹے ہونے کیلئے کافی ہے، کیونکہ نبوت اور کتاب حضرت ابراھیم علیہ السلام کے بعد ذریت ابراہیم میں رکھی گئی اور قادیانی ملعون ذریت ابراہیم میں سے نہیں لہٰذا اس کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ ایک دلیل بھی کافی ہے۔ مطلب یہ کہ ملعون قادیانی کے جھوٹا ہونے کے لئے جو دلائل ہیں ان دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے، مگر افسوس کہ دیوبندی موصوف نے ازراہِ جہالت اسے بھی اپنے نانوتوی کی تائید سمجھ لیا جہالت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے مگر دیوبندیت میں جہالت ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی موصوف بیک وقت وکٹ کی دونوں طرف کھیل رہے ہیں، ایک طرف کہہ رہے ہیں کہ:

"اپنے حکیم الامت صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کو غور سے پڑھئے اور بتائے کہ صرف الفاظ کی تبدیلی کے علاوہ اس عبارت میں اور حضرت نانوتوی۔۔کی عبارت میں کیا فرق ہے؟"۔ [1]

اور دُوسری جانب کہہ رہے ہیں کہ:

"حالانکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر بالفرض نبی کریم ﷺ کے بعد بھی کوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہو تب بھی نبی نہیں ہوسکتا کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے"۔ [2]

یعنی ایک طرف سے اس عبارت کو نانوتوی صاحب کی عبارت کا مصداق قرار

---

[1] دفاع، ج1 ص723، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص723، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

دیتے ہیں، دُوسری جانب اس کو قبول نہیں کر رہے۔ جب دونوں عبارات میں فرق نہیں تو موصوف نے تردید کیوں کی۔ اگر تردید کی تو اس مطلب ہے کہ نانوتوی صاحب اور مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی عبارت ایک جیسی نہیں، لہٰذا دونوں کو ایک جیسا قرار دینا موصوف کی جہالت ہے۔

پھر یہ بھی جُھوٹ بولا کہ مفتی صاحب کہتے ہیں کہ:

''اگر مرزا نبی ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوتا''۔ [1]

اور حضرت آدم علیہ السلام کا نام دیوبندی موصوف نے دو مرتبہ ذکر کیا ہے، جبکہ مفتی صاحب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام ذکر کیا ہے۔ پھر مفتی صاحب نے یہ دلیل تو قادیانیوں کی تردید اور نفی میں دی ہے۔ موصوف نے بوجہ جہالت اِس کو اثبات میں سمجھ لیا ہے، جیسی موصوف کی عقل ہے، اگر دیوبندیوں میں مزید دو تین ایسے مناظر پیدا ہو گئے تو ہمیں بھی ان کا رَد لکھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی خُود ان کی عوام بھی اِن کو جُوتے مارے گی۔

کیا کوئی کذّاب و دجال ہو تو اُس کے خلاف مختلف دلائل و براہین سے اُس کی بیخ کنی نہیں کی جاسکتی؟ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اپنا نسب ثابت کرے تو نعوذ باللہ اُس کو نبی مان لیا جائے، جیسے کتابوں میں حسب و نسب کی شرائط موجود ہیں۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حسب و نسب عمدہ ثابت کر دے تو وہ بھی نبی ہو گیا بلکہ اس کے خلاف جس طرح حسب و نسب کی شرط کے فقدان سے دلیل پکڑی جاسکتی ہے اسی طرح قادیانی کے خلاف ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ اولادِ ابراہیم علیہ السلام سے نہیں۔

مگر موصوف نے جہالت سے اسے کچھ اور سمجھ لیا۔ پھر اس عبارت کا نانوتوی صاحب کی عبارت سے کوئی تعلق بھی نہیں کیونکہ مفتی صاحب اعلیٰ نسب کی شرط کے فقدان سے اُس کے

---

[1] دفاع، ج1 ص723، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

خلاف ایک دلیل پیش کر رہے ہیں، اور اُس کا جھوٹا ہونا ثابت کر رہے ہیں جبکہ نانوتوی صاحب جھوٹوں کے لئے چور دروازہ فراہم کر رہے ہیں کہ اگر کوئی نیا نبی پیدا ہوتو بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

''بریلوی فقیہ ملت لکھتا ہے: بے شک سرکار اقدس آخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا شرعاً محال اور عقلاً ممکن بالذات ہے''۔ (فتاوی فیض الرسول: ج۱ ص۹)''۔[1]

الجواب: یہ عبارت نانوتوی جی کے خلاف ہے، اس عبارت میں صاف لکھا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا شرعاً محال ہے۔لیکن نانوتوی صاحب نئے نبی کے پیدا ہونے کو شرعی محال کے خلاف نہیں سمجھتے۔دیکھیں شرعاً اس لئے محال ہے کہ رب تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی خبر دی ہے،لیکن نانوتوی صاحب نئے نبی کی ولادت کو اس شرعی محال کے خلاف نہیں سمجھتے، وہ کہتے ہیں کہ خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ان کے نزدیک نئے نبی کی آمد شرعاً محال ہونے کے خلاف نہیں،لہٰذا نانوتوی کا کفر یقینی ہے، باقی ہوسکتا ہے کہ موصوف عقلاً ممکن بالذات سے دھوکہ دیں تو خود موصوف کے گھر سے اس کو ثابت کر دیتا ہوں۔

''تنویر النبر اس علی من انکر تحذیر الناس'' میں لکھا ہوا ہے کہ:

''ایسی ہی عبارت سے شاید مولوی فضلِ رسول کی اُمت کو دھوکہ ہوا ہے کہ اب کسی نبی کا ہونا قدرتِ خُداوندی سے خارج ہے،نعوذ باللہ۔

امام تورپشتیؒ کی مذکورہ عبارت کا جواب:

مسئلہ امکان: امکان کے تین معانی ہیں

اہلِ فہم سے یہ گزارش ہے کہ محاورہ میں ممکن نہ ہونے کے تین معنی ہوتے ہیں:

---

[1] دفاع، ج1 ص724، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

پہلا معنی: ایک تو یہ کہ چیز محال ذاتی اور ممتنع بالذات ہے یعنی خدا کی قدرت سے خارج ہے۔
دوسرا معنی: دوسرا یہ کہ بذات خود تو کوئی چیز ممکن ہو مگر کسی امر خارجی کے باعث اس کا ہونا ممکن نہیں۔

تیسرا معنی: تیسرا یہ کہ عالم میں اس کے نہ ہونے کا یقین ہو،
علامہ کے کلام میں تیسرا یا دوسرا معنی مراد ہوسکتا ہے پہلا ہرگز نہیں۔
سو علامہ تورپشتیؒ کے کلام میں جملہ "آنکس که گوید که امکان دارد که باشد کافر است" میں معنی اخیر مراد ہے، چنانچہ قرینہ شک جس کا ذکر اوپر ہے اس پر شاہد ہے۔ مطلب علامہ یہ ہے کہ ایمان کی شرط یہ ہے کہ آگے کو انبیاء علیہم السلام کے نہ ہونے کا یقین ہو۔ اگر اس میں تردد ہوگا تو خاتمیت زمانی پر ایمان نہ ہوگا، اور آیت خاتم النبیین سے انکار لازم آئے گا۔
اور اگر معنی ثانی مراد لیجئے تب بھی گنجائش ہے مطلب یہ ہوگا کہ اگر چہ بعد رسول اللہ ﷺ انبیاء کا پیدا کرنا خدا کی قدرت میں داخل ہے پر بوجہ وعدہ مندرجہ جملہ خاتم النبیین یہ امر محال ہوگیا ہے۔ معنی اول مراد نہیں ہوسکتا، اس کی عقلی دلیل:
لیکن معنی اول کو مراد لینے کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ قائل امکان کو علامہ کا کافر کہنا جملہ خاتم النبیین کے باعث ہے سو اس جملہ کو خبرِ آئندہ کہئے یا وعدہ کہئے بہر حال عدم وقوع ہی پر دلالت کرے گا عدم امکان ذاتی پر دلالت نہ کرے گا بلکہ امکان ذاتی پر دلالت کرے گا"۔ [1]
ممکن بالذات ہونے کا قول نانوتوی صاحب نے بھی لکھا ہے۔
اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں: "مولانا احمد رضا خان لکھتا ہے: "اگر نبوت ختم نہ

---

[1] تنویر النبراس علی من انکر تحذیر الناس، معہ ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس، ص 47-48 طبع ثانی رجب ۱۴۳۷ھ، مئی ۲۰۱۶ء،

ہوتی تو حضور غوثِ پاک نبی ہوتے اگرچہ اپنے مفہوم شرطی پر صحیح و جائز اطلاق ہے" (عرفان شریعت ص ۸۴) ان عبارات میں "اگر" کا لفظ ہے جو عربی "لو" کے معنی کیلئے آتا ہے اور لوفرض کیلئے آتا ہے۔ (سبحان السبوح: ص ۱۳۹)"۔[1]

الجواب: سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جانب نسبت کردہ اس عبارت کا کوئی تعلق نانوتوی صاحب کی عبارت سے نہیں۔ اس میں تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کو مانا گیا ہے یعنی اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو حضور غوثِ پاک نبی ہوتے، اپنے مفہوم شرعی پر صحیح ہے، مطلب یہ ہے کہ سلسلہ نبوت بند ہو چکا ہے لہٰذا حضور غوثِ پاک کے نبی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، مگر نانوتوی صاحب تو فرماتے ہیں کہ اگر نیا نبی پیدا ہو تو بھی خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے، لَو حرف شرط بسبب نفی جملہ اوّل نفی جملہ ثانیہ کا فائدہ دے گا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

"مولوی غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے: "پھر اگر عبدالحیؒ صاحب کی اگر یہ بات مان لی جائے جیسا کہ وہابی باور کراتے ہیں تو پھر ان کی کتابوں میں یہ تو بھی لکھا ہوا ہے کہ نبی پاک کے بعد غیر تشریعی نبی آسکتا ہے صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا"۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ ص ۳۶۱، ج ۱)

مولانا عبدالحیؒ لکھنوی کو بریلوی اپنے اکابر میں مانتے ہیں چنانچہ عبدالمجید سعیدی لکھتا ہے:

"دیوبندی حضرات خوش فہمی سے سنی عالم دین حضرت مولانا عبدالحیؒ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی کثرت تصانیف کی بناء پر اپنے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایں خیال است و محال است و جنون"۔ (تنبیہات ص: ۱۲۴)"۔[2]

الجواب: موصوف نے جو حوالہ مولانا غلام نصیر الدین سیالوی صاحب کا پیش کیا ہے کافی

---

[1] دفاع، ج 1 ص 724، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج 1 ص 724، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

تلاش بسیار کے بعد بھی ہمیں وہ ''عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ'' کی جلد اول میں نہیں مل سکا، اگر موصوف میں ہمت ہے تو وہ اس حوالہ کو ''عباراتِ اکابر کا تحقیقی جائزہ'' کی جلد اوّل میں دکھادیں تو ہم موصوف کو منہ مانگا انعام دیں گے۔

نہیں تو موصوف عبدالشکور فاروقی لکھنوی کا یہ حوالہ مُلاحظہ کریں:

''ملا علی قاری کی کتاب ''الموضوعات'' کا حوالہ بھی بے سُود ہے، گو اِس وقت کتاب ''الموضوعات'' پیش نظر نہیں ہے۔اور چونکہ مضمون نگار صاحب کتاب کا حوالہ دینے میں اور کتاب کی عبارت نقل کرنے میں قابل اعتماد نہیں ہیں کیونکہ ایک حوالہ ابنِ حجر عسقلانی کا غلط دیا جیسا کہ اُوپر ظاہر ہو چکا۔دُوسرا حوالہ مجمع البحار کا غلط دیا جیسا کہ آئندہ ظاہر ہوگا۔ لہٰذا ممکن ہے کہ کتاب الموضوعات کا حوالہ بھی غلط ہو۔مگر میں اس سے قطع نظر کر کے ایک بہت صاف وصریح بات پیش کرتا ہوں۔اس کے خلاف اگر ملا علی قاری نے لکھا ہے تو وہ لغزش قلم حدیث لو عاش ابراھیم اور حدیث لو کان بعدی نبی لکان عمر'' سے یہ نتیجہ نکالنا کہ بعد آپ کے نبی ممکن ہے، بالکل غلط ہے''۔[1]

جبکہ موصوف کا ایک دو نہیں کئی حوالے اور نقلیں ہم سابق میں ذِکر کر چکے ہیں جن میں حوالوں اور نقلوں میں موصوف کی بد دیانتی واضح ہے۔پھر جیسا کہ عبدالشکور لکھنوی صاحب نے لکھا ہے ہم بھی ان کے اُصول کے مطابق یہی جواب دیتے ہیں کہ یہ ان کی لغزشِ قلم کا نتیجہ ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

''مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:''احناف کا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے بعد کسی نبی کو فرض کرنا بھی کفر ہے''(مقیاس حنفیت، ص ۲۱۰)

اور مولوی حسن علی رضوی لکھتا ہے:

''اگر فرض کر لیا جائے کہ حضور کے بعد بھی دوسرا نبی پیدا ہوسکتا ہے تو پھر حضور آخر الانبیاء

---

[1] تعاقب قادیانیت، ص252، المشرق للنشر والتوزیع

کیسے قرار پائیں گے۔ حضور کے بعد بھی نئے نبی کے پیدا ہونے کو فرض کرنا کھلے طور پر بتا رہا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے نزدیک خاتمیت محمدی کا معنی ختم زمانی نہیں بلکہ ختم ذاتی ہے لہٰذا ان حقائق سے ثابت ہو گیا کہ مولوی قاسم صاحب خاتم الانبیاء یعنی آخر الانبیاء کا انکار کر کے ضروریات دین کے منکر ہوئے اور بحکم شریعت اسلامیہ۔۔کافر و مرتد ہوئے''۔

(محاسبہ دیوبندیت، ج ۲ ص ۴۵۸)''۔[۱]

الجواب: موصوف کی جہالت ہے کہ وہ اہل سنت کی عبارات کو نہیں سمجھ سکتے، حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمہ اللہ کی عبارت حضرت مُلاّ علی قاری رحمہ اللہ کے مندرجہ ذیل قول سے ماخُوذ ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ:

"وَإِلَّا فَبَعْدَ الْعِلْمِ بِالْخَاتِمَةِ فَلَا يَجُوزُ أَيْضًا الْفَرْضُ وَالتَّقْدِيرُ بِهِ"۔[۲]

یعنی حضور اکرم ﷺ کی خاتمیت کو جان لینے کے بعد فرض اور تقدیر کے طور پر کسی نبی کی آمد کا قول کرنا جائز نہیں۔

مطلب اس طرح فرض کرنا کہ جس سے دُوسرے نبی کے آمد جائز ثابت ہوتی ہو وہ کُفر ہے جس طرح قاسم نانوتوی صاحب نے کیا ہے کہ بالفرض کے بعد نتیجہ یہ نکالا کہ دُوسرے کی آمد منافی ختم نبوت نہیں یعنی ان کے نزدیک خاتمیتِ حضور اکرم ﷺ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جبکہ حضرت امام ربانی رحمہ اللہ اور دیگر کی عبارات قاسم نانوتوی صاحب کی طرح نہیں وہ تو دوسرے کی آمد کی نفی کر رہے ہیں جس طرح امام ربانی رحمہ اللہ کی عبارت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بفرض محال اگر اس اُمت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا یعنی اُمت میں اب نیا نبی مبعوث ہونا ممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے۔ اس عبارت میں نئے نبی کی آمد کو جائز قرار نہیں دیا جا رہا۔

---

[۱] دفاع، ج 1 ص 725-724 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] مرقاۃ المفاتیح، ج 8 ص 3485، دار الفکر بیروت۔

مولانا محمد حسن علی رضوی کی عبارت بھی بالکل ٹھیک ہے، اُس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی نئے نبی کی آمد کوفرض کررہا ہے، اس کو منافی ختم نبوت نہیں سمجھ رہا تو وہ یقیناً کافر و مُلحد ہے۔

قاسم نانوتوی صاحب نے یہ کفریہ عقیدہ رکھا ہے کہ نئے نبی کی آمد کو خاتمیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے منافی نہیں سمجھا۔ موصوف کو چیلنج ہے کہ علمائے اسلام میں سے کوئی ایک حوالہ پیش کریں جس میں نئے نبی کی آمد کو منافی ختم نبوت نہ سمجھا گیا ہو۔ صبحِ قیامت تک موصوف ایک حوالہ بھی پیش نہیں کر سکتے۔ یہ تشریحات نانوتوی صاحب کی مخترع ہیں، علمائے اسلام میں سے کوئی بھی ان کا ہمنوا نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''الحمدللہ! ماقبل کی تقریر سے ثابت ہوگیا کہ ''تحذیرالناس'' پراعتراض کرنے والے خود کفر کی زد میں آرہے ہیں اور آئے [آئیں] بھی کیوں نہ کہ یہ کتاب خالص اصول اسلام پر لکھی گئی، شریف الحق امجدی اس بات کا برملا اعتراف کرتا ہے ''نانوتوی صاحب جیسا بیدار مغز محقق ماہر مناظر'' (دیوبندیوں سے لاجواب سوالات، ص۷۶)

تو ایسے محقق و بیدار مغز مناظر کی تحقیقات عالیہ پر اعتراض کرنا خود اپنی مٹی پلید کرنے کے مترادف ہے''۔[1]

الجواب: چونکہ دیوبندی قاسم نانوتوی صاحب کو محقق مناظر، بیدار مغز وغیرہ کتابوں میں لکھتے ہیں اور اس کو بڑے مناظر کے طور پر پیش کرتے ہیں، حضرت مولانا شریف الحق امجدی صاحب نے توان پر اس عبارت میں طنز کیا ہے اور اِن کی مٹی پلید کی ہے۔

''تحذیرالناس'' کی عبارات نانوتوی صاحب کے زمانے میں بھی کفریہ تھیں اور آج بھی کفریہ ہیں، دیوبندیوں کا کوئی مائی کا لال اس کُفر کو ختم نہیں کر سکتا، دنیا کا بدترین کُفر اس کتاب کے اندر موجود ہے اور نانوتوی صاحب کی تحقیقات پر صرف اعلیٰ حضرت

---

[1] دفاع، ج1 ص725، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

رحمہ اللہ اور ان کے متبعین نے اعتراض نہیں کیا بلکہ گنگوہی صاحب کے اُستاد مولوی محمد تھانوی نے بھی ''قسطاس'' میں کیا ہے اور مولوی محمد تھانوی کے لئے دیوبندیوں نے یہ القاب لکھے ہیں، ملاحظہ کریں:

''مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی کی ایک تالیف ''دلائل الاذکار فی اثبات الجبر والاسرار'' پر حضرت مولانا گنگوہی کی ایک تائید وتقریظ ہے اُس میں مولانا شیخ محمد کا بُلند الفاظ کلمات سے نام لیا ہے، لکھا ہے:

''مجمع علوم نقلی وعقلی، منبع برکاتِ علوی وسفلیٰ، استاذی وملجائی وملاذی، ملک العلماء، رئیس الفضلاء، تاج الاتقیاء، شیخ مشائخ العرفاء، جناب مولانا شیخ محمد تھانوی۔ اس مختصر تحریر کے آخر میں حضرت مولانا نے مولانا شیخ محمد کے لئے ایک مرتبہ اوراستاذی کالاحقہ استعمال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: ''نزد فقیر حق ہمیں است کہ حضرت اوستاذ مُصنف رسالہ ھٰذا تحریر فرمودہ۔ دام ظلہ العالی''۔

جس شخص کو حضرت مولانا گنگوہی ایسا عالی مرتبہ تسلیم فرمارہے ہوں استاذی وملجائی سے یاد کرتے ہوں ایک تحریر میں دو دو جگہ استاذی لکھ رہے ہوں انہی سے مناظرہ کرنے آئے ہوں اوران پر، گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں۔ کا فقرہ یا پھبتی کسی ہو، طبیعت قبول نہیں کرتی''۔ [1]

''قسطاس'' کے تنقیدی حوالے ہم نے ''دافع ازالۃ الوسواس'' میں لگادیئے ہیں جو ''کشف القناع'' کی سابق جلد میں بھی موجود ہیں اور قارئین کی سہولت کے پیش نظر مضمون کا کچھ حصہ یہاں بھی لگایا جاتا ہے

---

[1] باقیات فتاوی رشیدیہ، مقدمہ، 84-85، دار الکتاب، ناشران وتاجران کتب لاہور، طبع دوم ۲۰۱۲ء:

محمد بن احمد اللہ تھانوی کی عبارت

راقم الحروف نے اپنے رسالہ ''المقیاس فی تحقیق اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما'' کے صفحہ 76 پر اکابر دیوبند کے اُستاد مولانا محمد تھانوی کی تصنیف ''قسطاس فی موازنۃ اثر ابنِ عباس'' کے حوالے بھی ذِکر کیے تھے جس میں مصنف مذکور نے اثر ابن عباس کا زبردست رد لکھا اور ''تحذیرالناس'' کی عبارتوں پر نفیس چوٹیں رقم فرمائیں۔

دیوخانی صاحب محمد بن احمد اللہ تھانوی کے حوالوں کا کوئی جواب نہ دے پائے اور راقم الحروف کی یہ بات سچ ثابت ہوئی کہ ساجد خان جیسے دیدۂ کور کو کچھ نظر نہیں آرہا، اگر موصوف کو کچھ نظر آتا تو ہماری باتوں کو تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکتے، ویسے بھی جب کسی دیوخانی کے رَد میں کتابیں لکھی جاتی ہیں تو یہ لوگ بصیرت و بصارت سے محروم ہو جاتے ہیں، انہیں یہ بیماری گنگوہی صاحب سے ورثہ میں ملی ہے۔

دیوخانی صاحب خُود فریبی کا شکار ہیں، شاید انہوں نے پُوری دُنیا کو اندھا سمجھ رکھا ہے کہ کوئی شخص اصل کتاب کی جانب مراجعت نہیں کر پائے گا، نہ ہی کوئی اِن سے ان حوالوں کا جواب وصول کرے گا مگر دیوخانی صاحب کو یہ سوچ ختم کرنا پڑے گی اور اُن سے ضرور بہ ضرور ان شاء اللہ العزیز ان حوالوں کے جواب کا مطالبہ ہوگا، مگر ہم جانتے ہیں کہ ہمارا یہ قرض قبر میں بھی اُن کے ساتھ ہی جائیگا جس کو وہ پُوری زندگی اُتارنے سے سبکدوش نہ ہو پائیں گے، نہ صرف موصوف بلکہ دیوخانیوں کی تمام ذُرّیت بھی ملکر اس قرض کو ادا نہیں کر سکتی کیونکہ

یہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

بہرحال دیوخانی صاحب نے ہمارے حوالوں کا کوئی جواب نہیں دیا اور یہ حوالے ان پر قیامت تک قرض رہیں گے۔

دیوخانی صاحب تو علّامہ محمد بن احمد اللہ تھانوی کو اپنا مسلّم پیشوا اور ممدوح الدیابنہ ماننے سے بھی گریزاں ہیں اِس لئے وہ سہمے اور خوفزدہ لہجے میں لکھ رہے ہیں کہ: ''محدّثِ عصر کے یہ ممدوح۔۔'' [1]۔

جناب یہ صرف میرے ممدوح نہیں بلکہ ذُریتِ دیوبند کے بھی ممدوح ہیں، کتب دیوبندیہ میں ان کا تذکرہ جلی حروف میں موجود ہے۔ آنجناب کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی صاحب نے اِن کا ذکر محدثِ تھانوی کے لقب سے کیا ہے، مُلاحظہ کریں [2]

لہٰذا ان کا قول موصوف سمیت جملہ دیوخانیوں کو قبول ہونا چاہیے، انہوں نے صاف اور صریح انداز میں اثر ابن عباس کو شاذ اور نا قابل استدلال قرار دیا ہے، نانوتوی صاحب کے عقائد فاسدہ کی زبردست تردید کی ہے۔

نانوتوی صاحب کا عقیدہ

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ [3]

شیخ محمد تھانوی

بلفظ بالفرض جو بمعنی تقدیر ہے یا بمعنی تجویز عقلی ہے، بے اعتبارِ محض ہے، اور اگر صرف بمعنی فرض محال ہے تو ارباب عقائد جو کہ ہر طرح اُمورِ متحققہ ہے ایسے فرض سے اجتناب فرض ہے۔۔۔۔اگر کوئی اور نیا نبی پیدا ہو خواہ ۲۳ سال مذکور میں، خواہ بعد اس کے قیامت تک

---

[1] (الوسواس، ص82)

[2] (ارواح ثلاثہ 155)

[3] (تحذیر الناس، ص34)

تب بھی آپکی خاتمیت میں فرق نہ آوے گا، بالکل لغواور پوچ ہے۔[1]

نانوتوی صاحب کا عقیدہ

اور انبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لیکر اُمتیوں کو پہنچاتے ہیں، غرض بیچ میں واسطہ فیض ہیں، مستقل بالذات نہیں، مگر یہ بات بعینہٖ وہی ہے جو آئینہ کی نُور اِفشانی میں ہوتی ہے، غرض جیسے آئینہ آفتاب اور اس دُھوپ میں واسطہ ہوتا ہے جو اس کے وسیلہ سے ان مواضع میں پیدا ہوتی ہے جو خُود مقابل آفتاب نہیں ہوتی، پر آئینہ مقابل آفتاب کے ہوتی ہے، ایسے ہی انبیاء باقی بھی مثل آئینہ بیچ میں واسطہ فیض ہیں، غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے، کوئی کمال ذاتی نہیں[2]۔

شیخ محمد تھانوی

قسطاس شصتم (ص203) متعلق تقریر مشہور بنور افشاں آئینہ۔ جاننا چاہیے یہ شبہ کہ اور انبیاء علیہم السلام رسول اللہ صلعم سے فیض حاصل کر کے اپنے اپنے اُمتیوں کو پہنچاتے ہیں، بیچ میں واسطہ ہیں، مستقل بالذات نہیں، کوئی کمالِ ذاتی یہ نہیں رکھتے، جو کچھ ہے ظل اور عکس محمدی ہے، یہ بعینہٖ مثل نُور افشانی آئینہ کے ہے، جو واسطہ ہے آفتاب اور اس کی دُھوپ میں، جس کے ذریعہ اور وسیلہ سے اُن مواضع پر، جو آفتاب کے مقابل نہیں ہیں، پہونچتے ہیں، اور موصوف بالذات تو ہمارے ہی رسولِ مقبول ہیں اور اگر انبیاء میں کمالِ نبوت آیا ہے تو جناب ختمی کی طرف سے آیا ہے، فقط۔

بدیں طور زائل ہے، جاننا چاہیے کہ یہ مثالِ آئینہ اور نُور افشانی اوسکی بعینہٖ اثباتِ مطلب

---

[1] (قسطاس فی موازنۃ اثر ابن عباس، ص218)

[2] (تحذیر الناس، ص39، وفی نسخۃ: 29)

واسطہ فی العروض ہے، حسبِ مزعوم زاعم نسبت آنحضرت صلعم کی جسکا استیصال کامل تقاریر متنوعہ، رنگا رنگ، عقلاً ونقلاً اکثر قسطاس میں مذکور ہے کہ شرعاً یہ مطلب واسطہ فی العروض ذات آنحضرت صلعم پر صادق نہیں آتا ہے۔۔۔الیٰ قولہ: پس حسب مزعوم اور انبیاء میں کوئی کمال ذاتی ہے نہ عرضی، حالانکہ کمالاتِ حضرات دیگر انبیاء علیہم السلام کمالات مستقل بالذات ہیں۔ پھر مزید نانوتوی کے عقیدۂ فاسدہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: والا پھر وہی خرابی لازم آتی ہیں کہ ذات دیگر انبیاء علیہم السلام فاقد اللیاقۃ معدوم اللیاقۃ کیا، بلکہ ممتنع اللیاقۃ عن الاوصاف الفاضلۃ ہوئے جاتے ہیں، کمال ذاتی تو درکنار کمال عرضی سے بھی محروم ہوئے جاتے ہیں۔

نانوتوی صاحب کا عقیدہ

نبوت وہ کمال ہے جو مثل جمال امور کثیرہ پر موقوف ہے حدیث الرؤیا جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ سب ہی کو یاد ہوگی بخاری وغیرہ صحاح میں موجود ہے دیکھئے اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ کمال نبوت کوئی امر بسیط نہیں سو جیسے جمال جملہ اعضاء ضروریہ کے مجتمع ہوجانے سے حاصل ہوتا ہے ایسے ہی کمال نبی نبوت بھی تمام کمالات ضروریہ کے اجتماع سے حاصل ہوتا ہے۔[1]

شیخ محمد تھانوی

دراصل تجزی کمالِ نبوت نہیں بلکہ تجزی زمانِ نبوت ہے، جو ظرف ہے کمالِ نبوت کا۔[2]

خلاصہ کلام

شیخ محمد تھانوی نے تو نانوتوی کی تحقیقات کا زبردست رد کیا ہے، نانوتوی کے رسالہ تحذیر

---

[1] (تحذیر الناس، ص38، وفی نسخۃ:28)

[2] (قسطاس، ص213،214)

الناس" میں موجود عبارات نقل کر کے دلائلِ عقلیہ ونقلیہ سے ان کی تردید کی، نانوتوی صاحب کی ایک تقریر خاتمیت کے امر اضافی ہونے کے متعلق ہے[1]۔

شیخ محمد تھانوی نے قسطاس شصت ویکم تقریبا دو صفحات پر نانوتوی صاحب کی اس تقریر کے رد میں لکھا ہے، ملاحظہ کریں[2]۔

اسی طرح نانوتوی کی ایک تقریر سلسلہ مکانی اور سلسلہ زمانی کے متعلق[3]۔

شیخ محمد تھانوی نے قسطاس شصت ودویم تقریبا پانچ صفحات پر نانوتوی صاحب کے اس شبہ کے رد میں لکھا ہے، ملاحظہ فرمائیں[4]۔

اسی طرح کتاب کے مختلف صفحات نانوتوی صاحب کے عقیدۂ فاسدہ کے رد میں پھیلے ہوئے ہیں

نانوتوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

> اسی زمین کے انبیاء علیہم السلام ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح مستفید ومستفیض نہیں جیسے آفتاب قمر وکواکب باقیہ بلکہ اور زمینوں کے خاتم النبیین بھی آپ سے اسی طرح مستفید ومستفیض ہیں۔[5]

شیخ محمد تھانوی فرماتے ہیں کہ دیگر زمینوں میں خاتم النبیین تسلیم کرنا غیر اسلامی عقیدہ ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

> بس اب تجویز اور خاتم النبیین کے، سواء خاتم النبیین صلعم کے، کسی طبقہ میں ہو،

---

[1] (تحذیر الناس، ص30)

[2] (قسطاس، ص207، 209)

[3] (تحذیر الناس، ص24)

[4] (قسطاس، ص209، 213)

[5] (تحذیر الناس، ص42، وفی نسخۃ: 32)

خلاف نصوص قطعیہ ہے، خلاف عقیدۂ اسلام خصوص اہلِ سنّت و جماعت، اور ہمارے کلام میں مراد اہل اسلام سے اہل السنن ہیں۔[1]

شیخ محمد تھانوی نے نانوتوی صاحب کے عقیدہ یعنی دیگر زمینوں میں تجویز دیگر خاتم النبیین کو، نصوص قطعیہ کے خلاف اور غیر اسلامی عقیدہ قرار دیا، اور انہوں نے وضاحت کی کہ اہل اسلام کا انحصار صرف اہلِ سنّت و جماعت میں ہے، اگر کوئی دُوسرا فرقہ اس چیز کا قائل ہے تو چونکہ اہل اسلام میں شامل نہیں، لہٰذا اس کا قول عقیدہ اہل اسلام کی ترجمانی نہیں سمجھا جائیگا۔

اب بھی اگر دیوخانی صاحب جیسا شوریدہ سر جاہل دیوبندی یہ رونا روئے کہ شیخ محمد تھانوی نے نانوتوی صاحب کے اقوال کو عقائد فاسدہ قرار نہیں دیا تو ایسے پاگل اور ضدی شخص کا ہم کیا علاج کر سکتے ہیں؟، البتہ بعض حکماء سے سنا ہے کہ جو لوگ آفتاب نیمروز کی طرح واضح حقیقت کا انکار کریں تو ایسے لوگوں کو ضد اور میں نہ مانوں کے دورہ۔۔۔۔کی حالت میں جوتا سُونگھا دینا چاہیے، شاید دماغ ٹھکانے آجائے۔ راقم یہ نہیں کہتا کہ ساجد خان صاحب یہ علاج کروائیں البتہ قول حکماء خالی از فائدہ نیست، آگے اُن کی مرضی'' ۔[2]

خلاصہ: نانوتوی صاحب کی تشریحات پر مولوی محمد تھانوی صاحب نے بھی اعتراضات کیے ہیں اور موصوف کی نظر میں نانوتوی صاحب پر اعتراض کرنا خُود اپنی مٹی پلید کرنا ہے، پس اس لحاظ سے گنگوہی جی کے اُستاد کی مٹی پلید ہوتی ہے۔

---

[1] (قسطاس 239،240)

[2] دافع ازالۃ الوسواس علی تائید المقیاس فی تحقیق اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما، ص 396-402، ادارۂ تبلیغ اہل سنت، حیدرآباد، بتصرف

"تحذیرالناس"کی عبارات کی توضیح پر اعتراضات کا جائزہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

یہ اعتراضات زیادہ تر عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ سے لیے گئے ہیں۔

اعتراض نمبر(۱)

خاتم النبیین کے معنی سب میں آخری نبی ہونے کو جو تفاسیر واحادیث اور اجماع امت سے قطعی اور متواتر طور پر ثابت ہو چکے ہیں انہیں عوام اور جاہلوں کا خیال بتلانا انہیں یعنی حضور علیہ السلام صحابہ کرام آئمہ دین کو کوتاں [کوتاہ] فہم ٹہرانا [ٹھہرانا] تمام امت کو عوام اور نافہم قرار دینا یہ سب کفر ہے۔

جواب: یہ اعتراض سراسرا جاہلانہ ہے۔حضرت نانوتوی۔۔نے اس آیت کے معنیٰ آخری نبی ہونے کو عوام اور کوتاہ فہم کا عقیدہ ہرگز نہیں کہا اس لئے کہ اس آیت کے معنیٰ آخری نبی ہونا تو خود حضرت نانوتوی۔۔کو بھی مسلم ہے انہوں نے اس آیت کے معنیٰ کو صرف آخری نبی ہونے میں منحصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا۔

یعنی اس کے ظاہر معنیٰ تو یہی ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں آپ پر نبوت ختم ہے مگر راسخین فی العلم کے ہاں اس آیت سے نہ صرف حضور ﷺ کا ختم نبوت زمانی ہونا ثابت ہورہا ہے بلکہ ختم نبوت مرتبی کا بھی اثبات ہورہا ہے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ

عوام سے مراد وہ ہوتے ہیں جو حقائق تک نہ پہنچے ہوں چاہے عالم کہلاتے ہوں"۔[1]

الجواب: نانوتوی صاحب نے"خاتم النبیین"کے معنیٰ آخر النبیین کو کوتاہ فہم اور جاہلوں

---

[1] دفاع،ج1ص726،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

کا خیال قرار دیا ہے، سب سے پہلے نانوتوی کی عبارت ملاحظہ کریں:

''قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنیٰ خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو، سوعوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں''۔[1]

اس عبارت میں خاتم النبیین کے معنیٰ آخر النبیین کو عوام کا خیال قرار دیا اور عوام کے مقابلے میں اہلِ فہم کا لفظ استعمال کیا، تو الاشیاء تعرف باضدادھا سے واضح ہوا کہ نانوتوی صاحب کی مُراد عوام سے کوتاہ فہم و کم فہم افراد ہیں۔

پُوری اُمتِ مسلمہ جس نے خاتم النبیین کا مطلب آخر النبیین سمجھا وہ نانوتوی صاحب کے نزدیک نعوذ باللہ من ذٰلک فہم سے عاری ہے، پھر نانوتوی جی نے اپنی دُوسری کتاب میں بھی لکھا ہے کہ:

''خاتم النبیین کے معنیٰ سطحی نظر والوں کے نزدیک تو یہی ہیں کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گذشتہ انبیاء کے زمانہ سے آخر کا ہے اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا''۔[2]

دیکھیں آخر نبی کو اس عبارت میں نانوتوی نے سطحی نظر والوں کا معنیٰ قرار دیا ہے۔ پس ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ وہ آخری نبی والے معنیٰ کو کم فہموں کی تشریح قرار دے رہے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ: ''عوام سے مراد وہ ہوتے ہیں جو حقائق تک نہ پہنچے ہوں چاہے عالم کہلاتے ہوں۔ (فہارس فتاویٰ رضویہ، ص ۴۰۱)''۔[3]

---

[1] تحذیر الناس، ص3، راشد کمپنی، دیوبند

[2] انوار النجوم، ص55، ناشران قرآن اکیڈمی، لاہور

[3] دفاع، ج1 ص726، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

الجواب: موصوف کا یہ حوالہ پیش کرنا بھی بے سُود ہے کہ نانوتوی صاحب کی عبارت میں عوام سے مراد کم فہم و سطحی نظر والے افراد مراد ہیں، جس کی وضاحت ہو چکی ہے۔

جب نانوتوی صاحب کے جملوں سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ ان کے نزدیک عوام سے مُراد کم فہم اور کوتاہ فہم لوگ ہیں اور وہ خُود اس کا مفہوم متعین کر رہے ہیں تو پھر کسی دیوبندی موصوف کا دفاع کرنا انہیں خاک فائدہ دے گا

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

اعتراض نمبر ۲: معنی متواتر قطعی جو ثابت بالحدیث واجماع ہیں کچھ فضیلت نہ ماننا (یہ بھی کفر ہے۔)۔ جواب: یہ بھی آپ کا دجل وفریب ہے اور یہی دجل وفریب احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین [میں] کیا۔ حضرت نانوتوی۔۔ نے تاخر زمانی میں بالذات افضلیت ہونے کا انکار کیا ہے نہ کہ مطلقا فضیلت کا انکار کیا ہے۔ بالذات فضیلت اور مطلقا فضیلت میں زمین آسمان کا فرق ہے جیسا کہ اہل لسان پر مخفی نہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے اگر تاخر زمانی یعنی صرف بعد میں آنا ہی فضیلت کا باعث تو حضرت علی کو حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ سے افضل مانیں۔۔۔؟ مگر کوئی بھی اس کا قائل نہیں تو حضرت نانوتوی۔۔ بھی کہہ رہے ہیں کہ آخر میں آنا یقینا فضیلت کا باعث ہے لیکن فضیلت کا باعث صرف اسی ایک وصف کو سمجھنا اور فضیلت کو اسی میں منحصر کرنا یہ درست نہیں۔ [1]

(دفاع ص ۷۲۷)

الجواب: یہ جواب بھی موصوف کا دھوکہ ہے اس لئے کہ خُود نانوتوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''علیٰ ھٰذا القیاس تاخر زمانی میں کچھ فضیلت نہیں''۔ [2]

اس عبارت میں تو واضح طور پر قاسم نانوتوی صاحب تاخر زمانی میں کچھ فضیلت نہ ہونے کا

---

[1] دفاع، ج1 ص727، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] مناظرہ عجیبہ، ص32، مکتبہ قاسم العلوم، کراچی

اِنکار کر رہے ہیں، لہٰذا جن لوگوں نے اس عبارت کا یہ مقصد سمجھا ہے بالکل دُرست سمجھا ہے۔ دیوبندیوں کا دعویٰ ہے کہ ''مناظرۂ عجیبہ'' ''تحذیر الناس'' کی شرح ہے تو اس میں خُود نانوتوی صاحب کے مؤقف کی تصریح مؤکد ہو جاتی ہے کہ وہ متواتر اور قطعی معنیٰ میں کچھ فضیلت نہیں سمجھتے۔ بالذات فضیلت اور مطلقاً فضیلت میں بقول موصوف زمین و آسمان کا فرق ہے تو قاسم نانوتوی صاحب نے یہاں مطلقاً فضیلت کی نفی کیوں کی!!

پھر موصوف نے خاتم النبیین میں بمعنی آخر النبیین کی فضیلت کا انکار کرنے کیلئے خلفائے راشدین میں سے خلافتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مثال پیش کی ہے کہ وہ بعد میں آئے، اس تاخر زمانی کی وجہ سے وہ افضل الخلفاء نہیں، اور یہ مثال انہوں نے تاخر زمانی کے لئے پیش کی ہے، گویا جس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چوتھا خلیفہ ہونا اور خلفائے سابق کے بعد خلیفہ بننا ان کے لئے باعثِ فضیلت نہیں، ایسے ہی نعوذ باللہ حضورِ اکرم ﷺ کا آخری نبی ہونا باعتبارِ زمانہ باعث فضیلت نہیں (نعوذ باللہ)۔

عجیب جہالت ہے کہ نانوتوی صاحب کے دفاع میں یہ کم بخت کہاں تک چلے جاتے ہیں۔ موصوف کی یہ مثال ہی دُرست نہیں۔ موصوف سے یہ بات بعید نہیں کہ وہ یہ مثال بھی پیش کر سکتے ہیں کہ کلاس رُوم میں سب سے آخر میں آنے والے طالب علم کی آمد کو باعثِ مدح نہیں سمجھا جاتا، لہٰذا (نعوذ باللہ) آخری نبی ہونا باعثِ مدح نہیں (نعوذ باللہ) کیونکہ قاسم نانوتوی صاحب سے لے کر اب تک دیوبندی ایسی جہالتوں کا اِرتکاب کر رہے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے آخر النبیین ہونے کو مقامِ فضیلت میں بیان فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: انَّ مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ و اجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ و یعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ و انا خاتم

النبیین۔(رواہ البخاری فی کتاب الانبیاء،ومسلم ج:۲ ص ۲۴۸ فی الفضائل واحمدفی مسندہ ج:۲ ص ۳۹۸،والنسائی والترمذی)

وفی بعض الفاظہ:فکنت انا سددت موضع اللبنۃ وختم بی البنیان وختم بی الرسل (ھکذافی الکنزعن ابن عساکر)

ترجمہ:حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ [صلی اللہ علیہ وسلم] نے فرمایا کہ: میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اُس کو بہت عمدہ اور آراستہ وپیراستہ بنایا،مگر اُس کے ایک گوشے میں ایک انیٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی،پس لوگ اس کے دیکھنے کو جوق در جوق آتے ہیں اور خُوش ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تاکہ مکان کی تعمیر مکمل ہوجاتی)،چنانچہ مَیں نے اُس جگہ کو پُرکیا اور مجھ سے ہی قصر نبوت مکمل ہوا،اور مَیں ہی خاتم النبیین ہوں،(یا) مجھ پر تمام رسل ختم کردیئے گئے"۔[1]

لہٰذا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا باعثِ فضیلت ہے،اس لئے خلفائے راشدین کی مثال پیش کرنا دُرست نہیں۔مُلاں مانچسٹروی نے تو دیگر عجیب وغریب مثالیں پیش کی ہیں، ملاحظہ کریں:

ایک ماں باپ کے چار بچوں میں جو بچہ سب سے آخر میں پیدا ہوتو اُسے بوجہ تاخرزمانی پہلوں سے افضل نہیں سمجھا جاتا۔گاہک جو چیز کسی دُکان سے سب سے آخر میں خریدے، ضروری نہیں کہ وہ پہلی خریدی تمام اشیاء سے افضل ہو،یہ صورتِ عمل بتارہی ہے کہ تقدم یا تاخرزمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں"۔[2]

ان مثالوں کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخرالنبیین والی فضیلت کا اِنکار کیا جارہا ہے،

---

[1] ختم نبوت،ص 241-242،مکتبہ معارف القرآن،کراچی

[2] عقیدۃ الامت فی معنی ختم النبوت،ج1 ص69،محمود پبلی کیشنز،لاہور

ساتھ میں دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''حضرت نانوتوی۔۔بھی کہہ رہے ہیں کہ آخر میں آنا یقیناً فضیلت کا باعث ہے''۔[۱]

جبکہ نانوتوی صاحب لکھ رہے ہیں:

''علی ھذاالقیاس تاخرزمانی میں کچھ فضیلت نہیں''۔[۲]

نانوتوی صاحب تو صاف فضیلت کا اِنکار کررہے ہیں مگر موصوف اُن کی وکالت میں لکھتے ہیں کہ آخر میں آناوہ فضیلت کا باعث سمجھتے ہیں۔

موصوف کا یہ کہنا مدعی ست گواہ چست کی مانند ہے

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اعتراض نمبر ۳: اعلیٰ حضرت نے تحذیر الناس کی جو عبارات نقل کی ہے ان میں سے ہر ایک مستقل کفر ہے لہذا عبارات کو آگے پیچھے نقل کر کے بد دیانتی کا الزام لگانا درست نہیں۔

جواب: اگر ہر عبارت کو معاذ اللہ مستقل کفر جانا جائے تو احمد رضا خان صاحب نے تحذیر الناس کی ایک عبارت یہ نقل کی کہ: ''بلکہ بالغرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے''۔

(حسام الحرمین مع تمھید ایمان ص ۷۰ مکتبہ المدینہ)

یہ ٹکڑا تحذیر الناس ص ۶۵ مطبوعہ ادارہ تحقیقات اہلسنت سے لیا گیا ہے۔ اگر اس عبارت کو بھی معاذ اللہ مستقل کفر مانا جائے تو خود احمد رضا خان کافر ہو جاتا ہے کہ وہ خود ملفوظات میں کہتا ہے:

عرض: حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں۔

ارشاد: جمہور کا مذہب یہی اور صحیح بھی یہی ہے کہ وہ نبی ہیں زندہ ہیں خدمت بحر انہیں سے

---

[۱] دفاع، ج1 ص727، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] مناظرہ عجیبہ، ص32، مکتبہ قاسم العلوم، کراچی

متعلق ہے۔اور الیاس علیہ السلام بر(خشکی) میں ہیں پھر فرمایا چار نبی زندہ ہیں کہ ان کو وعدہ الٰہیہ ابھی آیا ہی نہیں۔(ملفوظات حصہ چہارم ص۸۰،فرید بک سٹال،غیر تحریف شدہ ایڈیشن) غور فرمائیں جب یہ چار نبی زندہ ہیں اب تک تو لامحالہ نبی علیہ لسلام کے زمانے (ظاہری حیات) میں بھی زندہ ہونگے تو حضرت نانوتوی کا یہ کہنا کہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ ﷺ کا خاتم ہونا بدستور باقی ہے"۔[1]

الجواب: قاسم نانوتوی صاحب کے دفاع میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی عبارت کو پیش کرنا بے سُود ہے اس لئے کہ جن چار انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے زندہ ہونے کا قول لکھا گیا ہے، یہ انبیائے سابقین ہیں،اور اِن میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو آخر زمانہ میں نزول بھی فرمائیں گے۔

دیوبندی مفتی شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جس وقت آسمان سے آخر زمانہ میں نازل ہوں گے تو عہدہ نبوت ان کو اس وقت نہیں دیا جائے گا بلکہ ان کا وصف نبوت جس وقت سے کہ خداوند عالم نے ان کو عطا فرمایا تھا اسی وقت سے ہمیشہ اسی طرح باقی رہا اور رہے گا۔

اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول لفظ "خاتم النبیین" اور "آخر النبیین" کے کسی طرح خلاف نہیں،کلام کے یہ معنی ہماری ایجاد نہیں بلکہ خود مرفوع حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔

دیکھو تفسیر ابن کثیر جلد:۸ ص:۴۸ بتخریج ابن ابی حاتم حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں:"انا اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث(ابن کثیر بر حاشیہ فتح البیان) ترجمہ:مَیں پیدائش میں تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے تھا اور بعثت میں سب سے آخر میں"۔

[1] دفاع،ج1ص727-728،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

جس نے صاف بتلا دیا کہ ''خاتم النبیین'' اور'' آخرالنبیین '' کے معنی یہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف نبوت باعتبار بعثت کے سب انبیاء علیہم السلام کے بعد میں ہے اور اس بناء پر کسی پہلے نبی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی رہنا یا اس دنیا میں آنا آیت کے ہرگز خلاف نہیں ہوسکتا''۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ختم نبوت کے خلاف نہیں کیونکہ وہ انبیائے سابقین میں سے ہیں۔لیکن نانوتوی صاحب جدید نبی مان رہے ہیں جیسا کہ ان کی عبارات سے واضح ہورہا ہے، اور پھر اس عبارت میں ان کی مراد انبیاء سابقین ہوتے تو وہ بالفرض نہ لکھتے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا حیات ہونا متفق علیہ ہے۔

پھر دیوبندی موصوف کے مطابق ان کا ذکر قضیہ فرضیہ کی صورت میں کیوں کرتے اگر ان کی مُراد یہ چار انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ہیں، دُوسری جانب وہ نانوتوی صاحب کی عبارت کو قضیہ فرضیہ قرار دے رہے ہیں، تو نتیجہ یہ نکلا کہ نانوتوی صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل نہیں، اگر حیات کے قائل ہیں تو پھر دیوبندیوں کا مذعومہ قضیہ فرضیہ لکھنے کی ضرورت کیا تھی۔ الغرض نانوتوی صاحب کی عبارت سے مُراد نبی جدید ہے اور نبی جدید کا ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منافی خاتمیت ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ نانوتوی کا مستقل کفر ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اعتراض نمبر ۴: خاتم النبیین کا یہ معنی کہ حضور علیہ السلام بالذات نبی ہیں اور باقی انبیاء بالعرض نبی ہیں کس حدیث میں ہے اور کونسی تفسیر میں ہے؟

جواب: لگتا ہے سیالوی صاحب آپ کو اب تک ذاتی اور عرضی کا معنی ہی معلوم نہیں اور اسے

---

[1] ختم نبوت، ص103، مکتبہ معارف القرآن، کراچی

اردو والا ذاتی اور عرضی سمجھ رہے ہیں تو سنئے ملا مبین شرح سلم العلوم میں فرماتے ہیں:
"الذاتی فی اللغة ما کان منسوبا الی الذات فی الاصطلاح ھو ما لیس لعارض
(ص ۱۱۲)
ذاتی اصطلاح منطق میں اس وصف کو کہتے ہیں جو عارض نہ ہوئی ہو۔
تو جناب اس تعریف کی بناء پر حضور علیہ السلام بالذات نبی ہیں کا معنی یہ ہوں گے کہ حقیقت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے نبوت کی شان سے آرستہ [آراستہ] ہیں آپ پر کوئی ایسا وقت نہیں کہ آپ پہلے وجود میں آئے ہوں پھر نبوت ملی ہو۔
جیسا کہ حدیث ہے کہ کنت نبیا و ادم بین الماء و الجسد
اور شرح مطالع میں ذاتی اور عرضی کے بہت سے معنی لکھے ہیں جن میں سے دو یہ ہیں:
الخامس ان یکون دائم الثبوت للموضوع و ما لا یدوم ھو العرضی۔ السادس ان یحصل لموضوعہ بلا واسطة و فی مقابلتہ العرضی۔
(مطالع [مطالع] الانوار فی الحکمۃ والمنطق للقاضی سراج: ص ۶۵ مطبوعہ ۱۳۰۳ھ)
ترجمہ: ذاتی اور عرضی کا پانچوں معنی وہ ہے کہ جو چیز اپنے موضوع کے لئے ہمیشہ ثابت ہو وہ ذاتی ہے اور جو چیز دوامی نہ ہو وہ عرضی ہے چھٹا معنی یہ ہے کہ جو چیز موضوع کو بلا واسطہ ہو وہ ذاتی ہے اور جو کسی واسطے سے حاصل ہو وہ عرضی ہے۔
تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بالذات ہیں کہ نبوت آپ کیلئے ہمیشہ سے ثابت ہے اور ہمیشہ تک ثابت رہے گی اور چونکہ باقی انبیاء کو نبوت آپ کے بعد ملی لہٰذا وہ نبوت بالعرض سے متصف ہوئے اور چھٹے معنی کے لحاظ سے بھی آپ بالذات نبی ہیں کہ آپ کی نبوت بلا واسطہ ہے اور باقی انبیاء کو نبوت آپ کے واسطے سے ملی لہٰذا وہ نبوت بالعرض سے متصف ہوئے۔
بتایئے قرآن کی کونسی آیت اور کونسی حدیث اس کے معارض ہے۔۔؟؟

الجواب: موصوف جو ہمیں طعنہ دیتے تھے کہ ''تحذیر الناس'' نہیں پڑھی، موصوف نے اس کا دفاع تو شروع کر دیا مگر ''تحذیر الناس'' ابھی تک نہیں پڑھی، ورنہ موصوف ''ملا مبین'' اور ''مطالع الانوار'' کی عبارات پیش کرنے کی جرأت نہ کرتے۔

قاسم نانوتوی صاحب خود ''تحذیر الناس'' میں بالذات اور بالعرض کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے، موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔ مثال درکار ہے تو لیجئے زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی۔ بایں ہمہ یہ وصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جس کا تم کہو وہی موصوف بالذات ہوگا اور اس کا نور ذاتی ہوگا، کسی اور سے مکتسب اور کسی اور کا فیض نہ ہوگا''۔ [1]

نانوتوی صاحب کی اس تشریح سے دُوسرے انبیاء کا نعوذ باللہ معدوم اللیاقۃ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ خُود مولوی محمد تھانوی صاحب نے بھی یہی اعتراض کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''**قسطاس چھل و نھم**: اور وہ تحقیق لفظ واسطہ کی، جو بلفظ واسطہ فی العروض ہے، سخت پُراشتباہ ہے، وہ اس قسم کی اصلاح کے مذاق سے اباء کرتی ہے کیونکہ مردرفاہ ہے، کچھ مختصر بطورِ ماقل ودل اور بحکمِ خبر "مَا قَلَّ وَ كَفَى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَأَلْهَى" [2] اور نیز حدیث

[1] تحذیر الناس، ص4، راشد کمپنی، دیو بند

[2] صحیح ابن حبان، ج8ص 121(3329)، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ۔۔۔أَيُّهَا النَّاسُ هَلُمُّوا إِلَى رَبِّكُمْ مَا قَلَّ وَكَفَى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَأَلْهَى۔۔ الحديث۔ وانظر: مسند

شریف "عظ وأوجز" [1] سپردِ قلم ناقص رقم اظہار للحق واحقاق للتحقق کیا جاتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ واسطہ بروئے لغت بمعنی میانجی اور درمیانی کے ہے، جیسا کہ کتب اللغات وغیرہ سے صاف واضح ہے، اور بروئے اصطلاح عرفِ علماء بچند معنی مستعمل ہے۔ عرف۔۔

حساب میں واسطہ عدد یہ کے معروف، مثلاً عدد چار کا جو نصف ہے مجموع اپنی دونوں جانبوں کا ایک حاشیہ اس کا عدد تین کا ہے اور دوسرا حاشیہ عدد پانچ کا تین اور پانچ کو اگر جمع کیا جاوے تو عدد آٹھ کا حاصل ہوتا ہے کہ اُس کا نصف چار کا عدد ہے یعنی ان دونوں عددوں کے مجموع کا نصف جو حاصل ہوا تو بواسطہ عدد چار کے حاصل ہوا، یعنی اس کے حصول کا سبب یا علّت مذکور ہے، شبہ وارد نہ ہو کہ علّت اور معلول ایک ہی اَمر ہے جو عدد چار کا مذکور ہے اور یہ اَمر باطل ہے اس واسطے کہ نصف اور شئے ہے جو معدود ہے اور چار اور شئے ہے جو عدد ہے، اَز قبیل فرق صادِق ومصداق فافترقا فافھم۔

اور عرف اہلِ معقول بھی بچند وجہ ہے، واسطہ جو مسمّی بواسطہ فی التصدیق بھی ہے، جو مقرون ہوتا ہے ساتھ لفظ لانہ کے، برہان لمّی میں مانند العالم حادث لانہ متغیر لاقترانہ بالمتغیر وھو الواسطۃ یقال لہ الحد الاوسط یعنی جو منشاء احتیاجِ استدلال ہوتا ہے اور ہرگاہ کہ وہ لفظ لانہ مذکور مرتفع ہے تو کچھ احتیاج دلیل کی نہیں ہوتی اِس لئے کہ اُصول مطلب جو ثبوت کسی اَمر کا ہوتا ہے واسطے کسی اَمر کے، جیسا کہ گذرا وہ خُود روشن ہے، پھر کیا ضرورت ہے، اور واسطہ فی الثبوت اور وہ عبارت ہے ہونے کسی شئے کے پہلی علت واسطے کسی شئے دُوسری کے نفس الامر میں، اور وہ دو قسم پر ہے، ایک یہ کہ نہ ثابت ہو وہ وصف جو عارض ہوتا ہے

=احمد (21721)، ومسند عبد بن حمید (207)، ومسند الطیالسی (1072) وغیرھم

[1] مسند احمد (23498) میں حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ: "قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: عِظْنِي وَأَوْجِزْ،۔۔۔الحدیث۔

البتہ خلیفہ رشید اور امام شافعی میں قول رشید ہے کہ: "فعِظْ وَأَوْجِزْ"۔ (حلیۃ الاولیاء، ج9 ص89)

معروض کو، واسطہ اس واسطے کے یعنی علت کی اصلاً وقطعاً یعنی وہ علت جو باعث ہے متصف ہونے شئے دُوسری کے خُود اُس وصف میں شریک نہ ہو بلکہ علت محض ہو، پس ایسے محل میں ایک ہی عارض ہوگا بالذات، اور بالاعتبار بھی مانند نقطہ کے جو عارض ہے خط کو بواسطہ تناہی کے، یعنی علت عروض نقطہ کے خط کو وصفِ تناہی ہے، اور حالانکہ وصفِ تناہی متصف نہیں ساتھ وصفِ نقطیہ کے، بخلاف خط کے متصف ہے ساتھ نقطیت کے اور مانند رنگریز کے کہ وہ علت ہے متصف ہونے کپڑے کے ساتھ وصفِ رنگ کے رنگین ہے بخلاف رنگریز کے کیونکہ وہ شریک نہیں وصف رنگینی میں، نہ بالذات نہ بالاعتبار۔

اور مَیں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک اجلی اور افید ہے یہ نظیر اعراض کی جو قائم ہیں ساتھ ممکنات کے بواسطہ واجب تعالی وتقدس کے کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ پاک ہے تلوثِ اعراض سے، فافہم اور تیسرے واسطہ فی العروف ہے، اور وہ عبارت ہے اِس سے کہ خُود متصف ہو وہ واسطہ یعنی علت ساتھ اُس وصفِ عارض کے جس کی یہ علت معروض ہے، یعنی موصوف ہے، یعنی وہ وصف صرف علت ہی کا ہے درحقیقت، اور بواسطے اس کے یعنی علت کے اور دُوسری شئے متصف ہو ساتھ اس ہی وصفِ مذکور کے، یعنی علت اور معلول ہر دوشریک وصفِ مذکور رہوں، فی الجملہ علتِ محض نہیں جوشریکِ وصف نہیں ہوتی مگر وہ علت متصف بذاتِ خُود بالایصالت ہوتی ہے اور وہ معلول بہ تبعیۃ اُس کی، نہ یہ کہ اُس جگہ دو اتصافِ حقیقی ہوں ساتھ وصفِ مذکور کے بجہتِ امتناعِ قیام وصفِ واحد کے ساتھ، دو موصوف حقیقی کے، کہ یہ امر بیّن الابطلان ہے بلکہ اِتصاف دَرحقیقت واقع میں ثابت ہے، واسطے اُس ہی واسطہ کے، یعنی علت مذکورہ کے، اس لئے کہ ذُوواسطہ درحقیقت متصف ہے نہیں، تخیل اور دُھوکا ہی ہے مثلاً کشتی اور راکبِ کشتی اور وصفِ تحرک تو دَرحقیقت ہے واسطے علت کے جو کشتی ہے نہ واسطے راکب کے جو ذُوواسطہ ہے یعنی معلول خیالی ہے علت کا جو کشتی ہے اور وہ معلول ساکن ہے اور کل وصف معود جو متحرک ہے وہ واسطے واسطہ ہی کے

ہے یعنی علت کے، پس یہ امر مذکور فارِق ہے درمیان اس قسم واسطہ فی الثبوت کے جو یہ قسم عبارت ہے واسطے فی العروض کے، مانند حرکتِ کشتی اور حرکت راکبِ کشتی کے، واقع میں کشتی متحرک اور راکبِ کشتی دَرحقیقت ساکن ہے اور درمیان قسم اوّل مذکور کے

الواسطة فی الثبوت وھی أن یکون الشیء واسطة أی علّة لثبوت وصف لشیء آخر فی نفس الأمر وھو قسمان: أحدھما أن لا یثبت ذلك الوصف للواسطة أصلا بل تکون علة محضة فیکون ھناك عارض واحد بالذات والاعتبار کالنقطة العارضة للخط بواسطة التناھی وکالأعراض القائمة بالممکنات بواسطة الواجب وثانیھما أن تتصف الواسطة بذلك الوصف وبواسطتھا یتصف ذلك الشیء الآخر به لأنّ ھناك اتصافین حقیقیین لامتناع قیام الوصف الواحد بموصوفین حقیقة بل اتصاف بالحقیقة للواسطة وبتبعیتھا لذلك الشیء الآخر، إذ لا محذور فی جواز تعدّد الشیء بالاعتبار، وھذا القسم یسمّی واسطة فی العروض تمییزا لھا عن القسم الأول.[1] ھذا فی الحرکة العرضیة کراکب السفینة فان الحرکة بالذات للسفینة وبتبعیتھا للراکب ھکذا یستفاد من شرح المواقف فی المبحث الخاصة ومن حواشیه فی بحث الموضوع نقلاً من کشاف اصطلاحات الفنون للبحر المدقق۔۔القاضی محمد اعلیٰ الفاروقی التھانوی قدس سرہ کالحرکة اللاحقة لجالس السفینة بواسطتھا فانھا لاحقة للسفینة حقیقة ولجالسھا بواسطتھا بالعرض لا فی الواقع لانه ساکن فیھا لا متحرك من حواش الفاضل المتین مولوی محمد مبین لکھنؤی علی الزاھدیة علی

---

[1] انظر: کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، ج2ص 1751، مکتبة لبنان ناشرون - بیروت

الجلالیۃ

قسطاس پنجاھم : پس جاننا چاہئے کہ قرار داد ذاتِ اقدس حضرت خاتم النبیین [صلی اللہ علیہ وسلم] مِن جملہ وسائط مذکورہ مصداق واسطہ فی العروض بنسبت سائر انبیاء علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام محض خیالِ خام ہے بسبب سُوءِ مباشرت اسباب سُوء فہمی کے، اِس لئے کہ بصورتِ ہذا تمام انبیاء علیہم السلام درحقیقت ہرگز نبی نہیں ہوسکتے اور نہ اُن پر وحی نازل ہوئی کیونکہ درحقیقت وصفِ نبوت بالاصالت اُن تک نہیں پہنچا، مگر بتبعیۃ واسطہ کے یعنی علت کی مانند حرکتِ کشتی کے اور حرکت جالسِ کشتی کے، کیا معنی کہ یہ تبعیۃ بھی ایک امر خیالی ہے، جس کا پایہ پایہ اعتبار کو نہیں پہنچتا، اس واسطے کہ امر مَوہُوم ہے کہ جالسِ مذکور کو وصفِ تحرک بغور عمیق ہرگز حاصل نہیں، اور اگر بالاعتبار والاضافت خواہ مخواہ سمجھا جائے تو رائحہ امر عدمی دیتا ہے، حالانکہ حق تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ كَمَآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ نُوحٖ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعۡدِهِۦ [1]

اور تذکرہ وحی کا حضرت نوح علیہ السلام تک جو بوجہ اُولوالعزمی کے ہے امر متحقق الوجود بیّن الثبوت ہے، اور یہ تشبیہ صرف نہیں بطریق مثال مانند قولہ تعالیٰ:

مَثَلُ نُورِهِۦ كَمِشۡكَوٰةٖ فِيهَا مِصۡبَاحٌ [2]

بلکہ بطریق مثل ہے جو بمعنی صفت ہے جو اُمورِ تحققی واقعی میں سے ہے مثل قولہ تعالیٰ:

وَلَهُ ٱلۡمَثَلُ ٱلۡأَعۡلَىٰ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ وَهُوَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ [3]

یعنی صفتِ وحی ۔۔۔ کے جو اُمورِ محققہ میں سے ہے، جو منشائے اصلی اور علتِ واقعی وصفِ نبوت کی ہے سلسلہ ممکنات میں اَز قبیلِ وسائط متعددہ قریبہ بعیدہ کہ جس کے ساتھ علت یعنی

---

[1] [النساء:163]

[2] [النور:35]

[3] [الروم:27]

واسطہ مذکورہ متصف ہے، وہ مانند صفتِ وحی نُوح علیہ السلام کے اور اور انبیاء علیہم السلام کے ہے، جو گزرے بعد نُوح علیہ السلام کے، بطور امرِ ثبوتی تحققی کے، نہ مانند تشبیہ زید کالاسد کے، اور نہ مانند لدی اسد شاکی السلاح مقذف لہ لبد اظفارہ لم تقلم استعارہ کے، کہ محض مستعار ہے اور وہ حقیقت کچھ نہیں، اگر تشبیہ کے درجہ استعارہ بالاتر ہے افادہ میں طرف مناسبت کے ساتھ حقیقت کے اور تحقق کے، پس یہ افرادِ انبیاء بتامہا درحقیقت متصف بصفت نبوت الاستقلال ہیں، چنانچہ منشائے نبوت جو وحی ہے، برابر بالاستقلال سب پر پہنچی، کریمہ

وَأُوحِيَ إِلَى نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ [1]

اس میں کچھ خفا نہیں جو قابل تعلیل تاویل ہو مانند آیتِ سابقہ

كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ [2] کے علی ہذا القیاس کریمہ

وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ [3]

یہ آیت شامل ہے تا حضرت آدم علیہ السلام کے جو تا حضرت نُوح علیہ السلام ہے مانند آیتِ سابقہ کے من اِبتدائی حضرت خاتم النبیین در بارہ استقلال نبوت ونزولِ وحی نسبت تمامہ انبیاء علیہم السلام بِلاتفصیل اُولوالعزم وغیر اُولوالعزم کے مانند آیتِ سابقہ کے۔

قسطاس پنجاہ ویکم: اور ظاہر ہے کہ واؤ عاطفہ ہے اس آیت میں جو مِن جملہ دس حروف کے ہے، معروف بعطفِ حرف اور اُسی کو عطف النسق بھی کہتے ہیں، اور وہ واؤ واسطے جمع کے ہے در بارہ حکم میں تابع اور متبوع دونوں برابر ہیں، پس دَرحقیقت نزولِ وحی واسطے جملہ انبیاء علیہم السلام کے اور حضرت خاتم النبیین کے برابر ہے، واسطہ تاثیر کے

---

[1] [هود:36]

[2] [النور:35]

[3] [الزمر:65]

استقلالِ نبوت میں ہر ایک نبی کی کیفیت تفضیل البعض امرِ آخر ہے، اس میں کچھ کلام نہیں بموجب آیت:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ الآیۃ[1]

چنانچہ تحقیق اُس کی عنقریب آتی ہے۔ پس صدق مضمون واسطہ فی العروض مصطلح اہلِ معقول اُوپر حضرت رسولِ مقبول خاتم النبیین [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] غیر مقبول ہے اور محض فضول۔

''تفسیر بیضاوی'' میں تحت قولہ تعالیٰ: إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ الآیۃ[2]

جواب لأهل الكتاب عن اقتراحهم أن ينزل عليهم كتاباً من السماء، واحتجاج عليهم بأن أمره في الوحي كسائر الأنبياء عليهم الصلاة والسلام.[3]

یعنی کفار نے بتحکم طلب کیا آنحضرت [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] سے کہ اُتار لاؤ کتاب ہم پر آسمان سے، اُس کا یہ آیہ جواب ہے، اور حجت ہے اُن پر بدیں طور کہ شان اس رسول دربارۂ وحی کے مانند تمامہ انبیاء کے برابر ہے نفس استقلالِ نبوت میں، پس اثر مضمون واسطہ فی العروض کہاں سخت ناموزوں ہے، بلکہ اَز حد زبُوں، اور جاننا چاہئے کہ جابجا قرآنِ مجید میں واسطہ تمام انبیاء کے ایسا ہی نازل ہے، جیسا کہ نازل ہے واسطہ آنحضرت خاتم النبیین [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کے، اثبات بشریۃ مستقلۃ میں، جو بمنزلہ جنس کے ہے، جو شامل ہے تمام افرادِ انسان کو بِلا تفصیل نبی اور غیر نبی کہ جس کی فصل اور تمیز بھی شامل ہے جمیع افرادِ انبیاء کو بالاستقلال بِلا تفصیل یعنی وحی جو اصل منشاء ہے نبوت کا، اور یہ ہر دو امر مذکور بالاتفاق ذاتیات میں سے ہیں۔

---

[1] [البقرۃ:253]

[2] [النساء:163]

[3] تفسير البيضاوي، ج2ص109، دار إحياء التراث العربي-بيروت

پس بشریۃ بہ نسبت جمیع افراد بشر کے جنس ہے اور وحی بہ نسبت جمیع افراد مخصوصہ مشخصہ انبیاء علیہم السلام کے بالتعیین التشخیص جُداگانہ فصل ہے جنس مذکُور سے، جو یہ ہر دو امر قوامِ نبوت ہیں کہ جس کے اجتماع اور امتزاج سے نوع جو وہ کلی ذاتی ہے متقوم ہوئی، یعنی نوع نبوت حاصل ہوئی۔ پس ظاہر ہے کہ نفسِ نوع میں بالضرور تمام افراد انبیاء علیہم السلام تحت حقیقۃ واحدہ متحد الحقیقۃ متمایز الشخصیۃ شریک متساوی بالاستقلال ہیں، امر اولیۃ واولیۃ افراد مضر اور مخل نہیں، ان دونوں مطالب کی دلیل یہ دونوں آیہ ہیں، کریمہ:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ [1]

کریمہ: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ الآیۃ [2]

پس اس پر غور درکار ہے، یہ ذاتِ مقدس حضرت خاتم النبیین [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] مصداق واسطہ فی العروض کیسے ہوسکتی ہے۔

قسطاس پنجاہ ودویم: مشتمل بر تفصیل تتمہ واسطہ فی العروض، قولہ تعالیٰ:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ [3]

بطورِ جنس ہے، جو کلی ذاتی ہے، ہر ہر فرد بشر کی نسبت بلافرق نبی اور غیر نبی کے، اور کریمہ

يُوحَىٰ إِلَيَّ الآیۃ [4]

بھی کلی ذاتی ہے نسبت ہر ہر فردِ نبی کے، بالخصوص جو بمنزلہ فصل ہے واسطے اخراج غیر نبی کے اور واہمہ خصوصیۃ مضمون وحی ساتھ فردِ واحد اوحد یکتا بارع بابِ نبوت میں، جو محض باعتبار شانِ نزول بطور مُوردِ خاص اور مفہوم عام ہے، یا بطور تذکرہ فردِ اشرف اور دلالۃ اُوپر

---

[1] [الکھف:110]

[2] [البقرۃ:253]

[3] [الکھف:110]

[4] [الکھف:110]

جمیع افرادِ باقیہ ہے جو منشاء التباس ذہن مثبتین مضمون واسطہ فی العروض شاید ہو گیا ہو مدفوع ہے اس آیتِ یمونہ سے کریمہ:

إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَى مَنْ يَشَاءُ الآية[1]

اور تعبیر وحی ساتھ لفظِ مثل کے محض واسطے دلالت کے ہے، اور پھر مضمون اولیۃ افراد کے تا کہ مطلب کریمہ:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ الآية[2]

ظاہر ہو جاوے اور واہمہ واسطہ فی العروض دُور ہو جاوے، چنانچہ اس مطلب کا تذکرہ برنگ دیگر بعض قسطاس میں گذر چکا ہے۔ پس یہ مضمون اُن آیات کا مقوم ذواتِ جملہ انبیاء علیہم السلام کو متواطی مساوی شامل ہے، جو قاطع ہے شرکت دیگر افراد غیر نبی کو کہ جس کا خاصہ لازمہ تبلیغ احکام اور دعوتِ خلق الی اللہ تعالیٰ اور ہدایۃ صراطِ مستقیم اور احقاقِ حق بالاعجاز عند التحدی اور ماوراء اس کے ہے، اگر چہ دیگر خصائص شخصیہ ہر ہر فرد نبی کے بمنزلہ ذاتیات شخصیہ ان کے دربارہ غیر اتفاق کے اس فردِ خاص سے ہیں جس سے ملقب ہوئے مثلاً کلیم اللہ، وروح اللہ، وخلیل اللہ، وخلیفۃ اللہ، وحبیب اللہ یہ امر دیگر ہے، علیٰ ھذا القیاس لقب شرعی حج اکبر بہ نسبت حج کے باعتبارِ عمرہ کے کہ اس کو حج اصغر سے تعبیر کرتے ہیں، کریمہ

وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ الآية[3]

اس لقب کو قبول فرمایا کہ منصوص قرآنی ہوا، اگر چہ جاہلوں میں جو حج اکبری سے مشہور ہے جو حج روز جمعہ واقع ہو، یعنی ۹ تاریخ ماہ ذی الحجہ بروز جمعہ واقع ہو، اور حج اکبر لقب شرعی نہیں بلکہ تمام حج کسی روز واقع ہوں وہ حج اکبر ہی ہیں باعتبارِ مذکور۔

---

[1][إبراهيم: 11]

[2][البقرة:253]

[3][التوبة:3]

پس اگر صرف لفظ حج بولا جائے یا لفظ حج اکبر بولا جائے مراد حج ہوگا نہ کہ عمرہ، کچھ تخصیص روز جمعہ نہیں، اور یہ امر دیگر ہے کہ ثواب اُس حج کا جو بروز جمعہ ہو بموجب روایات احادیث تیسیر الاصول وغیرہ پچاس حج کا یا ستر حج کا کم وبیش بروئے روایاتِ مختلفہ اندریں باب ہوتا ہے، سمعت شیخی واُستاذی مولانا محمد اسحاق محدث قدس سرہٗ اور بخلاف لفظ عتمہ کی نسبت نمازِ عشاء کے، اس میں روایات مختلف ہیں درباب کراہیت اطلاق اُوپر نمازِ عشاء کے جو منصوص قرآنی ہے، قولہ تعالیٰ:

مِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ[1] جیسا کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

لَا يَغْلِبَنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلىٰ اسْمِ صَلَاتِكُمُ الْمغرب[2] رواہ البخاری وغیرہ

یعنی نمازِ مغرب کو عشائے اولیٰ سے تعبیر کرتے تھے اور نمازِ عشاء سے تعبیر کرتے تھے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خُود لفظ عتمہ نسبت نمازِ عشاء بھی فرمایا، جیسا کہ بخاری میں مروی ہے، جس پر امام بخاری نے کہا کہ جائز ہے مگر اختیار وہ ہے کہ مت کہو، اگرچہ جواب اس کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطہ سمجھانے اعراب کے لفظ عتمہ فرمایا، بطور حکایت فرمایا کہ مآل اِن ہر دو توجیہ کا ایک ہی ہے، لیکن آخر کسی طرح پر ہو، اِطلاق اس کا شرعی تو پایا گیا لہٰذا امام بخاری صریح لفظ مِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ[3] مذکور پر خیال نہ کیا، جائز کہا اور اختیار صلاۃ العشاء کو کیا، اور شروحِ بخاری میں اور اِس کے حواشی میں اختلاف رہا مَیں کہتا ہوں محاکمہ فی مابین اُن اقوالِ مختلفہ کے یہ ہے کہ کراہتِ اطلاق لفظ عتمہ اُوپر عشاء

---

[1] [النور:58]

[2] أخرجه البخاري في الصحيح، ج1 ص117 (563)، بلفظ: "لاَ تَغْلِبَنَّكُمُ الأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلاَتِكُمُ المَغْرِبِ"۔ وانظر: حديث السراج، ج3ص 37 (1771)، بلفظ: "لا يَغْلِبَنَّكُمُ الأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صلاة المغرب"۔

[3] [النور:58]

کے تنزیہی ہے کہ مرجع اِس کا خلاف اولیٰ ہے، فقط بخلاف حج اکبر مذکُور کے، کہ نسبت اُس کی کوئی حدیث مزاحم حال نہیں ہوئی، لہٰذا یہ لقب شرعی منحصر رہا اُوپر عام حج کے، بلا تخصیص روزِ جمعہ کے، تاوقتیکہ کوئی عموم نص مزیل اس باب میں نہ پائی جائے، چنانچہ اس قاعدہ شرعی کی تصریح تورپشتی سے عینی شارح بخاری نے کی

وَقَالَ التوربشتی (شَارِح المصابیح): اَلْمَعْنٰی: لَا تطلقوا ھٰذَا الِاسْم علی مَا ھُوَمتداول بَینھم فیغلب مصطلحھم علی الِاسْم الَّذِی شرعتہ لکم [1]

اور یہ امر آخر ہے کہ کوئی نص مزاحم ہوجائے جیسا کہ اطلاق عتمہ میں مزاحم ہوئے، فافہم ۱۲، علیٰ ہذا القیاس لقبِ خاتم بہ نسبت افرادِ ستہ، اضافی ہو یا حقیقی، برابر ہے، بلکہ یہ تحقیق بنظر غور متعلق ساعتِ اضافۃ ہی کے ہے، جو مقتضاء یوم الحج الاکبر ہے۔ پس اب یہ اضافۃ خواتم سِتہ قطعاً بے اضافت شرعی ہے، ناروا ہے، فافہم بالفہم الاتم واللہ اعلم۔

مگر واقع میں بہ نسبت عموم ماہیّتِ نبوت کہ جس میں تمام افرادِ انبیاء متساوی ہیں، سب برابر ہیں، پس مانند اس قسم کے مخصصات کے فی الواقع خصائصِ شخصیہ من حیث التشخیص میں سے ہے، جو بمنزلہ عوارضِ ذاتی شخصی شُمار کئے جاویں کہ اس میں تمیز بین الافراد حاصل ہے، جس میں یہ امر پایا جائے گا وہ خصائص اور لوازمِ ماہیت سے نہیں ہوگا بلکہ خصائص اور لوازمِ شخصیہ میں سے ہوگا، جس کا منشاء اُمورِ خارجیہ ہوتے ہیں، نہ نفس اقتضاء ماہیت، بس اب سمجھنا فردِ اَقدس حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ نسبت اور افرادِ مقدسہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے واسطہ فی العروض اور موصوف بالذات دَر بارہ وصفِ نبوت کے بالکل غیر معقول

---

[1] عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج5 ص59، دار إحياء التراث العربي - بيروت

وانظر: الميسر في شرح مصابيح السنة للتوربشتی، ج1 ص190، بلفظ: "أي: لا تطلقوا هذه التسمية على ميقات صلاتكم؛ فتجرى به ألسنتكم؛ فيغلب مصطلحهم في ميقات حلاب الإبل على الاسم الذي جنتم به من الله".

ہے، محض خیالِ خام کیا بلکہ اَز قبیلِ اوہام انیاب اغوال ہے، بس اب چند وجوہ اور مناشی خصائصِ شخصیہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام سے جس کا مضمون اس سندِ مستند نصِ قُرآنی سے صاف دستیاب ہے قولہ تعالیٰ:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ الآية[1]

زیرنگاہ عنقریب ہوتے ہیں اِن شاء اللہ تعالیٰ المستعان۔

قسطاس پنجاہ وسوئم

تتمہ واسطہ فی العروض: خلاصہ عباراتِ فضلاء اہلِ معقول مانند فاضل میرزا جان، ومحقق دوانی، ومیر زاہد ہروی، وقاضی مبارک گوپاموی، ومولوی محمد لکھنوی، ومولوی حاجی محمد تراب علی مارہیروی، وبحر مدقق جَدّی مولانا قاضی محمد اعلیٰ فاروقی تھانوی صاحبِ "کشاف اصطلاحات الفنون" ماہیت طبقہ مرسلہ بحث من حیث ھی ہے، اگر متجاوز نہ ہوں طرف افراد کے تو قابلِ بحث اہلِ فن معقول نہیں کیونکہ عوارضِ ذاتیہ سے سادہ اور عاری ہے اور بصورتِ تجاوز مذکورہ وہ عوارِض ساری ہیں طرف جمیع افراد کے، مانند شکل طبعی عارض واسطے جسمِ طبعی کے، فلکیات اور عنصریات کے، یا طرف بعض افراد کے مانند کون وفساد کے، جو عارض ہے بعض افرادِ طبعیہ کو مانند افرادِ عنصریہ کے

مَیں کہتا ہوں پھر یہ عروضِ مذکور بالواسطہ فی العروض ہے یا بواسطہ کوئی ایک قسم مِن جملہ دونوں قسم واسطہ فی الثبوت کے ہے۔ پس نظیر واسطہ فی العروض مانند حرکتِ کشتی اور راکبِ کشتی اِس لئے کہ اس میں وصفِ حرکت دَرحقیقت واسطے کشتی کے ہے نہ واسطے راکب کے، اگرچہ متخیل ہے تحرک اس کا کہ وہ محض دُھوکا ہے، موصوف بالذات اور حقیقی علت ہے، یعنی کشتی نہ راکب، اور نظیر ایک قسم واسطہ فی الثبوت کے جس میں واسطے علت محض ہے کچھ

---

[1][البقرة:253]

شرکت وصفِ معلول میں نہیں رکھتی، مانند صباغ یعنی رنگریز اور پارچہ رنگین کے کہ محض معلول ہے، جو واسطہ ہے، موصوف بِالذات ہے، اور بالاعتبار بھی ہے تو وہ ہی ہرگز رنگریز کو شرکت اس وصف میں نہیں علتِ محض ہے، اور نظیر دُوسری قسم واسطہ فی الثبوت کے جس میں علت اور معلول یعنی واسطہ اور ذُو واسطہ ہر دو وصف میں شریک ہیں، مانند حرکت ہاتھ کے اور کلید کے، یعنی دونوں موصوف بالذات ہیں، یعنی واسطے صفتِ حرکت کے دَر حقیقت دو فرد ہیں، ایک قائم ساتھ ہاتھ کے ہے، جو واسطہ ہے یعنی علت ہے، اور دُوسرا قائم ہے ساتھ کلید کے، جو معلول ہے، مگر اس قدر فرق ہے کہ فردِ اوّل سبب ہے فردِ ثانی کا فی الجملہ، مگر نزدیک کاتب الحروف کے اس نظیر دُوسری قسم واسطہ فی الثبوت مذکُور میں یعنی ید اور کلید میں ایک طرح کی پالغزی ہے کہ ظاہر ہے مگر مخلِ مطلب ومضر مقصد ہمارے نہیں کیونکہ ہماری کلام اصلی واسطہ فی العروض میں ہے، اور وہ پالغزی یہ ہے کہ یہ مثال اس وقت مطابق ہوگی جو گرفتِ یَد سست ہو مانند حرکت ارتعاشی کے، اور دَر حقیقت کچھ حرکت کلید میں بھی ہو، اگرچہ حرکتِ کلید بسبب حرکت یَد ہے، والا فلا۔ اس واسطہ کہ پھر تو مثال واسطہ فی العروض کے ہوگی، فتأمل۔

قال الفاضل میرزاجان فی حاشیة شرح المواقف فی مقدمة الامور العامة کون الغیر واسطة فی الثبوت ان یکون هناک وجودان یثبت احدهما للموصوف ویثبت الآخر للصفته لکن ثبوته للصفت تبعیة ثبوت الوجود لموصوفها وبواسطته ووجود الجوهر واسطة لوجود الاعراض وکونه واسطة فی العروض ان یکون هناک وجود واحد کان ثابتا للموصوف اولا وبالذات وللصفة ثانیا وبالعرض فقط علی هذاالقیاس

قول حاشیۃ ترابیۃ قاضی مبارک برقولہ واسطۃ فی الثبوت

وهی عبارت عمایکون علته لاتصاف شیٔ بسببه بان یکون ذالک الشیٔ متصفا

بتلك الصفة حقيقة وبالذات ويكون تلك الواسطة علة لاتصاله بها وهی علی قسمین الاول مایکون الواسطة وذوالواسطة کلاهما متصفین بالذات بتلك الصفة فیکون للصفة فردان احدهما قائم بالواسطة والآخر قائم بذی الواسطة لکن قیام فرد منها بذی الواسطة یکون بسبب قیام فرد منها بالواسطة فالید فان قیام الحرکة بها سبب لقیام الحرکة بالمفتاح والثانی ما یکون الواسطة متصفة بالصفة اصلا بل یکون سفیرا محضا ویکون لها حظه من العلیية کالصباغ الذی هو واسطة فی اتصاف الثوب بالصبغ ۱۲

اور تحقیقِ مجمل حاوی جوانب پہلو یا لغزی مثال حرکتِ یَد اور مفتاح بہت ہی قریب، پیشتر اس ہی عبارت سے مذکور ہو چکی، واللہ اعلم بالصواب۔

قسطاس پنجاہ وچہارم

تتمہ واسطہ فی العروض محصول خلاصہ عباراتِ قوم نظر قاصر اپنی میں یہ ہے کہ ایک قسم واسطہ فی الثبوت میں جو علت بھی متصف ہوتی ہے ساتھ وصف معلول کے التباس ہوتا ہے ساتھ واسطہ فی العروض کے اور منشاء التباس یہ ایک امر اشتراک مذکور ہے یعنی اتصاف مذکور پس امر فارِق وفاصل وجود صفتِ مذکور ہے بدیں طور کہ واسطہ فی الثبوت میں دونوں علت اور معلول موصوف ہوتے ہیں، بالذات نہ بالاعتبار، یعنی نہ متصف بوصفِ اعتباری، انتزاعی، عدمی اور واسطہ فی العروض میں صرف علت ہی موصوف ہوتی ہے، بالذات بھی اور بالاعتبار بھی، اور منشاء التباس لفظ بالذات ہے، جو دافع بعض عباراتِ قوم ہے، تعریف واسطہ فی الثبوت میں اور کشف التباس مذکور رائے ناقص میں یہ ہے کہ متبادر عند المقابلہ لفظ بالاعتبار سے غالباً ایسی مباحثِ عقلیہ میں مُراد امر عدمی فرضی مفہوم ہوتا ہے، مگر دراصل مُراد لفظ مذکور سے بالعرض ہے، مقابل بالذات کے، اور عرض از قسم وجودی ہے، جو کہ مقتضی ہے واسطہ فی الثبوت کا، بخلاف مفروضات معتبرات کے، جو امر عدمی انتزاعی کے قبیل سے ہیں، یعنی

موجود بوجودِ عرضی نہ جوہری، یعنی واسطہ فی الثبوت میں دَرحقیقت مطابق واقع ہے، وصف معلول کا بطور وجود وصف اعراض نہ بطور وجود وصف ذوات وجوہرات بوجہ۔۔۔استقلال وجود اپنے میں گو بطورِ عرض ہے سہی مثلاً بشدت سوادثوب جوایک امر محسوس ہے خارج میں نہ کہ مفروض ہے اور نہ موہوم جو کہ معدوم ہے پس وجود وصف واحد درحقیقۃ ہے واسطہ فی العروض میں اور وجود وصفین قسم مذکور واسطہ فی الثبوت میں قطع نظر اس سے کہ ایک سبب ہے اور دُوسرا مسبب۔

قسطاس پنجاہ و پنجم: تتمہ واسطہ فی العروض:

مَیں کہتا ہوں معنی لفظ بالاعتبار کے، جو واقع عباراتِ قوم واسطہ فی العروض ہے، میرے نزدیک یہ ہی ہیں کہ دُھوکا نہ ہو، مانند حرکتِ ارتعاش کے، جو گرفت سُست یَد ہے، کیونکہ وہ اَز قسم یک قسم واسطہ فی الثبوت کے ہے، جیسا کہ مذکور ہوا عنقریب، بلکہ وہ حرکتِ منبسط ہے جو کہ مؤثر ہے، جسم دیگر ملاصق اپنے کو، جہانتک قوتِ رسی کے وہاں تک، ہر جسم کو جو دائرہ اور احاطہ اُس قوت میں ہوگا یہ ہی حرکت پہنچے گی، پھر اُس کے سکون کے ساتھ وہ جسم دیگر ملاصق ساکن نظر آوے گا، جیسا کہ متحرک نمایاں تھا، پس لہٰذا بادی النظر کو دُھوکا ہوتا ہے، یہی منشاء اعتبار ہے جو امر عدمی انتزاعی ہے، پس ہرگاہ جہۃ حقیقۃ اور جہۃ اعتبار مذکور متغایر ہوئے تو واہمہ محذور اجتماع حقیقۃ ومجاز یعنی اعتبار فی محلِ واحد یہی اس تحقق سے برطرف ہو گیا فتدبر، بخلاف شُدہ وصف سوادِثوب کہ وہ موقوف نہیں اصالۃً اُوپر ثوب کے، اگرچہ خُود سوادِثوب موقوف ہے اُوپر ثوب کے، یہ امر آخر ہے مگر بنظر واسطہ قرینہ، جو دراصل اس کا موصوف ہے، اور معروض اُس پر موقوف ہے، گو وہ معروض اور موصوف اَز قبیل اعراض ہے، مگر اُمور موجودہ محسوسہ میں سے ہے کہ جس پر اس وجہ میں اطلاقِ ذات باعتبار اعتبار مذکور، جو امر عدمی ہے، صحیح ہے، پس ہرگاہ یہ التباس مذکور بعنائتِ خُداوندی جل شانہٗ ۔۔۔بعض اذہان ہونا ہے، برطرف ہوا، فرق کلی درمیان وصف واسطہ فی العروض اور واسطہ فی الثبوت

کے ایک قسم کے کہ جس میں علت یہی سفیر محض نہیں ہوتی بلکہ شریکِ وصف ہوتی ہے، ظاہر ہوگیا۔ پس گرہ کھل گئی اور تاباں تر از آفتاب واضح ہوا کہ ذاتِ مقدس آنحضرت ﷺ پر واسطہ فی العروض در بارہ وصفِ نبوت بہ نسبتِ نبوۃ اور حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ہرگز واصلاً نہیں صادق آتا اور علی ھذا القیاس، نہ مثال نُور افشانی آفتاب اور نہ تقطیعاتِ دُھوپ اور نہ عکس اندازی آئینہ اور نہ بطور زمرایا مناظر عکوس اجرامِ سفیفہ کہ جس کی تشریح و تحقیق عنقریب قسطاسِ مستقل میں ہوتی ہے، بوجہ وُ ودنصوص قطعیۃ فی الدین، قولہ تعالیٰ

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ الآیۃ[1]

کریمہ

وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ[2] وکریمہ

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ[3]

حتّٰی کہ عنقریب مُدلل نقلاً وعقلاً ہو چکا، پس صاف صاف بِلا غبار سیدھی سیدھی بات یہ ہی ہے بے تکلف جو در بارۂ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام حدیثِ صحیح وارد ہے

الأنبیاء کلھم إخوۃ الانبیاء بنو العلات أبوھم واحد وأمھاتھم شتی[4]

یعنی ماں اُن کی جداگانہ ہیں اور باپ اُن کا ایک، یعنی اصلِ نبوت میں ایک ہیں اور احکام

---

[1] [البقرۃ:253]

[2] [الزمر:65]

[3] [النساء:163]

[4] انظر: صحیح البخاری، ج4ص 167 (3443)، بلفظ: أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ"۔ وصحیح مسلم، بَابُ فَضَائِلِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ (2365)، ومسند البزار، ج15ص193 (8578)

دین اور شرائع میں غیر، علی ہذا القیاس، [1] اصل وصف نبوت میں ایک، یعنی ہر ایک نبی اور رسول نفسِ نبوت میں برابر اور خصائص جزئیت شخصیہ میں مختلف، قولہ تعالیٰ:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ [2]

کا یہی مطلب ہے اور

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ الآية [3]

کا بھی، ورنہ کریمہ

نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ [4]

کا اندیشہ اور اِشتباہ پیدا ہوتا ہے فافہم۔۔۔پس واضح تَر اَز نہار ہوا کہ یہ امر حرکت موہوم مذکور جو دُھوکا ہے وہ موقوف ہے اُو پر حرکتِ کشتی کے بطور واسطہ فی العروض کے تو صدور وظہور حرکتِ کشتی ظہور دُھوکا مذکور بھی غیر منصوب ہے، یعنی اس صورت میں قبل ظہورِ نبوت آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ظہورِ نبوت دیگر حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ناممکن ہے،

---

[1] انظر :التوضيح لشرح الجامع الصحيح لابن الملقن ، ج19ص 568: قال :ومراد الحديث أن أصل دينهم واحد، وان كانت شرائعهم مختلفة وأزمانهم أيضًا، فهم أولاد علات من حيث إنهم لم يجمعهم زمن واحد كما لم يجمع أولاد العلات بطن واحد.

وقال ابن الجوزى فى كشف المشكل ، ج3ص 375: وَالَّذِي أَرَادَ أَن أصل دين الْأَنْبِيَاء وَاحِد وَإِن كَانَت شرائعهم مُخْتَلفَة، كَمَا أَن أَوْلَاد العلات أبوهم وَاحِد وَإِن كَانَت أمهاتهم شَتَّى". وانظر : المفاتيح في شرح المصابيح للمظهرى، وأعلام الحديث (شرح صحيح البخاري) للخطابى، وفتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر العسقلانى، وغيرهم

[2] [البقرة:285]

[3] [البقرة:253]

[4] [النساء:150]

ظاہر ہے کہ وجودِ معلول بے علت باطل ہے، بہر مطلب آیت
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ [1]

کا جو مسلم ہے دُرست نہیں ہوسکتا بدوں تاویل خلو افراد کے جو رسول ہیں باعتبار ماسبق ل کے، بہر حصول اس مطلب کا موقوف ہے اُوپر وجود اُن افراد کے بروقت ظہورِ نبوت آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے انتسابِ نبوت ۔۔۔کے اور ظہور اُس کے پھر یہ امر یعنی وجودِ مذکور موقوف ہے اُوپر دو امر کے یا حیاتِ طویل ہر فرد کے ان افرادِ مذکورہ سے یا اعادہ اُن کے جو مستلزم ہیں رفع خلو مذکور کو جو مسلم ہے، یہ ہر دو امر باطلِ شرعی ہیں، قطع نظر اس سے اِستحالہ عقلی بھی لازم آتا ہے کہ افراد انبیاء زمانی ہیں مستوجب الترتیب، پس اس صورت میں بہر دو صورت مذکورہ یعنی حیاتِ طویل مذکور اور اعادہ مذکور اس دارِ دُنیا میں مجامع الزمان ہونی چاہئیں اور یہ امر باطل ہے بخلاف عالم حشر کے کہ وہاں نفاذِ زمان ہوگا، پھر وہاں ترتیبِ مذکور کہاں ،غرض کہ ادعاء مطلب واسطہ فی العروض اس مقام میں استحالجات شرعی وعقلی سے مالا مال ہے۔

قسطاس پنجاہ وششم

اگر من جملہ وسائط مذکورہ واسطہ فی العروض وغیرہ مصطلح اہلِ معقول سے ایک قسم واسطہ فی الثبوت کا مضمون، جس میں شرکت ہے علت اور معلول کو وصفِ عارض میں، جس کی مثال ید اور مفتاح گذری، بشرطیکہ گرفت ست ید ہو، مانند تحقیق وتنقیح میری کے، تاکہ مفتاح بھی متحرک ہو،نسبت ذاتِ اقدس حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کے برسبیل تجوز بتاویل اطلاق لفظ علت اور مراد اس سے سبب ۔۔۔صادِق آسکتا ہے نہ کہ مضمون واسطہ فی العروض کا،اس واسطے کہ ذاتِ اقدس حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالضرور سبب ہے ذواتِ

---

[1] [آل عمران:144]

انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا، جو مسبب ہیں، اس میں کچھ جرح نہیں، کیونکہ دراصل علت اوّل اُن سب حضرات کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ حضرت حق تبارک وتعالیٰ ہے، جو علت کل موجودات ہے، پس یہ ہر دو صنف سبب اور مسبب معلول علت واحدہ کے قبیل سے ہیں، پس یہ امر راجح اور آئل ہے طرف مبدء فیاض جل جلالہ عم نوالہ کے، جو باعث ہے فضیلتِ شخصی آپس میں، حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے بعد، تسویہ نوعیتِ مذکورہ کے، پس کیا ضرورت ہے ایسے تکلفات وتعسفات معقولی میں پڑیں، سرے سے۔۔۔ پس تقلیلاً للمسافۃ وتحققاً للشرافۃ نسبت براہین نقلیہ کے، جو کہ بحق ہم جملہ اہلِ اسلام کے زاید از سدِّ سکندری ہیں، اُس کی طرف کیوں نہ رجوع کریں، جس کی طرف جا بجا اِشارات اور تصریحاتِ قرآنی اور اخباراتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز اخبارات دیگر انبیاء اور اقوالِ سلف اور نیز کلیاتِ اُصول دین ثابت ہیں، جو اس امر کے مناشی ہیں جو موعودہ تھی، کچھ اس کی مختصر تشریح کی جاتی ہے، چنانچہ اس کی طرف صاف اشارہ ہے طرف سے بعض محققین اہل معقول سے بھی، بلکہ صراحت ہے، جیسا کہ عبارت حاشیہ مولوی محمد مبین لکھنوی مرحوم ہے اُوپر اس قول: **فمما یعرض الشیٔ میز زاہد جلالیہ کے والقسم الآخر من الواسطۃ فی الثبوت وھو ما یکون فیہ کلاھما یتصفان بالذات فالبحث عنہ فی الفن لا یکون اذا کان ذالک الواسطۃ مساویۃ۔۔۔**

پس ظاہر ہے کہ ما نحن فی میں واسطہ اور صاحبِ واسطہ یعنی علت اور معلول یعنی ذاتِ اقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ذوات دیگر حضراتِ انبیاء علیہم السلام دَر بارہ اِتصاف بوصیف نفسِ نبوت بطورِ افرادِ نوعِ واحد لاکلام متساوی الاقدام ہیں، بسبب جعل جاعل حقیقی علت اول کل کائنات موجودات مبدء فیاضِ حقیقی حضرت ذُوالجلال والاکرام کے، مگر بشرط تجویز تجوز اطلاق لفظ واسطہ یعنی علت اور مُراد اُس سے صرف سبب ہو اِس لئے کہ اگرچہ جمیع علل اور معلولاتِ ممکنہ اور اسباب اور مسببات پیشِ قدرت حضرتِ حق مطلق جل شانہٗ بلا تفصیل

برابر ہیں کہ مِن جملہ اُن کے حسب ارادہ حقیقی اپنے جس کو چاہے پیرایہ علت عطا فرماوے اور جس کو چاہے کسوۃ معلول بِلا استحقاق ذاتی اور اصلی اُسکی کے، مگر یہاں پیرایہ علت نبوت ذاتِ اقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بسبب معلولیۃ دیگر انبیائے مقدس کے بعلت مخالفت اور معارضہ نصوصِ قطعیہ قرآنی اور اخبارِ نبویہ اور اخبار واِطلاع دہی انبیائے سابقہ جیسا کہ مدلل مذکُور ہو چکا، جہت درست نہیں بیٹھتا، سوائے سببیۃ اور مسببیۃ مذکورہ کے، جس کا منشاء تمائز شخصیت مذکُورہ ہیں، جو ثابت ہیں بنصوصِ قرآنی واخبار وغیرہ اصول دین، مانند خصیصہ خاتم النبیین اور کلیم اور خلیل اور خلیفہ لقب آدمی اور داؤدی اور عبدِ شکور اور مسیح اور رُوح وغیرہ القابِ مخصوصہ انبیاء علیہم السلام کے، جس میں ہرگز ہرگز دخل رائے کسی ذی رائے نہیں ہے کہ از قبیل اعجاب کل ذی رائے براۂ ہے، جو مردودِ شرعی ہے بموجب اُس خبر مذکُور کے اور لا بدللاطلاق الشرعی من۔۔۔ الشرعی مسئلہ اصول مجمع علیہا ہے۔

لہٰذا تاویل مذکور پر ضرور ہوئی، مگر ٹھیک وہی تقریر اس عاجز کاتب الحروف کی ہے جو سادھ ہے تکلفات وتشققات فن معقول سے، بر روشِ شرعی، جو گذری حلواء بیدود اور پالودہ غیر آلُودہ بِلا غبار ہے، یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ جو مفضل ومنعام ہے، نسبت افرادِ انبیاء کے فرماتا ہے: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللَّهُ الآیۃ[1]

پس یہ شرافت بالخصوصہ بافراد مخصوصہ از قبیلِ تمایز اوصاف وعوارضِ مشخصہ مخصوصہ ہیں، نہ لوازم ماہیۃ ہیں، جیسا کہ مشرح مدلل مبین ہو چکا فقط، اگر یہ عذر کیا جاوے کہ نبوت محتاج نزولِ وحی نہیں، بلکہ عکس اس کا ہے، اسواسطے کہ نبوت من جملہ کمالِ علمی سے ہے اور وحی از قبیل معلوم ہے، کیونکہ وحی عبارت ہے احکام، اخبار وغیرہ سے، اور معلوم ہوتے ہیں، پس یہ کمال علمی وحی پر موقوف نہیں، بلکہ وحی موقوف ہے اُوپر کمال علمی کے۔ پس جاننا چاہئے کہ

---

[1] [البقرة:253]

یہ عذر محض خیال اور وہم ہے اِس لئے کہ مِنی اعتراض کا بظاہر یہ حدیث ہے

كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ [1]

[1] البدء والتاريخ للمطهر المقدسی، ج5ص36، وتفسیر الرازی، ج6ص525، وامتاع الاسماع، ج3ص119، وفی مذیله: المعروف أن هذا الحديث بلفظ: "كنت أول النبيين في الخلق وآخرهم في البعث"، أخرجه أبو نعيم في (الدلائل)، وابن أبي حاتم في تفسيره، وابن لال، ومن طريقه الديلمي، كلهم من حديث سعيد بن بشير، عن قتادة، عن الحسن، عن أبي هريرة به مرفوعا. وله شاهد من حديث ميسرة الفجر، بلفظ:

"كنت نبيا وآدم بين الروح والجسد"، أخرجه أحمد، والبخاري في (التاريخ)، والبغوي، وابن السكن، وغيرهما في (الصحابة)، وأبو نعيم في (الحلية)، وصححه الحاكم، وكذا هو بهذا اللفظ عند الترمذي وغيره عن أبي هريرة: متى كنت أو كتبت نبيا؟ قال: "وآدم"، وذكره. وقال الترمذي: إنه حسن صحيح، وصححه الحاكم أيضا وفي لفظ: "وآدم منجدل في طينته"، وفي صحيحي ابن حبان والحاكم، من حديث العرباض بن سارية مرفوعا: "إني عند الله لمكتوب خاتم النبيين وأن آدم لمنجدل في طينته".

وكذا أخرجه أحمد، والدارمي في مسنديهما، وأبو نعيم والطبراني، من حديث ابن عباس، قال: قيل: يارسول الله، متى كتبت نبيا؟ قال: "وآدم بين الروح والجسد".

وأما الّذي على الألسنة بلفظ: "كنت نبيا وآدم بين الماء والطين"، فلم نقف عليه بهذا اللفظ، فضلا عن زيادة: »وكنت نبيا ولا آدم ولا ماء ولا طين".

وقد قال شيخنا - الحافظ ابن حجر - في بعض الأجوبة عن الزيادة: إنها ضعيفة، والّذي قبلها قوي. (المقاصد الحسنة): 520-521، حديث رقم (837).

وقال الزركشي: لا أصل له بهذا اللفظ، قال السيوطي في (الدر): وزاد العوام: "ولا آدم ولا

اور "وانطمنجدل بین ترابہ"۔ [1]

اورامثال اس کے ہم مضمون، اورروایات، سو یہ مطلب احادیثِ مذکورہ متعلق بعالم اَرواح ہے، جو خاکی ہے استعداداورتہیا وصف نبوت سے جو متعلق بمرتبہ عالیہ متصاعدہ اورکامنہ ہے بہ نسبت اُس مرتبہ سافلہ متنازلہ بارزہ کے من جملہ مراتب ستہ مشہورہ کے، نزدیک صوفیہ کرام کے، کیونکہ مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں، نہ کہ حاکی ہے ظہور اور فعلیت استعداد مذکور سے جو بمنزلہ محکی عنہ ہے، بلکہ اس سے بھی بالاتر ہے، صرف خانہ علم الٰہی جل شانہ میں کہ جس جگہ کچھ تفضیل نہیں، درمیان علم اور معلوم کے، بلکہ علم اور معلوم ایک ہی مرتبہ میں ہے۔

پس یہ حدیث اشارہ ہے طرف اس حدیث کے

---

[1] = = ماء ولا طين"، لا أصل له أيضا، وقال القاري: يعني بحسب مبناه، وإلا فهو صحيح باعتبار معناه.

وروى الترمذي أيضا عن أبي هريرة، أنهم قالوا: يا رسول اللہ، متى وجبت لك النبوة؟ قال: "وآدم بين الروح والجسد"، وفي لفظ: متى كتبت نبيا؟ قال: "كتبت نبيا وآدم بين الروح والجسد". وعن الشعبي، قال رجل: يا رسول الله متى استنبئت؟ قال: "وآدم بين الروح والجسد، حين أخذ مني الميثاق".

وقال التقي السبكي: فإن قلت: النبوة وصف، لا بدّ أن يكون الموصوف به موجودا، وإنما يكون بعد أربعين سنة، فكيف يوصف به قبل وجوده وقبل إرساله؟ قلت: جاء أن الله تعالى خلق الأرواح قبل الأجساد، فقد تكون بقوله: "كنت نبيا"، إلى روحه الشريفة، أو حقيقته، والحقائق تقصر عقولنا عن معرفتها، وإنما يعرفها خالقها، ومن أمدّه بنور آلهي.

ونقل العلقميّ عن علي بن الحسين عن أبيه عن جده مرفوعا أنه قال: "كنت نورا بين يدي ربي عزّ وجلّ قبل أن يخلق آدم بأربعة عشر ألف عام. (كشف الخفا ومزيل الالتباس): 2/ 129، حديث رقم (2007).

"نحن الآخرون السابقون". [1]

یعنی مَیں متصف تھا ساتھ اِس وصفِ نبوت کے پیش تر اُس خمیر اور سرشت اور قالب آدم سے جو توطیہ اور پرداز ظہورِ ارواح ہے عالم اسباح میں، یعنی مراد اس سے اظہار امر تقدیری ہے، جو مقدم ہے امر تکوینی اور ایجادی پر، واسطہ ازالہ اوہام باطلہ در بارہ مسئلہ ہذا کے، جو مزاحم اور مخالف ہے مسئلہ تقدیری کو جو سابقہ ازلی ہے کیونکہ اوّل مرتبہ ظہورِ اَرواح یہ ہی خمیر۔۔۔ مذکور ہے نہ مراد ہے اس سے نفی نبوت حضرت آدم اور انبیاء اولاد آدم سے اُس عالم میں یا عالم ظہور میں، اور تخصیص نبوت اپنی کے، جو صادر ہوئی حدیث مقدس میں، وہ بنا

---

[1] أخرجه همام بن منبه (1)، وعبد الرزاق في تفسيره 1\331 (248)، والبخاري في الصحيح، كِتَابُ الأَيْمَانِ وَالنُّذُورِ، 8\128 (6624)، وبَابُ النَّفْخِ فِي المَنَامِ 9\41 (7036)، ومسلم في الصحيح، في الجمعة، بَابُ هِدَايَةِ هَذِهِ الْأُمَّةِ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ (855)، وأحمد في مسنده (7707)، و (8115)، وأبو عوانة في المستخرج 2\126 (2535)، و 4\59 (6031)، و 4\400 (7093)، وأبو نعيم في المسند المستخرج 2\446 (1927)، وفي الدلائل (11)، والبغوي في تفسيره 5\52، وفي شرح السنة 4\200 (1045)، وفي الأنوار في شمائل النبي المختار (68)، وابن المستوفي الاربلي في تاريخ اربل 1\105، والبيهقي في السنن الصغرى 1\230 (598)، وفي السنن الكبرى 3\243.244، من حديث همام بن منبه عن أبي هريرة رضي الله عنه، مرفوعا۔

وأخرجه ابن المبارك في مسنده 70 (114)، وأحمد في مسنده (10122)، و (10548)، واسحاق بن راهويه في مسنده 1\310 (291.292)، والبزار في مسنده 17\108 (9671)، والخطيب في تاريخ بغداد 2\158، وفي تلخيص المتشابه في الرسم 2\794، والرافعي في التدوين 3\12.13، كلهم من حديث زِيَادٍ الْمَخْزُومِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔۔۔ الحديث۔ وسيأتي تخريجه مزيداً

بر اظہارِ شرف رُتبہ عالیہ اپنی کے ہے، اور دلالت اُو پر افرادِ باقیہ انبیاء کے، پس اگرچہ باعتبارِ ظہورِ عالم اشباح بطور ترتیب سلسلہ زمانی تأخر ہے کہ اس سلسلہ کا اس تأخر ہی میں شرف ہے، مگر باعتبار ان مراتب کے تقدم ہے کہ اس سلسلہ کا شرف تقدم میں ہے، جو ماقبل زمان حادث ہے، جو مشتمل بر ماضی و مستقبل ہے اور حال کے وہ نزدیک حکماء حد فاصل ہے بین الماضی والمستقبل، جہاں ان کا نام ونشان ہی نہیں، جو مراد ہے تسرمد سے اور لسانِ شرع سے معتبر مدہر ہے، چنانچہ حدیث ہے:

"لَاتَسُبُّوا الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ" [1]

اس ہی معنی میں ہے۔

پس واضح ہوگیا کہ مآلِ حدیث "کنت نبیا وآدم بین الماء والطین" اور حدیث

---

[1] أخرجه مسلم فی الصحيح، بَابُ النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الدَّهْرِ (2246)(5)، بلفظ: "لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ، فَإِنَّ اللهَ هُوَ الدَّهْرُ"، وأحمد فی مسنده (10367)، و(10479)، والبزار فی مسنده، ج17ص279(9984)، وأبو يعلى فی مسنده، ج10ص452(6066)، وفی المعجم (120)، والطبرانی فی الدعاء (2034) والبيهقی فی السنن الكبرى، ج3 ص509(6491)، وابن جرير فی جامع البيان في تأويل القرآن، ج22ص80، من طرق عن هشام بن حسان، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: ــ الحديث۔
وأخرجه أحمد فی مسنده (9137) من طريق عَوْف، عَنْ خِلَاسٍ، وَمُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،
وأخرجه أحمد فی مسنده (10438) من طريق زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ ذَكْوَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔۔
وأخرجه البزار فی مسنده (7680) من طريق عَنْ سَعِيد، وَأَبي سَلَمة، عَن أَبِي هُرَيرة۔۔۔
وأخرجه مسلم فی الصحيح، بَابُ النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الدَّهْرِ (2246)(2)، بلفظ: قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: "يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ، يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ" ۔من طريق الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ــ الحديث۔

"نحن الآخرون السابقون"۔ [1]

واحد ہے، جو مراد ہے ثبوتِ نبوت واسطے ہر فردِ نبی کے اور اظہارِ شرف واسطے اشرف الانبیاء

---

[1] قد تقدم تخریجه، وأخرجه عبد الرزاق فی تفسیره 1\331(247)، وأحمد فی مسنده (7410)، و(7706)، ومسلم فی الصحیح(855)، وابن أبی حاتم فی تفسیره 2\377(1992)، وأبو عوانة فی المستخرج(2539)، وأبو نعیم فی صفة الجنة(78)، والعقیلی فی الضعفاء 4\60، وأبو عبدالله التیمیمی البصری فی تلقیح العقول فی فضائل الرسول 1\413(435)، کلهم من حدیث أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، مرفوعا۔ الحدیث۔

وأخرجه عبد الرزاق فی تفسیره 1\323(249)، وبخاری فی الصحیح، بَابٌ هَلْ عَلَى مَنْ لَمْ يَشْهَدِ الجُمُعَةَ غُسْلٌ مِنَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَغَيْرِهِمْ؟ 2\5(896)، و(3486)، ومسلم فی الصحیح(855)، والنسائی فی السنن، إِيجَابُ الْجُمُعَةِ، (1367)، وفی الکبری (1665)، و(1666)، والحمیدی فی مسنده 2\190(985)، وأحمد فی مسنده (7707)، و(8508)، وابن خزیمة فی الصحیح 3\109(1720)، وأبو عوانة فی المستخرج(2536)، و(2538)، و(2560)، والبیهقی فی السنن الکبری 1\445، من حدیث ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، مرفوعا۔۔۔ الحدیث۔

وأخرجه البخاری فی الصحیح، بَابُ البَوْلِ فِي المَاءِ الدَّائِمِ 1\57(238)، و(876)، و(2956)، والنسائی فی السنن، إِيجَابُ الْجُمُعَةِ، (1367)، و(6887)، و(7495)، ومسلم فی الصحیح(855)، وفی الکبری (1666)، والحمیدی فی مسنده 2\190 (984)، وأحمد فی مسنده(7310)، و(7399)، وأبو عوانة فی المستخرج(2533)، و(2534)، و(2537)، وأبو یعلی فی مسنده 11\149(6269)، وابن خزیمة فی الصحیح 3\109(1720)، والطبرانی فی مسند الشامیین 1\93(136)، والبیهقی فی السنن 3\242، و243، من حدیث عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، مرفوعا۔۔۔ الحدیث

علیہ وعلیہم السلام اور معہٰذا اپیش اس مرتبہ حضرتِ علم کے مرتبہ نبوت جو کہ مُراد از علم کہا گیا اور مرتبہ وحی یعنی وحی جو مُراد از معلوم کیا گیا، برابر منجلی اور منکشف ہے، اگر تفصیل ہے تو مراتب وجودی میں بطور تقدم ذاتی، سو وہ بھی موقوف ہے اُوپر بلحاظ حضرت وجود حقیقی کے، بطور نوعی تغائر اعتباری کے، کہ علم ذاتہ بذاتہ لا بغیرہ والا فلا یعنی پھر سادگی مطلق ہے کہ وہاں رسائی ہے نہیں، نہ پرندہ پر مار سکے نہ گروندہ گرد جا سکے، جیسا کہ مولانا رُوم فرماتے ہیں

چونکہ بیرنگی اسیر رنگ شد۔۔۔۔۔۔

موسیٰ وفرعون اندر جنگ شد

اس قسم کا علوم کا کرنا از قبیلِ تلفیق وتخلیط ہے، جو کہ واسطہ خلاص در مناص کے ایک قسم کا ذریعہ ہے، سوا اس کے اور کیا تصور کیا جاوے۔۔۔۔۔سو اس قسم کی تدقیق مہجور ہے اور بے محل ہے، اس کتاب کا وظیفہ اور راتبہ نہیں، بلکہ یہ علوفہ ہے کتبِ تصوف کا، اور کیا نہیں معلوم خاص وعام ہے کہ باوصفِ استعداد کمالِ علمی مذکور کے مرتبہ ارہاض میں تا مدت عمر شریف چہل سال تک، جو من جملہ آثار عالم غیب، عالم ارواح تھا، بدوں نزولِ وحی کے جواز قبیل معلوم مذکور ہے، اور من جملہ آثار عالم شہود اور اشباخ ہے ملقب بلقب رسول اور نبی نہ ہوئے اور نہ مشہور ہوئے ساتھ اِس لقب کے، اور نہ کسی نے اس مرتبہ کو پہچانا اور نہ مامور بدعوت الی الحق ہوئے اور نہ مؤید بمعجزات ہوئے اور اور لوازم نبوت ماوراء اس کے، اگرچہ صدور بعض آثارِ خوارق مرتبہ ارہاصیہ ہوا مانندِ کلام سلام حجر وغیرہ اور اگرچہ موعود رہے بصراحۃ آیت

"وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ"[1]

---

[1] [الصف:6]

وغیرہ مضامین کے ساتھ، جومشعر ہے مرتبہ حکایت سے، مگر مرتبہ محکی عنہ مذکور کے طور پر نہ ہوئے تاوقتیکہ نزول وحی نہ ہوئے، چنانچہ یہ آیت شریفہ دال ہے

"كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ"۔ [1]

اسواسطہ کے لفظ فاء واسطے تعقیب وتفریع کے ہے، ہویدا ہوا کہ کمال علمی یعنی نبوت کا ظہور جو مقصود تھا، بعد بعثت ہوا، جس پر موقوف تھا، اگرچہ بعض مفسرین نے ہونا آدمیوں کا ایک رَوش پر قبل بعثتِ انبیاء مبشرین ومنذرین سے مراد رکھا ہے، قبل بعثتِ نُوح علیہ السلام سے، سو اختلاف تفسیر مذکور مانند استدلال نہیں، اور جاننا چاہئے کہ افراد مستعدہ متنوع بدونوع ہوتی ہے، ایک معروضہ بے عوارض یعنی مجوبہ للعوائق ممنوعہ بموانع، اور دوسری غیر معروضہ اور غیر مجوبہ غیر ممنوعہ، مثال قسم اوّل افرادِ مذکور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ موافق اس حدیث شریف کے: "لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ"۔ [2]

اور مانند اس حدیث کے

---

[1] [البقرة:213]

[2] أخرجه الحاكم في المستدرك، ج3ص93(4495)، والقطيعي في جزء الألف دينار ص305(199)، والكلاباذي في بحر الفوائد المشهور بمعاني الأخبار، ص282، وابن شاهين في شرح مذاهب أهل السنة، ص198(140)، وابن سمعون في الأمالي، ص122(61)، والالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، ج7ص1392 (2491)، والدينوري في المجالسة وجواهر العلم، ج2ص86(217)، وأبو نعيم في فضائل الخلفاء الأربعة، ص89(86) وابن عساكر في المعجم، ج2ص920(1168)، من طريق بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ"۔ وقال: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، ووافقه الذهبي في التلخيص۔

"لو عاش ابراهیم بعدی لکان نبیا"[1]

---

[1] قال القاریؒ فی " مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ،بَابُ فِي أَخْلَاقِهِ وَشَمَائِلِهِ ﷺ الْفَصْلُ الثَّالِثُ ":وَأَمَّا حَدِيثُ: لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيمُ لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا، فَأَخْرَجَهُ الْمَاوَرْدِيُّ عَنْ أَنَسٍ، وَابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى. وَرَوَاهُ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ مَكْحُولٍ مُرْسَلًا: لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيمُ مَا رَقَّ لَهُ خَالٌ، وَرَوَى ابْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ مُرْسَلًا لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيمُ لَوَضَعْتِ الْجِزْيَةَ عَنْ كُلِّ قِبْطِيٍّ، كَذَا ذَكَرَهُ الشَّيْخُ جَلَالُ الدِّينِ السُّيُوطِيُّ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ. وَقَالَ ابْنُ الرَّبِيعِ فِي كِتَابِهِ: (تَمْيِيزِ الطَّيِّبِ مِنَ الْخَبِيثِ) : أَخْرَجَ ابْنُ مَاجَهْ وَغَيْرُهُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ: إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ، وَلَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا، وَلَوْ عَاشَ أُعْتِقَتْ أَخْوَالُهُ مِنَ الْقِبْطِ، وَمَا اسْتَرَقَّ قِبْطِيٌّ. وَفِي سَنَدِهِ أَبُو شَيْبَةَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُثْمَانَ الْوَاسِطِيُّ، وَهُوَ ضَعِيفٌ وَاللَّهُ أَعْلَمُ. انْتَهَى.

وَقَالَ النَّوَوِيُّ فِي تَهْذِيبِهِ: وَأَمَّا مَا رُوِيَ عَنْ بَعْضِ الْمُتَقَدِّمِينَ حَدِيثُ لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيمُ لَكَانَ نَبِيًّا فَبَاطِلٌ، وَجَسَارَةٌ عَلَى الْكَلَامِ بِالْمُغَيَّبَاتِ وَمُجَازَفَةٌ وَهُجُومٌ عَلَى عَظِيمٍ. وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي تَمْهِيدِهِ: لَا أَدْرِي مَا هَذَا، فَقَدْ وَلَدَ نُوحٌ غَيْرَ نَبِيٍّ، وَلَوْ لَمْ يَلِدْ إِلَّا نَبِيًّا لَكَانَ كُلُّ أَحَدٍ نَبِيًّا لِأَنَّهُ مِنْ وَلَدِ نُوحٍ انْتَهَى. وَهُوَ تَعْلِيلٌ عَلِيلٌ إِذْ لَيْسَ فِي الْكَلَامِ مَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ وَلَدَ النَّبِيِّ نَبِيٌّ بِطَرِيقِ الْكُلِّيَّةِ، وَلَا ضَرَرَ فِي تَخْصِيصِ التَّقْدِيرِ وَالْفَرْضِيَّةِ، مَعَ أَنَّهُ لَا يَسْتَلْزِمُ وُقُوعَ الْمُقَدَّمِ فِي الْقَضِيَّةِ الشَّرْطِيَّةِ، فَلَا يُنَافِي كَوْنَهُ ﷺ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ، فَيَقْرُبُ مِنْ قَوْلِهِ ﷺ عَلَى مَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ مَرْفُوعًا "لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ" وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانَ وَمَا يَكُونُ، وَبِمَا لَا يَكُونُ، وَبِأَنَّهُ لَوْ كَانَ كَيْفَ يَكُونُ.

هَذَا وَقَدْ قَالَ شَيْخُ مَشَايِخِنَا الْعَلَّامَةُ الرَّبَّانِيُّ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ الْعَسْقَلَانِيُّ فِي الْإِصَابَةِ: وَهَذَا عَجِيبٌ مِنَ النَّوَوِيِّ، مَعَ وُرُودِهِ عَنْ ثَلَاثَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ، وَلَا يُظَنُّ بِالصَّحَابِيِّ أَنْ يَهْجُمَ عَلَى مِثْلِ هَذَا بِظَنِّهِ. = =

کہ جو معتبر بلسان شرع شریف بصدیقین ہیں، قولہ تعالیٰ:

"الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا"[1]

یعنی صدیق وہ ہے کاش امر نبوت اُس کے تفویض کیا جائے تو بخوبی انجام دے اور تصریح اس مرتبہ کی بہ نسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا صاحبزادہ کی، بوجہ عدم القاب وخطاب صریح صدیق کے نسبت اُن کی عمل میں آئی، بخلاف حضرت صدیق اکبر کے کہ خُود لقب صدیق ہے دیا کہ جس کے یہ مضمون ہر دو حدیث مذکور خود تعریف ہے، قسم دوسری افراد مذکورہ مانند سائر حضراتِ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام، یعنی یہ قسم افرادِ مذکورہ محجوب ومعروض وممنوع مؤقت ہیں کہ وہ وقتِ معتبر بوقتِ ارہاص ہے، اور قسم دُوسری افرادِ مذکورہ محجوب وممنوع ومعروض مؤید ہیں، جو کہ غیر معتبر بمرتبہ ارہاص ہیں، اس لئے کہ ارہاص حاکی ہے فعلیت مرتبہ سے، اور غیر ارہاص غیر حاکی ہے، فافہم

پس خُوب روشن ہو گیا اس تقریر وتدقیق سے کہ یہ ظہور کمالِ علمی مذکور بالضرور موقوف ہے اُوپر نزولِ وحی کے، اس عالم تکلیف اور امتحان وتمرین میں، کہ محل ارسالِ رسل اور انزال کتبِ موعودا، وریثاق ہے حدیث شریف

"سَأُرْسِلُ إِلَيْكُمْ رُسُلِي"[2]

= قُلْتُ: مَعَ أَنَّهُمْ لَمْ يَقُولُوهُ مَوْقُوفًا، بَلْ أَسْنَدُوهُ مَرْفُوعًا، كَمَا بَيَّنَهُ خَاتِمَةُ الْحُفَّاظِ السُّيُوطِيُّ بِأَسَانِيدِهِ فِي رِسَالَةٍ عَلَى حِدَةٍ، مَعَ أَنَّ مِنَ الْقَوَاعِدِ الْمُقَرَّرَةِ فِي الْأُصُولِ أَنَّ مَوْقُوفَ الصَّحَابِيِّ إِذَا لَمْ يَتَصَوَّرْ أَنْ يَكُونَ مِنْ رَأْيٍ، فَهُوَ فِي حُكْمِ الْمَرْفُوعِ، فَإِنْكَارُ النَّوَوِيِّ كَابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ لِذَلِكَ، إِمَّا لِعَدَمِ اطِّلَاعِهِمَا أَوْ لِعَدَمِ ظُهُورِ التَّأْوِيلِ عِنْدَهُمَا. وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

[1] [النساء:69]

[2] أخرجه أحمد في مسنده، ج35 ص156 (21232)، والفريابي في القدر (53)، وابن بطة في الابانة، ج3 ص314 (1337)، و316 (1339)، وج4 ص146 (1590) =

جو کہ بمنزلہ سندِ مسند ہے بمعنی مصدری، یا حاصل بالمصدر مانند قولہ تعالیٰ:
"وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ" [1]
کہ جو مودی ہے حصول معلوم کو، جو موحی بصیغہ مفعول ہے، یعنی کمالِ علمی کے ظہور سے حصول معلوم ہوتا ہے، فافہم۔

یعنی کمال علمی، جو نبوت ہے، اور اُس کے ظہور کا نام، جو وحی ہے، حصول معلوم ہوتا ہے، جو کہ موحی ہے یعنی نفسِ وجود کمالِ علمی، جو ظاہر ہونے والا ہے اُوپر وحی کے، جو سبب ظہور ہے موقوف نہیں مگر ظہور اُس کا جو عین مقصود ہے وہ بالضرور اُوپر وحی کے موقوف ہے، تا کہ کمال مخفی مذکور ظاہر ہو کہ صورت موحیٰ معلوم پکڑے اور اطلاقِ ظہور کا اور وحی کا از قبیل اطلاق سبب ہے اُوپر مسبب کے فافهم بالفهم الاكمل والاتم تقوف ظهور النبوة على الوحي لاستحصال الموحي الذي هو المعلوم الذي هو الاحكام والاوصاف الالهية والاخبار الماضية والآتية والقصص الذي هو اجزاء القرآن واقسامه والله اعلم۔

پس ہر جگہ دریں مقام در خاطر فقیر ریختند ریختہ۔۔۔۔ بلکہ اطلاق واسطہ فی العروض سراسر مبائن مطلب اہل مطلب ہے، اسواسطے کہ یہ مقتضی ہے تضرر رسالت ونبوۃ کو اور مطلب اصلی تعدد خواتم ہے جو مبنی ہے اُوپر تعدد و تکثر رسالت و نبوت کے، مثل مشہور

آن یکے خر داشت پالانش نمود اخت
پالان گرگ خر را در ربود

یعنی اگر مدعا حاصل ہو تو دلیل حاصل نہیں، اور عکس دلیل حاصل کی جاوے تو مدعا حاصل نہیں

=والمقدسي في المختارة، ج3ص 364(1158)، و(1159)، والفسوي في مشيخته (81)، وابن مندة في الرد على الجهمية، ص29، كلهم من حديث ابي بن كعب موقوفاً

[1] [الشورى:51]

ہوتا، اور ظاہر ہے کہ ظل اور ذِی ظل یعنی اصل اور عکس جو کہ بطور مرایا مناظر ہے اُس میں سوائے وجودِ واحد کے وجود ہی نہیں، بلکہ ذِی عکس اور ذِی ظل، اس کسوتِ ظل سے اور عکس میں تنزل کیا، یہی بطور پرتوہ اپنے کے، اور نبرقع اور نکشی کے، اور وہ متحرک ساتھ تحرک ذی عکس اور ذی ظل کے، یا کسی محل اپنے نہ از خُود اور دَر حقیقت وجود بن مستقلن کا تو قائل ہے، کوئی نہیں، کہ شرک لازم آتا، لہٰذا علماء ظواہر تک بھی، مانند میر زاہد وغیرہ کے، قائل ہوئے کہ وجودِ واحد موجودہ متعدد بلکہ یہ مرتبہ واسطہ فی العروض واسطہ علت اوّل حضرت ہو یہ مطلقہ حقہ کی در حقیقت عقلاً ثابت ہوسکتا ہے کہ وہاں کچھ خرابی لازم نہیں آتی، مانند جوہر کے، مگر واسطہ اطلاق ایسے امور کے اذن شرعی لازم ہے، بخلاف سلسلہ محکیات کے، یعنی خواہ نظیر اُس کی آفتاب اور نُور آفتاب ہو اور تقطیعات ظلی جو عکوس اشعہ ہیں ہو، خواہ آبگینہ شیشہ ہو یا اور ماسوائے اِس کے اجسام شفیفہ پانی وغیرہ ہو، محض از قبیل دُھوکا ہیچو قولہ تعالیٰ:

"صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيرَ"۔ [1]

ہے جو کہ منشاءِ تقریر بعض الا فاضل بل الاماجد والاماثل ہو گیا ہے، پس اللہ بس اور باقی ہوس ،فقط واللہ اعلم۔

سوان مباحث کا وظیفہ علم تصوف ہے نہ علم ظاہر، خلط مبحث اچھا نہیں، فقط یُوں تو پھر موافق اپنی اصطلاح کے آدمی جو کچھ چاہتا ہے کہہ سکتا ہے، تب یہی تو مطلب تصوف کا اگر چہ لفظ مصطلحہ کوئی سالفظ ہو ہاتھ سے نہ جاوے اور مخالف نہ ہو جاوے مسائل شرعیہ ظاہر یہ کو کہ ان میں در حقیقت اختلاف نہیں، مآل کار شریعت اور تصوف ایک ہی ہے، ایک ہی ہونا چاہئے، تو پھر بھی اگر لفظ واسطہ فی العروض سے مراد حضرتِ حق ہو، یہ مطلقہ ہو کی، جو علت اوّل اور حقیقی ہے نہ کہ ذات السرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کہ تحقیق کیا گیا، واللہ اعلم، جاننا چاہئے

---

[1] [النمل:44]

کہ اثر نُور آفتاب جس کو ظل سے تعبیر کیا قرآن شریف میں، اور اُس پر شمس کو دلیل گردانا، وہ امر وجودی اور حسی شہادی ہے یعنی عین ظل امر مقطوع بہ ہے، صریح منصوص بنص قرآنی ہے ،امور اعتباریہ عدمیہ میں سے نہیں ،اور وجود ظلی ہونا اُس کا اگرچہ وجود۔۔۔۔مگر ثابت بالنص المذکور ہے قولہ تعالیٰ:
أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا۔ [1]

اور علیٰ ہذا القیاس عکوس مرایا مناظر کہ جس کا وجود اجرام شفیفہ کے ذریعہ سے بشرائط اِتصال اجرامِ کثیفہ حاصل ہوتا ہے، ایسا صاف وصریح مانند ظل آفتاب مذکور تو نہیں، لیکن قریب قریب اُس کے صراحت میں ہے، وہ بھی اُمور موجودہ محسوسہ مرئیہ میں سے منصوص اور مقطوع نص قرآنی ہے: "فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُمَرَّدٌ مِنْ قَوَارِيرَ" [2]
قصہ بلقیس میں نازل ہے کہ عکس ساق لجہ میں پایا گیا، علیٰ ہذا القیاس عکس اور آفتاب آئینہ میں اور اُس کا عکس دیگر اجرامِ کثیفہ پر، اگرچہ بطور جزئی خاص تو منصوص مقطوع بہ نہیں معلوم ہوتا مگر بطور تمثیل مصطلح میزانیین امر وجودی حسی ہے، اور ظاہر ہے کہ وجودِ ظل اور وجود ذی ظل ہر دو وجودین مستقلین نہیں، کیونکہ وجودِ ظل تابع ہے وجودِ ذی ظل کے، مگر ہر دو از قسم وجود ہیں نہ امر عدمی اعتباری مانند امر اضافی اعتباری کے جیسا کہ وصف خاتمیت اضافیہ، پس ہر دو وجود مذکور صریح منصوص مقطوع بہ ہیں، یعنی ایک ذات ہے کہ جس کی ماہیت ہو، یہ شخصیہ ظلی الوجود والتشخص، علماء ظاہر اہل حق کے نزدیک وجود واحد موجود متعدد یعنی حضرات صوفیہ شہودیہ کے نزدیک اور علماء ظواہر مذکور کے نزدیک بقدر مذکور اتفاق ہے

[1] [الفرقان:45,46]

[2] [النمل:44]

اِلا حضرات صوفیہ وجودیہ بعد اتفاق مذکور، یعنی تو حد استقلال وجود کہ اس میں سب متفق ہیں، وہ قائل ہیں وجود ظلی مذکور بطور متوہم الوجود کے، بنظر ایں معنی کہ ہر گاہ محوط بالعدمین ہے، گویا وہ معدوم ہے ہی نہیں، نہ بایں معنی کہ عدم محض ہے، تا رائحۃ وجود اور نسمۃ الکون بھی متنسم اور مسترتح نہیں ہوا، میں کہتا ہوں کہ میری اس تقریر سے محاکمہ درمیان صوفیہ وجودیہ اور صوفیاء شہودیہ کے حاصل ہو گیا۔ الحاصل وجود مستقل واحد اور موجود متعدد یعنی وجود مستقل واحد در ضمن واجب واجب و در ضمن ممکن ممکن، پس جاننا چاہئے کہ سلسلہ ممکنات میں اشرف موجودات افراد حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ہیں۔ وہ البتہ ضرور بلا شک وجودِ بشری اور نیز صنف مردمی اور صنف وصف نبوۃ میں متساوی الاقدام ہیں خواہ وجود اصلی، خواہ وجود ظلی بہ نسبت کسی وجود کے بطور مشرب صوفیہ موصوفہ مذکورہ تجویز کیا جائے، اس سے چنداں کاوش نہیں اور نہ یہ۔۔۔ مطلب ہے کہ جو تساوی ہے مگر تفاضل ہمگری بعد تساوی الاقدام مذکور اور نیز خصائص اور عوارض شخصیہ بموجب نص قرآنی:

"تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ"[1]

اور موافق اخبار و آثار اندریں باب سے قطعاً حاصل ہے بخلاف استدلال قاعدہ واسطہ فی العروض وغیرہ کے، کیونکہ اس قسم کے اُمور نسبت حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام از قبیل جمیل السیل قصہ کہانی ہباءً منثوراً ہیں، لہٰذا تمثیل عکوس و اشعہ وغیرہ مانند تقطیعات ذہوب وغیرہ، جو امورِ منصوصہ سے ہیں، نسبت اور حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بعد قرار داد واسطہ فی العروض ہونے کی نسبت حضرت خاتم النبیین ﷺ بالکل فضول ہیں اور غیر منطبق ہیں، واللہ اعلم۔

قسطاس پنجاہ و ہفتم

---

[1] [البقرۃ:253]

تمہ قسطاس واسطہ فی العروض اور بلکہ یہ قضیہ معقولہ کہ نُور القمر مستفاد من نور الشّمس صرف قضیہ معقولہ ہے، چنانچہ اس کی تصریح اقوال کبار سے کشاف اصطلاحات الفنون مذکور میں مرقوم ہے اور میرے نزیک یہ آیۃ شریف قرآنِ کریم اس مطلب پر دلالت کرتی ہے:

"هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا الآیۃ"[1]

بذریعہ حرف واؤ عاطفہ جو تابع اور متبوع متحد النسبۃ فی الحکم ہوتی ہے، یعنی ہر دونوں مجعول مستقل ہیں، خواہ بطور حمل مرکب، خواہ بسیط اور بیضاویؒ نے اپنی تفسیر میں نور کو خیار سے عام کیا ہے، پس ہر گاہ اپنی عمومیت کی ضمن میں بدوں ضمن خصوصیۃ پایا گیا، تو صاف معلوم ہے کہ نور مستقل الوجود ہے، نہ عرضی الوجود، ومستفاد الوجود، پس نورِ قمر مستقل ہے، مانند ضیاء شمس کے، اور یہ اضافت نور القمر اور ضیاء الشّمس اضافت بیانیہ ہے مبالغۃ، بعد قرار وثبات اس امر کے کہ قمر و شمس میں در حقیقت اقراص جو ہیں غیر نور ضیاء ہیں، اس لئے کہ ہر دو قرص مذکور بدوں ضیاء اور نور سفالِ محض ہیں، فافہم، بس تمامہ حضراتِ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام من نفس نور نبوۃ برابر ہے، مانند نور نبوۃ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے، باقی شرف رُتبہ اور افضلیت اور چیز ہے اسمیں کیا کلام ہے، قولہ تعالیٰ:

"تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ"[2]

بس واسطہ فی العروض کا صدق اُوپر ذات حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز ہرگز نہیں۔ وقد قال فی کشاف اصطلاحات الفنون ان الظهور المطلق هو الضوء والخفاء المطلق هو الظلمة والتوسط بينهما الظل۔۔۔ یعنی مانند وقت فجر کے جو ظل متوسط ہے جنت میں ہوگا، قولہ تعالیٰ: "وَظِلٍّ مَمْدُودٍ"[3]

---

[1] [یونس:5]

[2] [البقرۃ:253]

[3] [الواقعۃ:30]

کریمہ:"أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ" [1]

فتظلل بظلال التحقیق اور دَرصورت جعل بسیط کے، جو بمعنی خلق ہے، اس آیتِ متبرکہ میں لفظ ضیاء اور لفظ نُور حال ہوگا نہ مجعول الیہ اور درصورت مجعول الیہ کے یعنی مرکب کے بھی بطور جعل ذاتی نہ ہوگا بلکہ وصفی ہوگا، مانند:

"وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا" [2] کے،

اور مرادِ ضیاء سے تیزی اور زیادتِ جلاء اور نُور سے نزاکت ـ ـ ـ روشنی، ورنہ وجودِلیل باقی نہ رہے، فافہم، اور اگر چہ شرح مواقف میں اس آیت شریفہ سے استدلال کیا گیا ہے اُوپر اس قضیہ معقولہ نور القمر مستفاد من نور الشمس کے، بدیں طور کہ نُور القمر بالغیر ہے، بالذات نہیں، مانند نور شمس کے، جو ضیاء کو تعبیر ہے، اور وہ غیر بحق نورِ قمر ضیاء آفتاب ہے، اوّل تو اس قضیہ ہی میں تجوز ہے کہ لفظِ ضیاء منصوصِ قرآنی کو نُور کہنا اور قطع نظر اس سے تحقیقِ بزدوی سے صریح یہ دونوں لفظ مترادف ہیں۔

مَیں کہتا ہوں بہر مستفاد کہنا کجا اس واسطے کہ مترادف مستقل ہوتی ہیں اگر چہ حق عبارت اور لفظ میں ہر دو مترادف بذریعہ حرف عطف متغایر ہوسکتی ہیں بایں معنی کہ ایک مستقل ہو اور دوسرا غیر مستقل، مگر بحق معنی و مقاصد خصوص جس جگہ بیان ماہیت جُدا گانہ، جیسا کہ اس آیتِ کریمہ میں ہے، وہاں بہر دو مترادف مستقل ہوتے ہیں، یعنی ایک دُوسرے سے مستفاد نہیں ہوتا، صرف فرق تعبیرِ لفظی ہی ہوتا ہے،

النور بالضم و سکون الواو اسم لکیفیة العارضة للقمر و الشمس و التاء علی ظواهره ـ ـ الکشفة کالارض ومن خاصته ان یصیر المرئیات بسببه منجلیة منکشفة و لهذا قیل فی تعریفه هو الظاهر بنفسه المظهر لغیره کذا فی کشف

---

[1] [الفرقان:45]

[2] [النبأ:10-11]

البزدوی [1] فعلی هذا یرادف الضوء

پس بموجب اس تحقیق کے یہ واضح ہوا کہ نورِ قمر مستقل ہے مانند ضیاء شمس کے اور بموجب اس آیت شریفہ کے میرے نزدیک حمل بالحقیقت صحیح ہے بالاستقلال بالمعنی والمراد، نہ صرف بالالفاظ والعبارات القمر نور مستقل لا مستفاد کما ان الشّمس ضوء مستقل اور تفاوت مراتب شدت اور قوت اور نزاکت وضعف کا اختلاف، بمقتضائے محل وضرورت وغیرہ مصالح وقتیہ اور امورِ حکمیہ میں قادح اصلِ مطلب اور مضر مقصد نہیں

ثم النور هو الضوء بالحقيقة كما يفهم من شرح اشراق الحكمة وقد يقال النور يختص بالمنير بالواسطة والضوء بالمضیء بالذات من كشاف اصطلاحات الفنون [2]

پس یہ قول ضعیف ہے بدلالۃ لفظ قد اُوپر صیغہ مضارع تمریض کے، اور احتمالِ تنویع اور تشقیق کے، بسبب نہ ہونے صیغہ تمریض کے، شق اوّل میں، فافہم۔ ہر چند خلاف اس تحقیق کے دستیابی کسی قول کی اَز قبیلِ خرط قتاد ہے مگر بہر حال درصورت تسلیم قضیہ معقولہ مذکورہ استدلال ساتھ اس کے اُوپر صادِق آنے مفہوم واسطہ فی العروض کے اُوپر ذاتِ مقدس حضرت خاتم النبیین ﷺ باطل ہے، بوجہ منحصر ہونے وصفِ نبوت کے بالکلیۃ ذاتِ مقدس حضرت خاتم النبیین ﷺ میں، فتبصر۔

---

[1] انظر: كشف الأسرار شرح أصول البزدوي (1/6)، بلفظ: وَالنُّورُ لُغَةً اسْمٌ لِلْكَيْفِيَّةِ الْعَارِضَةِ مِنْ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالنَّارِ عَلَى ظَوَاهِرِ الْأَجْسَامِ الْكَثِيفَةِ مِثْلِ الْأَرْضِ وَالْجِدَارِ وَمِنْ خَاصِيَّتِهِ أَنْ تَصِيرَ الْمَرْئِيَّاتُ بِسَبَبِهِ مُتَجَلِّيَةً مُنْكَشِفَةً وَلِذَا قِيلَ فِي تَعْرِيفِهِ هُوَ الظَّاهِرُ فِي نَفْسِهِ الْمُظْهِرُ لِغَيْرِهِ.

[2] انظر: كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم (2/1731)، بلفظ: وقد يقال النور يختص بالمنير بالواسطة كالقمر والضوء بالمضيء بالذات

قسطاس پنجاہ وہشتم

جاننا چاہئے کہ ہرگاہ خصائصِ شخصیہ واسطہ اکثر افرادِ انبیاء علیہم السلام کے بنصوص قطعیہ قُرآنی وہم باخبارِ متواترہ ومشاہیر ونیز بآثارِ صحابہ کرام واقوال تابعین کبار وجملہ علماءِ اعلام ومشائخ عظام ظاہریہ وباطنیہ مجمع علیہا پیش اُمت بلکہ جمیع اُمم سابقہ مثل لقب کلیم اللہ ولقب مسیح و روح وخلیفۃ وغیرہ خصوص لقب خاتم النبیین واسطہ فردِ اَوحد یکتائے میدان خاتمیۃ من حیث التشخص قطعاً۔۔۔ہوا اور ساحت امکان سے مرتبہ فعلیۃ میں آیا، نہ اور کسی کے واسطے، اور خُود سند میں جو اثر مذکور حضرت ابن عباس جو مانحن فیہ ہے اور اس میں اس لقب کا کچھ اثر بھی نہیں اور یہ خصوصیتِ شخصی موعود موثوق بوعدہ واثقہ صادقہ حضرتِ حق مطلق حلت سطوتہ وعمت قدرتہ ہوئی گو تحت حضرت قادرِ مطلق جل جلالہٗ بنظر نفسِ امکان داخل ہے، نظر اس کی کہ ہر ممتنع بالغیر جو وعدہ واثقہ موصوفہ مذکورہ جو صفات الٰہیہ میں سے ہے کہ وہ صادِق الوعد کی صفت سے بکمالِ ذاتی متصف ہے، وہ غیر ہے ذاتِ مقدس خاتم النبیین ﷺ کا، کیونکہ آپ منجملہ ممکنات میں سے ہیں، بالضرور ممکن بالذات ہوتا ہے، اور یہ بھی ضرور نہیں کہ ہر ممکن مذکور خارج میں موجود ہو، بسا ممکنات قطع نظر ممتنع بالغیر ہونے سے فی انفسہا کبھی موجود بوجود خارجی نہیں ہوتے خواہ متعلق بواجب ہوں، خواہ متعلق بممکنات، مانند بعض افعالِ ممکنات مثلاً بعض حرکتِ معینہ۔۔۔بحیثیۃ مخصوصۃ باوصف امکان صدور کبھی بھی صادر نہیں ہوتے، اس لئے فعلیۃ اس کی ۔۔۔واجب نہیں، بخلاف واجب کے، مثلاً تحریر کتاب گلستان بہ نسبت زید بن یزید اور اور ممکنات مانند غیر مراد الوجود بارادۃ اللہ تعالیٰ، فافہم۔ پس حسب وعدۂ صادِقہ موصوفہ مذکورہ توجہ قدرت اللہ تعالیٰ بجانب فردِ دیگر یعنی نظیر حضرت خاتم النبیین ﷺ حالاً ومآلاً وحقیقۃً واضافۃً واصالتاً واعتباراً نظراً بالغیر المذکورۃ بالذات بالضرور ممتنع ہے اگرچہ قضیہ فرضیہ معقولہ اعتباریہ ہو، مگر تاوقتیکہ اطلاقِ شرعی نہ ہونا جانبِ شرعی ہے ہرگز عقیدۂ اسلام نہیں ہوسکتا، قطع نظر اس سے کہ۔۔۔اور دلائل سے اس

باب میں قساطیس مشحون ہیں، بس اِمتناع بطرف حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جیسا کہ حقیقتاً واصالتاً بالغیر المذکور جو وعدۂ الٰہی جل شانہٗ ہے ،بموجب کریمہ :"لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ"[1]

عقیدۂ اسلام ہے ،ویسا ہی اضافت اور اعتبار بھی عقیدہ اسلام جاننا چاہئے کیونکہ منشاء اضافت واعتبار عقلی لقب شرعی ہیں، ناروا ہے، مثلاً:

"وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا"[2]

کی آیت میں موسیٰ خلیلاً پڑھا جائے حالانکہ بنظر نفسِ مطلب قادح مطلب یہیں مگر بخصوصیۃ لقب مذکور ہرگز دُرست نہیں اور نماز فاسد ہوگی، بموجب روایۃ مذہب کے اور معتبر کے بسبب تغییر مراد کے، گولفظ قرآنی دونوں ہیں، فافہم، اصلاً وفرعاً اور بڑا تعجب ہے ہر گاہ نفسِ نبوت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت اور قسمت بوجہ اِمتناع بالغیر المذکور ناروا ہے، ویسا ہی خاتمیت کا یکساں ہی حال ہے اور اس میں تفصیل ہرگز نہیں، بلکہ اگر بنظر غائر دیکھئے تو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو وصف خاتمیۃ من جمیع الوجوہ اوصاف مخصوصہ، خاصہ، مختصہ ،لازمہ، غیر منفکہ حسبِ وعدہ موعودہ مذکورہ ایسا پیوندِ جان ہے کہ دخل واہمہ غیر ہرگز نہیں، پس اس میں کسی طرح شرکت اور قسمت دُرست نہیں، اور اعتبار اور فرض تو ایسے مقام میں کوئی چیز ہے ہی نہیں کہ خُود بے وجود ہے، ہم نے اگر اعتبار کیا تو معتبر ہوا، نہ کیا تو نہ ہوا ،اور یہ وصف خاتمیت اگر اعتباری ہی رہا سہی مگر معتبر لہ تو قطعاً پیشتر نبی قطعی الوجود بوجود خارجی ہونا ضرور ہی لازم آتا ہے، جو منشاءِ شرکت اور قسمت نبوۃ خاتمیت ہے، پس لہٰذا نبوت اور خاتمیت ایسی چیز نہیں جو۔۔۔المعقول ہو، معاذ اللہ منہٗ اس کو کعب علیا اور یَدِ طولیٰ اور باغِ قصویٰ بعنایت الٰہی واعانتِ باری جل شانہٗ حاصل ہے، جولانی مقال

---

[1] [آل عمران:9]

[2] [النساء:125]

اس میدان میں سخت پالغزی اور بے خبری ہے، فافہم بالفہم الاتم۔ فاعتبروا یااولی الباب ولا تجترؤافی ہذاالباب۔ [1]

خلاصہ کلام: مولوی محمد محدث تھانوی صاحب نے قاسم نانوتوی کی اس تقسیم کو قُرآن وحدیث کے خلاف قرار دیا ہے۔ نانوتوی صاحب کی اس تقسیم سے دیگر انبیاء علیہم السلام کا معدوم اللیاقۃ ہونا ثابت ہوتا ہے، اس کے علاوہ نفسِ نبوت میں تفضیل کا قول بھی کرنا پڑتا ہے، جو کہ قُرآنِ کریم کی آیت: "لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ" [2]

ہم رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے، کے بھی خلاف ہے

پس ہم نے ثابت کر دیا کہ نانوتوی صاحب کی یہ تقسیم بقول اُستاذ گنگوہی صاحب بھی قُرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"چلیں ہم اسے آپ کے والد صاحب اشرف سیالوی صاحب سے ہی ثابت کر دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں: "تمام رسولوں اور نبیوں کی نبوتیں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت اور آپ کے طفیل ہیں"۔ (کوثر الخیرات: ص ۹۹)

یہ الگ بات ہے کہ آپ کے والد صاحب اب اس عقیدے پر نہیں رہے اور آپ کا اور اشرف سیالوی کا اب جدید عقیدہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام پہلے سے نبی نہ تھے بلکہ ۴۰ سال کی عمر میں آپ کو نبوت دی گئی"۔ [3]

الجواب: جب موصوف کا یہ دعویٰ ہے کہ سیالوی صاحب اب اس عقیدے پر نہیں رہے تو پھر اس عبارت سے اِستدلال کا کیا مطلب؟

---

[1] قسطاس فی موازنۃ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما، ص176 تا 201، اعلیٰ پریس میرٹھ

[2] [البقرۃ:185]

[3] دفاع، ج1 ص729-730، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

پھر ''کوثر الخیرات'' کی عبارت سے ہر گز تقسیم بالذات و بالعرض ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ مفہوم ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ نانوتوی جی کی تقسیم بالذات و بالعرض سے دیگر انبیاءِ کرام علیہم الصّلٰوۃ والسلام کا معدوم اللیاقۃ اور فاقد اللیاقۃ ہونا لازم آرہا ہے جبکہ ''کوثر الخیرات'' کی عبارت سے ہر گز دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا معدوم اللیاقۃ ہونا ثابت نہیں ہورہا بلکہ ''کوثر الخیرات'' کی عبارت میں "لولاك لما خلقت الافلاك"[1] کی جانب اشارہ ہے، مگر موصوف کو ہر جگہ نانوتوی کی تقسیم بالذات و بالعرض نظر آتی ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اب نبوت بالذات اور نبوت بالعرض کی قرآن وحدیث سے ایک ایک دلیل بھی ملاحظہ فرمالیں تاکہ آپ کا مطالبہ پورا ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ:

"واذ اخذ الله میثا ق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن به [و] لتنصر نه

یہ آیت اس بات کا واضح بیان ہے کہ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مرتبہ نبوت پر فائز کیا اور دوسرے انبیاء سے عہد لیا کہ اگر بالفرض وہ بھی آپ کے زمانے میں ہوں تو آپ ﷺ کی پیروی کے بغیر ان کو کوئی چارہ نہیں۔

آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''امام علامہ تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ ''التعظیم والمنۃ فی لتومنن بہ والتنصر ن'' لکھا اور اس میں آیت مذکورہ سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوت اللہ وسلامہ علیہ سب ابنیاء کے نبی ہیں

---

[1] انظر : الرد علی القائلین بوحدة الوجود، ص 69، دار المأمون للتراث - دمشق، وتفسیر المظهری، سورة العلق ج10 ص303، مکتبة الرشدیة - الباکستان

اور تمام انبیاء و مرسلین اور ان کی امتیں سب حضور کی امتی۔ حضور کی نبوت و رسالت زمانہ سیدنا ابو البشر علیہ الصلوۃ والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو عام شامل ہے اور حضور کا ارشاد و کنت نبیا وادم بین الروح والجسد اپنے معنیٰ حقیقی پر ہے، اگر ہمارے حضور حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے زمانے میں ظہور فرماتے ان پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے۔ اسی کا اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے ہی کا باعث ہے کہ شب اسراء تمام انبیاء و مرسلین نے حضور کی اقتداء کی اور اس کا پورا ظہور و نشور ہوگا جب حضور کے زیر لواء آدم و من سواکافہ رسل و انبیاء ہونگے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں کے رسول ہیں۔۔۔ غرض صاف صاف جتا رہے ہیں کہ مقصود اصلی ایک وہی ہیں باقی سب تابع و طفیلی۔ (تجلی الیقین ۲۲، ۲۳، ۲۴، پروگریسو بکس لاہور)

الحمد للہ! سیالوی صاحب ہم نے تو آپ کا مطالبہ پورا کر دیا اب ذرا ہماری گزارش بھی سن لیں''۔[1]

الجواب: موصوف کے پاس چونکہ دلائل نہیں اِس لئے غیر متعلقہ حوالوں سے وہ صفحات کا پیٹ بھر رہے ہیں۔

اگر بالذات و بالعرض کی دلیل قُرآن و حدیث میں موجود تھی تو پھر انور شاہ کشمیری دیوبندی محدث صاحب تو انتہائی جاہل قرار پائے، جنھوں نے اس تقسیم کا اِنکار کیا، چنانچہ احمد رضا بجنوری صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ہمارے اکابر دیوبند میں نہایت عظیم و جلیل شخصیت تھے، اور علوم و حقائق کے بحر ناپیدا کنار۔ ہمارے حضرت شاہ صاحب بھی اُن کی علمی تحقیقات

[1] دفاع، ج1 ص730-731، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

بڑی عظمت و اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے، مگر بعض چیزوں پر نقد فرماتے تھے، مثلاً فرمایا کہ حضرت مولانا۔۔۔نے بالذات و بالعرض کو ہر کتاب میں چھیڑا ہے، اور بالعرض کے علاوہ مجاز اور واسطہ فی العروض کا لفظ بھی اِطلاق کیا ہے، چنانچہ صلوٰۃ مقتدین کو مجازاً اور صلوٰۃ امام کو بالذات کہا، نیز حضور علیہ السلام کی نبوت کو بالذات کہا اور بقیہ انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو بالعرض کہا ہے، اس پر کسی عالم نے اعتراض بھی کیا کہ پھر تو اور انبیاء کی نبوت ہی نہ رہی، مجھ سے حضرت الاستاذ مولانا محمود حسن صاحب نے بیان کیا تو میں نے یہی کہا کہ اعتراض تو قوی ہے باقی ختم نبوت کا انکار مولانا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا کیونکہ مولانا خود لکھ دیا کہ ختم زمانی کا انکار مجمع علیہ ہونے کی وجہ سے کفر ہے۔اس پر مولانا خاموش ہو گئے، غرض میری رائے ہے کہ بالذات و بالعرض کے الفاظ خواہ منطقی اصطلاح سے یا اور وجہ سے، مناسب نہیں ہیں۔انبیاء علیہم السلام سب مستقل ہیں اور ایک نوع ہے خدا کے یہاں اصطفاء کی، اور سب انبیاء اس کے افراد ہیں، باقی فرق مراتب اور فضیلت جزئی کا معاملہ دُوسرا ہے۔اس عنوان کی دُوسری اقساط آئندہ کسی موقع پر پیش ہوں گی"۔[1]

یہی انور شاہ کشمیری صاحب بالعرض اور بالذات کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"ولهذا اعاقب و حاشر و مقفی همه در اسماء گرامی آمد كاند نه بر لحاظ ما بعد و ارادۂ ما بالذات و ما بالعرض عرف فلسفه است نه عرف قرآن حكيم و حوار عرب و نه نظر را هيچگونه ايماء و دلالت بر آن پس اضافۂ استفادۂ نبوت زيادت است بر قرآن محض اتباع هوی۔۔۔"[2]۔

اسی کتاب کو دیوبندیوں کے محمد یوسف لُدھیانوی کے ترجمہ و تشریح کے ساتھ شائع کیا گیا ہے، اسی کے لفظوں میں مُلاحظہ فرمائیں:

---

[1] انوار الباری اردو شرح صحیح البخاری، ج15 ص213-214، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان

[2] خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، بسلسلہ مطبوعات مجلس علمی نمبر ۱۴، صفحہ 38، ۱۳۵۳ھ مدینہ پریس بجنور

''یہی وجہ ہے کہ عاقب، حاشر اور مقفی، جو سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی ہیں، ما بعد کے لحاظ سے نہیں (بلکہ ماقبل کے لحاظ سے ہیں، جیسا کہ ان کے معانی پر غور کرنے سے بادنیٰ تأمل معلوم ہوسکتا ہے) اور (خاتمیت سے یہ مُراد لینا کہ چونکہ آپؐ کی نبوت 'بالذات' ہے اور دُوسروں کی نبوت" بالعرض" لہٰذا آپؐ سے اِستفادہ کے ذریعہ اب بھی نبوت مل سکتی ہے خاتمیت کا یہ مفہوم غلط ہے کیونکہ) مابالذات اور مابالعرض کا ارادہ فلسفہ کی اصطلاح ہے، نہ تو یہ قُرآن کا عرف ہے، نہ زُبان عرب ہی اس سے آشنا ہے نہ قرآن کریم کی عبارت میں اس کی جانب کسی قسم کا اشارہ یا دلالت موجود ہے۔ پس اس آیت میں ''استفادہ نبوت'' کا اضافی مضمون داخل کرنا محض خودغرضی اور مطلب براری کیلئے قُرآن پر زیادتی ہے''۔[1]

مشتے نمونہ از خروارے، ہم نے دارالعلوم دیوبند کے محدث کے دوقول ذکر کیے ہیں۔ یہ بھی یادرہے کہ یہ کوئی اشرفیہ کا فاضل نہیں کہ خان صاحب اُس کے متعلق یہ کہہ کر جان چھڑوالیں کہ:

''اس اشرفیہ کے فاضل کی ہمارے نزدیک اتنی حیثیت نہیں کہ اس کے قول کو ہمارے خلاف پیش کیا جائے''۔

بلکہ یہ وہ محدث کشمیری ہیں جن کے متعلق خان صاحب کے مسلک کے مفتی اعظم ہندوستان اور دارالعلوم دیوبند کے اُستاذالحدیث مفتی محمودالحسن گنگوہی سفر پر جانے سے پہلے دارلعلوم دیوبند کے مزاج کے مطابق ہونے والی چہ میگوئیوں کا علم ہونے پر دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرِس بننے پر فرماتے ہیں کہ:

''مولانا انورشاہ صاحب کشمیری۔۔۔کے ہوتے ہوئے یہ سوال کیوں ہوا کہ

---

[1] خاتم النبیین صفحہ 204، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ، ملتان، وانظر: المقیاس فی تحقیق اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما، بتصرف ص4۔5۔و53۔54)

صدر (مدرس دارالعلوم دیوبند) کون بنے"۔[1]

بقولِ انور شاہ کشمیری یہ بالذات اور بالعرض وغیرہ کی اِصطلاحات، جن کے سہارے نانوتوی صاحب نے ایک ایسا معنیٰ کشید کیا جس کا قُرآن وسنّت میں کوئی ثبوت نہیں۔

مذکورہ بالا اِصطلاح، فلسفیانہ اِصطلاح ہے، اور ذرا اس بارے میں بھی مُلاحظہ ہو کہ اس علم کے متعلق دیوخانی صاحب کے مسلک کے فقیہ العصر مفتی اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والتفسیر کی "ارشاد المفتیین" کے مقدمہ نگار، انہی کے تلمیذ، مدرس جامعۃ الحمید رائیونڈ لکھتے ہیں کہ:

"حرام علم کی چوتھی قسم جس کا سیکھنا حرام ہے، وہ ہے علم فلسفہ۔۔۔الخ"۔[2]

خلاصہ یہ کہ قُرآنِ مجید کچھ کہتا ہے، نانوتوی صاحب کچھ

انور شاہ کشمیری صاحب کچھ کہتے ہیں، نانوتوی صاحب کچھ، جبکہ اُن کے خوشہ چین غنی خان صاحب اُنہی کی تکذیب کرتے ہیں۔

فلسفہ کی اِصطلاح کی بنیاد پر آیت "خاتم النبیین" میں ایک اثر، جس کے شرح وبسط میں پڑنا بقولِ کشمیری صاحب بے فائدہ کام ہے، اور جو بقولِ کاندھلوی وسلیم اللہ عندالمحدثین ناقابل اعتبار ہے، جیسا کہ آئندہ اوراق میں ان دونوں سے، اور کاندھلوی صاحب کے لختِ جگر سے بھی ذکر ہوگا، اِن شاءاللہ العزیز، جو نہ عرفِ قُرآنِ مجید ہے، نہ زُبانِ عرب ہی اس سے آشنا ہے، نہ قُرآنِ مجید کی عبارت میں اس طرف کوئی اشارہ یا دلالت موجود ہے، ایسا مفہوم اخذ کرنا محض خُودغرضی اور مطلب برآری اور قُرآنِ مجید پر زیادتی ہے۔[3]

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینہ کے داغ سے
اس گھر کو لگ گئی آگ گھر کے چراغ سے

---

[1] ملفوظات فقیہ الامت، ص898، دارالنعیم، اردو بازار، لاہور

[2] ارشاد المفتیین، ج1 ص45، دار النعیم، اردو بازار، لاہور

[3] نقل از: دافع ازالۃ الوسواس، ص19 تا 21، ادارۂ تبلیغ اہل سنت، حیدرآباد۔

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ نبوت کی بالذات و بالعرض تقسیم خُود ساختہ ہے۔
قاسم نانوتوی صاحب نے اِتباعِ ھوئ میں یہ تقسیم کی ہے۔اس کا کوئی ثبوت قُرآن وحدیث میں موجودنہیں۔اسی طرح ''تجلی الیقین'' کے حوالے کا بھی اس تقسیم سے کوئی تعلق نہیں۔
حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے نبی الانبیاء ہونے یا مقصودِ اصلی ہونے سے نانوتوی صاحب کی تقسیم بالذات و بالعرض ہرگز ثابت نہیں،اگر موصوف جو اپنے آپ کوتیس مارخان تصور کئے بیٹھے ہیں ان کے نزدیک ثابت ہوتی ہے تو وہ اس کو بمع دلائل ثابت کریں
موصوف کی محض مغالطہ آفرینی ہے کہ ان دونوں کو ایک قرار دے کر لوگوں کو گُمراہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔

نبی التوبہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:
''آپ نے کہا کہ حضرت نانوتوی۔۔۔نے یہ معنی کس حدیث کس تفسیر میں ہے۔
اسی طرح اپنی کتاب کے ص۲۰۱ پر لکھتے ہیں کہ
''جوقرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ کافر ہے''
دوسری طرف احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:
اقول توبہ کے معنی ہیں نافرمانی سے باز آنا،جس کی معصیت کی ہے اس سے عہد اطاعت کی تجدید کرکے اسے راضی کرنا اور نص قطعی قرآن سے ثابت کہ اللہ عزوجل کا ہر گنہگار حضور سید عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا گنہگار ہے قال اللہ تعالی من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ویلزمہ عکس النقیض من لم یطع اللہ لم یطع الرسول وھو معنی قولنا من عصی اللہ فقہ [فقد] عصی الرسول۔اورقرآن عظیم حکم دیتا ہے کہ اللہ ورسول کو راضی کرو قال اللہ تعالی و اللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا امؤمنین۔سب سے زیادہ راضی کرنے کے مستحق اللہ و رسول ہیں اگر یہ لوگ ایمان رکھتے ہیں۔یہ نفیس فوائد کہ استطر اداً زبان پر آگئے قابل حفظ

ہیں کہ اس رسالے کے غیر میں نہ ملیں گے۔
(جزاء اللہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ، ص ۴۸ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ ۱۹۹۸)

خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں خان صاحب کہتے ہیں کہ میں نے جو توبہ کا مطلب اور ان آیات میں نے جو نکتہ بیان کیا وہ میرے اس کتاب کے علاوہ کہیں اور نہیں ملیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ احمد رضا خان صاحب کی بیان کردہ یہ فوائد یا نکات یا تفسیر جو بھی آپ کہہ لیں کسی حدیث یا تفسیر میں ہے؟

اگر ہیں تو احمد رضا صاحب کا اپنے دعویٰ میں کاذب ہونا لازم آرہا ہے، اگر نہیں تو آپ کے فتوے کی رو سے کافر، کہئے کیا جواب ہے؟ میرے خیال میں کافر کہنے سے کاذب تسلیم کر لینا زیادہ آسان رہے گا۔[1]

الجواب: دُھوکہ، جُھوٹ، فریب، بے غیرتی، بے حیائی، بے شرمی دیوبندیت کے خمیر سے ایسے آمیختہ و پیوستہ ہے جیسے زنگی میں سیاہی۔ مذکورہ باتوں کے علاوہ دیوبندیت کا تصور ہی اَدھورا و نامکمل ہے۔ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت کا تعلق اس حدیث شریف سے ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَالْمُقَفِّي وَالْحَاشِرُ وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ وَنَبِيُّ الرَّحْمَةِ"[2]

---

[1] دفاع، ج1 ص731-732، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

[2] أخرجه مسلم في الصحيح، بَابٌ فِي أَسْمَائِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (2355)، وأحمد في مسنده (19525 و 19621 و 19651)، وابن أبي شيبة في المصنف 6\311 (31693) والطيالسي في مسنده 1\396.397 (494)، وابن اسحاق في سيرته 1\142، والطبراني في الأوسط 4\327 (4338)، و4\355 (4417)، وفي الصغير (217)، والحاكم في المستدرك 2\659 (4185)، والدولابي في الكنى (2)، وأبو يعلى في مسنده 13\218 (7244)، والبزار في مسنده 8\40 (3022)، و(3023) ==

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے ''نبی التوبہ'' کی شرح میں سترہ اقوال ذِکر فرمائے ہیں جن کے ساتھ نفیس فوائد بھی ذِکر فرمائے، ان کے متعلق آپ نے فرمایا کہ:

''یہ نفیس فوائد کہ استطر اداً زبان پر آگئے قابلِ حفظ ہیں کہ اس رسالے کے غیر میں نہ ملیں گے''۔ [۱] مگر موصوف نے جھوٹ کی تمام حدیں پار کرتے ہوئے لکھ مارا کہ خط کشیدہ الفاظ پہ غور فرمائیں:

''خان صاحب کہتے ہیں کہ میں نے جو توبہ کا مطلب اور ان آیات میں جو نکتہ بیان کیا وہ میری اس کتاب کے علاوہ کہیں اور نہیں ملیں گے''۔ [۲]

حالانکہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ آیات کے لئے ہرگز نہیں فرما رہے مگر موصوف بے حیائی اور بے شرمی سے ان الفاظ کو آیاتِ قرآنیہ سے جوڑ رہے ہیں گویا کہ موصوف کے نزدیک حدیث نبی التوبۃ قرآن کی آیت ہے۔

اب موصوف یا تو اپنے جھوٹ کا اعلان کریں یا غیر قرآن کو قرآن دینے کی وجہ سے اپنے کُفر

= والطحاوی فی شرح مشکل الآثار 3\183(1152)، وابن بشران فی الامالی 322 (742)، وابن حبان فی الصحیح 14\220.221(6314)، والرویانی فی مسنده 1\380.381(583)، والمحاملی فی الامالی (464)، وأبو نعیم فی الحلیة 5\99.100، والبیهقی فی الشعب (1336)، وفی الدلائل 1\156.157، کلهم من حدیث أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى.....وفی روایة: نبی الملحمة۔الحدیث۔

ترجمہ: (میرے کئی نام ہیں) مَیں محمد ہوں صلی اللہ علیہ وسلم، احمد ہوں صلی اللہ علیہ وسلم، مقفی ہوں صلی اللہ علیہ وسلم، حاشر ہوں صلی اللہ علیہ وسلم، نبی توبہ ہوں صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی رحمت ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔

[۱] ملاحظہ فرمائیں: خدمات ختم نبوت اور سیدی اعلیٰ حضرت، رسالہ: جزاء اللہ عدوہ، بتخریجی، ج1 ص 88-89 بزم علم ودانش (انٹرنیشنل)، وفتاویٰ رضویہ، ج15 ص656، رضا فاؤنڈیشن، لاہور

[۲] دفاع، ج1 ص731، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

کا اعتراف کریں، میرے خیال میں اپنے آپ کو خُود کافر کہنے سے ان کو اپنا جھوٹا ہونے کا اعلان کرنا ہی ان کیلئے بہتر ہوگا، بہرحال تفسیر بالرائے گمراہی وضلالت ہے، اور وہ نانوتوی کے دفاع میں یہ ہرگز نہیں ثابت کر سکے کہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قُرآن کی تفسیر بالرائے فرمائی ہے۔ انہوں نے جو حوالہ دیا ہے اس کا تعلق تفسیر قرآن سے ہرگز نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''آپ کے مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (آل عمران: ۹۲)

شب برات کا حلوہ اور میت کی فاتحہ اس کھانے پر کرنا جو میت کو مرغوب تھی اس سے مستنبط ہے۔ (نور العرفان ص ۱۰۴ نعیمی کتب خانہ)

کہئے جناب اس آیت کی تفسیر میں ''شب برات کا حلوہ'' کس مسلم بین الفریقین مفسر نے کیا ہے۔؟[1]

الجواب: موصوف نے یہ اعتراض کر کے اپنی پدری مادری جہالت کا ثبوت دیا ہے۔

حوالہ نمبر (1)

علّامہ ابُو اسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

كل شيء أنفقه المسلم من ماله يبتغي به وجه الله -عزَّ وجلَّ- فإنه من الذين عنى الله بقوله: {لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ} حتَّى التمرة[2]

ہر وہ چیز جسے کوئی مسلم اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اپنے مال سے خرچ کرتا ہے پس بے شک وہ

---

[1] دفاع، ج1 ص732

[2] الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، ج8، ص 496، دار التفسیر، جدة - المملكة العربية السعودية

ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں رب تعالیٰ نے {لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ} ارشاد فرمایا ہے۔

یہاں تک کہ وہ بھی جو ایک ہی کھجور خیرات کرتا ہے۔

اسی بات کو امام ابُوالحسن والواحدی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا[1]

اسی بات کو امام ابُوعبداللہ فخر الدین الرازی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا[2]

اسی بات کو علامہ علاء الدین الخازن نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے[3]

یُونہی سید محمد طنطاوی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے[4]

اور اسی بات کو عبدالرحمٰن بن محمد القماش نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے[5]

حوالہ نمبر(2)

عن الربیع بن خیثم أیضا أنّه جاءه سائل فی لیلة باردة فخرج إلیه فرآه کأنّه مقرور قال: لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ فنزع برتشاله وأعطاه إیاه". [6]

ربیع بن خیثم سے روایت ہے کہ ان کے پاس سردیوں کی راتوں میں ایک شخص آیا، آپ نے

---

[1] التَفۡسِیرُ البَسِیط، ج5ص 425، عمادة البحث العلمي - جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية.

[2] مفاتيح الغيب = التفسير الكبير، ج8ص 289، دار إحياء التراث العربي - بيروت

[3] لباب التأويل في معاني التنزيل، ج1ص 268، دار الكتب العلمية - بيروت

[4] التفسير الوسيط للقرآن الكريم، ج2ص 180، دار نهضة مصر للطباعة والنشر والتوزيع، الفجالة - القاهرة

[5] جامع لطائف التفسير، ج15ص 95،

[6] الكشف والبيان عن تفسير القرآن، ج3، ص 111، دار إحياء التراث العربي، بيروت -

اس کو دیکھا تو اس کو ٹھنڈ لگی ہوئی تھی، اُس نے یہ آیت تلاوت کی ''لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ'، پھر آپ نے اپنی گرم ٹوپی اُس کو اُتار کر دے دی۔

ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ خیر کی تمام اشیاء مما تحبون کے عموم میں داخل ہیں، لہٰذا اس کی توضیح شبِ برأت کے حلوے سے کرنا ہرگز تفسیر بالرائے نہیں۔ مگر موصوف اتنے جاہل ہیں کہ انہیں عمومات کی تعمیم کا بھی پتہ نہیں۔ شکر ہے کہ وہ حضرت حسن کے زمانہ میں نہ تھے ورنہ ان پر بھی اعتراض کر دیتے کہ اس کی تفسیر ''کھجور'' تفسیر بالرائے ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شیاطین سے محفوظ فرمائے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ شبِ برأت کا حلوہ آیت کے عموم میں مُراد لینا ہرگز تفسیر بالرائے نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

اعتراض نمبر ۵: اگر ایک آدمی نماز کی فرضیت کا قائل ہو اور اس کی فرضیت کے منکر کو کافر قرار دے لیکن آیت کریمہ اقیمو االصلوۃ کا معنی تبدیل کرتے ہوئے اس کا معنی ورزش کرنا قرار دے تو کیا وہ کافر نہیں ہو جائے گا تو جو حکم اس کا ہوگا وہی حکم نانوتوی صاحب کا ہوگا۔

جواب: آپ کا یہ قیاس بھی قیاس مع الفارق بلکہ جہالت ہے حضرت نانوتوی۔۔۔ نے کہیں بھی خاتم النبیین کے منصوص معنی تبدیل نہیں کئے بلکہ وہی معنی بیان کئے جو قرآن وسنت سے ثابت اور جس پر اجماع امت ہے اگر انہوں نے خاتم زمانی کے ساتھ خاتم مرتبی کو بیان کر دیا تو دونوں میں کوئی منافات نہیں بلکہ خاتم زمانی خاتم مرتبی کو لازم ہے۔ [1]

الجواب: یہ بھی موصوف کا بدترین جھوٹ ہے، نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کے قطعی اجماعی معنی کو سطحی نظر والوں اور عوام کا خیال قرار دیا، اور پھر اس معنی کو شایانِ شانِ محمدی بھی نہیں سمجھا، وہ معنی مُراد ہونے پر زیادہ گوئی کا اعتراض کیا، دُوسرے نبی کے پیدا ہونے کو

---

[1] دفاع، ج1 ص732، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

منافی خاتمیت محمدی نہیں سمجھا، پھر بھی موصوف کہہ رہے ہیں کہ نانوتوی صاحب نے'' کہیں بھی خاتم النبیین کے منصوص معنی تبدیل نہیں کئے بلکہ وہی معنی بیان کئے جو قرآن وسنّت سے ثابت اور جس پر اجماع امت ہے''۔ یہ جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

محقق صوفیاءِ کرام رحمھم اللہ کی تفاسیر کو بالرائے قرار دینے کی کوشش

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

دیکھیں سورہ بقرہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص کو قتل کر دیا گیا تھا قاتل کیلئے بچھڑا ذبح کیا گیا۔ مگر دوسری طرف صوفیاء کا گرہ [گروہ] اس واقعہ کی تفسیریوں کرتے ہیں کہ بقرہ سے مراد نفس ہے چنانچہ احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں: ہر قوم بچھڑے کی پجاری ہے جو چیز رب سے غافل کرے وہی بچھڑا ہے۔ الخ (تفسیر نعیمی ص ۳۴۱)

اب بتائیے کیا احمد یار گجراتی بقرہ کی یہ تفسیر کر کے تفسیر ماثورہ کے منکر ہو گئے۔۔؟؟[1]

الجواب: محقق صوفیاء سے جو تفاسیر مروی ہیں اُن کے متعلق علّامہ تفتازانی وعلّامہ عبد العزیز پرہاروی رحمہ اللہ اِرشاد فرماتے ہیں:

"واما ماذهب اليه بعض المحققين وهم الصوفية كصاحب الفتوحات المكية والسلمى صاحب حقائق التفسير من ان النصوص محمولة على ظواهرها ومع ذالك ففيها اشارات خفية الى دقائق تنكشف على ارباب السلوك الى الله سبحانه والجملة نعت الدقائق يمكن التطبيق بينها وبين الظواهر المرادة اى لا تخالف الظواهر وهذا نعت ثان للدقائق

[1] دفاع، ج1 ص732-733، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اوللاشارات فهو من کمال الدین خبر لقوله ما ذهب ومحض العرفان المحض بالفتح الخالص والعرفان بالکسر معرفة الحق سبحانه ویصدقهم قوله ﷺ لکل آیة ظهر وبطن [1] رواه محیی السنة فمن ذالك قولهم فی قصة طالوت ان الله امرنا بجهاد النفس وهو کجالوت وابتلائنا بالدنیا وهو کالنحر فمن عبرها ولم یشرب منها اوقنع منها بغرفة خالص عنها وجاهد النفس ...وقتلها ومن حرص علیها لم یشبع منها ولم یمکن العبور عنها ومنه قولهم فی قوله تعالی: {لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ} [2]

---

[1] أخرجه البغوی فی تفسیره المسمی معالم التنزیل، ج1ص35، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: "إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، لِكُلِّ آيَةٍ مِنْهَا ظَهْرٌ وَبَطْنٌ وَلِكُلِّ حَدٍّ مَطْلَعٌ وَيُرْوَى لِكُلِّ حَرْفٍ حَدٌّ وَلِكُلِّ حَدٍّ مَطْلَعٌ".

وهکذا رواه البغوی فی شرح السنة، ج1ص262(122)، مرسلاً.

وأبو یعلی فی مسنده، ج9ص80(5149)، وج9ص278(5404)، بلفظ: "لِكُلِّ آيَةٍ مِنْهَا ظَهْرٌ وَبَطْنٌ". و"أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، لِكُلِّ حَرْفٍ مِنْهَا ظَهْرٌ وَبَطْنٌ". عن ابن مسعود، مرفوعاً، باسنادین وصححهما حسین سلیم أسد

وابن حبان فی صحیحه، ج1ص276(75) باسناد آخر، عن بن مسعود رضي الله تعالی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ لکل آیة منها ظهر وبطن".

وقال الارنؤوط: إسناده حسن، إن كان أبو إسحاق هو الهداني كما ذكر المؤلف وهو عمرو بن عبد الله السبيعي، ولين إن كان إبراهيم بن مسلم الهجري، كما رواه الطبري في "تفسيره" "11" وكلاهما يكنى أبا إسحاق، وكل منهما قد روى عن أبي الأحوص عوف بن مالك الجشمي.

[2] [آل عمران:92]

انه افناء الصفات البشر ومنه قولهم فی قوله تعالی: "فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ"[1] انه امر بترك الدنیا والآخرة فی حب الله سبحانه ومنه قولهم فی قوله: "وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ"[2] انه نهی عن التفکر فی ذاته ومنه قولهم فی قوله تعالی: "فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ"[3] امر بالفناء فیه ومن راجع فی صحفهم وجد العجائب[4]

"یعنی جس طرف وہ بعض محققین گئے ہیں، محققین سے مُراد صوفیاء ہیں، جیسا کہ صاحب "فتوحاتِ مکیہ" اور "حقائق التفسیر" کے مصنف سلمی وغیرہ لکھتے ہیں کہ نصوص اپنے ظاہر پر محمول ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں دقائق کی جانب خفی اشارات موجود ہیں جو کہ اربابِ سلوک الی اللہ پر منکشف ہوتے ہیں (اور یہ جملہ صفت ہے دقائق کی) اور ان کے اور ظواہر کے درمیان تطبیق بھی ممکن ہے یعنی وہ ظاہر کے مخالف نہیں، اور یہ دقائق کی دُوسری صفت ہے یا اشارات کی، پس وہ کمالِ دین میں سے ہے (ماذہب الیہ کی یہ خبر ہے) اور عرفانِ محض ہے یعنی خالص عرفان ہے، عرفان کسر کے ساتھ معرفتِ حق سبحانہ وتعالیٰ کو کہتے ہیں اور اس بات کی تصدیق فرمان حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہر آیت کیلئے ایک ظاہر و باطن ہے (محی السنۃ نے اس کو روایت کیا ہے) سے ہوتی ہے۔ ایک ان باتوں میں سے قصہ طالوت کی تفسیر میں صوفیاء کا یہ قول بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہادِ نفس کا حکم دیا ہے اور نفس جالوت کی طرح ہے، اور دُنیا کے ساتھ ہمیں آزمایا گیا ہے اور وہ نہر کی طرح ہے، پس جس نے اس کو عبور کرلیا اور اس میں سے نہ پیا یا ایک چُلّو پر اکتفا کیا تو وہ نجات یافتہ ہوگا

---

[1] [طہ:12]

[2] [آل عمران:28]

[3] [الذاريات:50]

[4] النبراس شرح شرح العقائد، النصوص تحمل علی ظواهرها، ص 338

اور اس نے نفس سے جہاد کیا اور اس کو قتل کر دیا۔ اور جس نے اس پر حرص کیا اور سیر نہ ہوا تو وہ اس کو عبور نہ کر سکا اور اسی طرح قرآنِ حکیم کی مندرجہ ذیل آیت {لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ} کی تفسیر میں صوفیاء کا یہ قول کہ یہ صفاتِ بشر کو فنا کرنا ہے اور اسی طرح آیت "فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ" حکم ہے اللہ تعالیٰ کی محبت میں ترکِ دُنیا اور آخرت کے ساتھ۔ اور اسی طرح آیت "وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ" بے شک رب تعالیٰ نے تفکر فی ذاتہ سے ممانعت فرمائی اور اسی طرح آیت "فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ" حکم ہے فناء فی اللہ کا، جو آدمی کتبِ صوفیہ کی جانب مراجعت کریگا تو بے شمار عجیب چیزیں پڑھنے کو ملیں گی''۔

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ نصوص کو اپنے ظاہر پر محمول کرتے ہوئے اس کے ساتھ آیت میں جو خفی اشارات محققین صوفیاء سے مروی ہیں وہ عرفانِ محض ہے، اُسے تفسیر بالرائے قرار نہیں دیا جا سکتا۔

لہٰذا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ نے جو صوفیاء کی تفسیر نقل کی اُس میں بھی ایسا ہی ہے کہ انہوں نے پہلے نصوص کو اپنے ظاہر پر محمول کیا ہے، اس کے ساتھ صوفیاء کے خفی اشارات کو بیان کیا ہے، لیکن نانوتوی صاحب کا معاملہ اس کے برعکس ہے، آیت ختم نبوت میں نص کو اپنے ظاہر پر محمول کرنے کی بجائے وہ اِس کو شایانِ شانِ حضورِ اکرم ﷺ قرار نہیں دیتے یعنی ظاہر معنی کا بھی انکار کر رہے ہیں، اسے عوام اور سطحی نظر والوں کا خیال قرار دے رہے ہیں اور محض اتباعِ ھویٰ کے ذریعے اپنی وہ تفسیر بالرائے کر رہے ہیں، اس سے بڑھ کر اور کون سی ھویٰ پرستی ہو سکتی ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

''اس کی ایک اور مثال سمجھئے حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں قرآن پاک کو شفاء کہا ہے ایک عالم کہتا ہے کہ اگر اس کو شفاء جسمانی و روحانی دونوں سے مطلق رکھائے [رکھا جائے] تب تو دونوں صحتوں کی شفاء مراد ہوگی۔ لیکن اگر ایک ہی مراد ہو تو قرآن کریم کے شایانِ شان

شفاء روحانی ہے۔تو ظاہر ہے کہ کوئی احمق بھی اس سے یہ نہیں سمجھے گا کہ اس نے قرآن کی شفاء جسمانی کی تاثیر سے انکار کردیا۔مگر برا ہو تعصب کا کہ سیالوی صاحب اور ان کی جماعت کو ہر چیز الٹی ہی نظر آتی ہے"۔[1]

الجواب: موصوف نے مثال دینے میں بد دیانتی کی ہے اِس لئے کہ نانوتوی صاحب نے آیتِ ختم نبوت کے معنی قطعی کو سطحی نظر والوں اور عوام کا خیال قرار دیا۔

(2) آیت ختم نبوت کے قطعی و یقینی معنی حضورِ اکرم ﷺ کا آخری نبی ہونا ہے، نانوتوی صاحب اس معنی کو سطحی نظر والوں کا خیال قرار دے رہے ہیں۔

(3) نبی اکرم ﷺ نے اپنے آخری نبی ہونے کو اپنے فضائل میں ذِکر کیا ہے، نانوتوی صاحب تأخرِ زمانی کو شایانِ شانِ محمدی نہیں سمجھ رہے۔

(4) نانوتوی صاحب کے نزدیک اگر کوئی نبی پیدا ہو تو بھی ان کے نزدیک خاتمیتِ محمدی میں فرق نہ آئے گا۔

موصوف نے جو مثال پیش کی ہے اِس میں انہوں نے ان اُمور کی رعایت ہرگز نہیں کی۔

موصوف سے میرا سوال یہ ہے کہ انہوں نے مثال میں جس آیت کریمہ کو مستدل بنایا ہے کیا اس کے قطعی یا اجماعی معنی متعین ہیں، اگر متعین ہے تو پھر اس متعین معنی کو جو شخص شایانِ شان قرار نہ دے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

اگر آیت مستدل کے کوئی قطعی معنی متعین نہیں تو پھر موصوف کا اس کو آیت ختم نبوت کی نظیر میں پیش کرنا انتہاء درجے کی جہالت اور موصوف کا قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ موصوف نے نانوتوی کی محبت وعقیدت میں غلو اختیار کیا ہے اس لئے اسے ہر چیز اُلٹی نظر آتی ہے۔اور بِلا سوچے سمجھے یُونہی کچھ کہہ دینے کا نام جواب ہوتا ہے؟۔

موصوف کی جہالت دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کا انیٹھ سے گہرا تعلق ہے۔بقول بعض

---

[1] دفاع، ج1 ص733، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

ممدوحین دیوبند انبیٹھ حماقت میں مشہور تھا اور وہ دیوبندیوں کے گروگھنٹال خلیل انبیٹھوی کا مسکن ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

''اعتراض نمبر ٦: نانوتوی صاحب نے نبی علیہ السلام کی نبوت کی [کو] بالذات مانا باقی انبیآء کی نبوت کو بالعرض اس سے تو باقی انبیآء کی نبوت کا انکار ہو جائیگا اس لئے کہ کسی وصف سے بالعرض موصوف ہو اس کے ساتھ اس کا اتصاف مجازی ہوتا ہے۔ جیسے جالس فی السفینہ کو بھی متحرک کہا جاتا ہے کشتی وصف متحرک کے ساتھ حقیقتاً متصف ہے اور جو اس میں سوار ہے مجازاً متصف تو اس سے اس کی نفی کرنا بھی جائز ہے۔

جواب: ہم نے اعتراض نمبر ۴ کے جواب میں بالذات اور بالعرض کی وضاحت قدرے تفصیل سے کردی ہے اس کو پڑھ لیں۔ حضرت نانوتوی ۔۔فرماتے ہیں کہ تمام انبیآء کی نبوت اور رسالت حق ہے پر جناب رسول علیہ السلام کے درجہ کا کوئی نہیں، آپؐ کی نبوت بالذات یعنی اولاً اور باقی انبیآء کی نبوت آپ کے فیض اور واسطے سے ہے۔

معترض صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ واسطہ فی العروض میں وصف کی نفی بالذات کی ہوتی ہے نہ کہ وصف بالعرض کی جالس فی السفینۃ سے حرکت کی نفی نہیں بلکہ بالذات حرکت کی نفی ہے اور جالس فی السفینہ متحرک بالعرض ہوتا ہے اس سے اس کی نفی نہیں ہوتی۔ لہٰذا دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے بالعرض نبوت کی نفی ہرگز درست نہیں ہاں بالذات کی نفی ضرور ہے لیکن بالذات نبوت ان کے لئے ثابت ہی کب ہے۔ فافھم۔ [1]

الجواب: موصوف نے بالذات اور بالعرض کی جو وضاحت کی ہے، وہ خُود نانوتوی صاحب کی تعریف کے خلاف ہے۔ نانوتوی صاحب نے خُود بالذات اور بالعرض کی وضاحت کی ہے جس کا حوالہ ہم سابقہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں۔

---

[1] دفاع، ج1 ص733-734، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

موصوف سے گزارش ہے کہ وہ اپنی تشریح کرنے سے پہلے ایک مرتبہ نانوتوی صاحب کی وضاحت بھی دیکھ لیں۔اس کے علاوہ ''سلم'' کے حاشیہ'' ملاحسن'' کے حاشیہ پر مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی لکھتے ہیں کہ:

"ان الواسطة في العروض عبارة عن ان يكون الواسطة متصفة حقيقة وذوالواسطة يوصف مجازا كالسفينة فان التحرك لها حقيقة ولجالسها مجازا"۔[1]

''واسطہ فی العروض سے مُراد یہ ہے کہ واسطہ حقیقۃً موصوف ہو اور ذُوالواسطہ مجازاً متصف ہو جیسے کشتی کہ اس کے لئے یہ تحرک حقیقۃً ہے اور اس کے بیٹھنے والے کیلئے مجازاً، پس صفت مجازی کی نفی جائز ہوتی ہے، جیسے کوئی زید کو شیر کہے اور دُوسرا کہے کہ زید شیر نہیں ہے تو اس کا یہ کہنا بھی جائز ہوگا''۔

حاشیہ ملاحسن والی بات دیوبندیوں کے مفتی عطاء الرحمن ملتانی نے بھی لکھی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''واسطہ فی العروض ایسے واسطے کو کہا جاتا ہے کہ واسطہ اور ذوالواسطہ دونوں کسی وصف کے ساتھ متصف ہوں واسطہ کا متصف ہونا حقیقۃً ہو اور ذواالواسطہ کا متصف ہونا مجازاً ہو جیسے جالس فی السفینہ کا متصف بالحرکت ہونا سفینہ کے واسطہ سے ہے یعنی سفینہ کا حرکت کے ساتھ متصف ہونا حقیقۃً ہے اس میں سفینہ واسطہ ہے حرکت وصف ہے اور جالس ذوا الواسطہ ہے اس کے خواص میں سے ایک خاصہ یہ ہے کہ عارض واحد ہوگا اور معروض دو ہونگے یعنی عارض صفت ہے اور وہ واحد ہے اور معروض واسطہ بھی ہے اور ذوالواسطہ بھی ہے جس میں فرق صرف یہ ہے کہ واسطہ کو وہ صفت اولاً اور بالذات عارض ہے اور

---

[1] حاشیہ ملاحسن، ص151

ذوالواسطہ کوثانیاً اور بالعرض عارض ہوتا ہے۔[1]

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک دیگر انبیاء علیہم الصلاۃ السلام کی نبوت مجازی ہے جس کی نفی بھی جائز ہے۔

یہ اعتراض گنگوہی وتھانوی کے اُستاذ مولوی محمد تھانوی صاحب نے بھی نانوتوی صاحب پر کیا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''متعلق تقریر مشہور بنور افشانی آئینہ جاننا چاہئے یہ شبہ کہ اور انبیاء علیہم السلام رسول اللہ ﷺ سے فیض حاصل کر کے اپنے اپنے اُمتیوں کو پہنچاتے ہیں، بیچ میں واسطہ ہیں، مستقل بالذات نہیں، کوئی کمال ذاتی یہ نہیں رکھتے، جو کچھ ہے ظل اور عکس محمدی ہے، یہ بعینہ مثل نور افشانی آئینہ کی ہے، جو واسطہ ہے آفتاب اور اس کی دُھوپ میں، جس کے ذریعہ اور وسیلہ سے اُن مواضع پر جو آفتاب کے مقابل نہیں ہیں پہنچتی ہے اور موصوف بالذات تو ہمارے ہی رسول مقبول ہیں، اگر اور انبیاء میں کمالِ نبوت آیا ہے تو جنابِ ختمی کی طرف سے آیا ہے، فقط بدیں طور زائل ہے، جاننا چاہئے کہ یہ مثال آئینہ اور نور افشانی اُس کی بعینہ اثبات مطلب واسطہ فی العروض ہے، حسبِ مزعوم زاعم نسبت آنحضرت ﷺ کی، جس کا استیصالِ کامل بتقاریر متنوعہ رنگارنگ عقلاً ونقلاً اکثر قساطیس میں مذکور ہے، کہ شرعاً یہ مطلب واسطہ فی العروض ذاتِ آنحضرت ﷺ پر صادق نہیں آتا، ورنہ اِس اَمثلہ کا کچھ اور مطلب ہے، تو وہ معلوم ہونا چاہئے۔

ہم کو بھی منظور ہے بشرطیکہ مخالف عقیدۂ اسلام نہ ہو، مانند مطلب واسطہ فی العروض کے، پھر ہمارا کچھ حرج نہیں، بلکہ جو کچھ حرج ہے وہ راجح جانبِ دیگر ہے اس لئے کہ خلافِ قرارداد جو لازم آوے گا وہ باطل ہے مگر بایں ہمہ چند وارده جو وارد ہوتے ہیں متعلق بقول مذکور، مذکور

---

[1] بدر النجوم شرح سلم العلوم ص ۱۸۴۔ المکتبۃ الشرعیۃ، شمع کالونی، گوجرانوالہ

ہوتے ہیں مثلاً ہر گاہ ذاتِ مقدس آنحضرت ﷺ موصوف بوصف نبوت بالذات ٹھہرے تو کیا معنی کہ سلسلہ ممکنات میں بالذات عبارت ہے جو ہر۔۔۔۔سے کہ جس کی شان یہ ہے کہ معروضیہ اور موصوفیہ اُس کو حاصل ہوتی ہے، بلا وساطت کسی اور ممکن کے، بخلاف عرضیہ کے، کہ وہ محتاج ہوتا ہے اپنے اتصاف کا ساتھ کسی ممکن کے محصول الکلام یہ ہے کہ اُس کو قیام بنفسہ ہے بطورِ امکان نہ وجوب، اور اُس کو یعنی عرض کو قیام لغیر ہ ہے، جو وہ غیر جو ہر ہے بطرز امکان نہ وجوب۔پس معنی موصوف بالذات یہ ہیں کہ وصف اُس کے ساتھ قائم ہے یعنی مرتبہ ذاتیہ اُس کو حاصل ہے، نہ عرضیہ جو وہ محتاج اور منتظر ہے، قائم ہونے کو کسی اور ممکن کے ساتھ، پس وہ موصوف بالعرضیہ ہے یعنی مرتبہ عرضیہ حاصل ہے، بخلاف واسطہ فی العرض کے، اسواسطے کہ بعد منحصر ہونے کسی وصف کے اُس کی ذات میں بعد حصول مرتبہ ذاتیہ مذکورہ کے فیض رساں ہو کسی اور ذاتِ ممکن کو، پس ہر گاہ یہ دو قید اس میں زائد ہوئیں، تو پھر یہ اطلاق کہ آپ کی ذاتِ مقدس ﷺ واسطہ فی العروض ہے اور موصوف بالذات ہے، فضول ہے کہ ظاہر ہے اور جاننا چاہئے، بلکہ اگر مشتبہ ہو ساتھ مطلب واسطہ فی الثبوت کے تو مضائقہ نہیں، نہ کہ عین واسطہ فی الثبوت ہے، اسواسطے کہ اُس میں مطلب علت و معلول ہے، اور یہ مطلب سبب اور مسبب ہے اس لئے کہ واسطہ فی الثبوت میں علت اور معلول مشترک ہوتے ہیں وصف میں مگر علت بالاصالۃ اور معلول بالتبعیہ بخلاف مثال نُور افشانی مذکور کے کہ اُمور آلیّہ میں سے ہے اسواسطے کہ ممثل ہے بمثال آلے کے مثل۔۔۔فیض کے پس قیاس مقتضی تھا جیسا معنی جو ہر یہ کے نسبت وصف نبوت ذات مقدس رسولِ مقبول ﷺ بہ نسبت وصفِ نبوت دیگر انبیاء علیہم السلام ثابت ہے، ایسے ہی معنی عرضیہ نسبت وصفِ نبوت دیگر انبیاء علیہم السلام حاصل ہو موافق اس تحقیق کے، یعنی اس میں قائمتیہ لغیر ہ بوساطت کسی اور ممکن کے ہو، یعنی نبوت اُن کی قائم ہووے ساتھ نبوت رسول اللہ ﷺ کے، اور شبہ قیام المعنی بالمعنی کا یعنی قیام نبوت اور انبیاء کا ساتھ نبوتِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدلیل ۔۔۔۔۔۔ کے ساتھ حرکت کے کہ یہ سب معنی ہیں برطرف ہے بخلاف واسطہ فی العروض کے کہ اُس میں ایک ہی وصف ہے، دَرحقیقت بالذات بھی اور بالعرض بھی، اگرچہ یہ کہنا قوم کا بالعرض بھی دُھوکا ہی ہے مگر متعارف شائع ذائع ہوگیا ہے اس لئے کہ مقتضائے جوہریت یہ تھا کہ دووصف ہوں، ایک وصف متعلق بجوہر اور دُوسرا متعلق بعرض، پس ذواتِ حضرات دیگر انبیاء علیہم السلام کو نہ قابل وصوف موصوفیت ومعروضیت کہانہ قابل وصف عرضیت رکھا، بلکہ ایک اُمور آلیّہ میں سے بموجب مطلب واسطہ فی العروض کے اور نیز بموجب ایراد نظیر عکس وشعاع آئینہ آبگینہ کے کردیا مثل ۔۔۔فیض کے واسطے امت کے، پس بموجب اس کے تو فی الجملہ اُمت ہی زیادہ مستفید رہتی نظر آتی ہے، ظاہر ہے کہ اُمورِ آلیّہ کو حصول وصف میں کچھ شرکت نہیں، بلکہ بنظر غائر تر سلیم مشتبہ ساتھ مطلب واسطہ فی الثبوت ہی نہیں، محض آلہ ہے، سبب کامل بھی نہیں، چہ جائیکہ واسطہ فی العروض اور فی الثبوت۔ پس حسب مزعوم اور انبیاء میں نہ کوئی کمالِ ذاتی ہے نہ عرضی، حالانکہ کمالاتِ حضرات دیگر انبیاء علیہم السلام کمالات مستقل بالذات ہیں اور تفاوتِ مراتب بالتشخص فردِ خاص اور چیز ہے بموجب قول حق سبحانہ وتبارک:

"تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ الآية"[1] فضلنا بعضهم على بعض بخصائص وراء اصل الرسالة ۱۲ من خلاصة التفاسير ۱۲ بأن خصصناه بمنقبة ليست لغيره مِنْهُمْ ۱۲ بيضاوى [2] بالخصائص وراء الرسالة

---

[1] [البقرة:253]

[2] أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ج1 ص152، دار إحياء التراث العربي - بيروت

یعنی یہ رسول ہیں ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی، اصل رسالت کے علاوہ دیگر خصائص میں برض کو بعض پر فضیلت دی، خلاصۃ التفاسیر۔ ہم نے ان کو منقبت سے مخصوص کیا جو دوسرے کے لئے حاصل نہیں، بیضاوی

لاستوائهم فیها کالمؤمنین یستوون فی صفة الإیمان ویتفاوتون فی الطاعات ۱۲مدارک[1]

مگر ہاں یہ اَمر بالضرور ہے کہ بعد توجہ کمالِ وحی کے بالاستقلال جو کچھ نصیبہ اور حصہ نفس وجود میں یا حصول صفاتِ زائدہ میں مثل نبوت وغیرہ نسبت انبیاء اور ولایت اور قرینہ نسبت اولیاء اللہ اور ملائکہ مقربین وکروبیین سکان خطائر قدس بموجب لولاک لما اظھرت الربوبیۃ وہ وب پرتوہ سرو۔۔۔افراد وجود ہی ہے اس میں کچھ شک نہیں، پس واسطہ اس مطلب کے ایراد مثال واسطہ فی العروض مصطلع میزانبین جو مورث وحشت اہلِ اسلام ہے، علیٰ ھذا القیاس، مثالِ آئینہ وغیرہ بیجا ہے بقولِ شاعر

اے ذات تو سر دفتر افراد وجود

ہر بود ونبود راز بودے تو نمود

صحیح ہے والاّ بہر وہ ہی خرابی لازم آتی ہیں کہ ذات دیگر انبیاء علیہم السلام فاقد اللیاقۃ معدوم اللیاقۃ کیا، بلکہ ممتنع اللیاقۃ عن الاوصاف الفاضلۃ ہوئے جاتے ہیں، کمال ذاتی تو درکنار کمالِ عرضی سے بھی محروم ہوئے جاتے ہیں، اور پھر دَرپے ہونا تناسب کے جو کہ مکتسب ہے لفظ تشبیہ سے، جو واقع ہے فقرہ فیہ نبی کنبیکم اثر مذکور میں، یہ از قبیل ولوج الجمل فی سم الخیاط ہے، امر تشبیہی اُمور وصفیہ میں سے ہے جو قائم بذوات ہوتے ہیں نہ امور آلیہ میں سے، جس کی یہ شان نہیں، محض آلہ ہے، قیاس مرتحل بھی تو نہیں بن سکتا گو علاقہ تشبیہ نہ ہو مگر لیاقتِ تشبیہ تو رکھتا ہے بخلاف امر آلی کی کہ اس قبیل ہی سے نہیں، پھر اس تشبیہ پر سوائے فائدہ بے فائدہ کی کے اور کوئی ثمرہ مرتب نہیں، اور اس نُور افشانی سے عقل ہمچو آئینہ از شش

---

[1] مدارک التنزیل وحقائق التأویل، ج1ص 208، دار الکلم الطیب، بیروت

یعنی اصل رسالت کے سواء دیگر خصائص میں ایک دوسرے پر فضیلت دی کیونکہ نفس نبوت میں وہ برابر ہیں جیسے مؤمنین صفتِ ایمان میں برابر ہیں اور اطاعت میں متفرق ہیں۔

جہت حیران ہوتی ہے فقط واللہ اعلم ۔ہاں اس قدر امر مسلم خاص وعام لاکلام ہے کہ آپ کی رسالت اور بعثت کے عموم میں بہ نسبت تمام انبیاء مرسلین بھی کچھ شک نہیں، بطور امر کلی ہر ایک کی طرف انبیاء اور غیر انبیاء آپ مرسل ہیں چنانچہ سلف نے اس کا اقرار اپنی تصانیف وتوالیف میں کیا ہے مگر بایں ہمہ فیض رسالت ونبوت مستقل ان کے قائل ہوئے اور مضمون واسطہ فی العروض کی نسبت اس باب میں کوئی قائل نہیں ہوا۔پس واضح ہو کہ یہی مطلب عموم رسالت وعموم بعثت کا اور نبوتِ مطلقہ کا موافق منطوق واجب الوثوق کریمہ:

"وَمَآأَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ" الآیۃ[1]

ہے، یہ ہی عین مطلب نصوص قرآنی واخبار متواترہ ومشاہیر ہے، اور اس ہی پر اجماع واتفاق سب کا ہے، اور مَیں کہتا ہوں کہ بلکہ اگر یہ مثال فیض شعشانی نورافشانی آئینہ اور فیض ۔۔۔اور روشندانی وغیرہ بطور تقطیعات دھوپ وغیرہ جو کچھ تعبیر کیا جاوے اُوپر ہادی غیر حقیقی کے جو سادھ ہے منصب نبوت سے مانند علماء ربانی اُمت اور اولیاء صدیقین وصالحین وشہداء وحفاظ وعرفاء جن سے فیض ظاہری وباطنی ،رُوحانی ووھبی وکسبی وابستہ ہے منطبق کیا جائے تو زیبا ہے کیونکہ یہ اشخاص بمنزلہ اُمورِ آلیہ مانند ملائکہ جارحہ تدبیر تقادیر الٰہیہ کے تعبیر کئے جاسکتے ہیں نہ انبیائ ومرسلین جو نفس منصب نبوت میں شریک ہیں۔

اولیت واولویتِ افراد اور چیز ہے اور مغایرتِ افراد اور چیز ہے حالانکہ طفیلے اُس ذاتِ مقدس خاتم النبیین سید المرسلین علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کے علیٰ قدر المراتب ہر یک جزئی خاص سب ہی ہیں ، کچھ انحصار جنوں وانس ، ملک پر نہیں، تمامہ مخلوقات عالم شہود وموالید ثلاثہ کیا اور عالم غیب، جنت وحور وقصور وعالم برزخ مستفید ہیں اس لئے کہ صورتِ وجود خود ہر یک نے بطفیلِ آنحضرت ﷺ ہی دیکھی ہے فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

---

[1] [سبا:28]

الحذر الحذر''۔[1]

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

لہٰذا دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے بالعرض نبوت کی نفی ہرگز درست نہیں ہاں بالذات کی نفی ضرور ہے لیکن بالذات نبوت ان کے لئے ثابت ہی کب ہے۔ فافہم''۔[2]

الجواب: موصوف کی تحریر کے مطابق حضرت ابراہیم وحضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہم الصلوۃ والسلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی نبوت کی بالذات نفی کی جاسکتی ہے یعنی کہا جا سکتا ہے کہ (نعوذ باللہ) وہ نبی بالذات نہیں (نعوذ باللہ) حالانکہ گنگوہی صاحب کے اُستاذ محمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حالانکہ کمالات حضرات دیگر انبیاء علیہم السلام کمالات مستقل بالذات ہیں اور تفاوتِ مراتب بالتشخص فردِ خاص اور چیز ہے''۔[3]

نانوتوی صاحب کی تقریر پر تو انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام میں کوئی کمال باقی نہیں رہتا، نہ ذاتی نہ عرضی، چنانچہ محمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

''پس حسب مذعوم اور انبیاء میں نہ کوئی کمال ذاتی ہے نہ عرضی''۔[4]

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

''اعتراض نمبر ۷: نانوتوی صاحب نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کو نبوت قدیم عطا فرمائی اور دیگر انبیاء کو نبوت حادث عطا فرمائی۔ جب آپ خود حادث ہیں تو نبوت جو صفت ہے آپ کو وہ کیسے قدیم ثابت ہوگی۔ (عبارات اکابر ص ۲۰۰)

---

[1] قسطاس فی موازنۃ اثر ابن عباس، ص203 تا 207، اعلیٰ پریس میرٹھ

[2] دفاع، ج1 ص734، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[3] قسطاس فی موازنۃ اثر ابن عباس، ص205، اعلیٰ پریس میرٹھ

[4] قسطاس فی موازنۃ اثر ابن عباس، ص205، اعلیٰ پریس میرٹھ

جواب: خدا آپ کو عبارت سمجھنے کی توفیق دے حضرت مولانا نانوتوی کی عبارت میں قدوم و حادث سے مراد قدم اضافی ہے نہ کہ حقیقی اور یہاں پر ''قدم'' ''مقدم'' کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ آپکی نبوت بہ نسبت دوسرے انبیاء کے قدیم ہے۔

چنانچہ حضرت نانوتوی لکھتے ہیں:

''علاوہ بریں حدیث کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین'' بھی اسی جانب مشیر ہے کیونکہ فرق قدم نبوت اور حدوث نبوت باوجود۔۔دنوعی خوب جب ہی چسپاں ہوسکتا ہے کہ ایک جا یہ وصف ذاتی ہو اور دوسری جا عرضی اور فرق قدم و حدوث اور دوام و عروض فہم ہو تو اس حدیث سے ظاہر ہے ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اگر نبوت کا ایسا قدیم ہونا کچھ آپ ہی کے ساتھ مخصوص نہ ہوتا تو آپ مقام اختصاص میں یوں نہ فرماتے'' (تحذیر الناس ص: ۵۰)

اسی طرح حضرت نانوتوی صاحب۔۔لکھتے ہیں کہ:

''آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی'' (تحذیر الناس ص: ۴۳)

یعنی جس طرح آفتاب کا نور کسی اور جرم سماوی کا فیض نہیں جب سے اسے خدا نے بنایا یہ دائما نورانی ہے حضور ﷺ کی نبوت بھی کسی اور کا فیضان نہیں جب سے خدا نے آپ کی روح مقدسہ کو پیدا فرمایا موصوف بالنبوۃ فرمایا حضرت لکھتے ہیں کہ: آپ موصوف بالوصف نبوۃ بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے اور آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت ختم ہوجاتا ہے غرض آپ جیسے نبی الامت ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں''۔ (تحذیر الناس ص: ۴۴)

ان تصریحات اور مثالوں سے واضح ہے کہ حضرت مولانا۔۔کی لفظ قدم سے کیا مراد تھی آپ اسے پہلے کے مضمون میں استعمال فرما رہے تھے ازلی کے مضمون میں نہیں''۔[1]

---

[1] دفاع، ج1 ص734-735، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

الجواب: موصوف نے نانوتوی صاحب کی جو عبارت نقل کی ہے اُس میں قدم کے مقابلے میں حدوث کے الفاظ موجود ہیں، جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ نانوتوی صاحب وہ قدیم مُراد لے رہے ہیں جو حادث کے مقابلے میں ہے۔ لہٰذا یہ اعتراض بالکل بجا ہے کہ نانوتوی صاحب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو قدیم قرار دیا ہے۔

(2) نانوتوی صاحب نے دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی نبوتوں کو حادث قرار دیا اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت کو قدیم کہا۔

(3) یہاں پر قدمِ حقیقی واضافی کا معنی اس لئے دُرست نہیں ہوسکتا کہ نانوتوی صاحب نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی نبوتوں میں حادث اور قدیم کا فرق بیان کیا ہے، یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت کو قدیم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی نبوتوں کو حادث قرار دیا ہے۔

اگر ان کی مُراد قدمِ اضافی ہوتی تو وہ نبوت میں تفریق کی وجہ حدوث وقدم کا فرق بیان نہ کرتے کیونکہ بے شمار انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام باعتبار زمانہ بعثت میں ایک دوسرے سے متاخر ہیں۔ پس نانوتوی صاحب کے اُصول کے مطابق متقدم کی نبوت میں متاخر کی نبوت سے تفریق ثابت ہوتی ہے۔

پس ان کے اُصول کے مطابق جب یہ تفریق اکثر نبوتوں میں موجود ہے تو پھر اسے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت میں اختصاص کیلئے کیوں ذکر کیا۔ پس ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک قدیم بمعنی اَزلی کے ہے۔

(4) قدیم بمعنی مقدم ہو تو پھر باعتبار زمانہ بے شُمار انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بعثت میں ایک دُوسرے سے متاخر ہیں، پس نانوتوی صاحب کا فرق کرنا صحیح نہ رہا۔ لہٰذا دیوبندیوں کی یہ تاویل دُرست نہیں۔

(5) یہ جوابات ملّاں مانچسٹروی نے ''مطالعہ بریلویت'' میں ذِکر کئے ہیں، اور راشد اعظمی

دیوبندی کے اُصول کے مطابق پہلے کی محنت کو اپنے کھاتہ میں ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔
راشد اعظمی کا اُصول ''دفاع ص ۱۱'' پر مُلاحظہ کر سکتے ہیں۔جس میں اس نے لکھا ہے کہ:

''پھر دُوسرا اور تیسرا آتا ہے اور اب تک مسلسل آتے ہی رہے ہیں،اور انہی باتوں کو دُہراتے رہتے ہیں،ارے اللہ کے بندے اگر زندگی کا مقصد منفیات ہی کو سمجھ رکھا ہے تو اب دُوسری کتابوں اور عبارتوں سے کچھ اور نکالو، پہلے ہی کی محنت کو اپنے نام کیوں کرتے چلے جارہے ہو''۔

(6) موصوف نے ''تحذیر الناس'' سے ذاتی وعرضی نبوت کے متعلق چند عبارات لکھی ہیں جو اعتراض میں مُلاحظہ کی جاسکتی ہیں،ان کے بعد موصوف لکھتے ہیں کہ:''ان تصریحات اور مثالوں سے واضح ہے کہ حضرت مولانا۔۔کی لفظ قدم سے کیا مُراد تھی''۔[1]
موصوف نے یہ جو تصریحات ذکر کی ہیں اُن میں نبوتِ ذاتی وعرضی کی تقسیم ہے اور یہ عبارتیں نانوتوی نے نبوت کے قدیم ہونے کی دلیل کے طور پر ذکر کی ہیں یعنی نانوتوی کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت قدیم اس لئے ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نبوت سے موصوف بالذات ہیں۔انہوں نے تو یہ عبارتیں بطور دلیل ذکر کی ہیں جس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ نبوت کو قدیم بمعنی اَزلی قرار دے رہے ہیں۔
(7) موصوف کے نزدیک نانوتوی کی عبارت میں قدیم پہلے کے معنی میں ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں: ''آپ اسے پہلے کے مضمون میں استعمال فرمارہے تھے''۔[2]
جبکہ نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:
''اگر نبوت کا ایسا قدیم ہونا کچھ آپ ہی کے ساتھ مخصوص نہ ہوتا تو آپ مقامِ اختصاص میں

---

[1] دفاع،ج1ص735،مکتبہ ختم نبوت،پشاور
[2] دفاع،ج1ص735،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

یُوں نہ فرماتے''۔[1]

اور ہم سابقہ بحث میں لکھ چکے ہیں کہ اکثر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی بعثت باعتبارِ زمانہ دُوسرے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے پہلے ہے۔ پھر جو تخصیص نانوتوی صاحب ثابت کرنا چاہ رہے تھے وہ ثابت نہ ہوسکی اور اس مفہوم کے اعتبار سے دیوبندیوں کے اُصول پر دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی نبوتیں بھی قدیم قرار پائیں گی، لہٰذا نانوتوی کا مدعٰی حاصل نہ ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ نانوتوی نے یہاں قدم اَزلی کے معنی میں مُراد لیا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اگر بریلویوں کے نزدیک اس قسم کے لچر اعتراضات کا نام ''کفر'' تو ایک عدد کفر کا فتویٰ ''محکمہ آثار قدیمہ'' پر بھی لگا دیں کیا بریلوی یہاں ''قدیمہ'' کا معنیٰ ''ازلی'' کریں گے؟''۔[2]

الجواب: یہ بھی موصوف کی جہالت ہے اس لئے کہ محاورۃً قدیم وجدید کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب نیا اور پُرانا ہوتا ہے۔ آثارِ قدیمہ کا مطلب ''پُرانے نشانات'' ہیں اور اس وجہ سے کوئی بھی آثارِ قدیمہ کا لفظ غلط قرار نہیں دیتا، مگر نانوتوی صاحب کی عبارت میں قدیم اَزلی کے معنی میں ثابت ہو رہا ہے، اس لئے اس پر اعتراض ہے، مگر موصوف کی جہالت ہے کہ وہ لوگوں کو دُھوکہ دینے کیلئے الفاظ کا وہ مطلب لوگوں کے سامنے بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں جن کا نانوتوی صاحب کی عبارت سے کوئی تعلق نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''بریلویوں کے اشرف العلماء مولوی اشرف سیالوی لکھتے ہیں کہ: علامہ قسطلانی اور علامہ آلوسی نے نور ربک اور کنت نبیا کا مصداق حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ ہونا بیان

---

[1] دفاع، ج1 ص734-735، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص735، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

فرمایا ہے جس سے قدم نبوت واضح ہوتا ہے"۔(کوثر الخیرات۔ص ۹۶)
امید کرتا ہوں کہ یہ فتویٰ بریلویوں نے حضرت حجۃ الاسلام کیلئے تجویز کیا تھا وہی اشرف سیالوی صاحب پر لگائیں گے ورنہ بروز قیامت اس نا انصافی پر خدا کو کیا جواب دیں گے؟"۔[1]

الجواب: "کوثر الخیرات" کی عبارت میں قدم حادث کے مقابلے میں مستعمل نہیں اور نہ ہی ایسا قرینہ موجود ہے جس سے قدم کا معنی اَزلی ثابت ہوتا ہو لیکن نانوتوی صاحب کی عبارت میں نبوتوں میں تفریق حدوث وقدم کے ذریعے کی گئی ہے۔اور سابقہ بحث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ نانوتوی صاحب کی تحریر میں قدم بمعنی اَزلی ہے لہٰذا "کوثر الخیرات" کی عبارت کو نانوتوی صاحب کی عبارت پر منطبق کرنا دُرست نہیں۔
لہٰذا موصوف کا ان عبارات کو پیش کرنا گویا اپنی گرتی دیوار کو جھوٹا سہارا دینے کے مترادف ہے،اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

"غیر محتاج الی الغیر کا مطلب"

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:
"علامہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ "قدم" کے ایک معنی بیان کرتے ہیں کہ:
ھو کون الشیء غیر محتاج الی الغیر "(التعریفات:ص ۱۸۳،دار الکتب العلمیۃ بیروت)
کہ کسی شیء کا اپنے غیر کی طرف محتاج نہ ہونا۔
تو یہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف نبوت کے قدیم ہونے سے مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت میں کسی دوسرے نبی کے محتاج نہیں ہیں"۔[2]

---

[1] دفاع،ج1ص735،مکتبہ ختم نبوت،پشاور
[2] دفاع،ج1ص735-736،مکتبہ ختم نبوت،پشاور۔

الجواب: موصوف ایسے جاہل اور بد دماغ ہیں کہ علمی اصلاحات کو بالکل بھی نہیں سمجھتے اور یہ صرف ان کا قصور نہیں بلکہ ان کے اکابرین کی بھی یہی حالت ہے۔

میر سید شریف جرجانی حدوثِ ذاتی کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ:

"هو كون الشيء مفتقرًا في وجوده إلى الغير"۔ [1]

''جو شیَ اپنے وجود میں غیر کی محتاج ہو''۔

مخلوق کو بھی حادث اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنے وجود میں خالق کی محتاج ہے اس لئے مخلوق حادث ہے۔ پھر قدیم ذاتی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"هو كون الشيء غير محتاج إلى الغير"۔ [2]

''کسی شی ءکا اپنے غیر کی طرف محتاج نہ ہونا یہ قدیم ذاتی کی تعریف ہے''۔

دیوبندی موصوف نے اس عبارت کو نانوتوی کی عبارت میں قدمِ نبوت کی دلیل میں پیش کیا ہے اور اسے نانوتوی کی عبارت پر منطبق کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ نانوتوی کی عبارت میں قدم نبوت سے مُراد قدم ذاتی ہے، موصوف نے قدم ذاتی والی عبارت پیش کی ہے۔

جب موصوف نے نانوتوی صاحب کی عبارت میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت کو قدم ذاتی قرار دیا تو اب متکلمین کی عبارات مُلاحظہ کریں

''شرح المقاصد'' میں لکھا ہوا ہے کہ:

حوالہ نمبر(1):

"لا قديم بالذات سوى الله تعالى"۔ [3]

یعنی اللہ عزّوجل کے سوا کوئی قدیم نہیں ہے

---

[1] کتاب التعریفات، ص82، دار الکتب العلمیۃ بیروت-لبنان

[2] کتاب التعریفات، ص173، دار الکتب العلمیۃ بیروت-لبنان

[3] شرح المقاصد فی علم الکلام، المقصد الثانی ج1 ص121، دار المعارف النعمانیہ

حوالہ نمبر(2):

"لاقدیم بالذات سوی اللہ"۔ [1]

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدیم نہیں''۔

لہٰذا موصوف کی تشریح کے مطابق نانوتوی کی عبارت کُفر قرار پائی۔موصوف نے نانوتوی صاحب کی عبارت کی تشریح میں میر شریف جرجانی کی عبارت پیش کر کے اس سے قدم ذاتی ثابت کیا اور متکلمین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدیم بالذات نہیں، پس نانوتوی صاحب کافر و مشرک ثابت ہوئے۔لہٰذا علماء اہل سنت کا اعتراض بالکل دُرست ثابت ہوا اور موصوف کے دفاع سے بھی نانوتوی صاحب کافر و مشرک ثابت ہوئے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اعتراض نمبر ۸: سیالوی صاحب بالفرض والی عبارت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: ان کے نزدیک اگر نیا نبی آجائے تو خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آتا تو جب خاتمیت زمانی جو لازم تھی وہ باطل ہوگئی تو خاتمیت ذاتی جو ملزوم تھی وہ بھی باطل ہوگئی کیونکہ لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان پر دلیل ہوتا ہے(عبارات اکابر ص ۲۰۱، ردشھاب ثاقب ۲۳۳)

جواب: اس اعتراض کا جواب ایک مثال کے ذریعے سمجھیں

آفتاب کا طلوع ملزوم ہے اور دن کا ہونا اس کو لازم ہے۔اگر ہم دن کے وقت کسی دوسرے آفتاب کا وجود فرض کریں اور یہ دعوی کریں کہ چونکہ یہ دوسرا اسی کا نائب اور اس سے روشنی حاصل کرتا ہے اس لئے آفتاب کی خاتمیت مرتبی قائم ہے۔تو اس فرض سے آفتاب کے لازم یعنی دن کے وجود کو کیا نقصان پہنچے گا؟

کیا آپ کے خیال میں رات ہوجائے گی؟ ذرا سوچ کر جواب دیجئے گا پھر جب ملزوم ہی

---

[1] تقریب المرام فی شرح تھذیب الکلام ج1 ص122۔دار الکتب العلمیة

باطل نہیں تو لازم کیسے باطل ہوگیا؟

بالکل اسی طرح بالفرض یعنی بفرض محال اگر کوئی دوسرا نبی دنیا میں پیدا ہوجائے تو آپ کی خاتمیت مرتبی پھر بھی قائم ہے اور چونکہ خاتمیت زمانی بھی اس کو لازم ہے اس لئے ناممکن ہے کہ کوئی دوسرا نبی پیدا ہو"۔[1]

الجواب: یہ مثال پیش کرنا بھی موصوف کی جہالت کو ثابت کررہی ہے۔اس لئے کہ سورج اور اُس کی دھوپ کے متعلق کوئی نص قطعی موجود نہیں کہ یہ آخری سورج ہے اور اس کی دھوپ آخری دھوپ ہے۔بیک وقت اگر دو سورج بھی طلوع ہوں تو کسی نص قطعی کا اِنکار نہ ہوگا۔ لیکن حضورِ اکرم ﷺ کا آخری نبی ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔پس اگر نبی اکرم ﷺ کے بعد دُوسرا نبی مان لیا جائے تو اس سے خاتمیتِ محمدی برقرار نہیں رہتی،مگر نانوتوی صاحب کے نزدیک پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کوئی فرق نہیں آتا،ان کی یہ منطق نصوص قطعیہ کا اِنکار ہے۔اب چلتے ہیں موصوف کی مثال کی جانب

اگر کوئی نص قطعی موجود ہوتی ہے کہ یہ اس سورج کا طلوع آخری طلوع ہے،اس کے بعد کوئی دُوسرا سورج طلوع نہ ہوگا،اس کی دھوپ آخری دھوپ ہے اس کے بعد دُوسری دُھوپ نہ آئیگی۔اب اگر دُوسرا سورج طلوع ہوگا تو یقیناً اس نص قطعی کا اِنکار ہونا اور اس کا لازم یعنی آخری دھوپ ہونا برقرار نہیں رہتا۔مگر نانوتوی صاحب کی منطق کے مطابق اگر ایسا ہوتا تو بھی کچھ فرق نہیں پڑتا۔موصوف نے اپنی مثال میں اہم نکتہ"آخری ہونا" کو فروگزاشت کیا اور لکھ مارا کہ:

"آفتاب کے لازم یعنی دن کے وجود کو کیا نقصان پہنچے گا؟" (دفاع ۷۳۶)

اگر دن کا آخری ہونا منصوص ہوتا اور اس کے بعد دُوسرا دن طلوع ہوتا تو یقیناً نص قطعی کا

---

[1] دفاع، ج1 ص736، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اِنکار ہوتا۔مگر چونکہ موصوف جاہل ہیں اور خاتم النبیین والی نص قطعی سے بے خبر ہیں یا ان کے نزدیک اس نص قطعی کا مفہوم وہی نانوتوی صاحب والا ہے کہ جس کی وجہ سے اگر کوئی دُوسرا نیا نبی پیدا ہوتو بھی خاتمیتِ محمدی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔اس لئے خاتمیت کے مفہوم کو یکسر فراموش کر کے جاہلانہ مثالیں پیش کرر ہے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اعتراض نمبر ۹: نانوتوی صاحب نے ختم زمانی کا مقام مدح میں ہونے سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ آخری نبی ہونے میں آپ کی کوئی فضیلت نہیں جبکہ خود حضورؐ نے اپنے خاتم النبیین ہونے کو مقام مدح میں ذکر کیا ہے۔(ملخصاً ص ۱۹۱ عبارات اکابر)

جواب: یہ اعتراض بھی بالکل جاہلانہ ہے۔حضرت نے ختم نبوت زمانی کی فضیلت مطلقہ کا ہرگز انکار نہیں کیا جیسا کہ بریلوی سمجھ رہے ہیں۔ہم بار باراس کی وضاحت کر چکے ہیں۔اگر وہ اس کے منکر ہوتے تو تحذیر الناس میں جگہ جگہ نبی علیہ السلام کیلئے اس کا اثبات کیوں کرتے؟

بلکہ حضرت نانوتوی۔۔خاتم النبیین کو خاتم زمانی کے معنی میں ہی منحصر کردینے اور بالذات اس کو مقام مدح اور مقام فضیلت ماننے کے منکر ہیں۔اس کو ایک مثال سے سمجھئے: قاعدہ یہ ہے کہ مقام مدح میں ممدوح کے اعلیٰ اوصاف کو ضرور ذکر کیا جاتا ہے۔مثلاً کوئی عالم فقیہ بھی ہو محدث بھی ہو مفسر بھی ہواور ساتھ ہی حافظ قرآن بھی ہوتو اس موقع پر صرف اتنا ہی کہا جائے گا کہ وہ حافظ قرآن ہیں بلکہ ان کے دوسرے اعلیٰ اوصاف ضرور ذکر کئے جائیں گے۔

پس ایسے ہی سمجھئے کہ مولانا محمد قاسم صاحب کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ خاتمیت زمانی میں بالذات فضیلت نہیں بلکہ بالعرض فضیلت ہے۔اس لئے لفظِ خاتم النبیین سے اگر صرف خاتمیت زمانی ہی مراد لی جائے گی تو پھر مقام مدح میں اس کا ذکر کرنا کیونکہ

[کیونکر] صحیح ہوگا۔ہاں اگر اس لفظ سے خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے گی تو پھر یہی لفظ مقام مدح کیلئے بہت زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ یہ خاتمیت ذاتی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہایت اعلیٰ صفت ہے"۔[1]

الجواب: (1) نانوتوی صاحب نے ختم نبوت زمانی کی فضیلت مطلقہ کا اِنکار کیا ہے، ہم بھی بار ہا اس اَمر کی وضاحت کر چکے ہیں کہ نانوتوی صاحب نے فضیلتِ مطلقہ کا اِنکار کیا ہے۔ چنانچہ وہ خُود لکھتے ہیں کہ

"علیٰ ھذا القیاس تأخر زمانی میں کچھ فضیلت نہیں"۔[2]

اس حوالے سے ثابت ہوتا ہے کہ نانوتوی فضیلتِ مطلقہ کا منکر ہے۔ دیوبندی اس کتاب کو "تحذیر الناس" کی شرح قرار دیتے ہیں، اس میں نانوتوی صاحب نے اپنے عقیدے کی صاف وضاحت کردی کہ وہ ختم نبوت زمانی کی فضیلتِ مطلقہ کے منکر ہیں۔

(2) نانوتوی صاحب "خاتم النبیین" کے معنی آخر النبیین سمجھنے کے ہی منکر ہیں، اور وہ اس معنیٰ کو عوام کا خیال اور سطحی نظر والوں کا خیال سمجھتے ہیں۔

(3) دیوبندی موصوف نے خُود مانا ہے کہ مقامِ مدح میں ممدوح کے اعلیٰ اوصاف کو ضرور ذکر کیا جاتا ہے[3]

آیت ختم نبوت میں خاتم النبیین مقامِ مدح میں ذکر کیا گیا ہے اور خاتم النبیین کا مطلب ہے آخری نبی، لہٰذا آخری نبی ہونا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اعلیٰ درجہ کی نعت ہونا ثابت ہوا، لیکن نانوتوی صاحب اس بات کو ماننے کے منکر ہیں۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: "ہاں اگر اس وصف کو اَوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو

---

[1] دفاع، ج1 ص736-737، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] مناظرہ عجیبہ، ص32، مکتبہ قاسم العلوم، جی ون ۱۴۰ کورنگی، کراچی

[3] دیکھئے، دفاع، 1ص737، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

مقام مدح نہ قرار دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ وحسب ونصب [نسب] وسکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کوئی دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا"۔[1]

اس حوالے میں صاف صراحت موجود ہے کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک آخری نبی ہونا اُن اوصاف کی طرح ہے جن کو فضائل میں کچھ دخل نہیں، لہٰذا فضیلتِ مطلقہ کا ہی اِنکار ہو گیا، وہ تو کہتے ہیں کہ اس مقام کو مقامِ مدح قرار نہ دیجئے اور اس وصف کو اوصافِ مدح میں سے نہ کہئے تو تأخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے، یعنی اس کی فضیلتِ مطلقہ کا ہی اِنکار کریں اور اس کو وصف مدح قرار نہ دیں تو پھر تأخر زمانی والا معنیٰ دُرست ہوسکتا ہے، لیکن نانوتوی صاحب کے مطابق اہلِ اسلام اس پر راضی نہ ہوں گے۔ ان تصریحات سے واضح ہے کہ نانوتوی صاحب فضیلتِ مطلقہ کے منکر ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"مثلاً کوئی عالم فقیہ بھی ہو محدث بھی ہو مفسر بھی ہو اور ساتھ ہی حافظ قرآن بھی ہو تو اس موقع پر صرف اتنا ہی نہیں کہا جائے گا کہ وہ حافظ قرآن ہیں بلکہ ان کے دوسرے اعلیٰ اوصاف ضرور ذکر کئے جائیں گے"۔[2]

الجواب: اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کا وصف آخری نبی ہونا آیتِ ختمِ نبوت میں بیان فرمایا، اس کے علاوہ دیگر بے شمار اوصاف متفرق مقامات پر بیان فرمائے ہیں۔ نانوتوی صاحب اس وصف کے ماننے کے منکر ہیں۔ وہ ایک وصف کو ہی تسلیم نہیں کر رہے

---

[1] تحذیر الناس، ص3، راشد کمپنی، دیوبند

[2] دیکھئے، دفاع، 1ص737، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

جس کے لئے نص قُرآنی موجود ہے اور اس کی خُود ساختہ تاویل کرر ہے ہیں۔ان کے نزدیک تأخرزمانی میں کچھ فضیلت نہیں۔ یہاں پر تو وہ اس کی فضیلتِ مطلقہ کا اِنکار کرر ہے ہیں لہٰذا موصوف کی مثال ہی درست نہیں بلکہ وقت کا ضیاع ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''پس ایسے ہی سمجھئے کہ مولانا محمد قاسم صاحب کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ خاتمیت زمانی میں بالذات فضیلت نہیں بلکہ بالعرض فضیلت ہے۔اس لئے لفظِ'' خاتم النبیین'' سے اگر صرف خاتمیت زمانی ہی مُراد لی جائے گی تو پھر مقام مدح میں اس کا ذکر کرنا کیونکہ [کیونکر] صحیح ہوگا۔ہاں اگر اس لفظ سے خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے گی تو پھر یہی لفظ مقام مدح کیلئے بہت زیادہ مناسب ہوگا۔کیونکہ یہ خاتمیت ذاتی حضور ﷺ کی نہایت اعلیٰ صفت ہے''۔[۱]

الجواب: نانوتوی صاحب کو نبی اکرم ﷺ کا آخری نبی ہونا باعثِ کمال نظر نہیں آتا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: دُوسرے رسول اللہ صلعم [ﷺ] کی جانب نقصانِ قدر کا احتمال کیونکہ اہلِ کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں،اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں''۔[۲]

(1) مطلب آخری نبی ماننے سے نعوذ باللہ نبی اکرم ﷺ کی شان گھٹنے کا احتمال ہوگا۔

(2) آخری نبی ہونا کمالات میں سے نہیں بلکہ نعوذ باللہ نانوتوی صاحب کے نزدیک ان احوال میں سے ہے جو (نعوذ باللہ) ایسے ویسے لوگوں کے احوال بیان کرنے کے لئے ذکر کئے جاتے ہیں۔

(3) آخری نبی ہونے کو نبی اکرم ﷺ نے مقام مدح میں ذکر فرمایا ہے۔خاتم النبیین کا

---

[۱] دفاع، ج1 ص737، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] تحذیر الناس، ص3، راشد کمپنی، دیوبند

معنی آخری نبی ہے، اور یہ معنی قطعی ہے، یہ معنی مُراد لیا جائے تو نعوذ باللہ دیوبندیوں کے نزدیک مقامِ مدح میں اس کا ذکر کیونکر صحیح ہوگا، پھر تو دیوبندیوں کے نزدیک قادیانیوں کی بات صحیح ہوئی کہ آیت خاتم النبیین مقام مدح میں ذکر کی گئی ہے اور آخری نبی ہونے میں مدح نہیں لہٰذا اس کا ترجمہ آخری نبی دُرست نہیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

''ہاں اگر اس لفظ سے خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے تو پھر یہی لفظ مقام مدح کیلئے بہت زیادہ مناسب ہوگا''۔ [1]

یعنی جو معنی اُمتِ مسلمہ نے سمجھا ہے اور جو خاتم النبیین کا قطعی اجماعی معنی ہے وہ اس جگہ پر موزوں نہیں تا آنکہ نانوتوی صاحب والا خاتمیتِ ذاتی والا مفہوم قبول نہ کرلیا جائے۔ لہٰذا وہ تمام مفسرین جو خاتم النبیین کا مفہوم ومطلب آخری نبی بیان کرتے رہے وہ تمام غلط ہیں اور غیر موزوں معنی کو بیان کرتے رہے (نعوذ باللہ) آخر میں موصوف نے بھی اتنا لکھا ہے کہ ''یہ خاتمیت ذاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت اعلیٰ صفت ہے''۔ [2]

اس مقام پر بھی موصوف کو یہ لکھتے ہوئے کہ '' آخری نبی ہونا باعتبارِ زمانہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان صفت ہے'' ہاتھ شل ہو گئے اور وہ نہ لکھ سکے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اعتراض نمبر ۱۰: نانوتوی صاحب نے کہا کہ موصوف بالعرض کا سلسلہ موصوف بالذات پر ختم ہوجاتا ہے اس طرح تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو ایمان اور صاحب علم نہیں ہونا چاہئے کہ تحذیر الناس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان اور علم سے موصوف بالذات ہیں باقی بالعرض۔ ملخصاً (عبارات اکابر ص ۱۹۹)

جواب: یہاں پر بھی آپ کو عبارت سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔

---

[1] دفاع، ج 1 ص 737، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج 1 ص 737، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

حضرت نے جو ارشاد فرمایا کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ موصوف بالذات ہمیشہ آخر میں آتا ہے بلکہ جب ہم موصوف بالعرض کے بارے میں سوچیں کہ یہ وصف کہاں سے آیا تو ہماری سوچ کی وہاں انتہاء ہو جائے۔

مثال: کائنات موجود ہیں کائنات میں بہت سی صفات وجود پائی جاتی ہیں مثلاً انسان سنتا ہے دیکھتا ہے مگر یہ صفات اس کی فانی ہے جب یہ فانی ہے تو اس کا وجود اپنا نہیں وجود ذاتی نہ ہوا بلکہ وجود عرضی ہوا تو کائنات وجود کے ساتھ بالعرض ہے اس کا وجود کسی ایسی ہستی سے آیا جسکا وجود اپنا ہے اور وہ اللہ ہے چونکہ اس کا وجود اپنا ہے اس لئے یہ سوچنا بالکل بے کار ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا۔

تو اب سمجھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایمان سے موصوف بالذات ہیں یعنی آپ علیہ السلام سب سے اول ایمان سے متصف ہیں اور باقی آپ کے واسطے آپ کے فیض سے متصف ہیں سو باقی افراد کا ایمان بالعرض ہوا اور آپ کا بالذات جس طرح مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

اور بالفرض یہی معنی ہو جو آپ لے رہے ہیں تب بھی ہمارے مخالف نہیں کہ نبی علیہ السلام ایمان کے جس درجہ پر فائز تھے یقیناً آپ علیہ السلام کو ایسا ایمان آپ کے بعد کسی کو حاصل نہ ہوا نہ ہو سکے گا"۔[1]

الجواب: عبارت کو سمجھنے میں خُود موصوف کو بہت بڑی غلطی لاحق ہوئی ہے۔ان پر جو اعتراض کیا گیا ہے وہ بالکل دُرست ہے۔اس لئے کہ نانوتوی صاحب یہ تقریر ذکر کرتے تھے اور اس تقریر کے متعلق ان کا یہ دعویٰ تھا کہ:

---

[1] دفاع، ج1 ص 737-738، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

''تأخرزمانی اورسد باب مذکور خُود بخود لازم آجاتا ہے''۔[1]

ان کی اس تقریر پر مذکورہ بالا اعتراض کیا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد کسی کو پھر ایمان بھی نصیب نہ ہو، نعوذ باللہ کیونکہ حسب تقریر نانوتوی صاحب آپ ﷺ ایمان اور علم سے موصوف بالذات ہیں اور باقی بالعرض، اور ایسی تقریر کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ اس کو تأخرزمانی لازم، لہٰذا حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی بھی صاحبِ علم اور صاحبِ ایمان نہ ہو۔ یہ تھا اعتراض کا خلاصہ جو موصوف کے جاہلانہ دماغ میں نہ آیا اور خواہ مخواہ بکواس لکھ دی۔ مگر ایک بات ایسی لکھی ہے کہ جس سے خُود نانوتوی کی مٹی پلید ہوتی ہے۔

موصوف لکھتے ہیں کہ: ''اس کا یہ مطلب نہیں کہ موصوف بالذات ہمیشہ آخر میں آتا ہے''[2]

یعنی موصوف بالذات والی تقریر کیلئے تأخرزمانی کا لازم ہونا ضروری نہیں، ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ موصوف بالذات کو تقدم زمانی حاصل ہو۔

مگر نانوتوی صاحب کا دعویٰ ہے کہ ''تأخرزمانی اورسد باب مذکور خود بخود لازم آتا ہے''۔[3]

لہٰذا موصوف کے ہی قلم سے ثابت ہوگیا کہ نانوتوی صاحب نے جو تقریر رقم کی ہے اُس کے لئے تأخرزمانی لازم نہیں کیونکہ اگر موصوف کے نزدیک بالذات کیلئے تأخرزمانی لازم ہوتی تو موصوف کیوں لکھتے کہ ''اس کا یہ مطلب نہیں کہ موصوف بالذات ہمیشہ آخر میں آتا ہے''۔ لہٰذا نانوتوی صاحب کی تقریر سے لازماً تأخرزمانی ثابت نہیں ہورہی۔

دیوبندی موصوف کی تحریر کے مطابق نانوتوی صاحب کی تقریر کا مستفاد دیوبندیوں کے نزدیک بھی شک والا بن جاتا ہے۔

(2) پھر موصوف نے لکھا ہے کہ:

---

[1] تحذیرالناس، ص4، راشد کمپنی، دیوبند

[2] دفاع، ج1 ص737، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[3] تحذیرالناس، ص4، راشد کمپنی، دیوبند

''اور بالفرض یہی معنی ہو جو آپ لے رہے ہیں تب بھی ہمارے مخالف نہیں کہ نبی علیہ السلام ایمان کے جس درجہ پر فائز تھے یقینا آپ علیہ السلام کو ایسا ایمان آپ کے بعد کسی کو حاصل نہ ہوا نہ ہو سکے گا''۔[1]

موصوف کا یہ جواب اُس وقت ہوتا جب حضورِ اکرم ﷺ دیوبندیوں کے نزدیک صرف کمالِ ایمان کے ساتھ موصوف بالذات ہوتے، مگر نانوتوی صاحب کے نظریے کے مطابق نفس ایمان کے ساتھ بھی حضور نبی اکرم ﷺ موصوف بالذات ہیں لہٰذا کوئی بھی صاحب علم وایمان نہ ہو۔

موصوف نے مغالطہ دینے کی کوشش کی مگر ان کا مغالطہ کامیاب نہ ہوا۔ اس لئے کہ نفس ایمان کے ساتھ بھی موصوف بالذات کی تقریر کلامِ دیابنہ سے ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے یہ اعتراض بالکل بجا ہے۔ پھر موصوف نے حصر حقیقی اور اضافی کی بحث کی ہے، مُلاحظ کریں:
''دفاع ص ۷۳۸، ۷۳۹''۔

اور اس کا جواب ''کشف القناع (تحفظ اہلسنت و جماعت) جلد اول، ص ۷۳ سے ص ۹۳ تک، میں موجود ہے، وہاں مُلاحظہ کریں۔

پھر موصوف نے اعتراض نمبر ۱۲ کے جواب میں خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین پر حصر نہ ہونے پر اجماع کے دعوے کو غلط قرار دیا ہے، اس کا جواب بھی ''کشف القناع'' جلد اوّل ص ۹۳ تا ص ۱۰۰ میں موجود ہے، مذکورہ مقام پر مُلاحظہ کریں۔

پھر موصوف نے آیت کے ظاہر و باطن کی بحث دفاع ص ۷۴۰ پر لکھی ہے جس کا جواب ''کشف القناع، جلد اوّل ص ۱۰۰ تا ۱۰۳ میں موجود ہے وہاں مُلاحظہ کریں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اعتراض نمبر ۱۳: آپ نے کہا کہ نانوتوی صاحب نے جو بات کی وہ اس سے پہلے بھی علماء

---

[1] دفاع، ج1 ص737، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

لکھ چکے ہیں حالانکہ نانوتوی صاحب خود اس کے منکر ہیں ان کا تو دعوی ہے کہ یہ مفہوم پہلی بار انہی کے ذہن میں آیا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آ گیا اور کسی طفل ناداں نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا''۔

اس سے معلوم ہوا کہ نانوتوی صاحب نے جو معنی بیان کئے وہ ان کے خود ساختہ ہیں۔

جواب: معترض صاحب کچھ تو خدا کا خوف کریں آپ نے ہر حال میں اپنی بات منوانی ہے چاہے اس کے لئے عبارت میں قطع و برید ہی کیوں نہ کرنا پڑے اس لئے کہ

ملاں آں باشد کہ چپ نشود

معترض صاحب نے تحذیر الناس کی عبارت سے جو نتیجہ نکالا ہے اس میں آپ نے سخت بد دیانتی اور خیانت کا مظاہرہ کیا ہے۔ حضرت نانوتوی۔۔اس عبارت میں سرے سے خاتم النبیین کے معنی کا ذکر ہی نہیں کر رہے ہیں''۔ [1]

الجواب: یہ خود موصوف کا بہت بڑا جھوٹ ہے اس لئے کہ نانوتوی صاحب نے اپنی بات کی ابتداء ہی خاتم النبیین کے معنی سے کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''بعد حمد و صلٰوۃ کے۔ قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اوّل معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم [صلی اللہ علیہ وسلم] کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔

مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے''۔ [2]

---

[1] دفاع، ج 1 ص 741، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] تحذیر الناس، ص 3، راشد کمپنی، دیوبند

اور پھر موصوف بالذات اور موصوف بالعرض کی تقسیم ذکر کر کے لکھا کہ:

سواسی طور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے"۔ [1]

اور پھر لکھا کہ:

"غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا"۔ [2]

ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کے معنی باعتبارِ زمانہ آخری نبی کو رَد کر کے ایک نیا معنی موصوف بالذات وموصوف بالعرض والا بیان کیا، اسکے متعلق خود لکھا کہ: "غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا"۔

اس سے ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی موصوف بالذات والے بیان کر رہے ہیں۔ لہٰذا موصوف کا جھوٹ ہے کہ نانوتوی صاحب خاتم النبیین کے معنی ذکر ہی نہیں کر رہے ہیں۔

مذکورہ عبارتیں ملاحظہ کریں اور موصوف کے جھوٹ کو آنکھوں سے بغور دیکھیں کہ وہ کس طرح جھوٹ پہ جھوٹ بولے جا رہے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اس عبارت میں تو اثر ابن عباس کی تاویل کا ذکر ہے اور فرمایا کہ اثر ابن عباس کی جو تاویل بعض علماء یا صوفیاء نے کی وہ درست معلوم نہیں ہوتی صحیح شرح وہی ہے جو میں نے لکھی"۔ [3]

الجواب: یہ بھی موصوف کا جھوٹ ہے اس لئے کہ نانوتوی صاحب نے اثر ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں کوئی تاویل نہیں کی بلکہ خاتم النبیین کے معنی میں تاویل کی ہے، اور

---

[1] تحذیر الناس، ص4، راشد کمپنی، دیوبند

[2] تحذیر الناس، ص13، راشد کمپنی، دیوبند

[3] دفاع، ج1 ص741، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اس کو اپنے اتباعِ ھویٰ کے لئے تختہ مشق بنایا ہے۔جن لوگوں نے اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں تاویل کی تھی اُن کا نانوتوی صاحب نے رَد کیا ہے، چنانچہ وہ خُود لکھتے ہیں:

''اور نیز یہ بھی واضح ہو گیا ہوگا کہ یہ تاویل کہ یہ اثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہے یا انبیاء اراضی ماتحت سے مبلغان احکام مراد ہیں ہرگز قابل التفات نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ باعث تاویلات مذکورہ فقط یہی مخالفت خاتمیت تھی۔جب مخالفت ہی نہیں تو ایسی تاویلیں کیوں کیجئے''۔[1]

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''ہم آپ کے سامنے حضرت نانوتوی۔۔کی پوری عبارت نقل کردیتے ہیں تاکہ عوام پر آپ کا دجل وفریب خوب واضح ہوجائے۔نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ اثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہے یا انبیاء علیہم السلام اراضی ماتحت سے مبلغان احکام مراد ہیں، ہرگز قابل التفات نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ باعث تاویلات مذکورہ یہی مخالفت خاتمیت تھی۔جب مخالفت ہی نہیں تو ایسی تاویلیں کیوں کیجئے۔جن کو مدلول معنی مطابقی سے کچھ علاقہ نہیں باقی رہی یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانئے تو ان کی تحقیر نعوذ باللہ لازم آئے گی یہ انہی لوگوں کے خیال میں آسکتی ہے جو بڑوں کی بات از راہ بے ادبی نہیں مانا کرتے، ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے المرء یقیس علی نفسہ یہ اپنا وطیرہ نہیں، نقصان شان اور چیز ہے اور خطاء ونسیان اور چیز ہے، اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہوگیا؟ گاہ باشد کہ کودکہ نادان بغلط بر ہدف زند تیرے

(تحذیر الناس:ص ۸۵،۸۶، ادارہ تحقیقات اہل سنت)''۔[2]

---

[1] تحذیر الناس،ص25،راشد کمپنی،دیوبند،وص34،دارالاشاعت کراچی

[2] دفاع،ج1ص 741-742،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

الجواب: موصوف نے جو عبارت نقل کی ہے اس سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں
(1) نانوتوی صاحب نے اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں کوئی تاویل نہیں کی۔
(2) جن علماء نے اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں تاویل کی تھی اور مبلغانِ اَحکام مُراد لئے تھے اُن کا نانوتوی صاحب نے رَد کیا۔
(3) نانوتوی صاحب کو اقرار ہے کہ اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں تاویل کی وجہ مخالفت خاتمیت تھی۔
(4) نانوتوی صاحب نے آیت خاتم النبیین اور خاتمیت کا ایسا مفہوم ذِکر کیا جس کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر یا آپ کے بعد بھی کوئی نیا نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا، اس لئے ان کا کہنا ہے کہ اس اثر کی اُن کی تاویل معنی خاتمیت میں کوئی مخالفت نہیں تو پھر اثر کی تاویل کیوں کی جائے۔
(5) نانوتوی صاحب کے خیال میں اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تاویل میں مبلغان احکام وغیرہ کو تسلیم نہ کرنے میں کوئی تحقیر لازم نہیں آتی۔
(6) نانوتوی صاحب کے بقول بڑوں نے بوجہ کم التفاتی اس اثر کو آیۃ خاتم النبیین کے مخالف سمجھ لیا اور ان کا فہم خاتم النبیین کے مفہوم تک نہیں پہنچ سکا تو اُن کی شان میں کیا نقصان آ گیا۔
(7) آخر نانوتوی صاحب اپنے بیان کردہ خاتم النبیین کے مفہوم کی تشریح کے متعلق کہتے ہیں کہ: "اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا"۔ [1]

ان باتوں سے ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک بھی خاتم النبیین کا جو معنی انہوں نے بیان کیا وہ ان کا خُود ساختہ ہے۔ اور وہ اپنے اس خُود ساختہ مفہوم کے متعلق کہہ رہے

[1] تحذیر الناس، ص26، راشد کمپنی، دیوبند

ہیں کہ: ''اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا''۔

جب نانوتوی صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ جو بات انہوں نے کہی ہے متقدمین ومتاخرین میں سے کسی نے نہیں کہی۔ تو پھر اس کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ:

''حقیقت ہے کہ حضرت نانوتوی۔۔۔ نے جو مؤقف پیش کیا وہ کوئی جدید مؤقف نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی علماء واکابرامت مختلف انداز میں ان باتوں کو بیان کر چکے ہیں''۔[1]

جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟۔ نانوتوی صاحب خُود اس کو اپنا تراشیدہ مفہوم قرار دے رہے ہیں اور دیوبندی موصوف جھوٹ پہ جھوٹ بولے جا رہے ہیں کہ یہ کوئی نیا مؤقف نہیں۔ اگر نانوتوی صاحب کا مؤقف نہیں تو انور شاہ کشمیری صاحب نے اس تقسیم کو اتباعِ ھویٰ کیوں قرار دیا اور حسین احمد ٹانڈوی صاحب کو یہ مؤقف متقدمین میں ملنا مشکل کیوں لگا؟

انور شاہ کشمیری صاحب اور حسین احمد ٹانڈوی صاحب کے حوالے سابقہ صفحات میں لگائے جا چکے ہیں۔ بہر کیف ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ یہ نانوتوی صاحب کا خُود تراشیدہ نظریہ ہے جس سے ختم نبوت کا اِنکار ہوتا ہے۔

تحذیر الناس پارلیمنٹ میں

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اعتراض نمبر ۱۴: مولانا نانوتوی نے تحذیر الناس لکھ کر مدعیان نبوت کیلئے دروازہ کھول لیا قادیانی تحذیر الناس کی عبارات کو لے کر مرزا قادیانی کی نبوت پر استدلال کرتے ہیں قادیانیوں کو نبوت کا دروازہ تم نے دکھایا۔ ۱۹۷۴ء میں مرزا ناصر نے پارلیمنٹ میں یہی تحذیر الناس پیش کی تھی اس وقت مولانا نورانی نے کہا تھا کہ ہم تمہاری طرح تحذیر الناس کے مصنف کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔

---

[1] دفاع، ج1 ص709، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

جواب: اگر مرزائیوں کا تحذیر الناس سے اپنے باطل عقیدے پر استدلال کرنے کی وجہ سے صاحب تحذیر مطعون ٹھہرائے جا سکتے ہیں اور مرزائیوں کے اس استدلال سے معاذ اللہ یہ بات سمجھ آتی ہے کہ تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار ہے العیاذ باللہ تو خدا کے بندے قادیانی تو حضرت نانوتوی۔ سے بھی پہلے کے جید اکابرین امت کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں ان کے متعلق کیا فتوی ہے۔۔؟

مولوی عمر اچھروی صاحب نے ''مقیاس النبوۃ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی اس میں ایک عنوان ہے

ادلہ مرزائیہ کے اجرائے نبوت کے جوابات (مقیاس النبوۃ ص ۴۴۷ ج ۲)

اس عنوان کے تحت قریباً ۱۰ آیات سے مرزائی استدلال پیش کر کے ان کا جواب دیا گیا ہے۔ جواب دیجئے آپ کے اصول کے تحت تو قرآن سے بھی معاذ اللہ ختم نبوت کا اجراء ثابت ہوتا ہے۔ ص ۵۶۳ پر یہ عنوان ہے:

بحث امکان نبوت از روئے حدیث کے جوابات

کہئے یہاں پر بھی آپ کا یہ اصول فٹ ہوگا۔؟

ص ۶۴۶ پر مرزائی نے مولانا روم کے اشعار پیش کئے۔ ص ۶۴۷ پر تفسیر قادری کا حوالہ پیش کیا۔ ص ۶۴۸ پر بہار [بحار] الانوار کا حوالہ پیش کیا۔ ص ۶۷۶ پر یہ عنوان ہے۔ جوابات دلائل امکان نبوت از اقوال بزرگان مرزائی نے پہلا حوالہ فتوحات مکیہ کا دیا دوسرا حوالہ عوارف ربانی سید عبدالکریم جیلانی [جیلی] کا دیا۔ تیسر [تیسرا] حوالہ ملا علی قاری کا دیا، چوتھا حوالہ شاہ ولی اللہ کا دیا، چھٹا حوالہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کا دیا۔ اس کے کچھ صفحات بعد فتاوی حدیثیہ کا حوالہ دیا۔ کہئے کیا یہ سب حضرات بھی ختم نبوت کے منکر تھے؟ معاذ اللہ کیونکہ مرزائی تو ان اکابر سے بھی استدلال کر رہے ہیں۔

مولوی عمر اچھروی صاحب کا تعصب ملاحظہ فرمائیں کہ جب مرزائی نے مولانا نانوتوی کی

عبارت پیش کی تو جواب دیا

باپ کی شہادت بیٹے کے لئے کسی مذہب میں بھی قبول نہیں (مقیاس النبوۃ:ص:۶۴۶)

شرم۔۔۔شرم۔۔۔شرم

قارئین کرام حقیقت یہ ہے کہ حضرت نانوتوی۔۔نے یہ کتاب لکھ کر مدعیان نبوت کیلئے دروازہ کھولا نہیں بلکہ ہمیشہ کیلئے بند کردیا ہے علم الٰہی میں پہلے سے معلوم تھا کہ مرزا غلام احمد کس پہلو سے عقیدہ ختم نبوۃ پر حملہ کرے گا اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت نانوتوی۔۔کے ذریعہ اس مغالطے کو پہلے سے زائل فرمادیں"۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف کا "تحذیر الناس" کے مقابلے میں "فتوحاتِ مکیہ"۔ملا علی قاری اور شاہ ولی اللہ کو پیش کرنا دُرست نہیں۔اس لئے کہ تمام اہلِ اسلام جانتے ہیں قُرآن وحدیث میں نبی اکرم ﷺ کا آخری نبی ہونا منصوص ہے،اور نئے نبی کی آمد کی تھوڑی سی بھی گنجائش نہیں،اسی طرح اکابرین اہل اسلام کی کتب وعبارات میں کوئی بھی ایسی بات موجود نہیں جس سے نبوت کا اجراء ثابت ہوتا ہو۔

قادیانی لوگوں کو مغالطہ دینے کیلئے ان اکابرین کی عبارات کو پیش کرتے ہیں لیکن کیا "تحذیر الناس" کی عبارات بے غبار ہیں؟اور کیا "تحذیر الناس" کو پیش کرنا بھی اسی طرح کی دُھوکہ دہی ہے،جس طرح وہ دیگر کتب کو پیش کرتے ہیں؟

اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کے لئے ہم موصوف کی رہنمائی "القسطاس" کی جانب کرتے ہیں۔"القسطاس" گنگوہی کے اُستاذ اور پھر دیوبندیوں کے نزدیک ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ ومجمع الفضائل محمد تھانوی کی تصنیف ہے۔دیوبندی محمد تھانوی کو بے شمار القاب کے ساتھ یاد کرتے ہیں(سابق میں حوالہ گزر چکا)انہوں نے اپنی کتاب "القسطاس" میں اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بنیاد بنا کر خاتمیت حضورِ اکرم ﷺ کا خُود تراشیدہ مفہوم بیان

---

[1] دفاع،ج1ص742تا744،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

کرنے والوں کا خُوب تعاقب کیا ہے۔

ان کی اس کتاب میں ''تحذیر الناس'' کے مندرجات کا شدید رَدّ موجود ہے۔ اور نانوتوی صاحب کے عقائد کو باطل وفاسد وخلاف اہلِ اسلام قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ''تحذیر الناس'' کی عبارات، مُلّا علی قاری، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وامام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی عبارات کی طرح نہیں بلکہ خُود ان لوگوں کے نزدیک بھی اِسلام کے خلاف ہیں جن لوگوں کی بزرگی وثقاہت کو دیوبندی بھی تسلیم کرتے ہیں۔

اس لئے یہ کہنا بالکل دُرست ہے کہ قاسم نانوتوی نے ہی قادیانیوں کے لئے راہ ہموار کی ہے اور سہولت کاری کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس لئے موصوف کا ''تحذیر الناس'' کی وکالت میں ملّا علی قاری وشاہ ولی اللہ ودیگر بزرگوں کا نام پیش کرنا بے سُود ہے اس لئے کہ ان کی عبارات بالکل بے غبار ہیں اور نانوتوی کی عبارات خُود دیوبندیوں کے مسلم اکابر کے نزدیک بھی خلافِ معتقدات اہل اسلام ہیں۔

پارلیمنٹ میں قادیانیوں نے تحذیر الناس پیش کی

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

''باقی یہ کہنا کہ کہ پارلیمنٹ میں مرزائیوں نے تحذیر الناس پیش کی تھی اور اس پر فتویٰ لگا سراسر جھوٹ اور بہتان ہے مجھے حیرت ہوتی ہے اس بات پر کہ اتنا بڑا جھوٹ کس طرح بغیر کسی مستند ثبوت کے بول دیا جاتا ہے اور افسوس اس پر ہوتا ہے کہ بعض حضرات بنا کسی ثبو [ثبوت] کا مطالبہ کرنے مغالطے کا شکار ہوجاتے ہیں اور آکر مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا واقعی ایسا ہوا تھا؟ پارلیمنٹ کی یہ ساری کاروائی ''تاریخی قومی دستاویز'' کے نام سے شائع ہوچکی ہے جس میں ایسی کوئی بات مذکور نہیں''۔[1]

---

[1] دفاع، ج1 ص744، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

الجواب: موصوف کا مطالعہ نہ ہونے کے برابر ہے، ہم پہلے ہی وضاحت کر چکے ہیں کہ موصوف چند حوالجاتی کتابوں تک چلتے ہیں۔ موصوف کی کتابیں سرقہ کے سہارے تیار ہوتی ہیں جس کے واضح ثبوت فراہم کئے جاچکے ہیں۔

''تحذیر الناس'' کا پارلیمنٹ میں پیش ہونے کا اقرار خُود دیوبندیوں نے بھی کیا ہے، چنانچہ غلام غوث ہزاروی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''مرزا ناصر احمد نے'' خاتم النبیین'' کا معنی بیان کرتے ہوئے مولانا محمد قاسم نانوتوی، شیخ اکبر، ملاعلی قاری وغیرہ حضرات کے نام لئے ہیں کہ یہ غیر تشریعی نبوت کو باقی سمجھتے ہیں حالانکہ ان حضرات کی مراد صرف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے وہ ہماری شریعت کو چلائیں گے اور کوئی شریعت نہیں لائیں گے نہ چلائیں گے اس کی خاطر انہوں نے بعض الفاظ لکھے''۔[1]

قاسم نانوتوی صاحب کی عبارت کی جو تشریح پارلیمنٹ میں کی گئی ہے اُس سے تو خُود دیوبندی بھی متفق نہیں اور اس کے خلاف دُوسری تشریح پیش کرتے ہیں۔

غلام غوث ہزاروی کا نانوتوی صاحب کی عبارت کی یہ تشریح پیش کرنا ثابت کر رہا ہے کہ ان کے زعم میں یہ بات ہوسکتی ہے کہ نانوتوی صاحب کی عبارت کی اصل تشریح اگر پارلیمنٹ میں پیش کی گئی تو پارلیمنٹ قادیانیوں کے ساتھ نانوتوی صاحب کو بھی کافر قرار دے گی۔ اس لئے نانوتوی صاحب کے قول کی یہ تشریح پیش کی اور تشریح کو تو خُود موصوف نے بھی قبول نہیں کیا۔

اس کے بعد موصوف نے'' تاریخی قومی دستاویز'' کی بات کی تو اُس میں ناصر قادیانی پر جرح والی کارروائی کا آغاز ۵ اگست سے شروع کیا گیا جبکہ ۳۰ جون سے کاروائی شروع

---

[1] جواب محضر نامہ ص66،

ہوئی، ۳۰ جون کو قومی اسمبلی میں پیش کی گئی، ناصر قادیانی نے محضر نامہ پڑھا تھا وہ کارروائی میں ذکر نہیں کیا گیا، حوالہ ملاحظہ کریں:

''قادیانی گروپ کے مرزا ناصر احمد نے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں ۵ اگست سے پہلے اپنا بیان پڑھا تھا''۔[1]

موصوف نے کتاب کو پڑھنے کی زحمت ہی گوارہ نہیں کی، بلکہ لگتا ہے کہ کتاب کی ابتداء کو بھی نہیں دیکھا، اس میں پانچ اگست کی تاریخ صاف صاف الفاظ میں موجود ہے۔ راقم کے پاس یہ کاروائی

proceedings of special committee of the whole .house hold in camera to consider the qadiani issue

اس پر لکھا ہوا ہے

official report monday the 5th august 1974

یعنی یہ کارروائی پانچ اگست سے شروع والی ہے۔

لہٰذا موصوف کو خُوش ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ قادیانیوں نے قاسم نانوتوی صاحب کا حوالہ پیش کیا تھا جس کا اقرار غلام غوث ہزاروی نے بھی کیا ہے اور ان کے پاس نانوتوی صاحب کے حوالے کا کوئی جواب نہ تھا اس لئے انہیں نانوتوی صاحب کے قول کی مصنوعی تاویل کرنی پڑی۔

اعتراض:

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

''الحمد للہ پارلیمنٹ میں یہ اعزاز اس نانوتوی کے روحانی فرزند مفتی محمود صاحب۔۔ کو

---

[1] قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ، ج1 ص5، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان وقادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا مؤقف ص136

ملا جس کو پُوری پاکستان قومی [پاکستانی قوم] نے اپنا نمائندہ سمجھتے ہوئے اس اہم مسئلہ پر مسلمانوں کی نمائندگی کا اعزاز بخشا اور یہ مفتی محمود اسی نانوتوی کا وہ روحانی فرزند ہے جس نے قادیانی محضر نامے کے جواب میں پارلیمنٹ میں مسلمانوں کی طرف سے محضر نامہ پڑھا جسے بعد میں ''ملت اسلامیہ کا موقف'' کے نام سے شائع کیا گیا۔ [۱]

الجواب: موصوف کے متعلق جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ ان کا مطالعہ انتہائی ناقص ہے۔اس لئے مکمل تاریخ سے ناواقفیت کے باوجود جامہ سے باہر آ جاتے ہیں اور اپنے اکابرین کی تعریف میں پُھولے نہیں سماتے۔

مفتی محمود نے جو محضر نامہ پڑھا اُس کو تو خُود دیوبندی غلام غوث ہزاروی نے بھی قبول نہیں کیا، چنانچہ اللہ وسایا دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ایم این اے نے اپنی طرف سے علیحدہ محضر نامہ تیار کیا تھا جسے مولانا عبدالحکیم ایم این اے نے ۳۰ اگست کے اجلاس کے آخری حصہ میں پڑھنے کا عمل شروع فرمایا جو ۳۱ اگست کے اجلاس کے اختتام تک مکمل ہو گیا''۔ [۲]

آخر مفتی محمود کے پڑھے ہوئے محضر نامہ میں کیا کمی تھی کہ غلام غوث ہزاروی کو علیحدہ محضر نامہ تیار کرنا پڑا جبکہ موصوف کا دعویٰ ہے کہ نمائندگی مفتی محمود نے کی تھی۔

اصل وجہ یہ ہے کہ مفتی محمود کے محضر نامہ میں قاسم نانوتوی صاحب کی عبارت کا کوئی بھی جواب موجود نہیں تھا۔غلام غوث ہزاروی نے اس کمی کو پُورا کرنے کیلئے علیحدہ محضر نامہ تیار کیا اور اس میں وہ مصنوعی تاویل بیان کی جس کا ذکر ہو چکا ہے۔

اور پھر جو محضر نامہ پیش کیا گیا بقول آلِ دیوبند اس میں تقی عثانی اور سمیع الحق کو حوالے فراہم

---

[۱] دفاع، ج1 ص744، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ، ص6، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان

کرنے کیلئے کچھ لوگوں نے مقرر کیا تھا، دیوبندی موصوف کے نزدیک ایسا عمل اِنتہائی برا ہے۔موصوف اس کوحوالوں کے لئے باقاعدہ بندے رکھنا قرار دیتے ہیں، لہٰذا اگر تقی عثمانی نے کوئی محضر نامہ تیار کیا ہے تو بھی کوئی تیر نہیں مار لیا۔

مفتی محمود دیوبندیوں کی سیاسی تحریک کے لیڈر تھے اور قومی اسمبلی کے ممبر بھی، اس لئے اس نے اپنی سیاسی قوت کا فائدہ لیتے ہوئے محضر نامہ پڑھا۔قادیانیوں کے خلاف قرارداد تو مولانا شاہ احمد نُورانی نے پیش کی تھی۔

بہر حال محضر نامہ پڑھنے کی وجہ سے نانوتوی کے گناہ دُھل نہیں جاتے بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر دیوبندیوں میں انصاف کا مادہ ہو تو وہ نانوتوی کو بھی اسی طرح کافر قرار دیں جس طرح قادیانی کو کافر کہتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

''پھر ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ کتاب پارلیمنٹ میں پیش ہوئی تھی تو نورانی میاں کیا کر رہے تھے؟ کیوں پارلیمنٹ سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ اس کتاب کے مصنف کو بھی معاذ اللہ کافر مانا جائے اور اس کتاب پر پابندی لگائی جائے؟ یہ کونسا انصاف ہے کہ بقول تمہارے جس کتاب سے مرزا قادیانی نے نبوت کا سبق سیکھا اس پر تو کوئی پابندی نہ ہو اس کے مصنف کے متعلق تو کوئی فیصلہ نہ ہو اس کے ماننے والوں سے تو تم ''محضر نامے'' پڑھواؤ اور مرزائیوں پر کفر کے فتوے کا مطالبہ ہو۔؟؟[1]

الجواب: پارلیمنٹ میں جب ''تحذیر الناس'' پیش ہوئی تو دیوبندیوں کا مفتی محمود دفاع میں ایک حرف بھی زُبان سے نہ نکال سکا۔غلام غوث ہزاروی نے جو تاویل پیش کی اُس کو خُود دیوبندی بھی تسلیم نہیں کرتے اور وہ دفاع میں خاتمیت ذاتی اور رُتبی جیسی باتیں لکھتے ہیں۔دیوبندیوں کا پارلیمنٹ میں ''تحذیر الناس'' کے مندرجات سے مکر جانا ثابت کر رہا

---

[1] دفاع، ج1ص745، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

ہے کہ وہ ''تحذیر الناس'' کے مندرجات سے خوفزدہ تھے اِس لئے کُھل کر ''تحذیر الناس'' کے مندرجات کی حمایت نہ کر سکے۔

سیاسی شعور رکھنے والے افراد جانتے ہیں کہ سیاسی قوت نہ ہونے کی وجہ سے بعض اوقات وقتی طور پر کچھ چیزوں سے صرفِ نظر کی جاتی ہے۔ پارلیمنٹ میں علماء اہل سنت کی سیاسی افرادی قوت نہ تھی۔ اگر علماء اہل سنت یہ مطالبہ کرتے تو دیوبندی اپنے آقاؤں قادیانیوں سے مل جاتے اور تعاقب قادیانیت کا سارا عمل سبوتاژ ہوجاتا۔ اس لئے علماء اہل سنت نے اس حکمت عملی پر عمل کرتے ہوئے کہ بعض اوقات سوئر کا شکار کتوں کے ذریعے بھی کیا جاتا ہے، پارلیمنٹ میں روافض ودیابنہ کو بھی شریک کرلیا تھا اور نانوتوی کی ذُریت کو زیادہ متحرک رکھا اس لئے کہ اندیشہ تھا کہ کہیں نانوتوی کی رُوح بیدار نہ ہوجائے اور یہ لوگ قادیانیوں سے مل نہ جائیں۔ اس لئے محضر نامہ پڑھوا کر ان کو پکا کرلیا گیا تا کہ یہ لوگ مکر نہ سکیں۔

بہرحال ہم پُرامید ہیں کہ وہ دن بھی اِن شاء اللہ آئیں گے جب قومی اسمبلی میں علماء اہل سنت کی اکثریت ہوگی اور دیوبندیوں و روافض کو قادیانیوں کی طرح کٹہرے میں کھڑا کیا جائے گا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

''اگر بریلویوں میں غیرت ایمانی ہے تو ہم انہیں چیلنج کرتے ہیں کہ اس جھوٹ کا کوئی ثبوت کسی غیر مستند حوالے سے ثابت کرے [کریں] ورنہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ [1]

الجواب: ہم غیر مستند نہیں بلکہ دیوبندیوں کے مستند حوالے سے ثابت کر چکے ہیں کہ پارلیمنٹ میں ''تحذیر الناس'' کو پیش کیا گیا تھا اور دیوبندیوں سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ موصوف اس حقیقت کو جھٹلا رہے ہیں اس لئے وہ خُود جھوٹے ہیں اور وہی آیت **''لعنۃ اللہ علی الکاذبین''** کے مصداق ہیں۔

---

[1] دفاع، ج1 ص745، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

''اور ہم یہاں بریلویوں سے یہ بھی کہیں گے کہ ملک میں آئین کی شق موجود ہے، قانون میں 295C کا موجود ہے تم کیوں عدالتوں کا دروازہ نہیں کھٹکٹاتے؟ کیوں اس کتاب پر مقدمہ نہیں کرتے؟ تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے''۔[1]

الجواب: موصوف چونکہ عدلیہ اور ملکی حالات سے آگاہ ہیں اس لئے عوام کو فریب دینے کیلئے اس طرح کی باتیں کرتے ہیں، ملک میں تو قتل عمد، چوری، ڈاکہ کی تعزیرات کے قوانین بھی موجود ہیں، پھر بھی ہزاروں قاتل، چور، ڈاکو دندناتے پھرتے ہیں، اور اُمراء و وزراء کی نااہلی کی وجہ سے قانون ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکا، اور خُود دیوبندی مولویوں کو جن لوگوں نے موت کے گھاٹ اُتارا اُن میں سے کتنے لوگوں کو دیوبندیوں نے ملکی قانون کی وجہ سے تختہ دار پر لا کھڑا کیا ہے۔

یہاں آسیہ ملعونہ جیسے گستاخ بری ہو جاتے ہیں اور غازی ملک ممتاز حسین قادری شہید، غازی علم الدین شہید رحمہا اللہ جیسے عاشقانِ رسول تختہ دار پر چڑھا دیئے جاتے ہیں۔اس لئے موجودہ دجالی نظام میں ''تحذیر الناس'' کے خلاف عدلیہ کے دروازہ پر دستک دینا فضول ہے۔جب لاکھوں چلنے والے کیسوں میں عوام کو انصاف نہیں مل سکتا تو ایک ایسے مسئلہ پر جس کے قائل کی معتقد ایک جماعت پارلیمنٹ، عدلیہ اور دُوسرے قومی اداروں میں موجود ہے اس پر کون سا انصاف ملے گا؟۔

باقی جہاں تک علماء کی عدالت کی بات ہے تو تقریباً ایک صدی قبل علماء حرمین و علماءِ برصغیر اس کتاب کو کفریہ قرار دے چکے ہیں۔ریاست ٹونک کے قاضی القضاۃ نے نانوتوی صاحب کے نظریات کو غیر اسلامی قرار دیا تھا۔

---

[1] دفاع، ج1 ص745، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں:

''اعتراض نمبر ۱۵: مولانا نانوتوی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسب ونسب سکونت ورنگ شکل وقد کو ان کی فضیلت میں شمار نہیں کیا حالانکہ ان کی فضیلت خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔ جواب: حضرت نانوتوی۔۔ مطلقا ان کے فضائل سے انکار نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان کا مقصود ہے کہ کسی فضیلت کے حصول کیلئے یہ چیزیں شرط نہیں''۔ [۱]

الجواب: نانوتوی جی نے مطلقاً فضائل میں ہونے سے اِنکار کیا ہے، نانوتوی جی کی عبارت ملاحظہ کریں:

''آخر اس وصف میں اور قدو قامت وشکل ورنگ وحسب ونسب وسکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں''۔ [۲]

اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے حسب ونسب وسکونت ورنگ وشکل وقدوغیرہ کو مطلقاً فضیلت میں ماننے سے اِنکار کیا ہے حالانکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ومناقب میں محدثین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن وجمال، رنگ مبارک وغیرہ کو ذِکر کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شُمار فرامین کو ذکر کیا ہے۔ اپنے نسب کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خُود اِرشاد فرمایا کہ:

"وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ"۔ [۳]

---

[۱] دفاع، ج1 ص745، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] تحذیر الناس، ص3، راشد کمپنی، دیوبند

[۳] أخرجه مسلم فی الصحیح، بَابُ فَضْلِ نَسَبِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم، وَتَسْلِيمِ الْحَجَرِ عَلَيْهِ قَبْلَ النُّبُوَّةِ (2276) عن وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُولُ: 'إِنَّ اللهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ"۔ والترمذی فی السنن، باب في فضل النبي صلى الله عليه وآله وسلم (3605) =

''اور (اللہ تعالیٰ نے) قریش میں سے بنو ہاشم کو چُنا اور بنو ہاشم میں مجھ کو منتخب فرمایا''۔

(2) یُونہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ:

"وَاخْتَارَ مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاخْتَارَنِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ فَأَنَا مِنْ بَنِي هَاشِمٍ مِنْ خِيَارٍ إِلَى خِيَارٍ"۔ [1]

یعنی اللہ تعالیٰ نے قریش میں سے بنو ہاشم کو چُنا اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا، مَیں بنو ہاشم میں سے ہوں سو مَیں نسل دَر نسل بہترین سے بہترین کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

(3) اسی طرح حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ

"وَقُرَيْشًا قِسْمًا فَكَانَتْ خِيَرَةُ اللّٰهِ فِي قُرَيْشٍ، ثُمَّ أَخْرَجَنِي مِنْ خَيْرِ مَنْ أَنَا مِنْهُ"۔ [2]

= = ، و ابن أبی شیبة فی المصنف، ج6ص 317(31731)، وأحمد فی مسنده (16986)، و (16987)،وابن أبی عاصم فی السنة ،ج2ص 632(1495)، و(1496)، وأبو یعلی فی مسنده، ج13ص469(7475)، و(7487)، و ابن حبان فی الصحیح، ج14ص 135(6242)، و(6333)، و(6475)، وغیرهم من حدیث واثلة بن الأسقع رضی اللہ عنه۔

[1] أخرجه الحاکم فی المستدرک، ج4ص83(6953)، و(6954)

وانظر لحدیث ابن عمر رضی الله عنهما :الإشراف في منازل الأشراف لابن أبی الدنیا (343)، والضعفاء الکبیر للعقیلی، ج4ص 388، والمعجم الأوسط للطبرانی، ج6ص 199 (6182)، وفی المعجم الکبیر، ج12ص 455(13650)، و دلائل النبوة لأبي نعیم الأصبهاني(18)، ودلائل النبوة للبیهقی، ج1ص 171، وفی شعب الایمان، ج2ص 520(1330)، و(1493)

[2] أخرجه الطبرانی فی الأوسط، ج4ص135(3802)

یعنی ان میں سے ایک قسم قریش کی بنادی، پھر اللہ تعالیٰ کا انتخاب قریش میں سے تھا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان بہترین لوگوں میں بھیج دیا جن میں مَیں ہوں۔

(4) اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ:

"أَنَّ اللّٰهَ اخْتَارَ الْعَرَبَ عَلَى النَّاسِ، وَاخْتَارَنِي عَلَى مَنْ أَنَا مِنْهُ، ثُمَّ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ"۔ [1]

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے عربوں کو چُنا اور مجھے ان پر چُنا جس خاندان سے مَیں ہوں، پھر مَیں محمد بن عبداللہ ہوں، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(5) یُونہی حبشی بن جنادہ (مختلف فی صحبتہ) کی روایت میں ہے کہ:

"إن الله تعالى اصطفى العرب من جميع الناس واصطفى قريشا من العرب واصطفى بني هاشم من قريش واصطفاني من قريش واختارني في نفر من أهل بيتي علي وحمزة وجعفر والحسن والحسين"۔ [2]

(6) حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"ثُمَّ اخْتَارَ مِنْهُمْ قُرَيْشًا، ثُمَّ اخْتَارَ مِنْهُمْ بَنِي هَاشِمٍ، ثُمَّ اخْتَارَنِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ"۔ [3]

اسی طرح عمرو بن دینار، زید بن اسلم، اور عبداللہ بن عبید اللیثی رحمۃ اللہ علیہم سے بھی بطور شواہد مرسل روایتیں موجود ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ "تحذیر الناس" کی یہ عبارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین مبارکہ کے خلاف ہے۔ نانوتوی صاحب نے اگر فقہی کتب کو ہی پڑھ لیا ہوتا تو بھی ایسا کہنے

---

[1] أخرجه ابن سيد الناس في عيون الأثر في فنون المغازي والشمائل والسير، ج1 ص27

[2] أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق، ج14 ص172

[3] أخرجه ابن سعد في طبقات الكبرى، ج1 ص20

کی جرأت نہ کرتے کیونکہ فقہی کتب میں کفو کے مسائل موجود ہیں اس سے بھی نسب کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ بہرکیف موصوف کی تاویل دُرست نہیں، نانوتوی صاحب نے فضائل میں سے ہونے کا مطلقاً انکار کیا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف نے نانوتوی صاحب کے دفاع میں مندرجہ ذیل حوالے نقل کئے ہیں:

''میاں شیر محمد شرقپوری فرماتے ہیں'' مجھے تمام نبیوں کے حلیے دکھائے گئے بعض نبی ایسے دیکھے کہ ان کا بدن بھینس کے چمڑے کی طرح تھا اور بال بھی ان کے بھینس کے بالوں کی طرح تھے بندہ نے عرض کیا کہ اگر حبش میں نبی ہوئے ہوتے تو ان کے حلیے اس طرح کے ہوں گے'' (خزینہ معرفت ص ۳۴۶)

مولوی عبدالاحد قادری لکھتا ہے:

''رنگت کا سیاہ ہونا نبوت کے منافی بھی نہیں کیونکہ ایک قول یہ ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام میں نبوت اور رنگ سیاہ ہونا دونوں باتیں جمع تھیں''۔ (رسائل میلاد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۳۱) مولوی فضل رسول بدایونی لکھتے ہیں:

''کفر اور اس جیسی باتوں سے سلامتی یہ نبی کے والدین کیلئے شرط نہیں جیسا کہ آزر (ابراہیم علیہ السلام کا باپ) اور اس جیسے دوسرے لوگ''۔ (المعتقد المستند ص ۱۸۲)''۔[1]

الجواب: موصوف کے مندرجہ بالا حوالے نقل کرنا صرف کتاب کی ضخامت بڑھانے کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ ان حوالوں میں کوئی ایک ایسی بات نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ رنگ ونسب، قدوقامت وسکونت وغیرہ کا فضائل میں کچھ دخل نہیں جیسا کہ نانوتوی جی نے لکھا ہے۔ موصوف نے پہلا حوالہ جو ''خزینہ معرفت'' کا لکھا ہے اُس میں بھی یہ بات تو موجود نہیں کہ رنگ ونسب کا فضائل میں کچھ دخل نہیں، اسی طرح مولوی عبدالاحد کے حوالے

---

[1] دفاع، ج1 ص745-746، مکتبہ ختم نبوت، پشاور۔

میں بھی ایسی کوئی بات نہیں، پھر موصوف نے "المعتقد المستند" کو حضرت شاہ فضل رسول بدایونی رحمہ اللہ کی تصنیف قرار دیا ہے، جبکہ "المعتقد المنتقد" حضرت شاہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ موصوف نے جو حوالہ نقل کیا ہے وہ "المعتقد المنتقد" کا ہے نہ "المعتقد المستند" کا۔

"المعتقد المستند" سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے نا کہ حضرت فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ کی، اور اس حوالے میں بھی ایسی کوئی بات نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ رنگ ونسب کا فضائل میں کچھ دخل نہیں۔

بحث تو نانوتوی جی کی عبارت پر ہے مگر موصوف غیر متعلقہ عبارات پیش کر کے عوام الناس کو مغالطہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ الغرض نانوتوی جی نے جو لکھا ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے شُمار فرامین کے خلاف ہے۔ موصوف کا اس کے دفاع میں اُن حوالوں کو پیش کرنا صرف صفحات کی ضخامت کو بڑھانا ہے اِس کے سوا اور کچھ نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''تحذیر الناس پر مزید تفصیل دیکھئے حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی ۔۔کی ''مناظرہ عجیبہ'' اور ''تنویر النبر اس'' اور محقق اسلام علامہ ابوایوب قادری صاحب مدظلہ العالی کی کتاب ''دفاع ختم نبوت اور صاحب تحذیر الناس'' مطبوعہ دار النعیم لاہور کا مطالعہ کریں''۔[1]

الجواب: ان کتابوں میں سے سرقہ کرنے اور بزعم خُود ان کے چیدہ چیدہ دلائل جمع کرنے کے بعد خُود موصوف نے کون سا تیر مار لیا جو ان کے مطالعہ کے بعد نانوتوی جی کا کفر رفع ہو جائے گا؟ ان کتابوں کے مطالعہ سے تو ثابت ہوتا ہے کہ نانوتوی صاحب بُری طرح پھنسے ہیں۔ اُن پر اُن کے زمانے میں بھی مختلف علماء نے اعتراض کئے تھے، جن کا براہِ راست اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تلمذ کا تعلق نہ تھا۔ اُس وقت کے علماء کے اعتراضات

---

[1] دفاع، ج1 ص746، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ برصغیر میں ''تحذیر الناس'' کے خلاف اُس وقت بھی آواز اُٹھی جب سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ''حسام الحرمین'' میں علمائے حرمین سے فتوے حاصل نہیں کئے تھے۔ لہٰذا دیوبندیوں کی جانب سے جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نانوتوی جی کے تین اقوال کو ایک جگہ لکھ کر مفہوم مسخ کر دیا، بالکل غلط ہے، بلکہ ان کتابوں کے مطالعے سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس وقت دیگر علماء کو بھی ان عبارات پر خدشات تھے اور وہ بھی ان مندرجات کو دُرست نہ سمجھتے تھے۔

جہاں تک ''دفاعِ ختمِ نبوت اور صاحب تحذیر الناس'' کی بات ہے تو اسی کتاب سے سرقہ کر کے موصوف نے اس مضمون کو تیار کیا ہے، جس کی باحوالہ نشاندھی کر دی گئی اور ساتھ میں موصوف کے ردّ کے ضمن میں موصوف کے ممدوح کی جہالتوں کو طشت اَز بام کر دیا گیا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''خاتم النبیین ہونا حضور ﷺ کی صفت خاصہ نہیں۔ (نعوذ باللہ) اس عنوان کے تحت رضا خانی لکھتا ہے: ''ہر زمین میں اس زمین کا خاتم ہے''۔ (تحذیر الناس، ص:۳۱) جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ باوجودیکہ بادشاہ ہے مگر بادشاہ ہفت اقلیم کا محکوم ہے ایسے ہی ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہی ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع'' (تحذیر الناس، ۳۴) اس زمین کے انبیاء علیہم السلام ہمارے خاتم النبیین ﷺ سے اس طرح مستفید و مستفیض ہیں جیسے آفتاب سے قمر و کواکب باقیہ بلکہ اور زمینوں کے خاتم النبیین بھی آپ سے اسی طرح مستفید و مستفیض ہیں''۔

(تحذیر الناس، ص: ۳۲) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۲۷، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۴)''۔

الجواب: یہاں مکمل عبارات پیش نہیں کی گئی ہے، مکمل عبارت مُلاحظہ ہو:

''عرض ہے کہ ہر زمین میں اس زمین کے انبیاء علیہم السلام کا خاتم ہے پر ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے خاتم، آپ کو ان کے ساتھ وہ نسبت ہے جو بادشاہ ہفت اقلیم کو خاصہ کے ساتھ نسبت ہوتی ہے جیسے ہر اقلیم کی حکومت اس اقلیم کے بادشاہ پر اختتام پاتی ہے چنانچہ اس وجہ سے اس کو بادشاہ کہا آخر بادشاہ وہی ہوتا ہے ایسے ہی زمین کی حکومت نبوت اس زمین کے خاتم پر ختم ہو جاتی ہے پر جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ باوجودیکہ بادشاہ ہے پھر بادشاہ ہفت اقلیم کا محکوم ہے ایسے ہی ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع ہے جیسے بادشاہ ہفت اقلیم کی عزت اور عظمت اپنی اس اقلیم کی رعیت پر حاکم ہونے سے جس میں خود مقیم ہے اتنی ہی سمجھی جاتی ہے جتنی بادشاہ ان اقلیم باقیہ پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسے ہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و عزت اپنی اس رعیت پر حاکم ہونے سے جس میں خود مقیم ہے اتنی نہیں سمجھی جاتی جتنی بادشاہان اقالیم باقیہ پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور عظمت فقط اس زمین کے انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہونے سے نہیں سمجھی جاسکتی جتنی خاتمین اراضی سافلہ کے خاتم ہونے سے سمجھی جاتی ہے''۔

(تحذیر الناس، ص:۳۱، ۳۲)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ شروع کی ڈیڑھ سطر اور آگے کی مثال جو حضرت ۔۔۔ کے مؤقف کو بالکل واضح کر رہی تھی، جان بوجھ کر اس خائن نے پیش نہیں کی حضرت کا مقصود یہ ہے کہ آپ کی صفت خاصہ جو خاتم النبیین کی ہے وہ ساتوں زمیوں نے [زمینوں کے] اعتبار سے ہے جس میں آپ کی چھ گنا بڑھ کر فضیلت ہے باقی زمینوں میں تو خاتم ہیں پر وہ اپنی زمینوں کے اعتبار سے خاتم ہیں لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت خاصہ خاتم النبیین جو تمام زمینوں کے اعتبار سے ہے اس میں کوئی فرق نہ پڑا اور نہ اس صفت خاصہ میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہے۔ لیکن چونکہ رضا خانی اس فضیلت کے منکر ہیں اس لئے اسکا نہ صرف

انکار کر دیا بلکہ اس پر ایک گھناؤنا عنوان بھی قائم کر دیا"۔ [1]

الجواب: نانوتوی صاحب پر جو اعتراض کیا گیا ہے وہ بالکل دُرست ہے۔ نانوتوی صاحب کے اس نظریے کو خُود دیوبندیوں کے ممدوح محمد تھانوی صاحب نے بھی رڈ کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"خواتم ستہ مفروضہ کی شرکت فی النبوۃ قطع نظر کا خاتمیۃ سے جو کہ ایک امر لاحق ہے کہ جس کی شاعت بخوبی معلوم ہو چکی کہ خلاف عقیدۂ اہلِ اسلام ہے، پس بعض اقوال بر سبیل تمثیل و تمثال مثال مندرج بعض تحریرات جو نظر سے گذریں کہ وجود خواتم ستہ اور وجود باوجود حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمشابہ پادشاہان اور شاہنشاہ تجویز کیا جاوے معطل اور بے کار ہو گئی اِس واسطے کہ حاصل المعنی مانحن فیہ یہ ہوا خاتم الخاتمین اور خاتم الخواتم اور حالانکہ یہ لقب خلاف لقبِ شرعی نصی القرآن اور نصی الاخبار والآثار ہے کہ لقب شرعی نصی مذکور خاتم النبیین ہے نہ خاتم الخاتمین اور نہ خاتم الخواتم، بلکہ اگر خواہ مخواہ ضرورتِ نظیر ہی تھی تو یہ نظیر دی جاتی تو مضائقہ نہ تھا مثلاً ایک عورت جو آزاد ضرہ یعنی ثبوتِ سوکن سے محفوظ اور دُوسری مبتلاء بائن بلاء ہے اور حالانکہ وہ محبوب اور مرغوبِ شوہر بھی ہے اور وہ ضرہ اُس کی مبغوض اور منفور شوہر بھی ہے، پس اب دیکھنا چاہئے کہ بِلا غبار اور صاحبِ عزت باوقار اور باخاطر جمع بصاحبِ اعتبار اِن دونوں میں سے کون ہے، اگر چہ اور ایسی اَمثلہ ایراد ذیل اس قسم کی تحقیقات کی نہیں سوا حشوِ کلام کے اور سخنانِ دلاویز رسم آشام اور کچھ نہیں، مگر تاہم باہم پیرایہ سخن اور کسوتِ کلام میں آئے لہٰذا ہر کلامی را۔۔۔است اور از آنجملہ پھر تائید اس کی تجویز فرمائی ساتھ ایک نبی اُولوالعزم یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آخر زمان میں، ہمراہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ، اتباع اسی شریعتِ غرا اور ملّتِ بیضاء سمحاء سہلہ یسیرہ کے

[1] دفاع، ج1 ص746-747، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

بعد نسخ شریعت اُس کی کے بدون نسخ مرتبہ نبوت سابقہ قدیمہ اُس کی کے ساتھ ابقاءِ رسم واسم مرتبہ نبوت مذکُورہ کے، یعنی نبوت من حیث الاتباع والعمل باعتبارِ ما کان جو سابق میں تھے واسطے اظہار مرتبہ نبوت اور رسالت اور نیز خاتمیت بدون شتی اور بغیر استظہار کسی اور شریعت کے اور نبوت کی اسقدر مضبوطی اور احکام بدین آب وتاب فرمائی کہ باید وشاید کہ جس کا خُود اعتراف حضرت عیسوی شاہد عدل ہے نسبت انکار کے امامت کرانے سے ہنگام طلب امامت صلوٰۃ مسجد اقصیٰ میں وقتِ عصر بجر درونق افروزی منارۂ شرقی پر۔۔۔۔ یعنی دو کپڑا سفید یا زَرد علیٰ اختلافِ تفسیر اللفظ کہ جس سے حلیہ عبارت ہے ایک چادر اور ایک ازار یعنی تہبند اور پر مونڈھے دو فرشتوں کے اور پھر طلب کریں گے واسطے اُترنے کے صحن مسجد مذکور میں زینہ کو۔

خیر بعد اللتی واللتیا مسلم کہنا حضرت عیسوی علیہ السلام کا امامتِ صغری کو اور اُوپر مہدی علیہ السلام کے بموجب اَرجح روایات فی ہذا الباب ثابت۔

اور نیز امامتِ کبریٰ کا بھی مسلّم رکھنا نسبت اُن کے ثابت بدین لفظ کہ مَیں تو واسطہ قتل دجال لعین آیا ہوں، بعض تمہارا امام ہے اُوپر بعض کے، اور نیز طلب کرنا ساز وسامان اسی قسم کا سیف وسنان اور نہ مشغول ہونا اکثر طرف اِہتمام اور احکامِ شرائع کے، اُمورِ تعبدی کیا اور اُمورِ تسلطی کیا، اور اُمور معاشیہ کیا اور معاویہ کیا تازیست حضرت مہدی علیہ السلام اور پھر بعد وفات حضرت مہدی علیہ السلام متکفل ہونا اِہتمام کا نسبت پُوری شریعتِ محمدیہ [صلی اللہ علیہ وسلم] ملّت سمحاء بیضاء احمدیہ کے علیٰ سبیل الاتباع کہ مرتبہ نیابت در نیابت سے خاص اسی مضمون میں اس جہتِ خاص مذکور سے یعنی انتظام امامتِ صغریٰ وکبریٰ سے صریح صاف خبر دیتا ہے محض واسطے اظہارِ شان عالی شان حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نیز اظہار استعداد افراد احاد علماء اُمناء خلفاء اس اُمت عالی رتبت باعظمت کے یہ امر خُود دلیل بعدیل ہے کیونکہ اگر بالفرض حسب مزعوم زاعمین خواتم مفروضہ آتے تو وہ کیا کرتے، جبکہ ایسے نبی

اُولوالعزم انبیاء پیشین سابقین یقینی الثبوت مسلم التسلیم متحقق الوجود منصوص ـ ـ ـ ـ ـ الایمان بالاتفاق من حیث التشخص بنص الاحادیث والقرآن کی طرف سے تفویض زمام اُمت خاتمیہ طرف عمائد اوراراکین اور دعائم اور اساطین آئمہ اس ہی اُمت خیرالامت کے ظہور میں آئی تو خواتم ستہ کی تو ضرورت بطریق اولیٰ بل بطریق اوجب اورآکد نہیں پائی جاتی حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قطع نظر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے بھی یہ ہی سامان تیار ہے کہ حدیث صحیح ہے:

"لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا اتِّبَاعِي" [1]

بلکہ خود فرزندِ دلبند حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام، صاحبزادہ جو شکم سے حضرت ماریہ قبطیہ کے تھے، اُن کے حق میں ارشادِ نبوی ﷺ ہوا:

"لو عاش ابراهیم بعدی لکان نبیا". [2]

---

[1] فقد روى أبو عبيد في غريب الحديث، ج3 ص29، والبغوي في تفسيره، ج1 ص240، وفي شرح السنة، ج1 ص270 (126)، وفي الأنوار في شمائل النبي المختار، ج1 ص771 (1235)، والبيهقي في الشعب، ج1 ص347 (175)، من طريق هُشَيمٌ أَخْبَرَنَا مُجَالِدٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ـ ـ ـ الحديث.

وأخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، ج5 ص312 (26421)، وأحمد في مسنده، ج23 ص349 (15156)، وابن عبد البر في جامع بيان العلم وفضله، ج2 ص805 (1497)، بلفظ: "لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي".

وأخرجه أحمد في مسنده، ج22 ص468 (14631)، وأبو يعلى في مسنده، ج4 ص102 (2135)، بلفظ: "لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ، مَا حَلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي".

[2] أخرجه أحمد في مسنده، ج19 ص359 (12358)، من حديث أنس بن مالك رضي الله عنه، بلفظ: "لو عاش إبراهيم ابن النبي ﷺ، لكان صديقا نبيا". وقد تقدم الكلام

اورمزید تحقیق اس حدیث شریف کی عنقریب آتی ہے تحتِ تحقیق آیت خاتمیت کے یعنی
{وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ}[1]

کےاورنہ ہونا کسی نبی کا ہم عصر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے باعتبارِ زمان حیات شریف کے، جو عبارت ہے زمانِ حال سے، جیسا کہ بعد وفات شریف عبارت ہے زمان استقبال سے، اس واسطے کہ درحقیقت از ابتداء بعثت تا انقراضِ زمان وزمانیان آپ ہی کا زمان ہے بسبب عدم نسخ شریعت، چنانچہ اس حدیث سے بھی ثابت ہے

لو عاش ابراہیم بعدی لکان نبی ۔۔۔وفاتی پس عدم حیات حضرت سیّدنا ابراہیم صاحبزادہ عالی صفات کا بموجب قولِ مختار۔۔۔کلمہ لو کے، جیسا کہ قول ابنِ حاجب اسی قسطاس میں گذرا، تو معلوم ہوا اگر ہم عصر ہونے۔۔۔زمان حیات شریف میں، جو عبارت ہے زمان حال سے، خیال ہوتا تو صرف قید بعدیت کی نہ ہوتی، ہمعصریہ کو بھی اِس خیال میں دخل ہوتا کیونکہ یہ ہر دو زمان اس باب میں متساوی۔۔۔۔اس کی نسبت بھی کچھ ایسا ہی ارشاد ہوتا اور عذرِ عمر شریف شیر خوارگی صاحبزادہ کا دربارۂ تجویزِ نبوت کی نسبت اُن کی بدلیل ثبوتِ نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایسی ہے عمر میں مرتفع ہے

قولہ تعالیٰ: قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا. قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ، الآیۃ[2]

پس ظاہر ہوا کہ نہ کوئی نیا نبی آپ کا ہم عصر ہے یعنی زمانِ حیات شریف میں اور نہ کوئی بعد میں وفات شریف کے، پس ایرادِ لفظ بعدی حدیث شریف مذکور میں واسطہ قطع شدت واہمہ وجودِ نبوتِ جدیدہ مستقلہ غیر مستقلہ کے ہے نسبت زمان بعد وفات کے جو بظاہر زیادہ مخل خاتمیت ہے اگرچہ وجودِ نبی مذکور ہمعصر ہو یا بعد عصر ہو کہ وہ ایک ہی عصر ہے دراصل، اور یہ

[1] [الأحزاب:40]

[2] [مریم:29-30]

تفریق عصر جو باعتبار عبارات مذکورہ کے ہے بالضرور مستوجب شرکت فی النبوۃ ہے، جوکہ قطعاً وقاطبۃً خلاف عقیدۂ اسلام ہے۔ قطع نظر خاتمیت سے کہ ایک امر لاحق ہے یہ ہی امر شرکت کافی تھا لیکن ادراک اس کا ایک امر خفی تھا بخلاف خاتمیت کے کہ وہ امر جلی ہے کہ نظر اندازی اور دیدہ دوزی اُس کی طرف خواص وعام اُمت کے بعد وفات شریف حضرت خاتم النبیین ﷺ کی زیادہ تر تھی، لہٰذا یعنی لہٰذا الخیال المذکور لفظ بعدی اس حدیث شریف

"لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ"۔ [1]

میں اِرشاد ہوا اور نیز بموجب تفسیر صاحبِ تفسیر مدارک التنزیل کے لفظ بعدی کو آیت:

"رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي" [2]

میں "ای من سوائی" [3] کے تفسیر کیا ہے، پس معنی اس حدیث شریف کے یہ ہیں، جو ہوتا سوا میرے کوئی نبی نیا، میرے عہد میں، جو عبارت ہے روزِ بعثت میری سے تا قیام قیامت، تو البتہ ہوتا عمر رضی اللہ عنہ، پس اس صورت میں عام ہے اور شامل ہر دو زمان حیات اور

---

[1] أخرجه الحاکم فی المستدرک، ج3ص93(4495)، والقطیعی فی جزء الألف دینار ص305(199)، والکلاباذی فی بحر الفوائد المشهور بمعاني الأخبار، ص282، وابن شاهين فی شرح مذاهب أهل السنة، ص198(140)، وابن سمعون فی الأمالی، ص122 (61) وأبو نعیم فی فضائل الخلفاء الأربعة، ص 89(86) وابن عساکر فی المعجم، ج 2ص920(1168)، من طریق بَكْرِ بنِ عَمْرٍو، عَنْ مِشْرَحِ بنِ هَاعَانَ، عَنْ عُقْبَةَ بنِ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: "لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ"۔ وقال: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، ووافقه الذهبی فی التلخیص، وقد تقدم تخریجه

[2] [ص:35]

[3] مدارك التنزيل وحقائق التأويل، ج3ص156، لكن فيه: أي دوني

وفات کو، اور اگر یہ قید عہد کی مراد نہ ہو بلکہ عام ہو جمیع عہود کو، یعنی زمان قبل بعثتِ مذکور کو شامل ہو تو خلافِ واقع ہے کیونکہ زمانِ سابق میں سب انبیاء علیہم السلام آپ کے سوا ہوئے ہیں موافقِ نصوصِ قطعیہ قولہ تعالیٰ: "قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ"[1]

اور قید نئے نبی کی ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، جو قدیم نبی ہیں، زمانہ بعد وفات شریف میں نازل ہوں گے، وہ آپ ہی کا زمانہ ہوگا، پر معنی اس حدیث شریف مذکور کے جاننا چاہئے کہ عدم نبوت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سبب ہوا واسطے عدم نبوت کسی نبی کے سوائے ذاتِ بابرکات حضرت خاتم النبیین ﷺ کی برابری کہ ہم عصر ہو یعنی زمانِ حیات شریف یا بعد عصر ہو یعنی زمان بعد وفات شریف موافق تشقیقِ زمان اہلِ اشتباہ کے، اگرچہ لفظ بعدی عام تھا مگر مستثنیٰ شرعی ہے اور دفعیہ اس محذور کا کہ استدلال اس مطلب پر کہ جمیع رُسل پہلے خاتم النبیین ﷺ سے گذر چکے، ساتھ اس آیت مذکورہ کے، بذریعہ لام اِستغراق کے، جو الرسل میں ہے، صحیح نہیں ہے، کیونکہ صریح قول اللہ تعالیٰ میں ایسا ہی الف لام ہے مثل اسی عبارت کے، قولہ تعالیٰ: "مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ"۔[2]

بدیں طور ہی کہ علم اُصول میں متقرر ہے علی حسب قابلیۃ المقام کما فی نور الانوار وفی الکشف فالمطلق المجرد عن الدلائل یحمل علی الادنی لانہ متیقن فاذا وجدت الدلائل یحمل علی الکل[3] پس واسطے اس کے تمیز کی میزان ہے قرائن

[1][آل عمران:144]

[2][المائدۃ:75]

[3]انظر:

یعنی کشف میں ہے کہ دلائل سے مجرد مطلق کو ادنیٰ پر محمول کیا جائے گس کیونکہ یہ یقینی ہے پس جب دلائل پائے جائیں گے تو کل پر محمول کیا جائے گا

شرعی تا کہ کوئی محالِ شرعی لازم نہ آوے، اور کبھی قرائنِ عقلی بھی منظم ہوتے ہیں، یہ امر یُوں ہے، بِلاقرینہ مہمل نہیں، پس اس آیتِ مسیحیہ میں الف لام واسطے عہد کے ہے، بخلاف اُس آیت محمدیہ کے یعنی وما محمد الا رسول الآیۃ کہ اُس میں واسطے اِستغراق کے ہے بنسبت جمیع افراد باقیہ رُسل کے، سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، ورنہ ثبوتِ خاتمیت ہوتا ہے درحقیقت واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، درصورت گذر جانے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ذیل میں تمام رُسل کے بصورت لام استغراق کے آیت مسیحیہ میں، اور نیز علیٰ ہذا القیاس بصورتِ لام عہد کے بیچ آیتِ محمدیہ کے لازم آتا ہے نسخ شریعتِ محمدیہ اور سلب خاتمیت اُن کی کا یا شرکت فی النبوۃ المحمدیہ بوجہ آنے اور انبیاء باقیہ کے بوجہ دین محمدی واصب دائم کے تا قیام ساعت، غرض کہ بہر دوصورت تسویہ ہر دو آیت موصوفہ یعنی تسویہ عہدیہ اور تسویہ استغراقیہ میں ۔۔۔شکل اصلیت میں یعنی بصورتِ استغراق آیت مسیحیہ میں اور عہد آیت محمدیہ میں خالی اِستحالجات عقلیہ اور شرعیہ سے نہیں ہے، اور بنظر غور اگر دیکھئے تو دراصل اس آیتِ محمدیہ میں لام اِستغراق ہی نہیں ہے مثل لام استغراقیہ ربّ العالمین کے یا لام استغراقیہ الحمد کے، اسواسطے کہ لفظ خاتم النبیین آیتِ خاتمیہ میں اور رسول آیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل میں مجانس ہے، یعنی خاتم مجانس النبیین ہے اور رُسول مجانس الرسل ہے، بخلاف لام الحمد اور لام رب العالمین مذکورین کے، فافہم بکمال الفہم

مگر بتکلف تمام تر استغراق اضافی مجازاً کہا جاوے تو مضائقہ نہیں ہے بخلاف آیتِ مسیحیہ کے اور اس میں تو لام عہدی ہی ہے، درحقیقت اگر چہ عبارت دافع الوسواس نے بھی حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو خاتم اضافی نسبت انبیاء بنی اسرائیل کہا، کوئی فائدہ بخش نہ ہوا، چنانچہ متعدد الزاماتِ شرعی ہم عقلی نسبت اس قول کے مندرج قسطاس ہیں، اور حالانکہ اصطلاح علماء میں اِستغراق اضافی پایا نہیں گیا، سرے سے یہ بحث ہی بطورِ استغراق بیکار معلوم ہوتی

ہے، مگر بمجبوری وقوعِ لفظ استغراق نسبت لام کے کلام میں صاحبِ عبارت نصر المؤمنین وغیرہ اسی عنوان پر ہم نے بھی تحقیق کی، غرض کہ بہر پہلو تفہیم ضروری الامر ہے، چنانچہ دو تین جگہ اس قسم کے مطلب کو ظاہر کر دیا گیا، چنانچہ قسطاس پنجاہ وسوئم وغیرہ میں جو در بارہ اِزالہ ترہات عبارت مرغوب المسلمین نصر المؤمنین ہے، پس صاف بِلا غبار اس باب میں یہ تقریر ہے جو مسلّم کل ہے کہ باعتبار ترتیبِ زمانی ان دونوں آیتوں کے معنیٰ سمجھنے چاہئے، سو وہ یہ ہیں کہ آیتِ مسیحیہ کے الف لام الرسل سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ بس اب کوئی رسول آنے والا بعد عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے باقی نہیں رہا، جیسا کہ سمجھنا چاہئے الف لام الرسل آیتِ محمد یہ سے، کہ بس اب کوئی رسول آنے والا باقی نہیں رہا، لہٰذا یہ خاتم النبیین ہیں لا غیر۔ بس اب یہ قول قائل کا کہ قُرآن شریف میں آیتِ مسیحیہ میں بھی تو الف لام ایسا ہی ہے جیسا کہ آیتِ محمد یہ میں ہے، لغو ہے، برابر ہے، خواہ نزدیک اس قائل کے الف لام آیت مسیحیہ کا بطرزِ استغراق اضافی مجازاً ہو خواہ بطورِ دیگر کچھ ہی ہو، ہمسنگ اور ہم پلّہ الف لام آیت محمد یہ ہرگز نہیں ہوسکتا اگرچہ یہ الف لام آیت محمد یہ بطور استغراق اضافی مجازی ہو یا بطور دیگر ہو در صورت لحاظ ترتیب سلسلہ زمانی جو امر مسلم کل ہے جیسا کہ ہم نے جا بجا تحقیق کیا، واللہ اعلم۔

اور مِن جملہ دلیل نقلی اُوپر شکل اصلی کے یعنی استغراق مذکور آیتِ محمد یہ میں اور عہد آیت مسیحیہ میں آیتِ بشارت ہی حاکی ہے، بشارت دہی سے جانب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بحق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ۔ **قوله تعالیٰ : مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد۔**

جو دال ہے اُوپر بعدیتِ زمانی کے، جو امر اجماعی عام وخواص تمام عالم ہے، یعنی تاریخ بندی سنوانی جو مدار کا اُمور دینی ودُنیوی ومذہبی جملہ اہل مذاہب بِلا تفصیل ہے مثلاً ۱۲۹۴ھ ہجری جو آج کے دن ہے اور ۱۸۷۷ء جو آج کے دن ہے، بخلاف اس کے عکس کے کہ

خلاف ہے تمام عالم کے، اور کوئی حدیث و آیت اس آیتِ تبشیر مذکور کے خلاف پر، جو دلیل ہے اُوپر دعویٰ عکس مذکور کے، یعنی عبدیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور استغراقیہ مذکورہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر دستیاب ہوئی ہوتو ذمہ پر مدعی تسویہ آیت محمدیہ اور آیت مسیحیہ کے واجب الاظہار لازم العرض ہے، پس یہ کہنا کسی مُدعی مذکور کا کہ آیت مسیحیہ پر بھی نظر کرنی چاہئے اِس محل میں فضول ہے، ہاں البتہ ایک امر خاص میں جو منصوص مسوق لہ الکلام لاجلہ ہے، یہ دونوں آیتان آیتِ محمدیہ اور آیتِ مسیحیہ تسویہ رکھتی ہیں، وہ یہ امر ہے کہ جس سے قطع واہمہ اہل کتاب نسبت الوہیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نیز قطع واہمہ ابنیت اُن کی کے اور قطع واہمہ زوجیت حضرت مریم علیہا السلام کے ہوتا ہے، اور نیز قطع واہمہ بعض مؤمنین مخلصین بعض اوقات میں، بوجہ شدت غلبہ محبت ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، بحالت بے اختیاری جیسا کہ وقت وفات شریف بعض صحابہ کو پیش آیا، اور نیز قطع واہمہ بعض مشرکین نسبت تخلد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیش آیا ہوتا ہے، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ خُدا ہیں نہ خُدا کے فرزند ہیں اور نہ حضرت مریم خُدا تعالیٰ کی زوجہ ہیں بلکہ عیسیٰ تو رُسول خدا ہیں اور مریم مادرِ عیسیٰ ہیں، یہ دونوں وصف خاصہ لازمہ بشریہ اور عبدیۃ اور مخلوقیہ ہیں، جس پر دلیل ہے سیاق کلامُ اللہ آیت مذکورہ میں **و أمه صديقة كانا يأكلان الطعام**۔

مریم فوت ہوگئیں اور عیسیٰ فوت ہوں گے علیٰ ہٰذا القیاس، کیا تعجب ہے جو اُوپر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے موت آئی، جو منافی ہے تخلد کو، جو لازمہ اور خاصہ الوہیت ہے، پس یہ دونوں رسول ہیں اور رسول گذر گئے، ان کے واسطے بھی گذر جانا امر لابدی ہے، اسواسطے کہ رسول ہونے سے بشریت نہیں جاتی رہتی اور خُدائی نہیں حاصل ہوتی بلکہ رسول ہونا ہی دلیل ہے بشریت کی اور خُدا نہ ہونے کی۔

قوله تعالیٰ: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ [الأنبياء:35] پس نسبت حضرت محمدیت صلی اللہ علیہ وسلم سیاق کلام

أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ[آل عمران:144]

مناسب ہے قطع نظر اس سے کہ کون خاتم ہے اِن میں اور کون متقدم ہے یا متأخر، یہ اُمور اِقتضائی ہیں، ان میں تسویہ نہیں، بلکہ تفرقہ ہے لام عہد اور لام استغراق کا، بخلاف اس امر جامع کے جو قاطع واہمہ مذکور ہے، جو ماسبق الکلام لاجلہ ہے کہ ملاحظہ شان نزول آیت وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ الآیۃ[آل عمران: 144] سے حاصل ہے، فافہم، پس ایسی تسویہ سے مطلب استدلال جو مطلب اہلِ مطلب ہے ہرگز حاصل نہیں، الحذر الحذر

اور یہ حدیث شریف مذکور یعنی لو کان بعدی نبی لکان عمر بحق حضرت عمر رضی اللہ عنہ بوجہ عدم صیغہ حصر کے منافی نہیں، اسی حدیث شریف لو عاش ابراھیم بعدی لکان نبیاکو، بلکہ یہ دونوں حدیث موڈی ہیں مُدعا واحد کو، اور باہم معاضد ہیں اور بسبب عدم ثبوت نص صریح دربارۂ استعدادِ نبوت بحق ثالث، اور کسی جزی تک سرایت نہیں ہوسکتی اگرچہ بحق حضرت ابُوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اشارۃُ النص اس بارہ میں اصرح ہے نص صریح سے بلحاظ الکنایۃ ابلغ من الصراحۃ، اس لئے کہ یہ امر مستلزم استحالجات مذکورہ نہیں، بخلاف امر خواتم ستہ جوان کے واسطہ اثبات فعلیت ہے، جو مستلزم استحالجات عدیدہ مذکورہ ہے کہ جس کے سبب سے سلف صالح نے مفترض التاویل اور مصروف عن الظاہر قطعاً وحتماً اثرِ مذکور یعنی اثر متنازع فیہ کو تجویز کیا، پس ہرگاہ یہ منصبِ نبوت بالفعلیت واسطہ حضرت عمر جو ملہمین اور محدثین ہیں بصیغہ مفعول باب تفعیل سے، اور نیز صدیقین کے ثابت نہیں، تو پھر خواہ مخواہ دَرپے ہونا واسطے خواتم ستہ مفروضہ مخترعہ کے، تو کچھ بڑی ہی رَخنہ اندازی ہے اہم مطالب دین میں اور ثُلمۃ فی الاسلام ہے، پس ہر دو شق ہمعصریہ اور شق بعدیہ جس کو جُداگانہ مزعوم کرتے ہیں، حالانکہ شق واحد ہی امر اعتباری تفضیل زمان حیات شریف ووفات شریف اس باب میں بے اعتبار ہے، یہ بھی شق ہوگئیں شق عصا، عقیدۂ اہل اسلام لازم آتا ہے،

چنانچہ یہ مطلب اکثر قسطاس میں جیسا پیش مدلل ہو چکا، واللہ اعلم بعلم الکامل۔ [۱]

اس کے علاوہ بھی بے شُمار مقامات پر نانوتوی جی کے نظریہ خواتیم ستہ کو محمد تھانوی صاحب نے ردّ کیا ہے، اور خلاف عقیدۂ اہلِ اسلام قرار دیا ہے، اور یہی اعتراض کیا ہے کہ (نانوتوی صاحب کی تقریر پر) خاتم النبیین ہونا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ خاصہ قرار نہیں پاتی کیونکہ نانوتوی جی نے جو خواتیم ستہ فرض کئے ہیں، وہ بھی نانوتوی صاحب کے نزدیک اپنے اپنے طبقات میں خاتم النبیین ہیں، جب وہ خاتم النبیین ہیں تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا صفت خاصہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرار نہیں پاتی۔ موصوف نے اس اعتراض سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے لکھا ہے کہ:

''حضرت کا مقصود یہ ہے کہ آپ کی صفت خاصہ جو خاتم النبیین کی ہے وہ ساتوں زمیوں نے [زمینوں کے] اعتبار سے ہے''۔ [۲]

جب کہ نانوتوی جی نے لکھا ہے کہ:

''ایسے ہی رسول اللہ صلعم [صلی اللہ علیہ وسلم] کی عزّت اور عظمت فقط اِس زمین کے انبیاء کے خاتم ہونے سے نہیں سمجھی جا سکتی، جتنی خاتمینِ اراضی سافلہ کے خاتم ہونے سے سمجھی جاتی ہے''۔ [۳]

حالانکہ نانوتوی جی جس عزّت اور عظمت کی نفی کر رہے ہیں وہ تو آیتِ کریمہ کا مدلولِ قطعی ہے اور خواتم ستہ کا وجود دیوبندیوں کے نزدیک بھی قطعی نہیں، مگر نانوتوی جی کو مدلُولِ قطعی میں عزّت اور عظمت نظر نہیں آ رہی، اس کا مطلب یہی ہوا کہ قطعی مدلول کو نانوتوی صاحب صفتِ خاصہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلیم نہیں کرتے۔

---

[۱] قسطاس فی موازنۃ اثر ابن عباس، ص 32 تا 40، اعلیٰ پریس میرٹھ۔

[۲] دفاع، ج 1 ص 747، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۳] تحذیر الناس، ص 31، راشد کمپنی، دیوبند

موصوف نے بھی یہی لکھا ہے کہ:

''لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفتِ خاصہ خاتم النبیین جو تمام زمینوں کے اعتبار سے ہے''۔[۱]

پس موصوف کے نزدیک اگر اِسی دُنیا میں دُوسرا خاتم النبی پیدا ہو تو حضورِ اکرم ﷺ کی صفتِ خاتم النبیین میں کوئی فرق نہ پڑے گا کیونکہ آپ ﷺ تمام زمینوں میں معنی والا خاتم کے اعتبار سے خاتم ہیں اور وہی آپ کی صفت خاصہ ہے۔ لہٰذا دُوسرے کی آمد صفت خاصہ میں مخل نہیں۔ اسی بات کو موصوف نے بھی تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ دیوبندی موصوف لکھتے ہیں: ''اس میں کوئی فرق نہ پڑا''۔[۲]

جب صفتِ خاصہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا تو پھر قادیانیوں کو کافر کیوں کہتے ہو؟ صاف اعلان کیوں نہیں کر دیتے کہ دیوبندی قادیانیوں کو مسلمان مانتے ہیں۔ باقی چور دروازہ فراہم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ صاف صاف اعلان کر دو، عقیدہ چھپانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اپنے مولوی کا عقیدہ پڑھ غلام قصور دستگیر [غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ ہیں نہ کہ غلام قصور دستگیر نہ جانے موصوف بھنگ پی کر لکھنے بیٹھتے تھے کہ اِدھر کا اُدھر اور اُدھر کا اِدھر] جو آپ کے اکابر میں سے ہے وہ صرف اس زمین کے اعتبار سے حضور ﷺ کو خاتم النبیین مانتا تھا باقی زمیوں [زمینوں] کے اپنے اپنے خاتم مانتا تھا۔ معاذ اللہ۔ (ملخصاً تبیان القرآن، جلد ۱۲، ص ۹۴''۔[۳]

---

[۱] دفاع، ج1 ص747، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] دفاع، ج1 ص747، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۳] دفاع، ج1 ص747، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

الجواب: ہم سابقہ صفحات میں وضاحت کر چکے ہیں کہ یہ عقیدہ دیوبندیوں کے ممدوح فیض الحسن سہارنپوری کا ہے۔اسی فیض الحسن سہارنپوری کی جوتیاں اُٹھانا،خلیل احمد انبیٹھوی اپنے لئے فخر سمجھتا تھا۔سعیدی صاحب سے تسامح ہوا ہے کہ انہوں نے اس کو حضرت غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ کا نظریہ سمجھ لیا۔ یہ ان کا نظریہ نہیں بلکہ فیض الحسن سہارنپوری کا نظریہ ہے۔لہٰذا موصوف کا یہ اعتراض بھی قابلِ وقعت نہیں۔

دفع ازالۃ الواسواس

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''نوٹ :اثر ابن عباس کے متعلق مزید وضاحت راقم کی کتاب''ازالۃ الواسواس عن اثر ابن عباس''میں پڑھیں''۔[1]

الجواب: راقم نے موصوف کی مذکورہ کتاب کا ردّ''دافع ازالۃ الوسواس''کے نام سے لکھا ہے جو کہ کافی عرصے سے شائع ہوکر عوام وخواص سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔اس کتاب میں راقم نے موصوف کے جملہ اشکالات کا قلع قمع کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ موصوف کے اعتراضات تارِعنکبوت سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے،جن کو اُڑانے کے لئے ایک پُھونک ہی کافی ہے۔پانچ چھ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی موصوف نے اس کا کوئی بھی جواب اب تک نہیں دیا اور نہ ہی مَرتے دمَ تک لکھ سکتے ہیں،ان شاء اللہ العزیز

بہرحال موصوف کا 96 ورقی رسالہ''ازالۃ الواسواس''جہالتوں کا پلندہ ہے۔مزید تفصیل کیلئے راقم کی 543 صفحات کی کتاب''دافع ازالۃ الوسواس علیٰ تائید المقیاس فی تحقیق اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما''کا مطالعہ کریں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

---

[1] دفاع،ج1ص747،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

''خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی سمجھنے والا جاہل ہے۔ نعوذ باللہ،

اس عنوان کے تحت جو عبارت دی گئی کہ عوام کا خیال بتایا اس کا تفصیلی جواب کاظمی کے شکوہ اوراعتراضات کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ البتہ آج کل کے رضاخانیوں نے اس عبارت میں یوں تحریف کردی:

''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بے ایمانی ہے''۔

(حسام الحرمین مع تمہید ایمان، ص ۷۰، مکتبۃ المدینہ، اکبر بک سیلز، ص ۵۳، مکتبہ غوثیہ، ص ۷۰)

استغفر اللہ لعنت ان بے ایمانوں پر جنہوں نے ''بایں معنیٰ'' کو محض کفر ثابت کرنے کیلئے ''بے ایمانی'' کردیا ہوسکتا ہے کہ کوئی کہے کہ یہ ناشر کی غلطی ہے تو انکے اپنے گھر کا اُصول دیکھ لو: ''کاتب کی غلطی نہیں ہے کیونکہ کاتب کی غلطی اگر ہوتی تو ایک پریس میں ہوتی دو میں ہوتی یہ کیا بات ہے کہ ہر پریس کے کاتب نے یہی غلطی کی کیا کاتبوں کا باہم مشورہ ہوگیا تھا''۔(دیوبندیوں سے لاجواب سوالات، ص ۳۲۸)''۔[1]

الجواب: ہم بھی سابقہ صفحات میں ثابت کر چکے ہیں کہ نانوتوی جی نے خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی سطحی نظر والوں کا خیال سمجھا، جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ وہ اس معنیٰ کو جاہلوں کا خیال سمجھتے ہیں اور اس سلسلے میں نانوتوی کی تحریرات کے حوالے بھی ہم سابقہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں۔

عمل میں اُمتی انبیاء سے بڑھ جاتے ھیں۔ (تحذیر الناس)

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ اس عنوان کے تحت رضاخانی لکھتا ہے:

''مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں کہ: انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ

---

[1] دفاع، ج1 ص748، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

جاتے ہیں۔(تحذیر الناس،ص۵)(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف،ص ۴۷، دیوبندی مذہب،ص ۱۸۹،الحق المبین،ص ۸۰،دیوبند سے بریلی،ص ۳۴)

الجواب: اس سلسلے میں امام نانوتوی۔۔۔کی بعض عبارات ملاحظہ ہوں اولا:

(۱)الغرض کمالات ذوی العقول کل دو کمالوں میں منحصر ہیں ایک کمال علمی دوسرا کمال عملی اور بناء بر مدح کل انہی دو باتوں پر ہے چنانچہ کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں نبیین اور صدیقین اور شہیداء اور صالحین جن میں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال تو کمال علمی ہے اور شہداء اور صالحین کا کمال عملی۔انبیاء کو تو منبع العلوم اور فاعل،اور صدقین کو مجمع العلوم اور قابل سمجھئے اور شہداء کو منبع العمل اور فاعل اور صالحین کو مجمع العمل اور قابل خیال فرمائے۔دلیل اس دعوے کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں اور اگر وقت عمل اور ہمت میں انبیاء امتیوں سے زیادہ بھی ہوں تو یہ معنی ہوئے کہ مقام شہادت اور وصف شہادت بھی ان کو حاصل ہے مگر کوئی ملقب ہوتا ہے تو اپنے اوصاف غالبہ کے ساتھ ملقب ہوتا ہے مرزا جان جاناں صاحبؒ اور شاہ غلام علی صاحبؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ چاروں صاحب جامع الفقر والعلم تھے پر مرزا صاحبؒ اور شاہ غلام علی صاحبؒ تو فقیری میں مشہور ہوئے اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ علم میں،وجہ اس کی یہی ہوئی کہ ان کے علم پر ان کی فقیری غالب تھی اور ان کی فقیری پر ان کا علم اگرچہ ان کے علم سے ان کا علم یا ان کی فقیری سے ان کی فقیری کم نہ ہو سو انبیاء میں علم عمل سے غالب ہوتا ہے اگرچہ ان کا عمل اور ہمت اور قوت اوروں کے عمل اور ہمت اور قوت سے غالب ہو بہر حال انبیاء علم میں اوروں سے ممتاز ہوتے ہیں''۔(تحذیر الناس،ص ۴،۵)

(۲) ''خود انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کو دیکھو امتی بسا اوقات مجاہدہ اور ریاضت میں ان سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں مگر مرتبہ میں انبیاء کے برابر نہیں ہو سکتے وجہ اس کی

بجز شرف علم و تعلیم اور کیا ہے؟ الغرض بوجہ علم و تعلیم ہی انبیاء امتیوں سے ممتاز ہوتے ہیں بوجہ عبادت وریاضت ممتاز نہیں ہوتے مگر جب یہ ہے کہ تو پھر علم عمل سے بالضرور افضل ہوگا اس لئے معجزات علمیہ معجزات عملیہ سے کہیں زیادہ ہوں گے''۔ (حجۃ الاسلام، ص ۲۸)

(۳) ''مگر جیسے اعمال میں فیما بین بنی آدم تفاوت زمین و آسمان ہے کسی کا دس گنا اجر کسی کا سات سو گنا کسی کا اس سے بھی زیادہ ایسے ہی اصحاب عمل زمین و آسمان کا فرق ہے کیوں کہ اصحاب اعمال کی فضیلت بوجہ اعمال ہے جتنا ان میں تفاوت ہوگا اتنا ان میں''۔

(آب حیات ص ۱۸۲)

اب سمجھیں بات دراصل یہ ہے کہ اعمال کا تفاوت باطنی اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جس کا جس قدر اخلاص ہوگا اسی قدر اس کے اعمال کا مرتبہ اونچا ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید الخذری؄ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم میرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو برا مت کہو کیوں کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کر دے تو صحابہ میں سے کسی کے مد (چودہ چھٹانک) کو نہیں پہنچ سکتا (متفق علیہ)

اور اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ جو اخلاص وللّٰہیت اور قلبی کیفیت جس سے اس کا وزن بڑھتا ہے حضرات صحابہ کرام؄ کو حاصل تھی امت میں کسی کو حاصل نہیں۔ جب امتی اور امتی کے اعمال کے درمیان یہ فرق ہے تو انبیاء اور پھر امام الانبیاء کے اعمال کے میں کس قدر تفاوت ہوگا جس کا اندازہ سوائے خالق جل مجدہ اور کسی کو نہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بظاہر کوئی امتی عمل میں کسی نبی کے اعمال کے برابر یا اس سے بڑھ جائے۔ مثلاً:

(۱) فرض نمازیں معراج کی رات فرض ہوئیں اس حساب سے آپ ﷺ نے صرف تیرہ سال ہی فرض نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں حالانکہ اس دور میں بھی ایسے لوگ ہیں جو پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ سال سے باقاعدگی سے نماز پڑھ رہے ہیں تو بظاہر یہ امتی

حضور ﷺ سے اس عمل میں بڑھ گئے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ حضور ﷺ کی نماز کے مقابلے میں ایک امتی تو کیا ساری امت کی ساری نمازیں تقابل اور توازن میں پیش ہو سکتی ہیں؟

(۲) جمعہ کی نماز صحیح قول کے مطابق یکم ہجری کو فرض ہوئی اس حساب سے آنحضرت ﷺ نے تقریباً دس سال جمعہ کی نماز پڑھی حالانکہ اس دور میں بھی ایک دو نہیں لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جنہوں نے اگر دیگر نمازیں نہیں تو جمعہ کی نمازیں پچاس پچاس سال سے پڑھی ہوں گی۔

(۲) روزے دو ہجری میں فرض ہوئے اور اسی سال عیدین کی نماز کا حکم نازل ہوا اس حساب سے آپ ﷺ نے صرف نو سال رمضان کے روزے اور عیدین کی نمازیں پڑھیں مگر اب بھی کئی مسلمان مل جائیں گے جو پچاس سالوں سے اس مبارک عمل کو سرانجام دے رہے ہیں غرض اس قسم کی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں"۔ [۱]

الجواب: موصوف نے نانوتوی جی کی جتنی بھی عبارتیں نقل کی ہیں، اُن کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک اعمال میں اُمتی انبیاء سے بڑھ سکتا ہے۔

موصوف نے بھی یہی نتیجہ نکالا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ بظاہر کوئی امتی عمل میں کسی نبی کے اعمال کے برابر یا اس سے بڑھ جائے"۔ [۲]

لیکن ہوسکتا ہے کہ کوئی یہ اعتراض کرے کہ دیوبندی موصوف اور نانوتوی کی عبارت میں "بظاہر" کا لفظ موجود ہے جو اس بات کا فائدہ دے رہا ہے۔ بظاہر ایسا ہوتا ہے، درحقیقت نہیں۔ دیوبندی موصوف بھی دلائل میں بظاہر کو ہی لے کر چلے ہیں، تو سب سے پہلے اسی

---

[۱] دفاع، ج1 ص747 تا750 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] دفاع، ج1 ص750 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اعتراض کا جائزہ لیتے ہیں۔ نانوتوی صاحب نے اُمتی اور نبی کے درمیان امتیازِ علم کا بیان کیا، چنانچہ لکھا کہ:

''انبیاء اپنی اُمت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں''۔[1]

وجہ امتیاز علم بیان کی اور پھر ''ہی'' کے ذریعے حصر قائم کر دیا۔ اگلے فقرے میں اس کی مزید وضاحت کر دی کہ: ''باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں''۔[2]

اس عبارت میں ''بظاہر'' مہمل ہے اور صرف اپنے آپ کو اعتراضات سے بچانے کی ایک چال ہے کیونکہ ان کی پوری عبارت علم میں تفاوت و امتیاز قائم رکھنے پر مشتمل ہے۔

نانوتوی صاحب علم کی وجہ امتیاز و فرق سمجھتے، عمل کی وجہ سے نہیں۔ اگر ان کے نزدیک عمل میں بھی امتیاز ہو تو ان کی دلیل ہی باطل ہو جائے گی کیونکہ انہوں نے اپنے مزعومہ خیال کی بنیاد ہی علم و عمل کے فرق پر رکھی ہے۔ انبیاء اور صدیقین کے کمال کو کمالِ علمی قرار دیا ہے اور انبیاء کو منبع العلوم قرار دیا ہے۔ ان باتوں کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ انبیاء اپنی اُمت میں اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ ان کی یہ عبارت بھی چیخ چیخ کر پکار رہی ہے کہ بظاہر کی قید مہمل ہے۔

نانوتوی صاحب کے نزدیک صرف علم وجہ امتیاز ہے، باقی عمل میں اُمتی نبی سے بڑھ سکتا ہے۔ موصوف نے نانوتوی کے دفاع میں فرض نمازوں، جمعہ کی نماز اور روزوں کی مثال پیش کی۔ اس کا خود ہی اپنی تحریر سے رد کر دیا کہ:

''کون کہہ سکتا ہے کہ حضور ﷺ کی نماز کے مقابلے میں ایک امتی تو کیا ساری امت کی

---

[1] تحذیر الناس، ص7، دار الاشاعت، کراچی، و دفاع، ج1 ص749۔

[2] تحذیر الناس، ص5، راشد کمپنی دیوبند، و دفاع، ج1 ص749۔

نمازیں تقابل اور توازن میں پیش ہوسکتی ہیں؟''۔[1]

یعنی ان اعمال کے کرنے کے باوجود بھی کوئی بھی امتی اعمال میں نبی سے نہیں بڑھ سکتا مگر نانوتوی صاحب تو بڑھا ہوا مان رہے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں''۔[2]

نوٹ: نانوتوی صاحب کی عبارت میں بظاہر کی قید مہمل ہے۔ اگر اس کو مؤثر مانتے ہیں تو نانوتوی کے کلام کا منطوق ہی باطل ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے خیال کی بنیاد ہی اسی عبارت پر استوار کی ہے کہ:

''انبیاء اپنی اُمت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں''۔[3]

اس عبارت میں ''اگر ممتاز ہوتے ہیں'' کا جواب علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، ظاہر کر رہا ہے کہ وہ علوم کو وجہ امتیاز سمجھتے ہیں نہ کہ عمل کو، اور پھر اعمال کی برتری بھی بیان کر دی۔ اگر لفظ بظاہر کو مؤثر مانا جائے تو نانوتوی صاحب کی عبارت کا منطوق باطل ہو جاتا ہے۔ اور اگر لفظ بظاہر کو مہمل جانا جائے تو نانوتوی صاحب کی عبارت کا سیاق کلام باطل نہیں ہوتا لیکن ان کا نظریہ اعمال میں بڑھ جانے کا صاف اور واضح انداز میں عوام کے سامنے آ جاتا ہے، مگر دیوبندیوں کے لئے یہ ماننا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اسلئے کہ خود انہیں بھی تسلیم ہے، چنانچہ سرفراز گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جو اخلاص للٰہیت اور قلبی کیفیت جس سے اعمال کا وزن بڑھتا ہے۔ حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حاصل تھی وہ امت میں سے اور کس کو حاصل ہے؟ اور جب اُمتی اور اُمتی کے اعمال کا یہ تفاوت ہے تو پھر اُمتی اور نبی کے عمل کا کیا فرق اور تفاوت ہوگا

---

[1] دفاع، ج1 ص750 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] تحذیر الناس، ص5، راشد کمپنی دیوبند، ودفاع، ج1 ص749۔

[3] تحذیر الناس، ص7، دارالاشاعت، کراچی، ودفاع، ج1 ص749۔

؟اور پھر نبی بھی صرف نبی نہ ہو بلکہ نبی الانبیاء اور امام الرسل ہو علیٰ جمیعہم الصلاۃ والسلام اور اس فرق وتفاوت کا اندازہ بغیر خالق کائنات کے اور کس کو ہوسکتا ہے؟ اور جب اعمال واعمال کا یہ فرق ہے تو اصحابِ اعمال کا فرق کیوں نہ ہوگا؟''۔[1]

جب کوئی عام آدمی اعمال میں حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے نہیں بڑھ سکتا تو پھر اُمتی نبی سے کیسے بڑھ سکتا ہے؟ مگر افسوس ہے کہ دیوبندی مولوی اعمال میں امتیوں کو نبی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔

نوٹ: دیوبندی موصوف کا یہ مضمون سرفراز گکھڑوی کی کتاب ''عبارات اکابر، ص: ۱۳۲، ۱۲۹ '' سے سرقہ شدہ ہے، اور خُود دیوبندی اُصول کے مطابق دُوسروں کی کمائی کو اپنے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتا ہے:

''اگر نبوت اعمال پر ملتی تو شیطان کو ملنا چاہئے تھی''۔(تفسیر نعیمی، ج۱، ص۲۷۶)

معاذ اللہ یعنی شیطان انبیاء کے برابر اعمال کر چکا ہے اگر اعمال پر نبوت ملتی ہوتی تو شیطان بریلویوں کا نبی ہوتا''۔[2]

الجواب: دیوبندی موصوف نے یہ اعتراض کر کے واضح کر دیا کہ وہ تھانوی کے حصے میں آنے والے احمقوں میں سے بڑے احمق ہیں۔ حضرت قبلہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تو اس عبارت میں اِنکار کر رہے ہیں۔ نبوت محض فضلِ الٰہی ہے، کسب سے اس کا تعلق نہیں، اعمال کرنے سے نبوت نہیں ملتی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ شیطان نعوذ باللہ انبیاء کے برابر اعمال کر چکا ہے۔

نعوذ باللہ! ایسا جاہلانہ مفہوم تو کوئی دیوبندی ہی اخذ کر سکتا ہے۔ اس عبارت کا صاف اور

---

[1] عبارات اکابر، ص132، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ، نومبر ۲۰۱۰ء، پندرھواں ایڈیشن

[2] دفاع، ج1 ص751، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

سیدھا مطلب وہی ہے جو ہم نے بیان کیا کہ نبوت کسبی نہیں کہ کوئی اعمال کرے اور اُس کو نبوت مل جائے بلکہ وہبی ہے اور اعمال کرنے کی وجہ سے نبوت عطا نہیں ہوتی۔ باقی مَرْدُود ہونے سے قبل ابلیس کا عبادت گزار ہونا دیو بندی کو بھی مسلّم ہے، بلکہ دیو بندیوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ:

''یہ بات قابلِ غور ہے کہ ابلیس علم و معرفت میں یہ مقام رکھتا تھا کہ اس کو طاؤس الملائکہ کہا جاتا تھا''۔[1]

پھر موصوف اپنے مفتی اعظم شفیع صاحب کے لیے کیا اِرشاد فرمائیں گے؟

اعتراض: دیو بندی موصوف لکھتے ہیں کہ

''مولانا نانوتوی کی عبارت میں ہی کا لفظ ہے جو حصر کیلئے ہے۔

جواب: آیت نمبر ۴: يَسْـلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا (سورۃ الاحزاب، آیت ۶۳، پارہ ۲۲)

ترجمہ: لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ! اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید! قیامت پاس ہی ہو۔ (کنز الایمان)

یہاں پر بھی ''ہی'' کا لفظ موجود ہے کیا یہاں بھی حصر مانو گے؟[2]

الجواب: یہاں پر حصر ماننا ہمیں مضر نہیں کہ ہم کہتے ہیں، ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اُس کے سوا کوئی ذاتی طور پر کوئی نہیں جانتا، لہٰذا موصوف کا اس حوالے کے ذریعے حصر کا اِنکار کرنا دُرست نہیں۔ اب ذرا اپنے گھر کے حوالے مُلاحظہ کریں۔

سرفراز گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

---

[1] معارف القرآن، ج1 ص190، ادارۃ المعارف، کراچی

[2] دفاع، ج1 ص752، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اس میں بھی ظرف (للہ) کی تقدیم حصر کے لیے ہے۔[1]

اور اس حصر کو ظاہر کرنے کے لیے سرفراز گکھڑوی صاحب نے ترجمہ لکھا ہے کہ:

''اور اللہ ہی کے پاس ہے چھپی ہوئی بات آسمانوں کی اور زمین کی اور اسی ہی کی طرف رجوع ہے سب کام کا''۔[2]

اس حوالے میں سرفراز گکھڑوی صاحب نے ''ہی'' کو برائے حصر ذکر کیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ''تحذیر الناس'' کی عبارت میں ''ہی'' کلمہ برائے حصر ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک اُمتی اعمال میں بڑھ جاتے ہیں۔ اس لئے اس میں ''بظاہر'' کا لاحقہ صرف فریب کاری ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے: ''یہی تو اصل مقصد تھا کہ دیوبندیوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ثابت کیا جائے جسے بالآخر ظاہر کر ہی دیا گیا کہ دیوبندی علم وعمل ہر چیز میں نبیوں سے بڑھ سکتے ہیں پھر نبوت کیا رہی''۔ (دیوبندی مذہب، ص ۱۹۰)

اب ذرا بریلوی فقیہ ملت کی یہ عبارت بھی رضا خانی دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں:

''خضر علیہ السلام نبی ہوں یا غیر نبی بہرصورت بعض علوم میں وہ ایک نبی سے بڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ جن علوم پر نبوت موقوف نہیں ان علوم میں نبی سے بڑھ کر غیر نبی ہو سکتا ہے، جیسا کہ حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

یجوز ان یکون غیر النبی فوق النبی فی علوم لاتتوقف علیھا نبوته (تفسیر کبیر، ج ۵ ،ص ۵۱۵)''۔ (فتاویٰ فیض الرسول، جلد اول، ص ۳۹)

مفسر شہیر امام رازیؒ لکھتے ہیں:

---

[1] ازالۃ الریب عن عقیدۃ علم الغیب، ص 52، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ

[2] ازالۃ الریب عن عقیدۃ علم الغیب، ص 52، مکتبہ صفدریہ، گوجرانوالہ

یجوز ان یکون غیر النبی فوق النبی فی علوم لاتتوقف علیھا نبوته

(تفسیر کبیر، سورہ کہف، آیت ٦٦)

یہی بات علامہ نظام الدین نیشاپوری متوفی ۸۵۰ ھ، ابوحفص دمشقی حنبلی متوفی ۵۷۷ ھ نے بھی کی ہے۔ (تفسیر غرائب القرآن، ج ۴، ص ۷۴۴، اللباب فی علوم الکتاب، ج ۱۲، ص ۵۲۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اب بریلوی غیرت کریں اوران پر بھی فتویٰ لگائیں کہ انہوں نے بھی اپنے اکابر کونبیوں سے اعمال وعمل میں بڑھادیا تواب نبوت کہاں رہی؟۔[۱]

الجواب: موصوف نے جوحوالے نقل کئے ہیں وہ اِن کوقطعاً مفیدنہیں، اِس لئے کہ نانوتوی صاحب نے اعمال میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امتیازی شان کوتسلیم نہیں کیا بلکہ اُمتی کے لیے بڑھ جانا بھی تسلیم کرلیا، اور پھر تھانوی صاحب نے علمی شان کوبھی تسلیم نہیں کیا، چنانچہ انہوں نے لکھا کہ:

''دنیوی فنون کے اندر ہوسکتا ہے کہ غیر نبی، نبی سے اعلم ہوجائے، اورامور دنیا کے اندر جیسے فن کاشتکاری داخل ہے اسی طرح فن سیاست بھی توجیسے غیرنبی فن کاشتکاری میں نبی سے اعلم ہوسکتا ہے اسی طرح فن سیاست میں ممکن ہے کہ غیر نبی، نبی سے اعلم ہوجائے''۔[۲]

عمل کی اِمتیازی شان کونانوتوی جی نے ختم کردیااورعلم کی امتیازی شان کوتھانوی صاحب نے ختم کردیا۔اِسی پرتنقیدکرتے ہوئے غلام محمدعلی صاحب نے لکھا کہ:

یہی تومقصد تھا کہ دیوبندیوں کوحضورانور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ثابت کیا جائے جسے بالآخر ظاہر کردیا گیا کہ دیوبندی علم اورعمل ہر چیز میں نبیوں سے بڑھ سکتے ہیں، پھر نبوت کیارہی؟

---

[۱] دفاع، ج1 ص752-753، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] افادات یومیہ، ج9 ص71، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، صفرالمظفر ۱۴۲۵ھ

یہ اعتراض بالکل معقول ہے کہ جب علم وعمل میں دیوبندی انبیاء کی امتیازی شان کوتسلیم نہیں کرتے تو پھران کے نزدیک وجہ امتیاز کیا رہی؟ اب چلتے ہیں فتاویٰ فیض الرسول اور تفسیر کبیر کے حوالوں کی جانب۔لیکن اس سے قبل چند باتوں کا جاننا ضروری اور لازم ہے۔

(1) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت عامہ ہے، جو کسی علاقے اور خطے تک محدود نہیں۔

(2) سابقہ اَدوار میں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے وہ اپنی قوموں اور اپنے علاقوں کے لئے تھے۔

(3) ایسا بھی ہوا کہ بیک وقت مختلف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کومختلف قوموں کی جانب مبعوث کیا گیا۔

(4) جو شرعی احکام جس قوم کے لیے نازل کئے گئے، وہ قوم اُنہی احکامات کے ماننے کی پابند تھی اور وہ قوم اُسی نبی کی اُمتی تھی جو نبی اُن کی جانب مبعوث ہوا۔

(5) علومِ نبوت ہوں یا اعمالِ نبوت (یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم ہوں یا اُن کے اعمال) اُن کی امتیازی شان ہوتی ہے۔

دُنیا کے علوم مل کر بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم واعمال کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان کی وجہ سے ان کی امتیازی شان ختم ہوگی۔

فتاویٰ فیض الرسول اور تفسیر کبیر کی عبارت کا تعلق بھی واقعہ خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے، جس کا مقصد یہی ہوا کہ اَدوارِ سابقہ میں غیر نبی ان علوم میں جو نبی کی نبوت سے تعلق نہیں رکھتے، لیکن کیا اس سے علوم نبوت کی امتیازی شان کم ہوجائے گی، ہرگز نہیں، جس طرح غیر صحابی کا جبلِ اُحد جتنا سونا خیرات کرنا بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مٹھی بھر خیرات کا مقابلہ وموازنہ نہیں کرسکتا۔اسی طرح اس غیر کے علوم علوم نبوت کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور جیسے علوم انبیاء کی امتیازی شان ہے اسی طرح اعمال انبیاء کی بھی امتیازی شان ہے۔کوئی غیر امتی اعمال میں نبی سے نہیں بڑھ سکتا۔ نانوتوی صاحب کی عبارت میں

''اُمتی'' کا لفظ موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نبی اور اُمتی کے درمیان موازنہ کر رہے ہیں اور اُمتی کے لیے یہ تسلیم کرر ہے ہیں کہ وہ اپنے نبی سے بڑھ سکتا ہے، جبکہ تفسیر کبیر اور فتاویٰ فیض الرسول کی عبارات میں غیر نبی کے الفاظ ہیں، جس سے مراد وہی ہے جو ہم نے ادوارِ سابقہ میں بعثتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے بیان کی۔ لہٰذا موصوف کا ان حوالوں سے اِستدلال درست نہیں۔

دجّال کی حیات بِالذات دیوبندیوں کا عقیدہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات بالذات کی طرح دجال بھی حیات بالذات ہے۔ نعوذ باللہ۔

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں کہ:

''جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوجہ منشائیت ارواح مومنین جس کی تحقیق سے ہم فارغ ہو چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوئے ایسے ہی دجال بھی بوجہ منشائیت ارواح کفار جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوگا''۔ (آب حیات، ص ۱۹۵، طبع ملتان)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۳، ۷۴، الحق المبین، ص ۷۳، دیوبند سے بریلی، ص ۳۵)

الجواب: یہ اعتراض سب سے پہلے بریلوی غزالی احمد سعید کاظمی نے ''الحق المبین'' میں کیا تفصیلی جواب ملاحظہ ہو''۔ [1]

الجواب: دیوبندی موصوف اعتراض کو سمجھ ہی نہیں سکے ہیں اور بات **تنام عیناہ ولا ینام قلبہ** تک پہنچادی۔ حقیقت یہ ہے کہ نانوتوی صاحب نے اس عبارت میں

---

[1] دفاع، ج 1 ص 753، مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور

دجال کومتصف بحیات بالذات لکھا ہے۔سب سے پہلے موصوف کی ہی تشریحات کی روشنی میں حیات بالذات کا مطلب بیان کرتے ہیں۔

موصوف نے بالذات کا لکھا ہے کہ:''ملا مبین شرح مسلم العلوم میں فرماتے ہیں:''الذاتی فی اللغہ ما کان منسوبًا الی الذات فی الاصطلاح ھو مالیس لعارض (ص:۱۱۲)

''ذاتی اصطلاح منطق میں اس وصف کو کہتے ہیں جو عارض نہ ہوئی ہو''۔[1]

اس لحاظ سے موصوف کی تشریح کے مطابق مفہوم یہ ہوگا کہ دجال جب سے وجود میں آیا ہے اُس پر کوئی ایسا وقت نہیں آیا کہ وہ پہلے وجود میں آیا ہو پھر حیاتی دی گئی ہو۔

موصوف مزید لکھتے ہیں کہ:

''شرح مطالع میں ذاتی اور عرضی کے بہت معنی لکھے ہیں جن میں سے دو یہ ہیں:

الخامس ان یکون دائم الثبوت للموضوع و مالا یدوم ھو العرضی''۔السادس :ان یحصل لموضوعه بلا واسطة و فی مقابلته العرضی۔(مطالع الانوار فی الحکمة و المنطق للقاضی سراج، ص ٦٥، مطبوعه ١٣٠٣ھ)

ترجمہ: ذاتی اور عرضی کا پانچواں معنی وہ ہے کہ چیز اپنے موضوع کے لئے ہمیشہ ثابت ہو وہ ذاتی ہے اور جو چیز دوامی نہ ہو وہ عرضی ہے۔چھٹا معنی یہ ہے کہ جو چیز موضوع کو بلا واسطہ ہو وہ ذاتی ہے اور جو کسی واسطہ سے حاصل ہو وہ عرضی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نبی بالذات ہیں کہ نبوت آپ کے لئے ہمیشہ سے ثابت ہے اور ہمیشہ تک ثابت رہے گی، اور چونکہ باقی انبیاء کو نبوت آپ کے بعد ملی، لہٰذا وہ نبوت بالعرض سے متصف ہوئے۔اور چھٹے معنی کے لحاظ سے بھی آپ بالذات نبی ہیں کہ آپ کی نبوت بلاواسطہ ہے اور باقی انبیاء کو نبوت آپ کے واسطے سے ملی لہٰذا وہ نبوت بالعرض سے

---

[1] دفاع، ج1 ص729، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

متصف ہوئے''۔[1]

اس تشریح کے مطابق دجال کے لئے حیات بالذات ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ زندگی دجال کے لیے ہمیشہ سے ثابت ہے اور اس کو زندگی بلاواسطہ ملی ہے اور اوروں کو زندگی دجال کے واسطہ سے ملی ہے۔کیا موصوف اپنی تشریحات کی روشنی میں اس مفہوم کو ماننے کے لیے تیار ہیں؟اس کے علاوہ نانوتوی صاحب نے لکھا کہ:

''جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ منشائیت ارواح مومنین جس کی تحقیق سے ہم فارغ ہو چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوئے ایسے ہی دجال بھی بوجہ منشائیت ارواح کفار جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوگا''۔(آب حیات،ص:۱۹۵)[2]

یہاں پر لفظ ایسے ہی مستعمل ہے جس کے لئے خود موصوف لکھتے ہیں:

''عقیدہ نمبر ۱۰:اللہ کے نام کی تاثیر کو گدھے والوں کے نام سے تشبیہ۔معاذ اللہ

مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:''سوال:تعویذ کیوں لکھے جاتے ہیں ان سے کیا فائدہ ہے۔ جواب: جیسے بعض مخلوق کے ناموں میں تاثیر ہے کسی کو الو گدھا کہہ دو تو وہ رنجیدہ ہو جاتا ہے اور حضرت قبلہ وکعبہ کہہ دو تو خوش ہوتا ہے حالانکہ الو گدھا بھی مخلوق ہیں اور قبلہ وکعبہ بھی ایسے ہی خالق کے مختلف ناموں میں مختلف تاثیریں ہیں''۔(رسائل نعیمیہ،ص ۲۷۳ مکتبہ اسلامیہ)

معاذ اللہ کس قدر گستاخی ہے کہ یہاں اللہ کے مبارک نام اور اس کی مبارک تاثیر کو گدھے اور الو کے ناموں کی تاثیر کے ساتھ ملایا جارہا ہے حفظ الایمان میں ''ایسا'' کے لفظ پر واویلا کرنے والے غور کریں کہ یہاں بھی ''ایسے ہی'' کا لفظ ہے''۔[3]

مطلب موصوف نے ایسی ہی کو ایسا کے مثل قرار دیا ہے اور اس لفظ کی وجہ سے مفتی احمد یار

---

[1] دفاع،ج1ص729،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

[2] دفاع،ج1ص729،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

[3] دفاع،ج1ص464،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

خاں نعیمی علیہ الرحمۃ پر گستاخی کا الزام عائد کیا ہے۔ موصوف ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

''لفظ ایسا اگر جیسا کے ساتھ ہو، تب تو تشبیہ کے لئے آتا ہے''۔[1]

نانوتوی صاحب کی عبارت میں ''جیسے'' کا لفظ موجود ہے، جس سے موصوف کے اُصول کے مطابق اعتراض کا عنوان ثابت ہو جاتا ہے۔

تنام عیناہ ولا ینام قلبہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''کاظمی نے یہ اعتراض صرف امام نانوتوی پر ہی نہیں کیا بلکہ بغض رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا ہے وہ اس طرح کہ مشکوٰۃ شریف، ج ۲، ص ۹ ۷ ۴ ۱ ۱ اور ترمذی، ج ۲، ص ۵۰ پر روایت موجود ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس کو سیدنا صدیق اکبرؓ نے نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کے والدین کا تیس سال تک کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا پھر ایک لڑکا پیدا ہوا جو کہ اعور تھا اور گوشت پوست بھی بہت تھوڑا سا اوپر تھا اور بہت کم نفع والا تھا اس کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل جاگتا تھا حدیث کے الفاظ یوں ہیں: ''تنام عیناہ و لا ینام قلبہ'' اب یہ الفاظ تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کیلئے بولے ہیں تو کیا اس کا فتویٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہیں لگ رہا؟۔[2]

الجواب: اولاً: موصوف اپنے زعم میں محقق و مناظر اور نہ جانے کیا کیا بنے ہوئے ہیں اور یُونہی موصوف کے اردگرد گھومنے والے موصوف کو ثانی انور شاہ کشمیری سمجھتے ہیں مگر موصوف کی علمی حالت وہی ہے جس کا ذکر کئی مقامات پر ہم نے کیا ہے، اب اسی اعتراض کو قائم کرتے ہوئے موصوف نے اولاً تو کسی اپنی جماعت کے مولوی کے کسی رسالہ

---

[1] دفاع، ج1 ص619، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص753، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

میں یہ جواب دیکھا اور بِلا سوچے سمجھے اور بِلا اصل کتب کی طرف مراجعت کئے سفید ورق سیاہ کر دیا، یہ روایت ''مشکوٰۃ المصابیح'' بحوالہ ''الجامع الترمذی'' موجود ہے، ہمارے پیش نظر ''مشکوٰۃ المصابیح'' کے نسخہ میں اس روایت کو بیان کرنے والے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں ہیں اور نہ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی ''ہدایۃ الرواۃ الی تخریج اُحادیث المصابیح والمشکاۃ'' میں ان کے نام سے اس روایت کو بیان کیا گیا ہے۔

یُونہی جب فقیر نے ''الجامع الترمذی'' کی طرف رُجوع کیا تو ''مطبع المجیدی کانپور'' کے نسخہ کے ''جزء ۲ صفحہ ۵۲'' پر اس روایت کو پایا، وہاں بھی اس کو حضرت اُبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت نہیں کیا گیا اسی طرح ''مکتبہ رحمانیہ، لاہور'' کے نسخہ میں ج ۲ ص ۴۹۸'' اور ''ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی'' کے نسخہ میں ج ۲ ص ۵۰'' پر پایا، مگر کسی نسخہ میں بھی اس روایت کے راوی سیدنا اُبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں ہیں، حتّٰی کہ ''مسند الطیالسی'' سے لے کر ''مشکوٰۃ المصابیح'' تک اپنے پیشِ نظر تمام مصادر و مراجع کو دیکھا کہیں بھی اس روایت کے راوی سیّدنا اُبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا، جبکہ موصوف نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ:

''نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشادِ گرامی ہے کہ جس کو سیّدنا صدیق اکبرؓ نے نقل کیا''۔[1]

اس روایت کے راوی سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ حضرت اُبوبکرہ رضی اللہ عنہ ہیں، جن کا نام نفیع بن حارث بن کلدہ اور مشہور نفیع بن مسروح ثقفی ہے

پھر اس روایت کو بیان کرنے کے بعد اگرچہ امام اُبوعیسیٰ المعروف امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ: "هذا حديث حسن غريب لا نعرفه إلا من حديث حماد بن سلمة"۔

مگر دُوسرے آئمہ احادیث وعلماءِ فن نے اس روایت پر کلام کیا ہے، مثلاً امام اُبوبکر البزار رحمہ اللہ اس روایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

---

[1] دفاع، ج 1 ص 753، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

"وَهَذَا الْحَدِيثُ لَا نَعْلَمُ أَحَدًا يَرْوِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ أَبِي بَكْرَةَ وَلَا نَعْلَمُ لَهُ إِسْنَادًا غَيْرَ هَذَا الْإِسْنَادِ وَلَا نَعْلَمُ حَدَّثَ بِهِ إِلَّا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَحْدَهُ"۔ [1]

یعنی اس حدیث کو ہمارے علم کے مطابق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابی بکرہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا اور نہ ہی ہم اس کے علاوہ دوسری سند کو جانتے ہیں اور ایسے ہی ہمارے علم کے مطابق حماد بن سلمہ کے علاوہ کسی نے اس کو روایت نہیں کیا۔

یُونہی حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ امام بیہقی رحمہ اللہ کے اس روایت کے متعلق کلام کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"قَالَ الْبَيْهَقِيُّ تَفَرَّدَ بِهِ عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ قُلْتُ: وَيُوهِي حَدِيثَهُ"۔ [2]

یعنی امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس روایت کو بیان کرنے میں علی بن زید بن جدعان منفرد ہے اور وہ (حدیث میں) قوی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات اس کی حدیث کو کمزور کرتی ہے۔

یُونہی حافظ ابنِ کثیر نے اس روایت کے متعلق کہا ہے کہ:

"وَأَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ مِنْ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ وَقَالَ: حَسَنٌ غَرِيبٌ قُلْتُ بَلْ هُوَ مُنْكَرٌ جِدًّا وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ [3]

یعنی اور ترمذی نے اس کی تخریج حماد بن سلمہ کی حدیث سے کی ہے اور کہا ہے کہ حسن غریب ہے۔ مَیں کہتا ہوں بلکہ یہ سخت منکر ہے، واللہ اعلم

---

[1] مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار، ج9ص96-97، مکتبۃ العلوم والحکم

[2] فتح الباری، ج13ص326، دار المعرفۃ - بیروت، 1379

[3] البدایۃ والنھایۃ، ج19ص203، دار ھجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان

حتیٰ کہ موصوف کی مسلکی مادرِ علمی دیوبند کے محدث اور موصوف جن کے حوالوں سے اپنی تحقیق وتائید کو چار چاند لگانے کی کوشش کرتے ہیں یعنی مولوی سعید پالن پُوری، وہ کہتے ہیں کہ: ''یہ حدیث ضعیف ہے، علی بن زید بن جدعان: محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، مگر امام ترمذیؒ کے نزدیک یہ راوی ٹھیک ہے اس لئے اس کی حدیث کی تحسین کی ہے''۔ [1]

ثانیاً: دجال کے دل کا جاگنا افکارِ فاسدہ کی وجہ سے تھا، جس کا اِعتراف خُود موصوف نے بھی کیا ہے، چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں:

''شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہیں:

''خواب می کند وچشمان او خواب نمی کند دل او بجہت کثرت وساوس وتوالی افکار فاسدہ کہ القاء میکند آنرا شیطان''۔ (اشعۃ اللمعات، ج ۴، ص ۳۷۲)

یعنی دجال کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل جاگتا ہے اس وجہ سے کہ شیطان کی طرف سے اس کے دل میں وساوس اور غلط قسم کے افکار ڈالے جاتے ہیں۔

ملا علی قاریؒ حنفی لکھتے ہیں:

''قال القاضی رحمہ اللہ ای لا ینقطع افکارہ الفاسدۃ عنہ عند النوم لکثرۃ وساوسہ و تخیلاتہ و تواتر ما یلقی الشیطان الیہ کما لم یکن ینام قلب النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم من افکارہ الصالحۃ بسبب ماتواتر علیہ من الوحی و الالہام

(مرقاۃ، ج۹، ص ۴۳۴)

یعنی قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ دجال کی نیند کے وقت میں غلط قسم کے افکار منقطع نہیں ہوتے کیونکہ شیطان پے درپے لگاتار اس کی طرف کثرت سے وساوس اور اپنے خیالات ڈالتا رہتا ہے جیسا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب مبارک نہیں سوتا کیونکہ وحی اور الہام کے

---

[1] تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی، ج5 ص624، زمزم پبلشرز

ذریعہ مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف افکار صحیحہ آتے رہتے ہیں''۔[1]

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلبِ اطہر کے نہ سونے اور دجال کے دل کے نہ سونے میں فرق ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قلبِ اطہر وحی والہام اور افکارِ صحیحہ کی وجہ سے نہیں سوتا تھا، جبکہ دجال کا دل شرارتوں، وساوس شیطان اور افکارِ فاسدہ کی وجہ سے جاگتا، مگر نانوتوی صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نوم وحیات کی دجال کی نوم وحیات سے مطابقت کی ہے۔ تنام عیناہ ولا ینام قلبہ دجال کے لئے بطورِ کمال ذکر نہیں کیا گیا بلکہ اس کے مکر واِستدراج کو ظاہر کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔

نانوتوی صاحب نے اس کو دجال کے لئے کمال سمجھ لیا۔ قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے اعتراض کا یہی مقصد تھا جس کو جاہل دیوبندی سمجھ نہ پایا اور لوگوں کو مغالطہ دینے کی کوشش کی۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''مولوی احمد رضا خاں ملا علی قاریؒ کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

لقد ثقلت ھذہ الکاف علی یہ جیسے مجھ پر گراں گزر رہا ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم، ص ا، ص ۱۰۳، جدید، ج، ج ا، ص ۵۷٦)

تمہارا اپنا امام کہہ رہا ہے کہ ملا علی قاریؒ نے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کو دجال کی نیند سے تشبیہ دی یہ مجھ پر گراں گزری اب غیرت ہے تو ملا علی قاری پر بھی کفر کا فتویٰ لگاؤ یا یہ گستاخی کے فتوے صرف اکابر دیوبند کیلئے بچا کر رکھیں''۔[2]

الجواب: یہ تو خود دیوبندی مصنف کو بھی مسلم ہے کہ:

---

[1] دفاع، ج1 ص753-754، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص754-755، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

''ہر زبان میں اپنی بات کو بہتر طریقے سے سمجھانے کے لیے تشبیہات کا استعمال ہوتا ہے،ہم اردوزبان میں کسی کی بہادری سے متاثر ہوکر کہتے ہیں کہ فلاں تو شیر کی طرح ہے اور فلاں ایسا خوبصورت ہے جیسے چاند، جب بھی کسی چیز کو تشبیہ دی جاتی ہے (مشبہ) کسی دُوسری چیز کے ساتھ (مشبہ بہ) اس میں مقصود کوئی صفت ہوتی ہے تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی یعنی تشبیہ تمام چیزوں میں نہیں ہوتی بلکہ کسی خاص پہلو سے ہوتی ہے (ملاحظہ ہو مطول، مختصر المعانی، دروس البلاغۃ) مثال کے طور پر جب ہم کہتے ہیں کہ زید ایسا ہے جیسے شیر تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جیسے شیر کی چار ٹانگیں ہیں، دانت ہے، دم ہے ایسے ہی زید کی ہیں تو تشبیہ تمام چیزوں میں نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود جو شیر کی بہادری ہے اس صفت میں تشبیہ دینا ہے کہ جیسے شیر بہادر ہے ایسے ہی زید بہادر ہے۔ بخاری شریف کی ابتداء میں ایک حدیث ہے جس میں وحی کو تشبیہ دی گئی ہے گھنٹی سے حالانکہ دوسری احادیث میں ہے کہ جہاں گھنٹی ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔[1]

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں من کل الوجوہ تشبیہ نہیں لیکن پھر بھی تقاضائے محبت سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر ''کما'' والا کاف گراں گزرا، جس کی وجہ سے سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی کوئی فتویٰ نہیں لگ سکتا کہ من کل الوجوہ تشبیہ موجود نہیں۔ لیکن نانوتوی پر جو اعتراض کیا گیا وہ دجال کو متصف بحیات بالذات قرار دینے پر اور اس کی نانوتوی کی مزعومہ حیات بالذات ونوم کو حضورِ اکرم ﷺ کی حیات ونوم کی طرح قرار دینے پر، موصوف نے جو خُود بالذات کے معانی لکھے کیا ان کے مطابق دجال متصف بحیات بالذات ہے؟ اور کیا نانوتوی صاحب کی یہ مطابقت درست ہے؟ یہی اعتراض تھا جس کی بابت دیوبندی

[1] دفاع، ج1 ص434، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

موصوف نے ایک حرف تک نہیں لکھا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''انبیاء کرام معصوم نہیں۔ نعوذ باللہ، یہ عنوان قائم کر کے رضاخانی لکھتا ہے:

''مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں کہ: بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں۔ (تصفیۃ العقائد، ص:۲۸)''[۱]

الجواب: اولا: دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ'' تصفیۃ العقائد'' ۱۵ سوالوں کے جوابوں کا مجموعہ ہے۔ الخ۔ (دفاع، ص755 بتصرف) یہ بھی جھوٹ ہے۔

سر سیّد نے پیر جی محمد عارف نامی ایک شخص کی جانب خط لکھا تھا جس میں انہوں نے اپنی تحریروں (جن کے باعث بقول'' تصفیۃ العقائد'' سہارنپور کے ملاؤں نے سر سیّد احمد پر فتویٰ لگایا تھا) کے اُصول لکھے تھے۔ محمد عارف نے وہ خط قاسم نانوتوی صاحب کی طرف بھیج دیا۔ قاسم نانوتوی نے ان اُصولوں پر تبصرہ کرتے ہوئے'' تصفیۃ العقائد'' کے نام سے یہ تحریر لکھی۔

دیوبندی عام لوگوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ گویا سر سیّد ان مسائل میں پریشان تھے اور اُن سے یہ عقدہ حل نہ ہو رہا تھا، اس لئے انہوں نے نانوتوی صاحب سے اِستفتاء کیا، تو ایسا نہیں ہے۔ موصوف نے بھی یہی تاثر دینے کی کوشش کی ہے جو بالکل غلط ہے۔ حقیقت وہی ہے جو ہم نے بحوالہ'' تصفیۃ العقائد'' رقم کی، ملاحظہ کریں۔[۲]

ثانیاً: موصوف کی طویل عبارت میں کچھ ایسا نہیں جس سے نانوتوی صاحب کا دفاع ہوتا ہو یا نانوتوی صاحب کی اعتراض سے برأت ثابت ہوتی ہو۔ موصوف نے خواہ صفحات کی

---

[۱] دفاع، ج1 ص755، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] تصفیۃ العقائد، ص2-3، در مطبع مجتبائی واقع دہلی

ضخامت بڑھانے کے لیے فضول بکواس کی ہے بلکہ ایک جملہ تو ایسا لکھا ہے جس سے نانوتوی صاحب کا ہی ردّ ہوتا ہے۔ چنانچہ دیوبندی موصوف خود لکھتے ہیں کہ:

''انبیاء کرام علیہم السلام کذب صریح سے تو بالکل پاک ہیں''۔[1]

مگر نانوتوی صاحب اس بات کو نہیں مانتے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''پھر دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں اور ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضرور نہیں''۔[2]

اس عبارت میں تو نانوتوی صاحب کذب صریح سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معصوم ہونا ضروری نہیں سمجھ رہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب کا یہ نظریہ غلط اور باطل ہے جس کو خُود موصوف نے بھی ردّ کر دیا ہے۔

ثالثاً: موصوف نے اپنی جہالت کا اِرتکاب کرتے ہوئے نانوتوی صاحب کی عبارت میں دروغِ صریح کے قسم میں تعریضات کو شامل کیا ہے اور مذکورہ عبارت سے تعریضات ثابت کرنے کی کوشش کی، مگر اپنا لکھا ہوا بھی بھول گئے کہ:

''تعریضات یعنی اشارہ کنایہ توریہ وغیرہ یہ سب ظاہر یا صورت کے اعتبار سے تو جھوٹ معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت کے اعتبار سے سچ ہوتے ہیں''۔ (دفاع، ص:۷۵۶)

یعنی تعریضات حقیقت کے اعتبار سے سچ ہوتے ہیں تو پھر ان کو دروغ صریح کے اقسام میں کیونکر داخل کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا موصوف کا نانوتوی صاحب کی وکالت میں دروغِ صریح کے اقسام میں تعریضات کو ذکر کرنا خُود اپنی تحریر کی مخالفت و جہالت ہے۔ پھر خُود موصوف نے تعریضات کے مقابلے میں کذبِ صریح کو ذکر کیا ہے، ملاحظہ کریں[3]

---

[1] دفاع، ج1 ص756، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] تصفیۃ العقائد، ص25، در مطبع مجتبائی واقع دہلی

[3] دفاع، ج1 ص756، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

جس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک تعریضات کذب صریح کا غیر ہیں۔لہٰذا جو خُود موصوف کے اُصول سے دروغ و کذب صریح کا غیر ہو، اسے دروغ و کذب صریح کی مثال میں پیش کرنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

الغرض ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کذب صریح سے معصوم نہیں سمجھتے، جبکہ شرح عقائد میں مرقُوم ہے کہ:"فما نقل عن الانبیاء علیہم السلام مما یشعر بکذب او معصیۃ فما کان منقولا بطریق الاحاد فمردود وما کان بطریق التواتر فمصروف عن ظاهره"۔[1]

پس وہ باتیں جو انبیاء کرام علیہم السلام سے نقل کی گئی ہیں جو مشعر بکذب یا بالمعصیۃ نظر آتی ہوں اگر وہ بطریق آحاد مروی ہوں تو ان کو رد کر دیا جائے گا اگر بطریق تواتر منقول ہوں تو ان کو ظاہر سے پھرا ہوا سمجھا جائے گا۔

نانوتوی صاحب نے اس عقیدے کو قبول کرنے کی بجائے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جانب کذب صریح کو منسوب کر دیا۔ موصوف نے نانوتوی جی کی وکالت میں کچھ الزامی حوالے نقل کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

مَوصُوف کا پہلا الزامی حوالہ

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:"صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اچھے لوگوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف زیادہ ہوجاتا ہے اس لئے ظاہری صورت کے جھوٹ پر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی تئیں ہمیشہ خطاوار سمجھ کر استغفار میں مشغول رہتے تھے"۔(تفسیر مظہر القرآن، ج۲ ص۹۷۵)"۔[2]

---

[1] شرح العقائد النسفیۃ مع حاشیتہ جمع الفرائد، ص 309، مکتبۃ المدینۃ، کراچی

[2] دفاع، ج1 ص 757، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

الجواب: اس حوالہ کا نانوتوی جی کی عبارت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس حوالہ میں ظاہری صورت کے جھوٹ کے الفاظ موجود ہیں، جس کا مطلب ہوا کہ وہ حقیقتاً جھوٹ نہیں۔ موصوف خُود لکھتے ہیں کہ:

''تعریضات یعنی اشارہ، کنایہ، توریہ وغیرہ یہ سب ظاہر یا صورت کے اعتبار سے تو جھوٹ معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت کے اعتبار سے سچ ہوتے ہیں''۔[1]

لہٰذا ثابت ہوا کہ ''تفسیر مظہر القرآن'' کا حوالہ نانوتوی صاحب سے مختلف ہے، اس تفسیر میں حقیقتاً انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جانب جھوٹ کا انتساب نہیں بلکہ اس بات کا انتساب ہے جو دَر حقیقت سچ ہے، اور اس کے سچ ہونے کا اقرار موصوف کو بھی ہے، جبکہ نانوتوی صاحب دروغِ صریح و کذبِ صریح کے قائل ہیں۔

موصُوف کا دوسرا الزامی حوالہ

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسلمان کو جھوٹ سے بچنے کیلئے معاریض کافی ہیں۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مسلمان کو جھوٹ سے بچنے کیلئے جھوٹ میں بڑی گنجائش ہے۔۔۔۔آگے لکھتا ہے:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین جھوٹ بولے''۔۔۔آگے لکھتا ہے:

''اس حدیث میں جھوٹ سے مراد ظاہری جھوٹ اور حقیقت میں معاریض مراد ہیں''۔[2]

---

[1] دفاع، ج1 ص756، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص757، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

الجواب:اس حوالے کا جواب لکھنے کی ہمیں چنداں ضرورت نہیں۔اس لئے کہ موصوف خُود اس حوالے میں تصریح کر رہے ہیں کہ اس حدیث میں جُھوٹ سے مُراد ظاہری جھوٹ اور حقیقت میں معاریض مُراد ہیں۔خُود موصوف کو بھی اقرار ہے کہ معاریض حقیقت کے اعتبار سے سچ ہوتے ہیں، لہٰذا سعیدی صاحب نے اس بات کا انتساب کیا ہے جو کہ دَر حقیقت سچ ہے جبکہ نانوتوی صاحب نے اس بات کا اِنتساب کیا ہے جو دَر حقیقت جھوٹ ہے۔موصوف ہی بتائیں کہ جھوٹ کے دفاع میں سچ کا حوالہ پیش کیا جا سکتا ہے؟

اور جھوٹ کا قیاس سچ پر کیا جا سکتا ہے؟

موصوف نانوتوی جی کی لکھی ہوئی تحریر کو بُھول گئے جس میں دروغِ صریح اور کذبِ صریح کا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جانب انتساب موجود ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"پس حضرت امام نانوتوی۔۔۔نے جو فرمایا کہ کذب علی العموم منافی نبوت نہیں اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ چونکہ جھوٹ میں توریہ، معاریض وغیرہ بھی شامل ہیں جن کا صدور انبیاء سے ہوا ہے اس لئے یہ بات منافی نبوت نہیں"۔[1]

الجواب: یہ بھی موصوف کا صریح جھوٹ ہے اور جن کے مذہب میں یہ عقیدہ ہو کہ خُدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے اُن سے سچ کی کون سی اُمید کی جا سکتی ہے۔نانوتوی صاحب نے کذبِ صریح کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے روا رکھا ہے، جس کا حوالہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔

لہٰذا موصوف کا معاریض و توریہ وغیرہ کا سہارا لینا دُرست نہیں کیونکہ معاریض کو موصوف بھی درحقیقت سچ ہی سمجھتے ہیں۔

---

[1] دفاع، ج1 ص757-758، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اس بارے موصوف کی دلیل اور اُس کا جواب

اعتراض: آیئے خُود نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ایک جلیل القدر نبی کیلئے ''کذب'' کا لفظ دِکھا دیتے ہیں: ''لم یکذب ابراھیم النبی علیہ السلام قط الا ثلاث کذبات ثنتین فی ذات اللہ'' (مسلم، ج ۲، ص ۲٦٦)
ہوسکتا ہے کہ کوئی اشکال کرے کہ جب مقصود ''تعریضات'' ہیں تو تعریض کو کذب میں داخل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تو امام نووی اس حدیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تعریضات وتوریہ پر بھی کذب کا اطلاق کرنا دُرست ہے۔ (شرح مسلم، ج ۲، ص ۲٦٦)''۔[1]

الجواب: موصوف نے خُود ہی اعتراض کر کے خُود ہی اس کا جواب رقم کردیا ہے کہ تعریضات وتوریہ وغیرہ پر کذب کا اِطلاق کرنا دُرست ہے۔ یعنی اس حدیث میں کذب سے تعریضات وغیرہ مُراد ہیں۔ لہٰذا جلیل القدر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دَرحقیقت کذب ثابت نہ ہوا بلکہ تعریضات ثابت ہوئیں، جس کو خُود موصوف نے بھی درحقیقت سچ قرار دیا ہے۔
لہٰذا موصوف کے لئے یہ حوالہ سُود مند نہیں کیونکہ نانوتوی جی کذبِ صریح کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے روا رکھ رہے ہیں۔ لہٰذا موصوف کو وہ حوالہ دینا چاہئے جو کذب صریح ہو مگر موصوف جہالت سے وہ حوالہ پیش کررہے ہیں جس کا کذبِ صریح سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

''رحمۃ اللعالمین'' کے بارے اعتراض وجواب

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

---

[1] دفاع، ج 1 ص 758، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

''مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ لفظ رحمۃ اللعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۱۸) اس مولوی رشیدہ (اصل کتاب میں یونہی لکھا ہوا ہے اگر اس کے جواب میں ہم احمد رضا خان کو ''رضیہ خانم'' لکھ دیں تو ان کو ناراض نہ ہونا چاہئے۔ از ناقل) احمد گنگوہی نے اپنے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو رحمۃ للعالمین قرار دیا''۔ (اضافات الیومیہ، ص ۱۶۱، ج ۱، اشرف السوانح، ج ۳، ص ۱۵۵)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۴۷، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۴، دیوبند سے بریلی، ص ۳۳، الحق المبین، ص ۶۵)

الجواب: چونکہ یہ اعتراض بھی رضا خانیوں کا ایک مایہ ناز اعتراض ہے اس لئے اس کے متعلق کچھ مزید فتاویٰ جات بھی ہم نقل کر دیتے ہیں تا کہ آگے بریلوی اکابر کے حوالہ جات آئیں تو ٹھوک کے یہ فتوے ان کی قبور پر جا کر لگیں۔ مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

''نبی پاک ﷺ کو اللہ پاک نے تمام عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجا اب اور کون سے عالمین ہیں جن کے یہ بھی رحمت بن سکتے ہیں جیسا کہ رب العالمین کہنے کے بعد تمام عالمین میں کسی دُوسرے رب کی ضرورت نہیں اگر کوئی مانے تو اس نے شرک فی التوحید کیا ہے ایسے ہی رحمۃ للعالمین کے اقرار کے بعد کوئی عالمین کی رحمت نہیں کہلا سکتا اور اگر کوئی تسلیم کرے تو شرک فی الرسالت ہوگا''۔ (مقیاس حنفیت، ص ۱۹۹، ۱۹۸)

اور مولوی حسن علی رضوی لکھتا ہے:

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت اور رفعت شان کو گھٹا کر حضور پاک ﷺ کے ایک عظیم وجلیل صفت پر ڈاکہ مارنا مقصود تھا''۔ (محاسبہ دیوبندیت، ج ۱، ص ۱۹۸)

ظفر الدین بہاری لکھتا ہے:

''حضور ﷺ کی اس صفت رحمۃ للعالمین میں سب ملاؤں کو شریک کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پھر سید العالمین کیوں کر مان سکتے ہیں''۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ۲، ص)

مولوی صدیق نقشبندی رضا خانی فتاویٰ رشیدیہ اور اشرف السوانح کی ان عبارات پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

’’گویا رشید احمد گنگوہی نے مرزا صاحب کیلئے راستہ ہموار کر دیا اور اس نے حضور کے اس وصف خاص پر ڈاکہ زنی کی کوشش کی اور اس کو یہ جسارت صرف گنگوہی کی [کے] فتوے سے ہوئی اور کسی کو جرم پر ابھارنے اور برانگیختہ کرنے والا بھی مجرم ہوتا ہے لہٰذا اگر رشید احمد گنگوہی مصنف اشرف السوانح اور مرزا غلام احمد قادیانی کو عدالت کے ایک ہی کٹہرے میں کھڑا کر کے مجرم ثابت کیا جائے تو کیا دیوبندیوں کے تن بدن کو آگ تو نہیں لگ جائے گی؟ ذرا سنبھل کر جواب دیں بدحواسی میں اکثر غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں‘‘۔ (باطل اپنے آئینہ میں، ص ۱۷)

الجواب: یہ اہل بدعت کا طریق ہے کہ وہ اہل السنت والجماعت کو بدنام کرنے کیلئے جھوٹے الزامات لگاتے رہتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ۔۔۔ کے فتاویٰ جات ہیں۔ یہ بات حضرت گنگوہی ۔۔۔ پر صریح بہتان ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رحمۃ للعالمین ماننے سے انکار کیا ہے‘‘۔[1]

الجواب: یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ گنگوہی جی نے ’’رحمۃ اللعالمین‘‘ کو صفتِ خاصہ حضورِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ماننے سے اِنکار کیا ہے اور ان کے نزدیک دُوسرے افراد بھی اِس میں شریک ہیں۔

مندرجہ بالا حوالوں میں بھی یہی اعتراض کیا گیا ہے مگر موصوف نے بات کا رُخ بدلتے ہوئے لکھ دیا ہے کہ یہ بات حضرت گنگوہی پر صریح بہتان ہے کہ اُنہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رحمۃ اللعالمین ماننے سے انکار کیا ہے۔ حوالوں میں وصفِ خاصہ ماننے کا اِنکار تھا، جس کو موصوف نے مطلق اِنکار سے بدل دیا، اور موصوف نے یہ صرف مغالطہ دینے کے

[1] دفاع، ج760-761، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

لئے کیا تا کہ لوگ اس کے دُھوکے میں آجائیں۔

پھر موصوف نے ''فتاویٰ رشیدیہ'' سے حوالہ بھی لگایا ہے اس میں بھی وصف خاصہ ہونے کا اِنکار موجود ہے۔ بہرحال یہ بات تو طے ہے کہ گنگوہی نے وصف خاصہ ہونے کا اِنکار کیا ہے۔ پھر موصوف نے قصر صفت علی الموصوف اور قصر موصوف علی الصفۃ کی بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ:

''یوں کہئے کہ اس آیت مبارکہ میں قصر موصوف علی الصفۃ ہے نہ کہ قصر صفت علی الموصوف اور ماقبل میں گزر چکا ہے کہ قصر موصوف علی الصفۃ میں وہ صفت دوسرے موصوف میں ہو سکتی ہے''۔[1]

اور قصر موصوف علی الصفۃ اور قصر الصفۃ علی الموصوف کی مندرجہ ذیل طریقہ سے تقریر لکھی ہے، مُلاحظہ کریں۔اس جواب کی مزید تشریح سمجھئے قُرآن مجید میں اِرشاد ہے:

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

قُرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں اللہ جل شانہٗ نے آپ ﷺ کو یہ اِرشاد فرمایا ہے کہ اے حبیب! آپ ﷺ کو ہم نے تمام جہاں والوں کیلئے صرف رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے، یہاں یہ نہیں فرمایا کہ صرف آپ ہی کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے، ان دونوں میں کیا فرق ہے؟۔اس کو سمجھئے۔کسی شے کو کسی شئے کے ساتھ خاص کرنے کو علمِ معانی کی اصطلاح میں قصر کہتے ہیں۔

چنانچہ مختصر المعانی میں قصر کی تعریف یُوں ہے ''تخصیص شیء بشیء بطریق مخصوص''(ص ۱۸۲) پھر اس قصر کی دو قسمیں ہیں۔ایک ہے قصر صفت علی الموصوف اور دوسری قسم ہے قصر موصوف علی الصفۃ۔

---

[1] دفاع، ج1 ص763، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

قصر صفت علی الموصوف کہتے ہیں صفت کو بند کرنا موصوف میں۔"ھو ان لا یتجاوز تلک الصفة عن ذلک الموصوف الی آخر لکن یجوز ان یکون لذلک الموصوف صفات اخر" قصر صفت علی الموصوف سے مُراد ہے کہ وہ صفت اِس موصوف سے دُوسرے موصوف میں تجاوز نہ کرے لیکن اس موصوف کیلئے دُوسری صفات ہوسکتی ہیں۔

مثلاً عربی میں کہا جائے کہ ماقائم الا زید(نہیں ہے کھڑا ہوا مگر زید) یعنی صرف زید ہی کھڑا ہوا ہے کوئی اور نہیں۔ یہاں کھڑے ہونے کی صفت کو زید میں بند کیا گیا ہے۔ اسی طرح کہا جائے کہ لا فارس الابکر (نہیں ہے کوئی گھڑ سوار مگر بکر) یعنی صرف بکر ہی گھڑ سوار ہے کوئی دُوسرا نہیں)۔

دُوسری قسم ہوتی ہے قصر موصوف علی الصفۃ"وھو ان لا یتجاوز الموصوف من تلک الصفة الی صفة اخری لکن یجوز ان تکون تلک الصفة لموصف [لموصوف] آخر" قصر موصوف علی الصفۃ یہ ہے کہ موصوف اس صفت سے دُوسری صفت میں تجاوز نہ کرے لیکن وہ صفت دُوسرے موصوف کے لئے ہونا جائز ہو۔مثلاً ما زید الا قائم (نہیں ہے زید مگر کھڑا ہوا یعنی زید صرف کھڑا ہی ہے بیٹھا ہوا نہیں)۔اسی طرح ما بکر الا فارس (نہیں بکر مگر گھڑ سوار یعنی بکر صرف گھڑ سوا ہی ہے) آسان لفظوں میں اگر کوئی ماں کہے کہ صرف میرا بیٹا حسین ہے تو اس کو کہتے ہیں قصر صفت علی الموصوف،اور اگر وہ کہے کہ میرا بیٹا صرف حسین ہی ہے تو اس کو قصر موصوف علی الصفۃ کہتے ہیں،اس قسم میں یہ صفت دوسروں میں بھی ہوسکتی ہے۔

ایک اور مثال دیکھیں اگر کہا جائے ما محمد ﷺ الا رسول تو صحیح ترجمہ یہ ہے کہ محمد ﷺ صرف رسول ہی ہیں۔ یعنی محمد ﷺ رسول ہی ہیں خدا نہیں۔ (قصر موصوف علی الصفۃ) اور کہا جائے لا خاتم الا محمد ﷺ تو ترجمہ ہوگا (نہی ہے کوئی خاتم مگر محمد ﷺ یعنی صرف آپ ہی خاتم ہیں آپ کے علاوہ کوئی اور خاتم النبیین نہیں)۔

(قصر صفت علی الموصوف) اب دیکھیں قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں بھیجا مگر رحمۃ للعالمین یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان صرف رحمت ہی رحمت ہے سارے جہاں والوں کے لیے۔ یہ نہیں فرمایا (نہیں ہے کوئی رحمۃ للعالمین مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ یوں کہیے کہ اس آیت مبارکہ میں قصر موصوف علی الصفۃ ہے نہ کہ قصر صفت علی الموصوف اور ماقبل میں گزر چکا ہے کہ ''قصر موصوف علی الصفۃ'' میں وہ صفت دوسرے موصوف میں ہوسکتی ہے۔[1]

الجواب: موصوف نے یہ تقریر لکھنے میں بھی حسبِ عادت دُھوکہ سے کام لیا ہے یا پھر موصوف کو ''مختصر المعانی'' پڑھنے کی توفیق ہی نصیب نہیں ہوئی یا جاہل اساتذہ کی بدولت موصوف ''مختصر المعانی'' کو سمجھنے سے محروم رہے۔ اس لئے کہ ''مختصر المعانی'' میں جن صفات کا ذکر کیا گیا ہے وہ عمومی صفات ہیں، جیسے فارس، شاعر، قائم وغیرہ۔

اس لئے ان صفات میں قصر موصوف علی الصفۃ سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ عمومی صفات ہیں، ہر عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اِن صفات میں دُوسرے افراد بھی شریک ہیں مگر ''رحمۃ اللعالمین'' کے لیے موصوف کوئی مثال پیش کر نہیں سکتے کہ قُرآن وحدیث میں حضورِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ غیر پر ''رحمۃ اللعالمین'' کا اِطلاق ہوا ہو۔

پس جب قُرآن وحدیث میں یہ اطلاق غیر پر موجود نہیں تو لہٰذا ہمارے ان سُنّی علماء کا یہ اعتراض بالکل دُرست ہے کہ یہ خاص حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف ہے۔ قُرآن وحدیث میں اس وصف میں دُوسرے کی شرکت کی نظیر نہیں ملتی۔

موصوف نے جو بھی دلائل ذِکر کئے یا تو وہ صوفیاء کی کتب ہیں یا ان کی کتب کا منسوب الیہم افراد کی جانب اِنتساب یقینی نہیں۔

الغرض موصوف قُرآن وحدیث سے ایک بھی مثال ایسی پیش نہیں کر سکے جس میں حضور

---

[1] دفاع، ج1 ص762-763، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دُوسروں پر اس وصف کا اطلاق موجود ہو۔

موصُوف کا دعویٰ

موصوف نے دعویٰ کیا ہے کہ اب ہم قُرآن وحدیث اور اکابر کے اقوال پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رحمۃ اللعالمین مختلف لوگوں کے لیے بولا گیا ہے۔ حالانکہ موصوف ایک بھی ایسی دلیل پیش نہیں کر سکے، جس سے ثابت ہوتا ہو کہ قُرآن وحدیث میں مختلف لوگوں پر رحمۃ اللعالمین کا اِطلاق ہوا ہے۔

اب ہم موصوف کے دلائل کا جائزہ لیتے ہیں۔

موصُوف کی دلیل نمبر (1)

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ: ''خُود اللہ جل شانہٗ نے قرآن کو رحمۃ للمومنین کہا ہے اور ارشاد ربانی ہے''وننزل من القرآن ماھو شفاء ورحمة للمومنین''مومین[مومنین] صرف اس عالم میں ہی نہیں بلکہ عالم جنات میں بھی مومن ہیں تو قرآن ہر عالم میں بسنے والے مومنوں کیلئے رحمت ہے یوں کہئے کہ بواسطہ مؤمنین قرآن بھی رحمت ہے ہر ہر عالم کیلئے یعنی رحمۃ للعالمین۔(سورۃ بنی اسرائیل)۔[1]

الجواب: یہ بھی موصوف کا دُھوکہ اور دجل وفریب ہے اس لئے کہ قُرآنِ حکیم کو رحمۃ اللمؤمنین کہا گیا ہے۔

موصوف کو دلیل رحمۃ اللعالمین کی پیش کرنی تھی، مگر موصوف رحمۃ اللعالمین کے لیے دلیل رحمۃ للمومنین پیش کر رہے ہیں۔

علّامہ ابُومظفر سمعانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

---

[1] دفاع، ج1 ص763-764، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

"وَالْقَوْلُ الثَّانِي: أنهم جَمِيعُ الْخلق وَهَذَا الْقَوْلُ أشهر". [1]

''دُوسرا قول (یہ ہے کہ عالمین سے) مُراد جمیع خلق ہے اور یہی قول زیادہ مشہور ہے''۔

ملّا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

" لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ أَيْ: مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْكَافِرِينَ". [2]

یعنی عالمین میں مؤمن و کُفّار بھی داخل ہیں۔ لہٰذا وہ آیت کریمہ جس میں قُرآنِ حکیم کو مؤمنین کے لئے رحمۃ قرار دیا گیا ہے، اسے رحمۃ اللعالمین کی دلیل میں پیش کرنا دُرست نہیں کیونکہ عالمین میں عموم موجود ہے ہاں البتہ موصوف عموم کے قائل نہیں تو پھر اپنی مُراد واضح کریں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''بخاری شریف میں ایک روایت میں طاعون کو رحمۃ للمؤمنین کہا گیا ہے (بخاری جلد: ۲ [3]

الجواب: مکمل روایت یُوں ہے:

"أَنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ، وَأَنَّ اللَّهَ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ، الحديث [4]

''بے شک طاعون عذاب ہے جس قوم پر اللہ چاہے اُس قوم پر اللہ تعالیٰ یہ عذاب بھیجتا ہے اور بے شک اس کو اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لیے رحمۃ بنایا ہے''۔

علّامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں:

---

[1] تفسير السمعانی، ج3ص413، دار الوطن، الرياض - السعودية

[2] جمع الوسائل في شرح الشمائل، ج2ص183، المطبعة الشرفية-مصر

[3] دفاع، ج1ص764، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[4] صحيح البخاری، بَاب حَدِيثِ الغَارِ (3474)، وشرح السنة للبغوی، ج5ص 253 = = (1442)

"وَفِيه: بَيَان عناية الله تَعَالَى بِهَذِهِ الْأمة المكرمة حَيْثُ جعل مَا وعد عذَابا لغَيرهم رَحْمَة لَهُم". [1]

"اِس میں اس اُمت مکرمہ پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت کا بیان ہے کہ جو چیز دُوسروں کے لیے عذاب تھی، اُس کو مؤمنین کے لیے رحمت بنایا گیا"۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ طاعون دُوسروں کے لیے عذاب ہے لیکن مؤمنین کے حق میں رحمت ہے۔ لیکن اس حدیث سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ غیر پر رحمۃ اللعالمین کا اِطلاق کرنا جائز ہے۔ اس روایت میں خصوص پایا جاتا ہے جبکہ رحمۃ اللعالمین میں عموم ہے، مگر موصوف پھر بھی جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے محل حوالوں کو پیش کر رہے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اسی طرح شیخ سعدی نے بوستان میں حاکم وقت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

توئی سایہ لطف حق بر زمین
پیمبر صفت رحمۃ اللعالمین

(بوستان، ص:۱۱۵۔فاروقی کتب خانہ ملتان)[2]

الجواب: موصوف نے جو حوالہ پیش کیا ہے ہمارے اکابر اِس کا پہلے ہی جواب دے چکے ہیں، آج تک کسی دیوبندی نے اُس کا ردّ نہیں کیا۔

= =وانظر :صحيح البخارى ، بَابُ أَجْرِ الصَّابِرِ فِي الطَّاعُونِ(5734)،وصحيح البخارى، بَابُ {قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا} [التوبة: 51]: قَضَى (6619) بلفظ: "[أَنَّهُ] كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ، فَجَعَلَهُ اللَّهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ۔۔۔الحديث"۔وعند أحمدفى مسنده(24358)وانظر:الرقم(25212)،و(26139)وغيره۔

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج16 ص59، دار إحياء التراث العربي - بيروت

[2] دفاع، ج1 ص764، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث مُرادآبادی علیہ الرحمۃ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

''اس لئے شعر میں دو احتمال ہیں۔اوّل یہ کہ تُوئی کی جس طرح پیمبر صفت خبر ہے، رحمۃ للعالمین بھی اس کی خبر ہو، اس تقدیر پر رحمۃ للعالمین کا اطلاق بادشاہ پر ہوگا دُوسرا احتمال جو قریب وظاہر ہے کہ رحمۃ للعالمین پیمبر کی صفت ہو، اس تقدیر پر بادشاہ پر رحمۃ للعالمین کا اِطلاق ہی نہیں ہے بلکہ پیمبر پر ہے اور شعر کے معنی یہ ہیں کہ اے بادشاہ تو زمین پر عنائت الٰہی کا سایہ ہے اور تُو پرتَو ہے اس نبی کا۔۔۔۔۔اور تجھ میں صفت ہے اس نبی کی جس کا لقب رحمۃ للعالمین ہے، شعر میں جو ایک احتمالِ بعید تھا اُس احتمال سے اِستدلال کرنا یہ اُصولی غلطی ہے، احتمال سے استدلال ہوتا ہے یا احتمال استدلال کو باطل کر دیتا ہے''۔[1]

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں انبیاء علیھم الصلوات التسلیمات رحمت عالیمانند کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ایشانرا برائے ہدایت خلق مبعوث ساختہ است۔ (دفتر سوم مکتوب ۱۷) انبیائے علیھم الصلوات والتسلیمات رحمت للعالمین ہوتے ہیں کہ جن کوحق تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے''۔[2]

الجواب: حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو رحمتِ عالمیان قرار دیا۔ بے شک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہی شان ہے، مگر دیوبندی موصوف نے رحمتِ عالمیاں کو رحمۃ للعالمین بنالیا۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ:

"فَالرُّسُلُ خُلِقُوا لِلرَّحْمَةِ، وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِقَ بِنَفْسِهِ رَحْمَةً، فَلِذٰلِكَ صَارَ أَمَانًا لِلْخَلْقِ، لَمَّا بَعَثَهُ اللّٰهُ أَمِنَ الْخَلْقُ الْعَذَابَ إِلَى نَفْخَةِ الصُّورِ.

---

[1] الدیوبندیت، ص:98، مکتبہ فکر رضا، کھیوڑہ

[2] دفاع، ج1 ص764، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

وَسَائِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَمْ يَحِلُّوا هَذَا الْمَحَلَّ"۔ [1]

''تمام رسولوں کو رحمت کے لئے پیدا کیا گیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بذاتِ خُود رحمت بنایا گیا ہے۔اس لئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مخلوق کے لئے امان ہیں، جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے، مخلوق صور کے پُھونکے جانے تک عذاب سے مامون ہوگئی اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اِس مقام و مرتبہ کو نہیں پا سکے''۔

''تفسیر قرطبی'' کے الفاظ ''وَسَائِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَمْ يَحِلُّوا هَذَا الْمَحَلَّ'' قابلِ غور ہیں کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحمۃ اللعالمین ہونے والے مقام و مرتبہ کو نہیں پا سکے۔لہٰذا موصوف کا امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان رحمتِ عالمیاں کو رحمۃ اللعالمین بنا کر پیش کرنا دُرست نہیں اور صرف مغالطہ و دُھوکہ ہے۔بحث اس میں نہیں ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مُوجبِ رحمت ہیں یا نہیں؟

بحث دیوبندیوں کے نظریہ میں ہے کہ وہ رحمۃ اللعالمین کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفتِ خاصہ تسلیم نہیں کرتے اور موصوف اس بارے میں اپنے دعویٰ کے مطابق کوئی دلیل نہیں پیش کر سکے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ راحت القلوب میں صالحین کی صحبت کے بارے میں حدیث مبارکہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''صحبة الصالحين نور ورحمة للعالمين'' دیکھئے یہاں پر صالحین کی صحبت کو رحمۃ للعالمین کہا گیا ہے۔ [2]

الجواب: دیوبندی موصوف نے بحوالہ'' راحت القلوب'' جو روایت نقل کی ہے کتبِ

---

[1] تفسیر القرطبی، ج4ص63، دار الکتب المصرية-القاهرة۔وانظر: التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج للزحيلي، ج3ص212، دار الفكر المعاصر-دمشق

[2] دفاع ج1ص764 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

احادیث میں اس کا وجود ہی نہیں۔لہٰذا موصوف کا یہ اِستدلال بھی دُرست نہیں اگر موصوف میں ہمت ہے تو اس روایت کا ماخذ صحیح پیش کریں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''مولانا رومؒ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں:

جملہ دانیان ہمیں گفتہ ہمیں
ہست دانا رحمۃ للعالمین

(تمام سمجھداروں نے یہی کہا ہے کہ عقل مند دونوں جہاں کیلئے رحمت ہے)

(مثنوی دفتر اوّل،ص:۱۰۵)''۔[۱]

الجواب: دیوبندیوں کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے ہوا ہے کہ:

''مُلّاں کا یہ دعویٰ نص قطعی کے خلاف ہے کیونکہ رب ذُوالجلال نے اپنے محبوب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین فرمایا ہے،جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وماارسلنک الا رحمۃ للعالمین۔(پ۱۷)

اور(اے محمد)ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت(بنا کر)بھیجا ہے۔

اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہی رحمۃ اللعالمین ہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سوا کوئی بھی رحمۃ للعالمین نہیں بن سکتا اور رضا خانی پیر کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔[۲]

جب دیوبندیوں کو اقرار ہے کہ کسی دُوسرے کو رحمۃ اللعالمین قرار دینا نص قطعی کے خلاف ہے تو پھر ایسی صورت میں مثنوی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ کیونکر معتبر ہوسکتا اور کیونکر دلیل میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

---

[۱] دفاع ج1 ص764 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] رضاخانی مذہب،ص243،الحسنین اکیڈمی کراچی

تحفۃ القادریہ کا حوالہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''حضرت شاہ ابوالمعالی اپنی کتاب تحفۃ القادریہ میں پیرانِ پیر کی تعریف میں یہ شعر درج فرماتے ہیں۔

شاہ گیلانی ترا حق در وجود
رحمۃ للعالمین آوردہ است

شاہِ گیلانی آپ کو حق تعالیٰ رحمۃ للعالمین کے وجود میں لایا ہے۔ (تحفہ قادریہ ص ۱۴۹ اُردو) [1]

الجواب: اس شعر کا مقصد یہ ہے کہ حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک میں سے پیدا فرمایا ہے چونکہ حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ نجیب الطرفین سیّد ہیں اور آلِ رسول ہیں۔ شاعر آپ کی مدح وثنا بیان کرتے ہوئے اسی فضیلت کا ذِکر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک میں پیدا فرمایا۔
مگر دیوبندی موصوف نے سمجھ لیا کہ شاعر حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کو رحمۃ اللعالمین قرار دے رہا ہے۔

ابن حزم علّامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اسی طرح علامہ ابن حزم نے احکام کو رحمۃ للعالمین قرار دیا ہے۔ (الاحکام فی اصول القرآن ص ۳۵۰ جز:۱)''۔ [2]

---

[1] دفاع، ج1 ص765، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص765، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

الجواب: موصوف نے یہ جھوٹا حوالہ دیا ہے۔ ابن حزم کی کتاب ''الاحکام فی اصول القرآن'' میں یہ حوالہ نہیں۔ موصوف نے خواہ مخواہ جھوٹ بولا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور مرید خاص حضرت امیر حسن علی سنجری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول پیش کر رہے ہیں کہ وہ اپنی کتاب ''فوائد الفواد'' میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کو جمع کرتے ہیں تو مقدمے میں ان کیلئے رحمۃ للعالمین کا لفظ استعمال کرتے ہیں: خواجہ راستین المقلب بہ رحمۃ للعالمین ملک الفقراء والمساکین شیخ نظام الحق والشرع ۔۔۔الخ (ہشت بہشت ص:۶۸۹، فوائد الفواد مجلس ۱) [1]

الجواب: رحمۃ العالمین ہونے کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لئے فضیلت قرار دیا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عليه وآله وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:.. فَضَّلَنِي رَبِّي أَرْسَلَنِي رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ وَكَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ..الحديث [2]

حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک میرے رب نے مجھے فضیلت بخشی اور مجھے رحمۃ للعالمین اور تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا''۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ رحمۃ اللعالمین ہونا حضورِ اکرم ﷺ کی صفتِ خاصہ ہے۔ لہٰذا اِس میں غیر کا اِشتراک دُرست نہیں۔ محمود عالم صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''کسی بھی فرد کی لغزش یا تفرد کو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ قرار نہیں دیا جاسکتا''۔ [3]

---

[1] دفاع، ج1 ص765، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] أخرجه البيهقي في الدلائل، ج2 ص403۔ اسنادی حیثیت سے قطع نظر کرتے ہوئے

[3] مسئلہ وحدۃ الوجود، ص6 اتحاد اہل سنۃ والجماعۃ پاکستان

افسوس اس بات پر ہے کہ دیوبندی اپنے گنگوہی کی غلطی کو اپنا مذہب بنائے ہوئے ہیں اور بانگِ دُہل لکھتے ہیں کہ:

''اگر رحمۃ اللعالمین صرف آپ ﷺ ہی کی صفت ہوتی تو یہ حضرات دیگر پر اس صفت کا اطلاق نہ کرتے''۔[1]

حضورِ اکرم ﷺ نے رحمۃ للعالمین ہونے کو اپنے لئے باعثِ فضیلت قرار دیا ہے۔ اگر اس صفت میں دیگر کا اشتراک ہو تو پھر یہ صفت وجہ فضیلت کیسے؟ جبکہ حضورِ اکرم ﷺ کے فرمان مبارک میں ''فَضَّلَنِی رَبِّی أَرْسَلَنِی رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ'' کے الفاظ موجود ہیں۔ لہٰذا دیوبندیوں کو اپنے نظریہ پر سوچنا چاہئے اور گنگوہی نے جو صفتِ خاصہ ہونے کا اِنکار کیا ہے اُس کی مُذمت کرنی چاہئے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''پیر جماعت علی شاہ صاحب نے خواجہ یعقوبؒ اور خواجہ محمد سرہندیؒ کے متعلق کہا ''یہ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی رحمۃ للعالمینی کی شان میں جلوہ گر تھے''۔ (سیرۃ امیر ملت، ص: ۲۰۹)[2]

الجواب: رحمۃ اللعالمینی کی شان میں جلوہ گری سے مُراد پَرتو ہے مگر موصوف نے جہالت سے اس کو بعینہٖ رحمۃ للعالمین سمجھ لیا ہے۔ اگر موصوف کا یہ اعتراض دُرست ہو تو پھر موصوف اپنے مذہب کی معتبر ''الانور'' کے متعلق کیا اِرشاد فرمائیں گے جس میں انور شاہ کشمیری کے لئے سرخی قائم کر کے لکھا ہوا ہے کہ:

''بعض شمائل نبویؐ [ﷺ] کی جھلک''۔[3]

---

[1] دفاع، ج1 ص765، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص765-766 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[3] الانور، ص327، ندوۃ المصنفین، دہلی

کیا یہاں بھی دیوبندی موصوف بعینہٖ شمائل نبوی سے موصوف ہونا مُراد لیں گے؟
اگر نہیں تو پھر مذکُورہ عبارت جس میں پَرتَو کا معنی موجود ہے اُسے بعینہٖ رحمۃ للعالمین کا اشتراک کیوں قرار دے رہے ہیں؟ الغرض موصوف کا یہ اعتراض بھی جہالت پر مبنی ہے۔

دیوانِ محمدی کا حوالہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''محمد یار گڑھی بریلوی اپنے دیوان محمد میں اپنے پیر کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

برائے چشم بینا از مدینہ برسر ملتان
بہ شکل صدر دیں خود رحمۃ للعالمین آمد

دیکھنے والی آنکھوں کیلئے مدینہ سے خود رحمۃ للعالمین صدر دیں کی شکل میں ملتان آیا ہوا ہے۔ (دیوان محمدی، ص ۲۲)

یہی یار گڑھی والا اپنے بارے میں لکھتا ہے:

فردم از اغیار و یار ہر کسم
زانکہ ہستم رحمۃ للعالمین (دیوان محمدی، ص ۱۵۵)

یعنی میں غیروں سے علیحدہ بھی رہتا ہوں اور ہر شخص کا یار بھی ہوں کیونکہ میں خود رحمۃ للعالمین ہوں (العیاذ باللہ)۔[1]

الجواب: دیوانِ محمدی اہل سنّت کی معتمد علیہ کتاب نہیں ہے۔ علمائے اہل سنّت نے اس کے معتبر و مستند ہونے کا اِنکار کیا ہے۔

دیوبندی ''فوائد فریدیہ''، ''مقابیس المجالس''، ''دیوانِ محمدی'' جیسی کتابوں سے اِستناد کر کے اہلِ سنّت پر الزام عائد کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ علمائے اہلِ سنّت بارہا اِن

[1] دفاع، ج1 ص766، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

کتب کے بارے میں سکر و تحریف وعدم اعتماد کا اظہار کر چکے ہیں، مگر دیوبندی پھر بھی نہ جانے کیوں ان کتابوں سے اِستناد کر کے عوام الناس کو گمراہ کرتے ہیں۔ الغرض! دیوانِ محمدی اہلِ سنت کی معتمد کتاب نہیں اور اس کے حوالہ ہم پر حجت نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

ابولعلائی اپنے پیر کے پیر کیلئے رحمۃ للعالمین کا لفظ استعمال کرتے ہیں ''آپ کا دوسرا کام رحمۃ للعالمینی امت کے لئے پیغام عام بذریعہ پیری مریدی''۔ (چراغ ابوالعلائی ص:۱۳۱) [1]

الجواب: دیوبندی موصوف انتہائی جاہل اور بدد ماغ ہیں۔ انہیں آسان اُردو عبارات کے سمجھنے کا بھی سلیقہ نہیں۔ دیوبندی ملاؤں پر افسوس ہے۔ دیوبندی موصوف جیسے جاہلوں کو قلم پکڑا کر آگے کر دیتے ہیں جن کی لیاقت چند حوالہ جاتی کتب تک محدود ہے اور جنہیں آسان عبارت کے سمجھنے کا سلیقہ بھی نہیں آتا۔

اس عبارت میں کسی پیر کو رحمۃ اللعالمین نہیں کہا گیا بلکہ رحمۃ اللعالمینی اُمت کہا گیا ہے، جس کا مطلب حضور رحمۃ اللعالمین کی اُمت ہے یعنی چراغ ابُوالعلائی کے مصنف کا مقصد ہے کہ ان کے پیر نے حضور رحمۃ اللعالمین کی اُمت کے لئے پیغام عام بذریعہ پیری مریدی، اس عبارت میں اُنہوں نے رحمۃ للعالمین حضورِ اکرم ﷺ کو تسلیم کیا ہے نہ کہ اپنے پیر کو مگر موصوف نے جہالت کی حد کرتے ہوئے اس کو ان کے دادا پیر پر منطبق کر دیا۔

''علّامہ اقبال کا شعر اور دیوبندی موصوف کی جہالت''

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''مفتی غلام سرور قادری بریلوی صاحب نے اپنے ترجمۃ القرآن (عمدۃ البیان) کے

[1] دفاع، ج1 ص766، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

مقدمے میں علامہ اقبال کا یہ شعر نقل کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی صاحب اس شعر سے متفق ہیں۔

نوع انساں را پیام آخریں
حامل اور [او را] رحمۃ للعالمین

انسانوں کیلئے قرآن آخری پیغام ہے اس کے حامل رحمۃ للعالمین۔ (ص:۱، مقدمہ عمدۃ البیان)[1]

الجواب: نہ جانے کس جاہل نے دیوبندی موصوف کو علمی مسائل میں ٹانگ اڑانے کو کہا ہے۔ بہرکیف علامہ اقبال کے شعر کا مقصد یہ ہے کہ:

انسانوں کے لئے قُرآن آخری پیغام ہے، اس کے حامل سے مُراد یہاں یہ ہے کہ جس پر یہ قُرآن نازل ہوا۔ جو خُود حضور رحمۃ اللعالمین ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس میں بھلا اعتراض کی کون سی بات ہے؟ موصوف نے جہالت کے سبب لفظ حامل سے سمجھ لیا کہ قُرآن حکیم کو ہر اُٹھانے والا العوذ باللہ رحمۃ اللعالمین ہے۔ حالانکہ یہ مفہوم نہیں بلکہ اس کا مفہوم وہی ہے جو بیان کیا گیا ہے۔

امامُ المتکلمین کے نام پر مغالعہ دینے کی کوشش

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''ہم اپنی اس گفتگو کے اختتام پر بریلویوں کے امام جناب احمد رضا خان صاحب کے والد مولوی نقی علی کی کتاب انوار جمال مصطفیٰ یعنی الکلام الاوضح سے حوالا [حوالہ] پیش کرتے ہیں۔ علماء اپنے شاگردوں کے حق میں خصوصاً عوام زمانہ کے حق میں عموماً رحمت ہیں کہ تعلیم وتدریس، وعظ وتذکیر، امر باالمعروف [امر بالمعروف] ونہی عن المنکر ہیں [میں] مشغول

[1] دفاع، ج1 ص766، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

رہتے ہیں اور پیغمبر اپنی قوم کیلئے رحمت ہیں۔ (انوار جمال مصطفی، ص ۲۱۴)
یہی بات حضرت گنگوہی۔۔لکھ رہے ہیں کہ (دیگر اولیاء وانبیاء وعلماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں)۔حضرت گنگوہی۔۔اور نقی علی کی عبارت میں کم وبیش ایک ہی بات کہی گئی ہے پھر حضرت گنگوہی۔۔پر فتویٰ لگانا اور کافر لکھنا کہاں کا انصاف ہے،حضرت گنگوہی۔کی عبارت میں بھی موجب رحمت عالم کہا گیا ہے نا کہ موجب رحمۃ للعالمین۔[1]
الجواب: امام المتکلمین حضرت مولانا نقی علی خاں قدس سرہٗ العزیز نے بالکل دُرست لکھا ہے۔انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بے شک رحمت ہوتے ہیں۔اِن کے رحمت ہونے کا کسی نے بھی اِنکار نہیں کیا اور نہ ہی یہ بات وجہ مبحث ہے۔موصوف خواہ مخواہ مظالطہ دینے کے لئے غیر متعلقہ باتوں کو درمیان میں ذِکر کردیتے ہیں۔
حضرت مولانا نقی علی خاں قدس سرہٗ العزیز کی عبارت اور گنگوہی جی کے نظریہ میں دُور دُور تک کوئی تعلق نہیں۔گنگوہی جی نے حضورِ اکرم ﷺ سے رحمۃ اللعالمین کے صفتِ خاصہ ہونے کی نفی کی ہے حالانکہ خُود حدیث پاک میں حضورِ اکرم ﷺ نے مقامِ فضیلت میں صفتِ رحمۃ اللعالمین کو ذِکر کیا ہے،جس سے اِشتراک کی نفی ہوتی ہے،مگر گنگوہی صاحب حضورِ اکرم ﷺ کی اس صفت مبارکہ میں اِشتراک کے قائل ہیں،پھر گنگوہی جی نے اس صفت میں اشتراک ثابت کرنے کے لئے دلیل یہ دی ہے کہ:
''دیگر اولیاء، وانبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمتِ عالم ہوتے ہیں''۔[2]
حالانکہ رحمتِ عالم کا موجب ہونا اور صفتِ خاصہ رحمۃ اللعالمین میں مشترک ہونا دو علیحدہ باتیں ہیں۔اس بات کا خُود دیوبندی کو بھی اقرار ہے،چنانچہ موصوف خود لکھتے ہیں کہ:
''حضرت گنگوہی کی عبارت میں بھی موجب رحمت عالم کہا گیا ہے نا کہ موجب

[1] دفاع، ج1 ص767، مکتبہ ختم نبوت، پشاور
[2] فتاویٰ رشیدیہ، ص244، دارالاشاعت، کراچی

رحمۃ لعالمین''۔ [1]

گویا موصوف کے نزدیک موجب رحمتِ عالم اور رحمۃ العالمین میں فرق ہے۔اس لئے موصوف نے مندرجہ بالا عبارت لکھی ہے، جب دونوں میں فرق ہے تو ایک کے ثبوت کے لئے دُوسرے کو پیش کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟اس کا فیصلہ تو خُود موصوف ہی فرمائیں گے۔

بہرحال اِتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ مُوجب رحمت عالم اور رحمۃ اللعالمین میں فرق ہے۔ لہٰذا امام المتکلمین کی عبارت جس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنی قوم کے لئے رحمت قرار دیا گیا ہے اس سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ رحمۃ للعالمین کی نفی نہیں ہوتی اور نہ ہی گنگوہی کا نظریہ ثابت ہوتا ہے جس میں گنگوہی نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت مبارکہ میں اشتراک ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں تک کہ علماء کو بھی اس صفت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک قرار دیا ہے۔

نوٹ: موصوف نے حسبِ عادت یہاں بھی ایک اور مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ:

''حضرت گنگوہی پر فتویٰ لگانا اور کافر لکھنا کہاں کا انصاف ہے؟''۔ [2]

حالانکہ اس مسئلے کی وجہ سے گنگوہی پر کُفر کا فتویٰ نہیں لگایا گیا بلکہ ''براہینِ قاطعہ'' کی عبارت جس میں گنگوہی نے گستاخی و بے ادبی کرتے ہوئے نعوذ باللہ شیطان کے علم کو بَرتَر کہا ہے، اُس عبارت کی وجہ سے گنگوہی پر علمائے عرب و عجم نے کفر کا فتویٰ لگایا اور مناظرۂ بہاولپور میں گنگوہی جی کے چیلے انبیٹھوی پر حجت تمام کردی اور اس کے کفر کو عام آشکار کر دیا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''آخر میں ہم مولوی صدیق نقشبندی رضاخانی سے اسی کی زبان میں سوال کریں گے:

---

[1] دفاع، ج1 ص767، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص767، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

''گویا شیخ سعدی، مجدد الف ثانی، علامہ اقبال اور مندرجہ بالا بریلوی اکابر نے معاذ اللہ مرزا صاحب کیلئے راستہ ہموار کر دیا اور اس نے حضور کے اس وصف خاص پر ڈاکہ زنی کی کوشش کی اور اس کو یہ جسات [جسارت] صرف ان علماء کی عبارات سے ہوئی اور کسی کو جرم پر ابھارنے اور برانگیختہ کرنے والا بھی مجرم ہوتا ہے لہٰذا اگر شیخ سعدی، مجدد الف ثانی ودیگر (معاذ اللہ) اور مرزا غلام احمد قادیانی کو عدالت کے ایک ہی کٹہرے میں کھڑا کر کے مجرم ثابت کیا جائے تو کیا رضا خانیوں کے تن بدن کو آگ تونہیں لگ جائے گی؟ ذرا سنبھل کر جواب دیں بدحواسی میں اکثر غلطیاں ہوجایا کرتی ہیں''۔ [1]

الجواب: موصوف نے مندرجہ بالا عبارت میں جن اکابرین کا نام لیا ہے، اُن سے صفت رحمۃ اللعالمین میں اشتراک ہرگز ثابت نہیں۔

موصوف نے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا جو شعر ذِکر کیا تھا، اُس کی تفصیل سے وضاحت ہم سابقہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں۔

حضرت مجد دِالف ثانی رحمہ اللہ نے بھی غیر کے لئے رحمۃ اللعالمین کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

موصوف نے جو حوالہ دیا ہے اُس کی وضاحت بھی ہوچکی ہے۔

اسی طرح علّامہ اقبال نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اِس صفت میں دُوسرے کی مشارکت کو تسلیم نہیں کیا۔

موصوف نے خواہ مخواہ اِن کے نام پر دُھوکا دینے کی کوشش کی ہے اور جس شعر سے موصوف نے دُھوکہ دینے کی کوشش کی اُس میں علّامہ اقبال نے حضورِ اکرم ﷺ کو ہی رحمۃ اللعالمین لکھا ہے۔ مگر موصوف نے جہالت کی اِنتہا کرتے ہوئے اِس شعر کو غیر پر منطبق کر دیا ہے۔ لہٰذا موصوف کا ان اکابرین کے نام سے معارضہ کرنا دُرست نہیں۔

---

[1] دفاع، ج1 ص767، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

مولوی صدیق نقشبندی صاحب کا اعتراض ہنوز فرقہ دیوبند پر قائم ہے۔ مگر دیوبندی اپنے عقائد میں شیخ سعدی اور مجددِ الف ثانی علیہما الرحمۃ جیسے بزرگوں کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان بزرگوں کے عقائد سے دیوبندیوں کا دُور دُور کا بھی تعلق نہیں۔ اگر دیوبندیوں نے اپنے عقائد کی دیواران بزرگوں کے اقوال کی روشنی میں قائم کی ہوتی تو آج ہندو پاک میں فرقہ پرستی کی شدت عروج پر کیوں ہوتی؟ جب دیوبندیوں نے اکابرین اہلِ سنّت سے ہٹ کر علیحدہ اپنی راہ اختیار کی تو اختلافات نے جنم لیا، بہرکیف موصوف کا اِن اکابرین کے نام استعمال کرنا سراسر دُھوکہ اور فریب ہے۔ ان کے حوالوں کی وضاحت ہم سابقہ صفحات میں کر چکے ہیں۔

بشریت میں مماثلت کا دعویٰ۔ نعوذباللہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"دیوبندی مولوی خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں کہ: "نفس بشریت میں مماثل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ بنی آدم ہیں"۔ (براہین قاطعہ، ص ۷)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۵)

الجواب: کوئی اس جاہل عنید سے پوچھے کہ اس میں گستاخی والی کونسی بات ہے؟ نفس بشریت میں مماثلت تو خُود قرآن سے ثابت ہے قرآن کہتا ہے قل انما انا بشر مثلکم تو کیا قرآن معاذ اللہ توہین نبوت کر رہا ہے"۔[1]

الجواب: موصوف معاملے کی اصل حقیقت کو سمجھ نہیں سکے ہیں، معاملہ کچھ یُوں ہے کہ حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات وفضائل و مناقب کو ذِکر کرتے ہوئے:

---

[1] دفاع، ج1ص768، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

"أَيُّكُمْ مِثْلِي؟"۔ [1] "إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ"۔ [2] جیسی احادیث نقل فرمائیں اور ثابت فرمایا کہ کمالاتِ بشریت میں آپ ﷺ کا کوئی مماثل نہیں۔

گنگوہی صاحب سے یہ بات برداشت نہ ہوئی اور اس نے نفی مماثلت کے مقابلہ میں اثبات مماثلت کیا۔

جس کا ردِ بلیغ حضرت مولانا نذیر احمد خاں رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بایں الفاظ فرمایا:

"نفی مماثلت کے مقابلہ میں اثباتِ مماثلت کرنا گستاخی و بے باکی عظیم ہے، خواہ کسی نیّت سے ہو، حق سبحانہ انسانیت وتہذیب نصیب کرے۔ شرح شفاء قاضی عیاض، صفحہ ۴۹ جلد ثانی مطبوعہ مصر میں ملّا علی قاری لکھتے ہیں:

قد روی فی مجلس أبي يوسف أنه عليه الصلاة والسلام كان يحب الدباء فقال رجل أنا ما أحب الدباء فسل له السيف وقال جدد الإسلام وإلّا قتلتك نظرا إلى ظاهر معارضته عليه الصلاة والسلام" [3]

اس سے واضح ہے کہ فقط ظاہر معارضہ آنحضرت ﷺ سے قبیح ونامشروع ہونے وخوف زوالِ ایمان کے واسطے کافی ہے، پس ناسعادت مندی معارض میں کیا کلام ہے؟

---

[1] أخرجه مسلم في الصحيح، بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ (1103)

[2] أخرجه مسلم في الصحيح، بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ (1102)

[3] شرح الشفاء، فصل [في علامات محبته ﷺ] ج 2ص 51، دار الكتب العلمية - بيروت

یعنی حضرت امام ابُو یوسف کی محفل میں روایت بیان کی گئی کہ حضورِ اکرم ﷺ کدو شریف کو پسند فرماتے تھے تو ایک شخص نے کہا کہ مَیں کدو کو پسند نہیں کرتا، پس اس پر تلوار کھینچی اور فرمایا کہ تم اپنے اسلام کی تجدید کرو ورنہ مَیں تمہیں قتل کر دوں گا اس کے ظاہر کی طرف نظر کرتے ہوئے کہ بظاہر اس کا حضورِ اکرم ﷺ سے معارضہ تھا۔

اور ''شفا'' قاضی عیاض [رحمہ اللہ] میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام وابدان متصف صفاتِ بشریہ کے ساتھ ہیں اِس لئے جوعوارِض مانندِ امراض وموت وقوت شہویہ وغضبیہ اُن کو عارض ہوتے ہیں یعنی دُوسرے بشروں کو، انبیاء علیہم السلام کو بھی عارض ہوتے ہیں، اور بواطن ورُوحیں اُن کی متصف ہیں ساتھ ایسے صفات کے کہ وہ اوصافِ بشریہ سے اعلیٰ ہیں، متشابہ ہیں ساتھ صفاتِ ملائکہ کے، بیچ دوام ذکر وحضور بدوں ملالت وفتور کے، اور قوت طاعت وعبادت بغیر ملالت کے کہ وہ سلیمہ ہیں تغیر وآفات سے، اِس لئے اُن کی ارواح کو اکثر عجز بشریٰ وضعف انسانی لاحق نہیں ہوتا ہے، اور یہ معنی ظاہر اُن کے مشابہ بشر سے ہیں و باطن واَرواحِ ملائکہ سے اس واسطے ہیں کہ اگر خالص بشر ہوتے مانند دُوسرے بشروں کے تو طاقت اخذِ وحی کی ملائکہ سے اُن کو نہ ہوتی اور نہ اُن کے ساتھ خطاب ومخالطت کر سکتے اور نہ دیکھ سکتے جیسے کہ دُوسرے بشر یہ نہیں کر سکتے ہیں، اگر چہ ولی ہوویں دُوسرے بشر۔ اور اگر اجسام وابدان بھی اُن کے مانند ملائکہ کے ہوتے اور اجسام وابدان میں بھی مشابہ بشر کے نہ ہوتے تو دُوسرے بشر نہ اُن سے مل سکتے اور نہ اُن کو دیکھ سکتے اور نہ اُن سے خطاب کر سکتی اور نہ احکام لے سکتے اس لئے اجسام وابدان میں مشارکت بشر سے اور اَرواح و باطن میں مشارکت ملائکہ سے اُن کو ہے، یہ تمام شفا وشرح ملا علی میں ماتن وشارح نے فرما کر یہ شرح و متن میں لکھا ہے:

قال:) أي فيما رواه الشيخان عن ابن عمر وأبي هريرة وأنس وعائشة جوابا لقولهم إنك تواصل فكيف تنهانا (إنّي لست كهيئتكم) أي على صفتكم وماهيتكم (إنّي... يطعمني ربّي ويسقيني) [1]

---

[1] شرح الشفاء، الْقِسْمُ الثَّالِثُ [فِيمَا يَجِبُ لِلنَّبِيِّ ﷺ وما يستحيل في حقه وما يمتنع] ج 2 ص 174، دار الكتب العلمية - بيروت

یعنی جواب ہے ان کے قول کا کہ بیشک آپ ﷺ وصال کے روزے رکھتے ہیں اور ہمیں منع فرماتے

اس سے واضح ولائح ہے کہ انبیا علیہم [السلام] فقط ابدان واجسام کی جہت سے بشر ہیں نہ اَرواح و بواطن کی جہت سے، اور خالص بشر نہیں ہیں کہ ظاہر و باطن دونوں مانند دُوسرے بشروں کے اُن کے ہوویں، اور خُود آنحضرت ﷺ کا فرمانا اس عبارت سے ظاہر کہ مَیں تمہاری صفتِ ماہیت پر نہیں ہوں۔

جس سے واضح ہوتا ہے کہ ماہیت آنحضرت ﷺ کی دُوسرے بشروں صحابہ وغیرہم سے مخلاف ہے، فقط ظاہری بشریت ہے آپ کی، پس آنحضرت ﷺ کی بشریت کہ باعتبار بدن وجسم کی ہے نہ باعتبار باطن و رُوح کے مخالف صحابہ وغیرہم کی بشریت سے ہوئی تو مساوات بشریت میں کہاں ہے۔

جلد ثانی ''تفسیر کبیر'' میں آیت: إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحاً وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ [1] کے تحت امام رازی صاحب [رحمہ اللہ] فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ تَمَامَ الْكَلَامِ فِي هَذَا الْبَابِ أَنَّ النَّفْسَ الْقُدْسِيَّةَ النَّبَوِيَّةَ مُخَالِفَةٌ بِمَاهِيَّتِهَا لِسَائِرِ النُّفُوسِ، [2]

اور امام رازی صاحب [رحمہ اللہ] سُورہ کہف کی آیت: "وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا" [3] کے تحت تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

= ہیں؟ فرمایا: بیشک میں تمہاری طرح نہیں ہوں یعنی تمہاری صفت وماہیت پر نہیں ہوں، بیشک میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

[1] [آلِ عِمْرَانَ:33]

[2] مفاتيح الغيب = التفسير الكبير، ج8ص200، دار إحياء التراث العربي - بيروت
یعنی اس باب میں خلاصہ یہ ہے کہ نفس قدسیہ نبویہ اپنی ماہیت میں تمام نفوس سے مختلف ہوتے ہیں۔

[3] [الكهف:65]

"جَوَاهِرُ النَّفْسِ النَّاطِقَةِ مُخْتَلِفَةٌ بِالْمَاهِيَّةِ". [1]

عبارتِ اوّل سے واضح ہے کہ نفس قدسیہ نبویہ کی ماہیت مخالف باقی نفوس کی ماہیت کے ہے اور عبارت دُوسری سے واضح ہے کہ جواہر نفوس مختلف بالماہیت ہیں۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ماہیت ہماری ماہیت کے مخالف ہوئی تو نفسِ بشریت میں مساوات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دُوسروں سے نہ ہوئی۔ پس مثلیت فی البشریہ کا قائل ہونا جہالت وحماقت صرف ہے ایک اَمر میں مشابہت ہونے سے، اور اشتراک پائے جانے سے مساوات ثابت نہیں ہوتی ہے، دیکھو انسان وفرس [گھوڑے] میں حوانیت میں اشتراک ہوا تو انسان وفرس میں مساوات کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا، اگرچہ دونوں کو حیوان کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے انسان کو بھائی فرس [گھوڑے] کا کہنا عُرف ولغت میں صحیح نہیں۔ اب دیکھو بشریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی رہی اور اطلاقِ اُخوت بھی صحیح نہ ہوا بسبب عدم مساوات کے"۔ [2]

لہٰذا موصوف نے مسئلے کی حقیقت کو سمجھے بغیر ہی اعتراض کرنا شروع کر دیا اور لکھ دیا کہ:

''کیا قُرآن معاذ اللہ توہینِ نبوت کر رہا ہے''؟ [3]

قُرآنِ حکیم نے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان کئے ہیں۔ قُرآن حکیم میں کیسے توہین نبوت ہو سکتی ہے؟۔ مگر افسوس ہے ان لوگوں پر جو قُرآنِ حکیم کا خُود ساختہ مفہوم بیان کر کے توہینِ نبوت کرتے ہیں جن کے ساتھ مسئلہ توہین وگستاخی پر اہلِ سنت کی جنگ جاری ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

---

[1] مفاتيح الغيب = التفسير الكبير، ج 21 ص 483، دار إحياء التراث العربي - بيروت

یعنی جواہر نفوس مختلف بالماہیت ہیں

[2] البوارق اللامعہ، ص 75-74، در مطبع دت پرشاد واقع بمبئی۔

[3] دفاع، ج 1 ص 768، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

بریلوی شیخ الحدیث اورامام المناظرین اشرف سیالوی لکھتا ہے:

''اے کفار! تمہارا یہ مطالبہ بے جا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری ہدایت اور اصلاح مقصود ہوتی تو کسی فرشتے کو ہمارے پاس نبی اور رسول بنا کر بھیجتا ضروری تھا کہ ایک ہمارے جیسے بشر اور انسان کو ہمارے لئے نبی اور رسول بنایا جاتا کیونکہ نبی اور اُمت میں مناسبت ضروری ہوتی ہے''۔(تحقیقات،ص۹۱)

تمہارا مولوی کہہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کفار جیسے بشر اور انسان تھے اب لگاؤ فتویٰ۔[1]

الجواب: موصوف کے اعتراض دیکھ کر لگتا ہے کہ موصوف کے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں۔ سیالوی صاحب تو کُفار کے عقیدے کو بیان کر رہے ہیں کہ اُن کا خیال تھا کہ ایک ہمارے جیسے بشر اور انسان کو ہمارے لئے نبی اور رسول بنایا جاتا۔ مگر دیوبندی موصوف نے جہالت کی انتہا کرتے ہوئے لکھ دیا کہ:

''تمہارا مولوی کہہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کفار جیسے بشر اور انسان تھے''۔[2]

(نعوذ باللہ) نہ جانے کس جاہل نے موصوف کو قلم پکڑا کے آگے کر دیا ہے، دہلوی سے لے کر گنگوہی وتھانوی ونانوتوی اور آج تک کے دیوبندیوں کی یہی حالت ہے اور ایسی حالت اور ایسے دلائل کے ساتھ وہ مناظرہ جیتنا چاہتے ہیں، افسوس ہے ایسی عقل پر!!

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ بریلوی مولوی سعید احمد نقشبندی کرتا ہے:

''عام انسان اگرچہ نفس انسانیت میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شریک

---

[1] دفاع، ج1 ص768، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص768، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

ہیں"۔(مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۶۷، ج ۳، ص ۶۸)"۔[1]

الجواب: امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان بالکل دُرست ہے، جس کو ہم مانتے ہیں، لیکن امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا دُوسرا فرمان بھی ہم یہاں نقل کردیتے ہیں، دیکھتے ہیں کیا دیوبندی موصوف اُس کو ماننے کے لیے تیار ہیں۔

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"باید دانست که خلق محمدی در رنگ خلق سائر افراد انسانی نیست بلکه بخلق ہیچ فردے از افراد عالم مناسبت ندارد که او صلی اللّٰه علیه وسلم باوجود نشاء عنصری از نور حق جل وعلا مخلوق گشته است کما قال علیه وعلی آله الصلوات والسلام خلقت من نور اللّٰه دیگراں راایں دولت میسر نشده است بیان ایں دقیقه آنست که ما سبق گزشته است که صفات ثمانیه حقیقیه حضرت واجب الوجود جل سلطانه ہر چند داخل دائره وجوب است اما بواسطه احتیاجے که اینہا را بحضرت ذات ست تعالی رائحه امکان دراینہا کائن ست وچون در صفات حقیقیه قدیمه رائحه امکان راگنجائش گشت در صفات اضافیه حضرت واجب الوجود تعالی ثبوت امکان بطریق اولی باشد وعدم قدم شان نیز اول دلیل باشد بر امکان شان و بکشف صریح معلوم گشته است که خلقت آنسرور علیه وعلی اله الصلوة والتسلیمات ناشی ازیں امکان ست که بصفات اضافیه تعلق

[1] دفاع، ج1 ص768، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

دارد نه امکانیکه در سائر ممکنات عالم کائن ست ہر چند بدقت نظر صحیفه ممکنات عالم را مطالعه نموده می آید وجود آنسرور آنجا مشہور نمیگردد بلکه منشاء خلقت و امکان او علیه وعلی آله الصلوة والسلام در عالم ممکنات نباشد بلکه فوق ایں عالم باشد ناچار او را سایه نبود و نیز در عالم شہادت سایه ہر شخص از شخص لطیف ترست چوں لطیف ترے ازوے در عالم نباشد او را سایه چه صورت دارد"۔[1]

جاننا چاہئے کہ خلق محمدی [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] دوسرے تمام افراد کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ افراد عالم میں سے کوئی بھی فرد ان کی پیدائش کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے حق جل وعلیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: میری پیدائش اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوئی ہے۔لہٰذا دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہوئی۔اس دقیق نکتہ کی وضاحت یہ ہے جیسا کہ پہلے بیان گذر چکا ہے کہ حضرت واجب الوجود جل سلطانہٗ کی صفاتِ ثمانیہ حقیقیہ اگر چہ وجوب کے دائرہ میں داخل ہیں لیکن اس احتیاج کے باعث جو ان کو حضرت ذات تعالیٰ کے ساتھ ہے ان میں امکان کی خوشبو موجود ہے اور جب صفات حقیقیہ قدیمیہ میں امکان کی خوشبو گنجائش ہوئی تو حضرت واجب الوجوب تعالیٰ کی صفات اضافیہ میں امکان کا ثبوت بطریق اولیٰ ہوگا اور ان کا قدیم نہ ہونا ان کے امکان پر بہت بڑی دلیل ہوگا۔

اور کشفِ صریح سے معلوم ہوا ہے کہ آں سرور علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کی پیدائش اسی امکان سے ہوئی ہے کہ جس کا تعلق صفاتِ اضافیہ سے ہے نہ کہ ایسے امکان

---

[1] مکتوبات امام ربانی، ج3ص183، مکتوب صد۔ در مطبع منشی نول کشور لکھنو

سے جو تمام ممکناتِ عالم میں ثابت ہے اور جس قدر بھی دقتِ نظر سے ممکناتِ عالم کے صحیفے کا مطالعہ کیا جاتا ہے آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام کا وجودِ شریف وہاں مشہود نہیں ہوتا بلکہ آپ [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کی خلقت وامکان کا منشاء صفاتِ اضافیہ کا وجود اور ان کا امکان محسوس ہوتا ہے اور چونکہ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام کا وجود عالم ممکنات سے نہیں ہے بلکہ اس عالم کے فوق سے ہے تو لازمی طور پر آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کا سایہ نہ تھا اور پھر یہ بھی ہے کہ عالم شہادت میں کسی شخص کا سایہ اس شخص سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور آپ [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] سے زیادہ عالم میں کوئی چیز لطیف ہی نہیں ہے تو سایہ کی کیا گنجائش ہے علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات۔ [1]

اب دیکھتے ہیں کیا موصوف امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ بالا فرمان کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟

ایک درخت میں مختلف پھل

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

مولوی خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں کہ: ''اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ ﷺ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے''۔ (براہین قاطعہ، ص ۷)۔ تو گویا اب ہمیں یہ کہنے کی اجازت ہے کہ بوجہ بنی آدم ہونے کے تمام دیوبندی عوام اور ان کے اکابر ابوجہل فرعون نمرود وغیرہ کے بھائی ہیں یہ کہنا نص کے خلاف نہیں۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۵، شمشیر حسینی، ص ۱۱۵)''۔ [2]

---

[1] مکتوبات حضرت مُجدد الف ثانی، مترجم سیّد زوار حسین شاہ، دفتر سوم مکتوب 100 ص 309-310، ادارۂ مجددیہ 5\2 اے نظم آباد 3، کراچی

[2] دفاع، ج1 ص 768-769 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

الجواب: بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''حضرت آدم علیہ السلام ایک ہیں مگر اُن کی اولاد مومن بھی ہے کافر بھی ہے، مشرک بھی منافق بھی پھر مومنوں میں اولیاء بھی ہیں انبیاء بھی، حضور محمد مصطفی بھی (صلی اللہ علیہ وسلم)، گویا ایک درخت میں ایسے مختلف پھل لگا دینا کہ اسی میں فرعون ہے، اسی میں مُوسیٰ علیہ السلام، اسی میں ابُوجہل ہے، اسی میں حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کمال قدرت ہے اور اس کی رحمت کی بھی دلیل ہے کہ سارے انسان اس رشتہ سے بھائی بھائی ہیں''۔ (تفسیر نعیمی، ج ۷، ص ۶۰۶)

استغفر اللہ! یہ کہہ رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، فرعون، ابوجہل، مومن، منافق، کافر سب ایک پھل کے درخت ہیں اور اسی نسبت ورشتہ سے سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ تو رضاخانیوں ہم یوں کہہ سکتے ہیں:

مولانا احمد رضا خان صاحب، مرزا غلام احمد قادیانی، ابوجہل، فرعون، نمرود، عتبہ، شیبہ، ایک ہی درخت کے پھل ہیں اور اس رشتہ سے ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ جواب دو رضاخانیوں ہماری اس بات کا کیا جواب ہے تمہارے پاس؟''۔ [1]

الجواب: یہ تو ادنیٰ شعور رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ دُنیا میں رہنے والے تمام انسان حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہیں۔ چاہے وہ کسی بھی رنگ ونسل سے تعلق رکھتے ہوں اور کیسے ہی کام کرتے ہوں۔ وہ تمام اولادِ آدم ہیں۔

حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں ہابیل بھی ہے تو قابیل بھی، مؤمن ونیکوکار بھی ہیں تو کافر وگنہگار بھی، کوئی کیسا ہی گنہگار ہوگا اُس کے متعلق کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والا اولادِ آدم ہونے کا اِنکار نہیں کرسکتا۔ لہٰذا مفتی صاحب نے تمام انسانوں کے متعلق بالکل صحیح لکھا ہے کہ سب ایک درخت کے پھل ہیں، مگر دیوبندی موصوف کو اس بات پر

---

[1] دفاع، ج1 ص768-769 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اعتراض ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے نزدیک تمام انسان اولادِ آدم نہیں اور انہیں فرعون، ابُوجہل کے اولادِ آدم ہونے پر اعتراض ہے۔
موصوف کا یہ اعتراض نصِ قطعی کا اِنکار ہے جس میں تمام بنی نوعِ انسانی کو نفسِ واحد سے پیدا کرنے کا اِرشاد موجود ہے۔
﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا﴾[1]
اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد وعورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو، بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

موصوف کا دُھوکہ

مفتی صاحب نے لکھا تھا کہ سارے انسان اس رشتہ سے بھائی بھائی ہیں۔ مگر دیوبندی موصوف نے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، فرعون اور ابوجہل کے نام لکھ کر لکھا: ''سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں''۔
جبکہ مفتی صاحب نے تو ایک عمومی حکم بیان کیا اور اس میں ''سارے انسان'' کے الفاظ بھی موجود ہیں کہ سارے انسان اس رشتہ سے بھائی بھائی ہیں۔ مگر موصوف عوام کو دُھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ مفتی صاحب انبیاء کرام علیہم السلام کے نام لے کر، پھر کُفّار و فجّار کے نام ذِکر کر کے لکھ رہے ہیں کہ سب ایک دُوسرے کے بھائی ہیں، حالانکہ ایسا نہیں، یہ دیوبندی موصوف کی دُھوکہ دہی ہے۔ مفتی صاحب نے ایک عمومی قاعدہ وکلیہ بیان کیا ہے جس کا

---

[1] [النساء:1]

اِنکار دیوبندی بھی نہیں کر سکتے، پھر موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''تو رضا خانیوں کو ہم یوں کہہ سکتے ہیں: مولانا احمد رضا خان صاحب مرزا غلام احمد قادیانی، ابوجہل، فرعون، نمرود، عتبہ، شیبہ، ایک ہی درخت کے پھل ہیں اور اس رشتہ سے ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ جواب دو رضا خانیوں ہماری اس بات کا کیا جواب ہے تمہارے پاس''۔ [1]

الجواب: تھانوی جی نے لکھا ہے کہ:

"وقد نهى المتكلمون عن اطلاق خالق القردة والخنازير عليه تعالىٰ مع انه خالقها وخالق كل شيء۔ [2]

''یعنی متکلمین نے اللہ تعالیٰ کے لئے خالق القردة والخنازیر کا اِطلاق کرنے کی ممانعت کی ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق اور ہر شئے کا خالق ہے۔

دیکھیں تھانوی جی کے بقول باوجودیکہ بندروں اور خنازیر کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے لیکن ان اشیاء کے نام لے کر خالق القردة والخنازیر کہنا جائز نہیں۔ حالانکہ خالقِ کل شیء کہنا جائز ہے۔ اسی طرح عمومی طور پر یہ کہنا جائز ہے کہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں مگر کوئی شخص نفوسِ قدسیہ کو نام لے کر کُفّار و ملعونین کا بھائی قرار دے تو اُس کی یہ جرأت، گستاخی و بے ادبی شُمار ہوگی۔ اس لئے ہمارے نظریے کے مطابق سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر کُفّار و فجّار کا بھائی لکھنا توہین ہے۔

نہ ہی مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ نے ایسا لکھا ہے اور نہ ہی اُن کی عبارت کی وجہ سے مذکورہ اعتراض ہم پر لازم آتا ہے۔ موصوف کا یہ نرا مغالطہ ہے۔ ہاں جو نظریہ دیوبندیوں کا ہے اُس سے اِن پر اِن کے اکابرین کے متعلق ضرور یہ اعتراض قائم ہوتا ہے۔

---

[1] دفاع، ج1ص769، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] بوادر النوادر 481، ادارہ اسلامیات، لاہور

چلتے ہیں ''براہینِ قاطعہ'' کی عبارت کی جانب! دیوبندی موصوف کے پاس ''براہینِ قاطعہ'' کی عبارت کا کوئی تحقیق جواب نہیں تھا۔اس لئے موصوف نے مغالطہ دیتے ہوئے الزامی جواب دینے کی ناکام کوشش کی۔حالانکہ موصوف نے جو حوالہ دیا اس کا ''براہینِ قاطعہ'' کی عبارت سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت مولانا نذیر احمد خان رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''براہین قاطعہ'' کی مندرجہ بالا عبارت کا تحقیقی ردّ قلمبند کیا جو ''البوارق اللامعہ'' میں گنگوہی جی کی زندگی میں بھی شائع ہوا مگر گنگوہی صاحب آنجہانی ہوجانے تک اس کا کوئی جواب نہ دے سکے اور نہ ہی آج تک دیوبندیوں میں سے کسی نے اُس کا ردّ لکھا ہے۔

دیوبندی موصوف کے ہوش ٹھکانے لگانے کے لئے حضرت مولانا نذیر احمد خان رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کا وہ حصہ کتاب کی زینت بنایا جاتا ہے، مُلاحظہ کریں، حضرت مولانا نذیر احمد خان رامپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَقُول: ''جامع براہین'' کو اپنے محدث اور فقیہ اور اُصولی ہونے کا اس قدر دعوٰی اور لَن ترانی اور مقامِ استدلال میں ایسے حواس ندارد ہوئے کہ لفظ نص کے معنی بھی نہ سمجھے کہ اُصول میں کیا لکھا ہے

قال في مسلم الثبوت وشرحه بحر العلوم: "(النظم إن ظهر معناه فإن لم يسق له) بالذات [أي] لا يكون مقصودًا أصليا (فهو الظاهر وإن سيق له) بالذات (فإن احتمل) مع [ذلك] السوق التخصيص والتأويل فهو النص "، انتهى۔ [1]

اس سے واضح ہے کہ جس لفظ کی مُراد ظاہر ہو یعنی ہر عارِف باللغۃ اِس مُراد کو بغیر

---

[1] فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، الأصل الأول/الكتاب، ج2ص22-23، دار الكتب العلمية، بيروت۔

قرینہ کے فقط لفظ سننے سے پہچان لے اور اس مُراد کے واسطے بالذات وہ لفظ نہ بولا گیا ہووے اور مقصودِ اصلی وہ نہ ہووے تو اُس کو ظاہر کہتے ہیں۔ اور اگر مُراد تو اُس لفظ کی ظاہر ہووے لیکن بالذات بولا گیا بھی اُسی مُراد کے واسطے ہووے، اور مقصودِ اصلی متکلم کی وہی مُراد ہووے اور احتمال تخصیص تاویل کا ہی رکھتا ہووے تو وہ نص ہے۔

پس نص ہونے واسطے مُراد کا ظاہر ہونا اور اُسی مُراد کے واسطے بولنا متکلم کا ضرور ہے۔ اب ''جامع براہین'' دونوں پیر و مُرید اِرشاد فرماویں کہ یہ آیت کریمہ: ﴿قُلۡ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٞ مِّثۡلُكُمۡ﴾[1] اللہ تعالیٰ نے کیا اسی واسطے نازل فرمائی تھی کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہا کرو؟ اور یہ بھی بیان فرماویں کہ آیت میں کونسا لفظ ہے جس کی مُراد ظاہر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہو۔ بشر کا لفظ یا مثل کا تو ایسا نہیں ہے کہ عارِف باللغۃ بدون قرینہ اُس سے بھائی سمجھتا ہووے۔ کسی عربی، فارسی، اُردو دان سے دریافت کرو، اِن دونوں لفظ میں سے کسی سے یہ مُراد کوئی جانتا ہووے، اور کسی نے لُغت میں معنی بشر و مثل کے بھائی کے لکھے ہوویں، یا کسی قومِ خاص کی اِصطلاح جاری ہوئی ہووے کہ ان دونوں لفظ میں سے کسی کے معنی بھائی اُن لوگوں نے قرار دیئے ہوویں یا عُرفِ عام میں بشر و مثل کے معنی بھائی کے لیتے ہوویں۔ پس ان لفظوں کے معنی بھائی کسی طرح نہیں ہیں، تو موافق نص کے بھائی کہنا کہاں ہوا۔

اگر نص سے مُراد یہاں تمہاری فقط آیتِ قُرآنیہ ہے نہ مصطلحہ اہلِ اُصول، تاہم تمہارا مقصود حاصل نہیں ہے اس آیتِ قُرآنیہ میں اس پر دلالت ہے کوئی دلالت ہووے دلالتِ معتبرہ میں سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہو۔ عبارتِ نص و اشارتِ نص و دلالتِ نص و اقتضاء النص کسی طرح اِس کا ثبوت نہیں ہے، فمن ادعی فعلیہ البیان۔

---

[1] [الکھف:110]

پس آیتِ مذکورہ کے یہ معنی بیان کرنا کہ اس سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو بھائی ادنیٰ آدمی کا کہنا دُرست ہے، تفسیر بالرائے ہے، جو اُس پر وعید ہے، وہ ماہرین خُوب جانتے ہیں، اور بشر کا لفظ تو عام ہے بھائی و بیٹا و باپ و مُرید و پیر و شاگرد و اُستاذ و زوجہ وغیرہم تمام رشتہ داروں و تعلق داروں وغیرہم کو شامل ہے۔ حاکم و بادشاہ و ہر قوم والے سبھی اس میں شامل ہیں۔ بھائی مُراد لے لینا بالخصوص اس سے کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟

دعویٰ خاص و دلیل عام کی قباحت تو ہر ادنیٰ و اعلیٰ طالب بھی جانتا ہے، دلیل عام سے تخلف مُدعی جائز و ممکن ہے، حیوان کے تحقق سے انسان کا اور انسان کے تحقق سے خاص زید کا تحقق لازم نہیں ہے، پھر اس دلیل کو دعویٰ سے کیونکر مناسب ہوسکتی ہے؟

آدمی کچھ سوچ کر تو کہے، آنحضرت ﷺ کو اپنے بھائی بنانے کی خُوشی میں سب کچھ پس پشت ڈالا، ذرا بھی قواعد کا لحاظ نہ رکھا، اور کچھ ادب کا خیال نہ کیا، رعیت و ماتحت لوگ حاکموں کو اپنا ماں باپ وقت عاجزی کے کہتے ہیں، یہ اُن کا کہنا مذموم نہیں قرار دیا جاتا ہے، اگر اس فرقہ کے لوگوں میں ذرّہ بھی ادب ہوتا اور اپنا رشتہ ہی آنحضرت ﷺ سے قرار دیتے، تو یہی کہتے کہ آنحضرت ﷺ ہمارے باپ ہیں تاکہ ادب بھی باقی رہتا، اور ایہامِ مساوات کا جو لفظ بھائی میں لازم ہے نہ آتا، اور باپ کہنا آنحضرت ﷺ کو شرعاً بھی گنجائش رکھتا ہے اور عُرفاً بھی۔ حاکم و سردار و آقا کو باپ کہہ دینا مذمُوم نہیں گنا جاتا ہے، عُرفاً مذموم نہ ہونا تو ظاہر ہے، اور شرعاً بھی اہلِ علم منصفین پر واضح ہے، معاندین و جاہلین کے واسطے لکھا جاتا ہے کہ ''مشکوٰۃ'' کے ''آداب الخلا'' میں ہے کہ حضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہے: "أَنَا لَكُمْ مِثْلُ أَبٍ لِوَلَدِهِ"۔ [1]

---

[1] أخرجه ابن ماجه في السنن ،بَابُ الِاسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ، وَالنَّهْيِ عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّةِ، (313)، من طريق الْقَعْقَاعِ بنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ۔۔۔ الحديث۔ =

یعنی مَیں تمہارے واسطے ایسا ہوں جیسا باپ اپنے بیٹے کے واسطے ہوتا ہے"۔[1]
اور نیز قُرآنِ شریف میں ہے:﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾[2]

---

[1] = =وأخرجه النسائي في السنن ،النَّهْيُ عَنِ الِاسْتِطَابَةِ بِالرَّوْثِ(40)،وأبو داؤد في السنن ،بَابُ كَرَاهِيَةِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ قَضَاءِ الْحَاجَةِ(8)،والشافعي في مسنده ،ص13،والحميدي في مسنده، ج2ص204(1018)،وأحمد في مسنده(7368)،و (7409)،والدارمي في السنن، ج1ص 533 (701)،والبزار في مسنده، ج15ص 356(8930)،وابن

خزيمة في الصحيح، ج1ص 43(80)،والسراج في حديثه، ج 2ص 250-251 (1037)،وأبو عوانة في المستخرج، ج1ص 171(511) وابن المنذر في الأوسط ،ج1ص 344(295)، و(317)، والطحاوي في شرح معاني الآثار، ج4ص 233 (6584)،وابن حبان في الصحيح، ج4ص 297(1431)، و(1440)،وابن شاهين في ناسخ الحديث ومنسوخه، ص 83(81)،وأبو نعيم في المسند المستخرج، ج1ص 320 (610)،والبيهقي في معرفة السنن والآثار، ج1ص 343(846)،وفي السنن الكبرى، ج1ص148 (431)، و(432)، و(497)، و(546)، وفي السنن الصغرى (50)، والبغوي في شرح السنة، ج1ص356(173) كلهم من طريق المذكور

قال البغوي: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ۔

وقال الأعظمي في تحقيق صحيح ابن خزيمة: إسناده حسن۔

وقال أحمد شاكر في تحقيق مسند الامام: إسناده صحيح، ورواه ابن ماجة بنحوه: 313۔

وقال الأرنؤوط :إسناده قوي. والقعقاع بن حكيم ثقة من رجال مسلم، وأصحاب السنن الأربعة، والبخاري في "الأدب المفرد". وأبو صالح: هو ذكوان السمان الزيات.

[2][الأَحْزَابِ:6]

یعنی رسول اللہ ﷺ کی بیبیاں مؤمنین کی ماں ہیں۔ پس بیبیوں کا ماں ہونا مقتضی ہے کہ اُن کے خاوند مثل باپ کے ہوویں نہ مانند بھائی کے۔ اور امام رازی [رحمۃ اللہ علیہ] "تفسیر کبیر" میں تحت آیتِ کریمہ: ﴿وَلَلآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الأُولَىٰ﴾[1] لکھتے ہیں:

"الْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ يَجْتَمِعُ عِنْدَكَ أُمَّتُكَ إِذِ الْأُمَّةُ [لَهُ] كَالْأَوْلَادِ قَالَ تَعَالَى: ﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾[2] وَهُوَ أَبٌ لَهُمْ، إلى آخره".[3]

اور صاحبِ "تفسیر رُوح البیان" نے سورہ احزاب میں لکھا ہے کہ:

"اُبیَ کے قُرآنِ شریف میں اور قرأت عبداللہ بن مسعود [رضی اللہ عنہما] میں یہ لفظ اس طرح آیا ہے "وهو ابلهم وأزواجه أمهاتهم "[4]۔

اس تقریر پر مثل باپ کے ہونا آپ کا خُود قُرآن شریف سے ثابت ہو گیا ہے۔

اس فرقہ وہابیہ میں اگر ادب وتمیز ہوتی اور آنحضرت ﷺ سے برابری حاصل کرنا اِن کی

---

[1] [الضُحیٰ:4]

[2] [الأَحزَاب:6]

[3] تفسیر الرازی (مفاتیح الغیب)، ج31ص193، دار إحیاء التراث العربي-بیروت

[4] روح البیان، ج7ص139، دار الفکر-بیروت۔

یعنی اور آخرت کے لئے بہت ہے تمہاری اُمت کو تمہارے پاس جمع فرمائے گا کیونکہ امت بمنزلہ اولاد کے ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: اور رسول کی بیبیاں مؤمنین کی مائیں ہیں۔ اور آپ ﷺ بمنزلہ اب کے ہیں۔

قلت :وهي قراءة شاذة لعدم تواترها ومخالفتها الرسم العثماني، ولا ينبغي أن يقرأ بذلك الآن لمخالفته المصحف والإجماع۔ وقال الزجاج في معاني القرآن وإعرابه، ج4 ص 215-216:وفي بعض القراءة: النبي أولى بالمؤمنين من أنفسهم وهُوَ أَبٌ لَهُمْ، ولا يجوز أن تقرأ بها لأنها لَيسَت في المصحف المجمع عليه.

غرض نہ ہوتی، گو بشریت میں ہی سہی، تو آنحضرت ﷺ کو باپ کہتے نہ بھائی، اس لئے کہ ہر نبی اپنی اُمت کے واسطے باپ ہے اگر چہ حقیقی نہ ہو کیونکہ اُمت کو اُن سے یعنی اپنے نبی سے حیاتِ اَبدی اور تعلیم ادبِ دینی حاصل ہوا ہے۔ اسی واسطے ابراہیم علیہ السلام کے حق میں خُدا تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ﴾[1] اور قرأتِ شاذہ میں آنحضرت ﷺ کے حق میں پڑھا گیا ہے: "هُوَ أَبٌ لَهُمْ" اور اس لئے بھی نبی ﷺ اپنی اُمت کے باپ ہیں کہ تمام مومنین اصلِ واحد کی طرف منسوب ہیں کہ وہ ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ سے حاصل ہے، پس تمام مؤمنین آپس میں بھائی ہوئے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾[2]

چنانچہ یہ تمام ''شفاء'' و ''شرح شفاء'' مّلا علی میں موجود ہے:

"وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ أَيْ هُنَّ فِي الْحُرْمَةِ كَالْأُمَّهَاتِ حَرُمَ نِكَاحُهُنَّ عَلَيْهِمْ بَعْدَهُ تَكْرِمَةً لَهُ وَخُصُوصِيَّةً وَلِأَنَّهُنَّ لَهُ أَزْوَاجٌ فِي الْجَنَّةِ وَقَدْ قُرِئَ أي في الشواذ قيل وهي قراءة مجاهد ونسبت إلى أبي بن كعب أيضًا (وهو أبٌ لهم) إذ كل نبي أب لأمته كما قال الله تعالى: ﴿مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ﴾ من حيث إن به حياتهم الأبدية وتعلم الآداب الدينية ومن ثم صاروا اخوة في الدين كما قال الله تعالى: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ من حيث انتسابهم إلى أصل واحد هو الإيمان الناشيء عنه صلى الله تعالى عليه وسلم".[3]

---

[1] [الحَجّ:78]

[2] [الحُجرَات:10]

[3] الشفا بتعريف حقوق المصطفى، ج1 ص 53، دار الفكر الطباعة والنشر والتوزيع، و شرح الشفا، ج1 ص 148، دار الكتب العلمية - بيروت

یعنی رسول اللہ ﷺ کی بیویاں مؤمنین کی مائیں ہیں یعنی حرمت میں ماں کی طرح ہیں جیسا ماں کے =

اس تمام کو چھوڑ کر اس فرقہ نے آنحضرت ﷺ کو اپنا بھائی بنانا چاہا اور ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ﴾[1] میں اُبوت حقیقی نسبی کی نفی ہے جس طرح بھائی کہنے والے بھی آنحضرت ﷺ سے اخوت حقیقی نسبی کو نفی کرتے ہیں: ﴿وَلَكِنْ رَسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾[2]

جو متصل اس کے ہے، یہ استدراک مفید ثبوتِ ابوت مجازی وغیر حقیقی کو ہے بایں طور کہ جب اُبوت کی نفی کی تو توھم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کسی اعتبار سے باپ نہیں ہیں تو اِس توھم کو جو ناشی کلامِ سابق سے ہے خُدا تعالیٰ نے دفع فرمایا کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں یعنی اس سبب سے اور اس اعتباری باب میں۔ پس اُبوت کا ثبوت ہوگیا، یہ معنی نہ ہوں گے تو استدراک کی صحت نہ ہوگی، اور محققین علم حقائق نے تشریح کی ہے کہ آپ کی رُوح ابُو الارواح ہے، اور یہ بھی کہ آپ کا نُور اصلِ وجود ہے۔ باقی جمیع موجودات کی شاخیں اُس میں سے پھوٹی ہیں

تو اصل وجود آمدی از نخست

بناءً علیہ اگر حضرت ﷺ کو یہ لوگ مثل باپ کے کہتے تو جمیع اُصول وفروع وقُرآن و

ساتھ نکاح حرام ہے اور یہ آپ ﷺ کی بزرگی شان اور خصوصیت ہے کیونکہ یہ جنت میں بھی آپ ﷺ کی بیٹیاں ہوں گی اور ایک قرأت شاذہ میں اور کہا گیا ہے اور وہ حضرت مجاہد کی ہے اور ابی بن کعب کی جانب بھی منسوب ہے (وھو أب لھم) پڑھا گیا ہے کیونکہ ہر نبی اپنی امت کے لئے بمنزلہ اب کے ہے، جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے: تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین۔ کیونکہ ان کی وجہ سے ہی ان کی حیات ابدی ہے اور انہوں نے ہی آداب دینیہ کی تعلیم دی۔

[1] [الأَحزَاب:40]

[2] [الأَحزَاب:40]

حدیث واقوال و محققین سے بھی تطبیق ہوجاتی اور نص ﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ﴾[1] کی بھی تصدیق ہوجاتی کیونکہ بشر کا باپ بھی مثل بیٹے کے بشر ہوتا ہے، اور گستاخی وایہامِ مساوات کا الزام بھی ان پر نہ آتا۔

جامع ''براہین'' نے بڑے بُرہان قاطع قُرآن شریف سے بھائی بنانے کے واسطے جو پیش کی تھی وہ تو پیش نہ چلی، ناچار اب تنزل فرما کر حدیث سے دلیل پکڑ کر اپنا دل خُوش کرتے ہیں، وہ یہ ہے۔

قوله: اور فخر عالم نے بھی فرمایا: "وَدِدْتُ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ إِخْوَانِي"۔[2]

اقول اولاً: مسلم[3] اور ''مشکوۃ''[4] اور ''مجمع البحار''[5] میں دیکھو صحیح روایت اِس حدیث کی یہ ہے:

"وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا"۔[6]

---

[1] [الْكَهْفِ:110]

[2] براہین قاطعہ، ص 7، دارالاشاعت، کراچی۔

[3] صحيح مسلم، بَابُ اسْتِحْبَابِ إِطَالَةِ الْغُرَّةِ وَالتَّحْجِيلِ فِي الْوُضُوءِ (249) عن أبي هريرة
یعنی جی چاہتا ہے کہ میں اپنے بھائیوں کو دیکھتا

[4] مشكوة، كِتَابُ الطَّهَارَةِ، الفصل الثالث (298) عن أبي هريرة۔۔۔رواه مسلم

[5]

[6] وأخرجه اسماعيل بن جعفر في حديثه (261)، وأحمد في مسنده (7993)، و (9292)، والبزار في مسنده (8300)، وأبو يعلى في مسنده (6502)، وابن خزيمة في الصحيح (6)، والبيهقي في الدلائل، ج6ص 537، وفي البعث والنشور (145)، وفي السنن الكبرى (7209) وفي الشعب (2488) وغيرهم۔

وفي رواية: "اللَّهُمَّ وَدِدْنَا أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا"۔ (الطهور للقاسم بن سلام (33) وفي رواية:

یعنی میرا جی چاہتا ہے کہ کاش مَیں اور جو لوگ میرے ساتھ ہیں ہم سب دیکھتے اپنے بھائیوں کو یعنی اُن لوگوں کو جو آگے کو ہوں گے، انتہیٰ۔

یہ ترجمہ کیا شیخ عبدالحق محدث دہلوی[ﷺ] نے ''اشعۃ اللمعات''[1] میں، واضح ہو کہ آنحضرت ﷺ سے بہت احادیث میں آیا ہے کہ آپ اپنی اُمت کو بلفظ اُمت یاد فرماتے تھے:

"لَاتَجْتَمِعُ أُمتی عَلَی ضَلَالَةٍ".[2]

اورفرمایا:

= "وَدِدْتُ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ إِخوَانَنَا"۔(نسائی(150)،ونسائی کبری(143)، ومستخرج ابو عوانة (360)،ومالک (28)،و ابن حبان (1046)(7240)،ومشکل الآثار (3806)و(4599)،ومعرفة السنن والآثار (737)،وسنن الکبری(388)

وفي رواية:"لَوَدِدْنَا أَنَّا قَدْرَأَيْنَا إِخوَانَنَا"۔(ابن ماجه(4306)

البتہ''مستخرج الطوسی (566)،''مشیخۃ أبي بکر المقدسي (24)،''جامع الصحیحین ابونعیم الحداد(3319) ،''الترغیب والترہیب لقوام السنۃ (2071)''الجزء من حدیث أبي الحسن الحمامی (3)اور بعض کتب ابن تیمیہ میں وہ الفاظ ہیں جو''براہین قاطعہ''میں ذکر کئے گئے ہیں۔

[1] اشعۃ اللمعات، ج1 ص100، درکا خانہ محمدی بمبئی۔

[2] قال الحافظ في موافقة الخبر الخبر في تخريج أحاديث المختصر، ج1 ص105: قلت: هو حديث مشهور المتن، له أسانيد كثيره من رواية جماعة من الصحابة بألفاظ مختلفة. فقد أخرجه أحمد(27224) من حديث أبي بَصرَةَ الغفاري، وأبو داود (4253)من حديث أبي مالك الأشعري، والترمذي(2167)من حديث عبدالله بن عمر، وابن ماجة (3950)من حديث أنس، والحاكم(399)من حديث ابن عباس وغيره.

یعنی میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی

"سَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي"۔ [۱]

اورفرمایا:"رب ھب لی امتی"۔اورفرمانا آپ کا:

"أُمَّتِي أُمَّتِي" [۲]

جمیع اُمت کوروشن ہے،کہاں تک نظیریں بیان کی جائیں، بناءً علیہ ہم کہتے ہیں کہ یہاں بھی آپ:"وددت انی قد رائت صلحاأمتی" [۳]

موافقِ عادتِ شریفہ کے فرماتے،لیکن چونکہ آنحضرت ﷺ کے دل میں فقط یہ تمنا نہ تھی کہ فقط آپ ہی اُن کوملاحظہ فرمائیں، بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ میرے صحابہ بھی اُن کو دیکھتے۔

اس صورت میں اگرآپ فرماتے:

"وددت انا قد رائینا امتنا" توصحابہ پرصادِق نہ آتا کیونکہ مومنین ومومنات صحابہ کی اُمت نہیں ہیں۔

---

[۱] أخرجه البزار في مسنده، ج7ص186(2755)، من حديث عوف بن مالک رضی الله عنه، وأبو عبد الله المروزي في السنة (59) من حديث عبد الله بن عمرو رضی الله عنه، والآجري في الشريعة (26) من حديث أنس بن مالک رضی الله عنه، والبيهقي في السنن الكبرى (20901) من حديث أبي هريرة رضی الله عنه

یعنی میری اُمت فرقوں میں بٹ جائے گی

[۲] أخرجه البخاري في الصحيح (7510)، ومسلم في الصحيح، بَابُ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً فِيهَا (326)، من حديث أنس بن مالک، و(327) من حديث أبي هريرة، والبزار في مسنده (204)، من حديث عمر بن الخطاب، والطبراني في الكبير (10771)، من حديث ابن عباس، و، ج24(251)، من حديث أسماء بنت أبى بكر، وأحمد في مسنده (24901)، من حديث عائشة، وغيرهم

[۳] یعنی میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنی اُمت کے صالحین کو دیکھتا

بناءً علیہ لفظ ''اخواننا'' فرمادیا، اس قاعدہ کو عربی میں ''تغلیب'' [1] کہتے ہیں کہ دو چیز جُدا جُدا کو اگر ایک جائے بالاختصار ذکر کرنا چاہتے ہیں تو ایک ہی لفظ میں اُس کو شامل کر لیتے ہیں مثلاً چاند و سورج کہنا منظور تھا تو ایک لفظ کو غلبہ دے کر دُوسرے کو اس کے تابع کر دیا اور کہہ دیا کہ شمسین یا قمرین اسی طرح حضرت ابُوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو عمرین، اور ماں و باپ کو اَبوین کہتے ہیں۔

بناءً علیہ اس مقام پر آنحضرت ﷺ کو یہ فرمانا منظور تھا کہ مَیں اپنے صلحاء اُمت کو دیکھوں اور صحابہ اپنے بھائیوں کو دیکھیں۔ آپ نے بقاعدہ تغلیب بھائیوں کا لفظ لے کر اُمت کو اُس

---

[1] قال بدر الدين الزركشي في البرهان في علوم القرآن، ج3ص 302، والسيوطي في الاتقان في علوم القرآن، ج3ص 134: " التَغْلِيبُ :وَهُوَ إِعْطَاءُ الشَّيْءِ حُكْمَ غَيْرِهِ: وَقِيلَ تَرْجِيحُ أَحَدِ المعلومين عَلَى الْآخَرِ وَإِطْلَاقُ لَفْظِهِ عَلَيْهِمَا إِجْرَاءً لِلْمُخْتَلِفِينَ مَجْرَى الْمُتَفِقِينَ"۔

تغلیب: یہ اس بات کا نام ہے کہ ایک شئے کو اُس کے غیر کا حکم عطا کیا جائے۔ اور دُوسری تعریف تغلیب کی یُوں کی گئی ہے کہ دو معلوم امروں میں سے ایک اَمر کو دُوسرے پر ترجیح دی جائے اور مرجح لفظ کا مرجح اور راجح دونوں پر معاً اطلاق کیا جائے، اس اعتبار سے گویا دو مختلف چیزوں کو باہم متفق اشیاء کے قائم مقام بنایا گیا ہے۔ (الاتقان فی علوم القرآن، مترجم، ج2ص 111، دارالاشاعت، کراچی)

علامہ زرکشی علیہ الرحمہ نے پھر آگے اس کے انواع کو بیان کیا اور تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔

تغلیب: قُرآن مجید میں بھی کئی مقامات پر استعمال ہوئی ہے جیسے والدین ماں باپ کو کہا جاتا ہے جبکہ بچہ کو جنم دینے والی ماں ہوتی ہے، باپ تو جنم دینے والا نہیں ہوتا، لیکن تغلیباً ماں باپ دونوں کو والدین کہا جاتا ہے، یُونہی چاند اور سورج کو تغلیباً شمسین یا قمرین کہا جاتا ہے، اسی طرح ظہر اور عصر کو تغلیباً ظہرین یا عصرین کہا جاتا ہے، یُونہی سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو تغلیباً حسنین کریمین کہا جاتا ہے الغرض تغلیب ایک علمی اصطلاح ہے جو قرآن و حدیث اور عربی زُبان میں اکثر استعمال ہوتی ہے۔

میں مندرج فرمادیا "انَّاقَدۡرَأَیۡنَااِخۡوَانَنَا" [1] اور اگر کوئی کہے کہ اُمت کے لفظ کو کیوں تغلیب نہ دی، بھائیوں کو اُس میں مندرج فرمادیتے۔

جواب یہ ہے کہ آپ اپنی ذاتِ مبارک سے ایک تھے اور صحابہ بہت تھے، پس مستحق لفظِ اُمت ایک تھے اور مستحق لفظِ اُخوت بہت، بناءً علیہ بہت کو ترجیح دے کر لفظ ''اخواننا'' فرما دیا، اور جامع ''براہین'' نے اس غرض سے صیغہ جمع متکلم کی جگہ واحد متکلم کو یعنی ''اخواننا'' بدلہ ''اخوانی'' روایت فرمایا، تاکہ یہ احتمال ساقط ہوجاوے، یہ حرکت آپ کی اہلِ دین کو قابل یادگار ہے۔

ثانیاً: بالفرض تنزلاً اگر روایت لفظ ''اخوانی'' مان کر یہ بھی تسلیم کرلیا جاوے کہ آپ نے خاص اپنی اخوت ثابت فرمائی ہے، تو جواب یہ ہے کہ شراحِ حدیث اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس میں اُن لوگوں کے دیکھنے کی تمنا ہے جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے، اور یہ بات بہت صاحبوں کو معلوم ہے کہ تمنا اُس کے دیدار کی ہوا کرتی ہے جو افراد کاملین دیکھنے قابل ہوتے ہیں۔

آپ کی اُمت میں بڑے بڑے مقبول اَولیاء، غوث، قطب، اَبدال اُوتاد اور ائمہ مجتہدین، جن کی تعریفیں احادیث میں وارِد ہیں، بعد عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئے، جائز ہے کہ آپ نے اصحاب کے سامنے اُن کو بھائی کہہ کر اور تمنادِیدار بیان فرما کر اصحاب میں اُن کا شرف ظاہر کیا ہو، اور جو اُمتی آپ کے مرتکب اعمالِ شنیعہ اور صاحب عقائدِ باطلہ ہیں آپ اُن کو کس طرح بھائی کہہ کر اُن کے دِیدار کی تمنا صحابہ میں بیان فرماتے اور محبت اور پیار اُن بدکاروں سے ظاہر فرماتے، اُن سے خُود رُوحِ نبی کریم علیہ التسلیم بیزار ہے۔ وہی حدیث جس کا ٹکڑا "وَدِدتُ أَنَّا قَدۡرَأَیۡنَااِخۡوَانَنَا" [2] ہے۔

---

[1] قد تقدم تخریجه قبل قلیل۔

[2] قد تقدم تخریجه۔

''صحیح مسلم''[1] میں نکال کر دیکھو، اُس میں لکھا ہے کہ بہت سے ایسے اُمتی ہوں گے جو حوضِ کوثر کے پاس سے ذِلت وخواری کے ساتھ ہٹا دیئے جاویں گے، اور [رسول اللہ] ﷺ اُن کو فرماویں گے "سحقًا سحقًا" یعنی دُور ہو جاؤ ان کو، دُور ہو جاؤ ان کو، پھر اُن کو بھائی کہنا اور تمنائے دیدار ظاہر کرنا سخت بعید ہے۔

اور ظاہراً یہ فرقہ بے ادب و گستاخ جو پس خُوردہ چاٹنے والا عبدالوہاب نجدی کا ہے، شامل اُنہیں لوگوں میں معلوم ہوتا ہے جن کی بابت حضور ﷺ ''**سحقًا سحقًا**" فرماویں گے اِس لئے کہ ان سے بہت فتنے وتفرقے اہلِ اسلام میں پڑے ہیں۔

''مشکوٰۃ'' کے ''باب الیمن والشام''[2] میں ''بخاری''[3] سے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ نے دُعا فرمائی: یااللہ برکت دے ہمارے شام ویمن میں۔

صحابہ [رضی اللہ عنہم اجمعین] نے عرض کیا: یارسول اللہ [ﷺ]! دُعا فرمایئے اللہ ہمارے نجد میں بھی برکت دے۔ آپ نے پھر وہی فرمایا کہ:

''یااللہ برکت دے ہمارے شام ویمن میں۔ پھر صحابہ [رضی اللہ عنہم اجمعین] نے دوبارہ عرض کی کہ نجد کیلئے بھی دُعا کیجئے۔

راوی کہتا ہے کہ مَیں گمان کرتا ہوں کہ پھر تیسری بار بھی صحابہ [رضی اللہ عنہم اجمعین] نے وہی عرض کی۔

تب تیسری بار میں حضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ وہاں یعنی نجد میں زلزلے اور فتنے

---

[1] صحیح مسلم، بَابُ اسْتِحْبَابِ إِطَالَةِ الْغُرَّةِ وَالتَّحْجِيلِ فِي الْوُضُوءِ (249)

[2] مشكوة المصابيح، باب ذكر اليمن والشام، الفصل الأول (6262)

[3] أخرجه البخاری في الصحيح، كِتَابُ الفِتَنِ، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: الفِتْنَةُ مِنْ قِبَلِ المَشْرِقِ، ج9ص54 (7094)، من طريق ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما

ہوں گے اور نکلیں گے وہاں سے گروہ شیطان کے۔[1]

پس جب یہ فریق تابع عبدالوہاب نجدی ہو کر وہابی کہلایا اور وہ نجد کا ہے، اور نجد موافق حدیثِ صحیح کے مقام شیطان کے گروہ کا ہے، بھلا ایسے ذاتِ شریفہ جن کے یہ صفاتِ لطیفہ ہوں اُن کو جناب رسالتِ مآب ﷺ کس طرح محبت اور پیار سے یہ پیارا نام بھائی کا صحابہ کے سامنے فرماتے۔ اور تماشا یہ ہے کہ جناب [رسول اللہ] ﷺ کو بھائی بتانے پر جو لڑتے مَرتے ہیں وہ یہی فریق نجدیہ ہیں، اور جو لوگ کہ آئمہ دین اور رہنمائے حق و یقین تھے، جن کی تمنائے دیدار آپ نے ظاہر فرمائی، اُن لوگوں نے کبھی یہ مباحثہ نہ کیا بلکہ صحابہ [رضی اللہ عنہم اجمعین] نے بھی یہ نہ کہا کہ ہم بھائی ہیں رسول اللہ ﷺ کے، اور کبھی عبداللہ بن عباس و فضل بن عباس، علی و عقیل وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آنحضرت [ﷺ] کو لفظ بھائی یعنی اخی سے خطاب نہ کیا، اور کبھی روایت احادیث میں بھی "قال اخونا رسول اللہ ﷺ" کسی نے صحابہ [رضی اللہ عنہم اجمعین] میں سے نہ کہا اور نہ یہ بھائی

---

[1] = وأخرجه أيضاً، بَابُ مَا قِيلَ فِي الزَّلاَزِلِ وَالآيَاتِ، ج2ص33(1037)، والترمذي في السنن (3953)، وأحمد في مسنده (5987)، في فضائل الصحابة، ج2ص 904 (1724)، ويعقوب بن سفيان الفسوي في المعرفة والتاريخ، ج2ص 388، والبزار في مسنده، ج12ص 202(5881)، وأبو يعلى في المعجم، ج1ص 87(78)، وابن حبان في الصحيح، ج16ص 290(7301)، والصيداوي في معجم الشيوخ، ص 324-325 والداني في السنن الواردة في الفتن، ج1ص 250-251(46)، والبغوي في شرح السنة، ج 14ص 206- 207 (4006)، وابن عبد البر في التمهيد، ج1ص 279، وفي الاستذكار(977)، وابن عساكر في تاريخ دمشق، ج1ص 133-134، والذهبي في تذكرة الحفاظ، ج3ص 38، وفي السير، ج12ص 524، وج15ص 286-287، و 356، كلهم من طريق ابن عون، به۔ وله طرق والسياق۔

کہنا تابعین و تبع تابعین میں جاری ہوا، اور نہ آئمہ مجتہدین اور دیگر علماء صالحین نے ایسے لفظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعبیر کیا۔

اگر اس کا جواز تھا اور موافقِ نص تھا اور کوئی اس میں حرج نہ تھا تو سلف و خلف تمام نے اس سے کیوں اعراض کیا؟ عجب بات ہے کہ موافقِ نص کے ہووے، بزعم جامع ''براہین'' کے اور کوئی بھی اس پر عاملِ سلف و خلف، متقدمین و متاخرین میں سے نہ ہوئے سوائے فرقیہ بدعیہ وہابیہ کے۔

اہلِ سنّت جماعت کے اعمالِ صالحہ کو تو فقط اس وجہ سے کہ زمانہ ثلاثہ میں بحیثیت کذائیہ موجود نہ تھے بِدعت و ضلالت کہا جائے اور اس کا وجود بعد زمانہ ثلاثہ کے بھی نہ ہوا، تب بھی یہ جائز بنایا جائے اور موافق نص کے اُس کو کہا جائے، اس لئے بعض مقتداوں اس فرقہ سے اُس کا اِرتکاب ہوگیا ہے، وہی دلیل شرعی ان کے واسطے کافی وافی ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک

اور یہ بھی واضح ہے کہ جامع ''براہین'' نے اثباتِ اخوت میں اِسلام و اِیمان کی بھی شرط نہیں لگائی، آیہ ﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ [1] سے یہ فائدہ نکال چکے ہیں کہ اولادِ آدم ہونا علّتِ اخوت ہے جس نے آپ کو بوجہ بنی آدم ہونے کے بھائی کہا، موافق نص کے کہا، اس تقریر سے معلوم ہوا کہ جس قدر قومیں شریف و رذیل، کافر و مومن دُنیا میں معاذ اللہ گویا وہ سب بھائی ہیں۔ پس تقریر کے موافق گویا آپ نے ان سب بھائیوں کے دیدار کی تمنا اس حدیث میں بیان فرمائی کہ "أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا" [2] توبہ توبہ استغفر اللہ۔

اور اگر یہ لوگ اس حدیث سے کفّار و مشرکین وغیرہم کو خارج فرمادیں گے تو ہم کہیں گے، اسی طرح تم بھی اس حدیث سے خارج ہو کیونکہ اس حدیث میں اُنہی لوگوں کو بھائی فرمایا ہے جو بباعث نورِ عرفان و تجلّی اِیمان و ہدایتِ عام و اِرشاد تام اِس قابل ہیں کہ اُن کے

---

[1] [الكهف:110]

[2] قد تقدم تخريجه

دیکھنے کی تمنا کی جائے ﴿مِنَ۔۔۔ الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ﴾[1]
پھر ایسے اُمتی لوگوں نے تو آپ کو بھائی کہا نہیں اور آنحضرت [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کو آپ نے بھائی بنانے میں منازعہ نہ کیا، تیرا (تیرھویں) صدی کے لوگوں، فرقہ وہابیہ کے کہنے سے کیا ہوتا ہے، اور صاحبِ "انوار" نے تو تشنیع اس بات پر کی تھی کہ ذلیل ذلیل آدمی آپ کو اپنا بھائی کہہ رہا ہے، چنانچہ عبارت صاحب "انوار ساطعہ" صاف یہ مضمون ادا کر رہی ہے، بشرطیکہ کوئی نورِ بصیرت والا اُس کو دیکھے، وہ عبارت یہ ہے (اس زمانہ میں ایک اَدنیٰ سا آدمی ہے کہ وہ یہ کہہ رہا ہے "رسول اللہ [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] میرے بھائی ہیں") [2]
افسوس معاندین کے حال پر کہ مغز کلام صاحبِ "انوار" تک ذرہ بھر نہ پہنچے، قلم یاوہ گوئی پر اُٹھا کر جو چاہے لکھنے لگے۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

پس جامع "براہین" پر لازم تھا کہ ایسی دلیل بیان کرتا جس سے یہ واضح ہو جاتا کہ ذلیل ذلیل آدمی آنحضرت [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کو بھائی کہے تو جائز ہے۔
اور حدیثِ مذکور میں جس سے آنحضرت [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کو بھائی فرمانا ثابت ہے اُس کا شمول ذلیل ذلیل آدمیوں کو نہیں ہے، چنانچہ معلوم ہوا کہ جو شرعاً ذلیل ہوں، مانند فرقہ نجدیہ کے، اُن کی رؤیت کی تمنا آپ نے نہیں فرمائی، پس اُن کو بھائی و اخوانا بھی نہیں فرمایا۔ پس اس حدیث سے مقصودِ حاصل جامع "براہین" کا کہ وہ رَدِ قول صاحب "انوار" ہے نہ ہوا، اور ذلیل آدمی کا بھائی فرمانا ثابت نہ ہوا۔

---

[1] [النِّسَاءِ: 69]

[2] انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ، ص 14، مکتبہ حامدیہ، لاہور

ثالثاً: اگر یہ تمہارا مضمون معاذ اللہ ﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ﴾[1] کہ سب آدمی خواہ صالح، خواہ فاجر، خواہ کافر سب آپ کے بھائی ہیں اور آپ نے اُن سب کے دیکھنے کی آرزو فرمائی ہے، معاذ اللہ۔

بطورِ تنزل وفرضِ محال تسلیم بھی کیا جائے تب بھی تمہاری حجت پُوری نہیں ہوتی کہ تم کو اپنے منہ سے یہ کہنا جائز ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی ہیں اِس لئے کہ آپ نے اگر اُمتیوں کو بھائی فرمایا تو وہ تواضع وفروتنی اور کسرِ نفسی سے فرمایا ہے۔

چنانچہ "مشکوٰۃ شریف"[2] کے "باب عشرۃ النساء" میں ایک حدیث ہے کہ آنحضرت [صلی اللہ علیہ وسلم] کو اُونٹ نے سجدہ کیا، مہاجرین وانصار صحابہ [رضی اللہ عنہم] موجود تھے، اُنہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ [صلی اللہ علیہ وسلم]! آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں، پھر تو ہم اُن سے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔ اِرشاد فرمایا:

"اعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَأَكْرِمُوا أَخَاكُمْ"۔[3]

---

[1] [الْكَهْفِ:110]

[2] مشكاة المصابيح، باب عشرة النساء، الفصل الثالث (3270)

[3] أخرجه أحمد في مسنده، ج41ص19 (24471)، والآجري في الشريعة، ج4ص 1589 (1073)، وابن بشران في الأمالي، الجزء الثاني، ص218(1373)

وقال الهيثمي في المجمع الزوائد، ج4ص310: قُلْتُ: رَوَى ابْنُ مَاجَهْ بَعْضَهُ بِغَيْرِ سِيَاقِهِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَفِيهِ عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ، وَحَدِيثُهُ حَسَنٌ، وَقَدْ ضَعُفَ. وَفِي عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ غَيْرُ حَدِيثٍ مِنْ هَذَا النَّحْوِ. وأورده مرة ثانية [ج9ص9] وقال: رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَإِسْنَادُهُ جَيِّدٌ.

وقال البوصيري في إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، ج4ص 81: هَذَا إِسْنَادُ رِجَالُهُ مُحْتَجٌّ بِهِمْ فِي الصَّحِيحِ إِلَّا عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ وَهُوَ مُخْتَلَفٌ فِيهِ.

وقال ابن كثير في البداية والنهاية، ج6ص152: وَهَذَا الْإِسْنَادُ عَلَى شَرْطِ السُّنَنِ۔ = =

یعنی عبادت کرواپنے رب کی، اور تعظیم کرواپنے بھائی کی۔

صاحبِ ''مجمع البحار'' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"أراد نفسه ﷺ هضمًا لنفسه" [1]

اور شیخ عبدالحق دہلوی [علیہ الرحمۃ] بھی تحتِ حدیث "أكرموا أخاكم" کے فرماتے ہیں، اپنی ''شرح مشکوٰۃ، اللمعات'' میں:

"يريد نفسه الكريمة تواضعًا وتنبيهًا على أنهم بشر مثلهم في عدم جواز السجدة والعبادة له انتهى." [2]

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے لفظ بھائی سے مُراد اپنی ذاتِ مبارک رکھی ہے، اور یہ لفظ اپنی نسبت اپنے واسطے کسر نفسی کے فرمایا۔ ہضم کے معنی عربی میں توڑنا ہے، چنانچہ'' منتخب اللغات'' وغیرہ میں موجود ہے۔ پس آپ نے اپنی ذاتِ مبارک کو جو بھائی اُن کا قرار دیا، شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے نفس کو توڑا جو لفظ کم درجہ بولا۔

اب دانایانِ اسرار سمجھیں کہ آپ نے اُس وقت "اکرموا اخاکم" صحابہ [رضی اللہ عنہم]

قلت: يصلح في الشواهد. وانظر: "البوارق اللامعه" بتحقيقي وتخريجي۔

[1] یعنی اپنی ذات کا ادارہ فرمایا، اور یہ فرمانا بطور تواضع کے تھا

وقال العلي القاري في مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج5ص 2131: قَالَ الطِّيبِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: قَالَهُ تَوَاضُعًا وَهَضْمًا لِنَفْسِهِ، يَعْنِي أَكْرِمُوا مَنْ هُوَ بِشْرٌ مِثْلُكُمْ وَمُفَرَّعٌ مِنْ صُلْبِ أَبِيكُمْ آدَمَ، وَأَكْرِمُوهُ لِمَا كَرَّمَهُ اللَّهُ وَاخْتَارَهُ وَأَوْحَى إِلَيْهِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى {قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ} [الكهف:110]، وانظر: شرح المشكاة للطيبي، ج7ص 2338۔

[2] لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح، ج6ص 130، دار النوادر، دمشق

یعنی آپ ﷺ نے اپنی ذات کا ارادہ فرمایا بطور تواضع کے اور اس بات پر تنبیہ کرتے ہوئے عدم جواز سجدہ وعبادت میں ان کی طرح بشر ہیں

کوخطاب فرمایا تھا کہ اُن میں وہ بھی تھے جو آپ کے نسب شریف میں شریک تھے، باعتبارِ اشتراکِ نسب بھی اُن کو بھائی کہہ دینا بجا تھا، لیکن اُن کے بھائی کہہ دینے کو تم سُن چکے کہ صاحبِ ''مجمع البحار'' وغیرہ محدثین محمول تواضع اور کسر نفسی پر کررہے ہیں۔

پھر افسوس اُن بے انصافوں کے حال پر کہ باوجود اپنی حالت ردّی و ذلیل ہونے کے آنحضرت [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کو بھائی کہہ کر اپنے منہ سے کسر شانِ عالی آنحضرت [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کے کرتے ہیں۔ اور یہ ہم اُوپر تحقیق کر چکے کہ کوئی عظیم القدر اگر اپنے منہ سے اپنی نسبت کلمہ کسر نفسی کا کہے تو وہ حسنِ اخلاق میں داخل ہے، دُوسروں کو جائز نہیں کہ کسر شان کا کلمہ اُس ذیشان کی نسبت کہا کرے۔

جامع ''براہین'' اپنے آپ کو احقر الناس بعض جگہ لکھتا ہے، اُس کے مُرید وچیلہ ومعتقد وشاگرد وغیرہم ماتحت اس کلمہ کو اُس کے حق میں کسر نفسی کا کلمہ قرار دیتے ہیں، اور وہ ماتحت لوگ جامع ''براہین'' کو یہ کیوں نہیں کہتے کہ جامع ''براہین'' ہمارے پیر واُستاد احقر الناس ہیں، اگر ایسے کلمہ سے کوئی جامع ''براہین'' کو تعبیر کرے اور خطاب کرے یا خط میں لکھے تو جامع ''براہین'' و دیگر لوگ تمام اُس شخص کو بے ادب و گستاخ قرار دیں گے، اور یہ کوئی نہ کہے گا کہ جامع ''براہین'' نے خُود اپنے آپ کو یہ لکھا ہے۔

پس اِسی طرح یہاں جان لینا چاہیے کہ گو آنحضرت [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] بطورِ کسر نفسی کے خُود کو بھائی فرمادیں لیکن دُوسروں کو یہ کلمہ کہنا اور اپنا بھائی بتانا دُرست وجائز نہیں ہے، بلکہ وہ کہنے والا بے ادب و گستاخ ہے۔ ہاں! جس کے دل میں آنحضرت [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کی عظمت نہیں ہے، اور رسولِ مقبول [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کی توقیر سے وہ خالی ہے تو وہ ایسے کلمات جس سے کسر شان آنحضرت [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] ہو کہنا دُرست قرار دے گا، اور تاویلاتِ بعیدہ سے اس کو جائز بنادے گا۔ اور منصفین اَذکیا تو جانتے ہیں کہ یہ تاویلات پیش نہیں چل سکتی ہیں۔

''شفاء'' قاضی عیاض و ''شرحہ'' للملا علی قاری میں ہے کہ ابن حاتم متفقہ نے

آنحضرت [صلی اللہ علیہ وسلم] کو یتیم و ختن حیدرہ مناظرہ کے درمیان کہہ دیا تھا، اور آنحضرت [صلی اللہ علیہ وسلم] کا زُہد قصداً نہ تھا، طیّبات پر قدرت ہوتی تو آپ کھاتے۔ فقہائے اندلس [رحمہم اللہ] نے ابنِ حاتم مذکور کے قتل کا فتویٰ دیا، اس واسطے کہ یہ احتقار آنحضرت [صلی اللہ علیہ وسلم] کا اُس نے کیا تھا، چنانچہ بعض عبارت شرح و متن کی لکھی جاتی ہے

"(وَأَفْتَى فُقَهَاءُ الْأَنْدَلُسِ بِقَتْلِ ابْنِ حَاتِمٍ الْمُتَفَقِّهِ الطُّلَيْطِلِيِّ وَصَلْبِهِ بِمَا شُهِدَ عَلَيْهِ بِهِ مِنَ اسْتِخْفَافِهِ بِحَقِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ولعل تفسير قوله: (وَتَسْمِيَتِهِ إِيَّاهُ أَثْنَاءَ مُنَاظَرَتِهِ بِالْيَتِيمِ وَخَتَنِ حيدر وَزَعْمِهِ أَنَّ زُهْدَهُ لَمْ يَكُنْ قَصْدًا وَلَوْ قَدَرَ عَلَى الطَّيِّبَاتِ أَكَلَهَا. انتهى"[1]

مختصراً اور اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ [صلی اللہ علیہ وسلم] کے حق میں کلامِ قبیح کہا، جب کسی دیندار نے اُس کو جھڑکا، کہہ دیا کہ رسول اللہ سے مُراد میں نے عقرب یعنی بچھولی ہے کہ وہ بچھو بھی خدا تعالیٰ کے پاس سے بھیجا گیا ہے اور مخلوق پر مسلط کیا گیا ہے یعنی اُس نے رسالتِ عرفیہ کی تاویل ساتھ رسالتِ لغویہ کے کی۔ تو یہ تاویل اُس کی مقبول نہ ہوئی اس لئے کہ صریح لفظ میں ادّعاء تاویل مقبول نہیں ہے، اس لئے کہ یہ حقارت کرنا و استخفاف ہے، اور قائل اس کا غیر معزز و مبجل و غیر معظم شانِ نبی [صلی اللہ علیہ وسلم] کا ہے۔ پس اباحت اُس کے دَم کی واجب ہے، عبارت بقدرِ حاجت ''شفاء'' و ''شرح شفاء'' یہ ہے:

"(وَقَالَ) أي ابن أبي سليمان (فِي رَجُلٍ قِيلَ لَهُ) أي رد الماقاله (لَا وَحَقِّ رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ فَعَلَ اللَّهُ بِرَسُولِ اللَّهِ كَذَا وَكَذَا وَذَكَرَ كَلَامًا قَبِيحًا) أي لا ينبغي أن يذكر صريحا (فَقِيلَ لَهُ) إنكارا عليه (مَا تَقُولُ يَا عَدُوَّ اللَّهِ في حق رسول الله فقال أشد) أي كلاما أقبح (مِنْ كَلَامِهِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا أَرَدْتُ برسول الله

---

[1] الشفا، ج2ص 481، دار الفيحاء، عمان۔ وشرح الشفا، ج2ص 396-391، دار الكتب العلمية، بيروت۔ وانظر: سبل الهدى والرشاد، ج12ص 25۔

العقرب) فإنه أرسل من عند الحق وسلط على الخلق تأويلا للرسالة العرفية بالإرادة اللغوية وهو مردود عند القواعد الشرعية (فقال ابن أبي سليمان للّذي سأله) (يريد) (في قتله وثواب ذلك). (قال حبيب بن الرّبيع) (لأنّ ادّعاء التّأويل في لفظ صراح) معناه خالص لا لبس فيه ولا قرينة تنافيه فيكون دعوى مجردة خالية عن علامة (لا يقبل) أي ادعاؤه (لأنّه امتهان) أي احتقار له صلى الله تعالى عليه وسلم (وهو) أي والحال أن صاحب هذا المقال (غير معزّز) أي غير مبجل (لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا موقّر له) أي ولا معظم لشأنه حيث غير وصفه الخاص به وأراد به حيوانا استحق مهانة (فوجب إباحة دمه) لتقصيره في توقيره وقد قال تعالى: ﴿لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ﴾ انتهى". [1]

مختصراً اس سے واضح ہے کہ معنی عُرفی کے خلاف بلاقرینہ وعلامت کے معنی لغوی مُراد بطورِ تاویل لینا مقبول نہیں، اور تعظیم وتوقیر میں تقصیر کرنے کے سبب سے اَباحتِ دَم واجب ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ آنحضرت [ﷺ] کو ادنیٰ کا بھائی بنانا آپ کی حقارت ہے، اور تقصیر ظاہر ہے آپ کی تعظیم وتوقیر میں۔ اب منصفین انصاف کریں کہ جامع ''براہین'' کا یہ کلام کس درجہ کا قبیح ونامناسب ہے۔

رابعاً: یہ کہ یہ کیا ضرور ہے جو الفاظ نص کتاب وحدیث میں ہوں اُن کا تلفظ علی العموم سب کو جائز ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے خُود کہا: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا﴾ [2]

لیکن دُوسرا آدمی اُن کو کہے کہ اُنہوں نے ظلم کیا تھا تو جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو

---

[1] الشفا، ج2ص480، وشرح الشفا، ج2ص396۔

[2] [الأعراف:23]

فرمایا ہے:﴿عَصَىٰٓ آدَمُ رَبَّهُۥ فَغَوَىٰ﴾۔ [1]

ہر آدمی مجاز نہیں کہ آدم علیہ السلام کو نافرمان، غاوی، بہکا ہوا نعوذ باللہ من ذٰلک کہے۔

اسی طرح حضرت یُونس علیہ السلام نے کہا:﴿إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ [2]

ہر آدمی اُن کو کہنے لگے وہ ظالمین میں سے تھے، جائز نہیں۔

بِناءً علیہ اگر آپ نے اپنی زُبان مبارک سے براہِ اشفاق اپنے مرتبہ سے تنزل عالی فرما کر لفظ اخوت فرما دیا تو اُمتیوں کو کب لازم ہے بلکہ کب دُرست ہے کہ یہ بھی وہی کلمہ تنزل اپنے منہ سے جاری کریں کہ ہم تو موافق نص کے کہتے ہیں، اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ یہ نص کہاں وارد ہے کہ اے اُمتیو! تم بھی بھائی کہا کرو، صیغہ اَمر موجود نہیں، پھر موافق نص کہاں ہوا، نص میں تو فقط اِسی قدر ہے کہ آنحضرت [صلی اللہ علیہ وسلم] نے ہمارے بھائی فرمایا ہے، اور اُوپر معلوم ہو چکا ہے کہ یہ بطورِ کسر نفسی و براہ اشفاق فرمایا ہے۔ پس موافق نص کے یہ ہوتا ہے کہ اس طرح کہا جائے کہ آنحضرت [صلی اللہ علیہ وسلم] نے بطور کسر نفسی و براہ اشفاق بھائی فرمایا ہے، یہ موافق نص کے ہرگز نہیں ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ آنحضرت [صلی اللہ علیہ وسلم] کو بھائی کہے، تو دُرست ہے این ہذا من ذلک ع

ببین تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

خُدا تعالیٰ انکو راہِ راست دِکھائے کہ ایسے اُلٹے معنی حدیث وقرآن کے کر کے ضلال و اضلال کے مرتکب نہ ہوں۔

خامساً: یہ کہ صاحبِ ''انوار'' کے کلام میں نہ نفی بشریت کا ذکر ہے نہ نفی اخوت کا، البتہ ممنوع ہونا اطلاق لفظ اخوت کا بباعثِ نقص ایہام موجود ہے، اور یہ بات اُولی الالباب سے مخفی نہیں ہے کہ بہت سے ایسے لفظ ہوتے ہیں جو فی نفسہٖ کسی وجہ سے صحیح ہوتے ہیں

---

[1] [طه:121]

[2] [الأَنبِيَاءِ:87]

لیکن ایک وجہ ایہام اُن میں ایسی لگ جاتی ہے کہ بُرے معنی بھی اُن میں نکلنے لگتے ہیں، اس وجہ سے بولنا اُن الفاظ کا قطعاً منع ہو جاتا ہے شرعاً، جیسا کہ صحابہ [رضی اللہ عنہم] آنحضرت [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کی خدمت میں یہ کلمہ عرض کیا کرتے تھے (رَاعِنَا) یعنی آپ متوجہ ہوں ہماری طرف۔ لیکن چونکہ یہود بھی یہ کلمہ کہا کرتے تھے اور وہ اپنی شرارت وخبثِ نفس کے باعث اس لفظ کے احمق کے معنی لیتے تھے معاذ اللہ۔ بناءً علیہ صحابہ [رضی اللہ عنہم] کو روک دیا گیا کہ: ﴿لَاتَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا﴾[1]

یعنی مت کہو تم ﴿رَاعِنَا﴾ ﴿وَقُولُوا انْظُرْنَا﴾ ہر چند صحابہ [رضی اللہ عنہم] جو معنی سمجھ کر کہتے تھے وہ صحیح تھے، لیکن ایہام یعنی وہ معنی یہود ادنیٰ نکل سکتے تھے اور یہود کے واسطے یہ ذریعہ بُرا کہنے کا تھا۔ بناءً علیہ جناب رسالت مآب کے حضور میں اِس کلمہ کا بولنا حق سبحانہ نے پسند نہ فرمایا، اور آیتِ ممانعت نازل فرمادی، جس کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔

چنانچہ ''تفسیر عزیزی''[2] میں یہ قصہ مذکور ہے اور ''تفسیر کبیر''[3] میں سات وجہ اس کے عدم جواز کے ذِکر کئے ہیں، چوتھی وجہ یہ لکھی ہے کہ یہ لفظ موہم مساوات کا درمیان مخاطبین کے ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے منع فرمایا، اور بیان کیا کہ تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطاب میں کرنا ضرور ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿لَاتَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ﴾ الآية[4]

عبارت یہ ہے:

"وَرَابِعُهَا: أَنَّ قَوْلَهُ: ﴿رَاعِنَا﴾ مُفَاعَلَةٌ مِنَ الرَّعْيِ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَكَانَ هَذَا اللَّفْظُ مُوهِمًا لِلْمُسَاوَاةِ بَيْنَ الْمُخَاطِبِينَ كَأَنَّهُمْ قَالُوا: أَرْعِنَا سَمْعَكَ لِنُرْعِيَكَ

---

[1] [البَقَرة:104]

[2] انظر: تفسیری عزیزی، فارسی، ج1 ص269-270، مطبعہ محمدیہ، 1264ھ

[3] انظر: تفسير كبير للرازي، ج3ص 634-635، دار إحياء التراث العربي - بيروت

[4] [النُور:63]

أَسْمَاعَنَا .فَنَهَاهُمُ اللّٰہُ تَعَالَی عَنْهُ وَبَيَّنَ أَنْ لَا بُدَّ مِنْ تَعْظِيمِ الرَّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْمُخَاطَبَةِ عَلَى مَا قَالَ: ﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ [النُّورِ:63] انتہی [1]

اس سے واضح ہے کہ ایہام اَمرِ ناجائز سے بھی عدم جواز آ جاتا ہے، بلکہ "تفسیر کبیر" سے لائح ہے، خطاب میں ایہام مساوات کے سبب سے اس قول سے منع فرمایا، یہی بعینہٖ صاحب "انوارِ ساطعہ" نے کہا کہ ایہامِ مساوات کے سبب سے بھائی آنحضرت [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کو اَدنیٰ اَدنیٰ کا بنانا منع ہے۔ اور اس کو خُود مولوی رشید احمد صاحب بھی "لطائفِ رشیدیہ" [2] مطبوعہ مطبع گلزار احمدی مراد آبادی صفحہ ۲۹ مکتوب دہم میں دیکھو، لکھتے ہیں۔

اور اسی صفحہ میں ایک مضمون دُوسرا بھی آپ لکھ رہے ہیں، وہ یہ ہے: ("صحابہ کا پکار کر بولنا مجلس شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہرگز بوجہ اذیت و گستاخی معاذ اللہ نہ تھا بلکہ حسب عادت وطبع تھا، لیکن چونکہ اذیت و بے اعتنائی شان والا کا اس میں ایہام تھا، یہ حکم ہوا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ [3] کیا صاف حکم ہے کہ اگرچہ تمہارا قصد گستاخی نہیں مگر اِس فعل سے حبطِ اعمال تمہارے ہو جاویں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی، انتہیٰ کلامہ۔ [4]

اور جامع "براہین" اپنی "براہین قاطعہ صفحہ ۲۲۱" میں مجرد ایہام منع کو دلیلِ منع بیان کرتے ہیں، اور اس پر دو عبارتیں "دُرمختار" اور "ردالمحتار" سے نقل کی ہیں:

---

[1] تفسير كبير للرازي، ج3ص635، دار إحياء التراث العربي-بيروت

[2] وانظر: تالیفات رشیدیہ، رسالہ: لطائف رشیدیہ، ص686-687، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

[3] [الحُجُرَاتِ:2]

[4] انظر: تالیفات رشیدیہ، رسالہ لطائف رشیدیہ، ص687، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

"وَمُجَرَّدُ إِيهَامِ اللَّفْظِ مَا لَا يَجُوزُ كَافٍ فِي الْمَنْعِ كَمَا قَدَّمْنَاهُ"۔انتھی۔[1]

دُوسری عبارت یہ ہے:"أَنَّ مُجَرَّدَ إِيهَامِ اللفظ الْمَعْنَى الْمُحَالِ كَافٍ فِي الْمَنْعِ عَنْ التَّلَفُّظِ بِهَذَا الْكَلَامِ، وَإِنْ احْتَمَلَ مَعْنًى صَحِيحًا وَلِذَا عَلَّلَ الْمَشَايِخُ بِقَوْلِهِمْ لِأَنَّهُ يُوهِمُ إلخ وَنَظِيرُهُ مَا قَالُوا فِي أَنَا مُؤْمِنٌ إنْ شَاءَ اللَّهُ تعالى فَإِنَّهُمْ كَرِهُوا ذَلِكَ وَإِنْ قَصَدَ التَّبَرُّكَ دُونَ التَّعْلِيقِ لِمَا فِيهِ مِنْ الْإِيهَامِ كَمَا قَرَّرَهُ الْعَلَّامَةُ التَّفْتَازَانِيُّ فِي شَرْحِ الْعَقَائِدِ وَابْنُ الْهُمَامِ"[2] انتھیٰ"۔[3]

یہی صاحبِ ''انوارِ ساطعہ'' ایہامِ منع ومانع محال کے سبب سے لفظ بھائی کا آنحضرت [صلی اللہ علیہ وسلم] کی شان میں بولنا اور یہ کہنا اَدنیٰ اَدنیٰ کا کہ رسول اللہ [صلی اللہ علیہ وسلم] میرے بھائی ہیں ناجائز کہتے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ خُود جامع ''براہین'' ایہامِ منع ومعنے محال کو وجہ عدمِ جواز بتاتے ہیں، اور یہی وجہ صاحبِ ''انوار'' یہاں گذارتے ہیں، اور فی الواقع یہ وجہ یہاں بھی موجود ہے۔ اور جامع ''براہین'' یہاں عدمِ جواز اس قول اَدنیٰ اَدنیٰ کو کہ (رسول اللہ میرے بھائی ہیں) قبول نہیں کرتے، اور اپنے لکھے ہوئے کو یاد نہیں رکھتے ،مثل مشہور ہے (دروغ گورا حافظہ نباشد) بلکہ قولِ مذکُور میں (کہ رسول اللہ میرے بھائی ہیں) ادّعاء رسالت کا وہم بمقتضائے اس قاعدہ کے کہ اُس کو جامع ''براہین'' نے ''براہین قاطعہ'' کے صفحہ ۱۶۷ میں لکھا ہے کہ (مشتق میں ''مشتق منہ علت حکم کے ہوتا ہے''[4]) ہونا ضرور ہے، کیونکہ لفظِ رسول مشتق ہے رسالت سے، اور رسول اللہ پر جو حکم قائل مذکُور کرتا ہے کہ میرے بھائی ہیں، بحسبِ قاعدہ مذکُورہ مسلّمہ جامع ''براہین'' اس کی علت

---

[1] انظر: ردالمحتار علی الدر المختار، ج6ص 397، دار الفکر-بیروت

[2] انظر: ردالمحتار علی الدر المختار، ج6ص 395، دار الفکر-بیروت

[3] براہین قاطعہ بجواب انوار ساطعہ، ص221، دارالاشاعت، کراچی۔

[4] براہین قاطعہ بجواب انوار ساطعہ، ص170، دارالاشاعت، کراچی۔

رسالت ہوگی۔ پس قائل نے شرکت فی الرسالہ کے سبب سے یہ حکم کیا، اگر چہ اُس کی نیت نہ ہو، لیکن لفظ تو اس کا موہم ہے۔

پس ایہام ادّعاءِ رسالت ثابت ہوا، اور یہ لفظ قائل کا موہم معنی محال کو ہوا، پس عدم جواز اس کا واضح ہوا، اور اس میں یہ تاویل کہ وہ بسبب مساوات فی البشریۃ کے بھائی کہتا ہے "مع ان المساواۃ فی البشریۃ غیر المسلم" رافع اس ایہام کی نہیں ہے، اور ایہام کے واسطے نیت قائل و ارادہ قلبی اُس کا ضرور نہیں ہے، اور اگر رسالت سے قطع نظر کرے وہ قائل تب بھی اُس کو مفید نہیں، اور قطع نظر کرنا ایہامِ لفظ کو دافع نہیں ہے۔

اور نیز مساوی سمجھنا آنحضرت [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کو گھٹانا شانِ عالی رسالت ومحبوبیت و خاتمیت کا ہے، اور سخت گستاخی ہے، اگر چہ بھائی کہنے والا اِرادہ گستاخی نہ کرے، لیکن ایہامِ گستاخی موجود ہے، مبادا اُس کے اعمال حبط ہو جائیں اور اُس کو خبر نہ ہو، جیسا کہ مسئلہ رَفع اَصوات میں حکم تسلیم کیا ہوا مولوی رشید احمد صاحب کا گذر چکا ہے۔

پس یہ تاویل کہ وہ شرف وتقرب میں مساوات نہیں جانتا جو جامع "براہین" کی ہے اُس سے صاحبِ "انوار" کو کچھ ضرر، و صاحبِ "براہین" کو کچھ فائدہ نہیں ہوا، اور مساوات ثابت کرنا بشریت میں وہ بھی لغو رہا۔

سادساً: یہ کہ بعض احکام شرعیہ بہ تبدل زمانہ بدل جاتے ہیں، چنانچہ یہ مضمون خُود جامع "براہین" کا تسلیم کیا ہوا ہے، صفحہ ۵۳ "براہین" [1] میں موجود ہے۔

پس جائز ہے کہ بھائی کا لفظ اوّل زمانہ میں ایسا نہ ہو جیسا اب ہے۔ اس زمانہ میں یہ لفظ اکابر کی نسبت بولنا اُن کی سخت گستاخی و بے تَوقیری میں شامل ہے، مثلاً پیر یا اُستاذ یا آقا عالی رُتبہ جیسا بادشاہ کو مُرید و شاگرد و نوکر و رعیت بھائی کہے تو عرفاً اُس قائل کو غیر مہذب و گستاخ و

---

[1] قولہ: "اب سب اباحت بکراہت متبدل ہوئی اور نوبت بہ بدعت پہنچی، مجلس مروّجہ بدعت ہوگئی حکم مباحات کا بہ تبدل زمان متبدل ہو جاتا ہے"۔ (براہین قاطعہ، ص63، دارالاشاعت، کراچی)

بے باک تمام لوگ کہیں گے، اور اُس کا یہ عذر کہ مَیں بسببِ اولادِ آدم ہونے کے بھائی کہتا ہوں، کوئی قبول نہ کرے گا، اور جن کو یہ کلمہ کہا ہے کہ وہ پیر واُستاذ و بادشاہ ہیں اُن کو بھی یہ کہنا نہایت درجہ کا ناگوارِ خاطر ہوگا۔

اور ''درمختار'' کے ''باب وصیت الاقارب'' وغیرہ میں ہے۔

"قِيلَ مَنْ قَالَ لِلْوَالِدِ يَا قَرِيبُ فَهُوَ عَاقٌّ" انتہیٰ "۔ [1]

''جو شخص اپنے باپ کو قریب کہے تو عاق ہے''۔ اس کے تحت میں ''ردالمحتار'' میں ہے:

"قَالَ فِي الْمِعْرَاجِ: وَفِي الْخَبَرِ "مَنْ سَمَّى وَالِدَهُ قَرِيبًا عَقَّهُ" وَقَدْ عَطَفَ [اللَّهُ تَعَالَى] الْأَقْرَبِينَ عَلَى الْوَالِدَيْنِ فِي قَوْله تَعَالَى: {الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ} [البقرة: 180]-وَيُعْطَفُ الشَّيْءُ عَلَى غَيْرِهِ حَقِيقَةً. فَعُرِفَ أَنَّ الْقَرِيبَ فِي لِسَانِ النَّاسِ مَنْ يَتَقَرَّبُ إلَى غَيْرِهِ بِوَاسِطَةٍ كَذَا فِي الْمَبْسُوطِ اهـ أَيْ وَالْوَالِدَانِ وَالْوَلَدُ يَتَقَرَّبَانِ [إلَيْهِ] بِأَنْفُسِهِمْ لَا بِوَاسِطَةٍ"۔ [2]

اس سے واضح ولائح ہے کہ قریب لوگوں کی زُبان میں اُس کو کہتے ہیں جو بواسطہ قریب ہو، اور باپ سے قرابت بیٹے کی بواسطہ نہیں ہے بلکہ بِلا واسطہ قرابت ہے اس لئے کہ باپ کو قریب کہنے سے عاق ہوجاتا ہے، اور بھائی کو قرابت بھائی سے بواسطہ ماں و باپ کے ہے، پس بھائی ہی قریب ہوا، اور لفظ بھائی کا ہی دلالت واضح کرتا ہے اس پر کہ بواسطہ قرابت ہے نہ بِلا واسطہ، اور قریب جو بواسطہ قرابت رکھتا ہے اُس کے کہنے سے باپ کے حق میں عاق ہوجاتا ہے، تو باپ کو بھائی کہنے سے بھی عاق و نافرمان ہوگا۔ پس جب اُستاذ و پیر و بادشاہ کو بھائی کہہ دینا شاگرد و پیر و نوکر و رعیت کا گستاخی و بے ادبی ہے عرفاً، اور باپ کو قریب و بھائی کہہ دینا عاق ہوتا ہے شرعاً، تو بہ نسبت اُس ذاتِ عالی شان کے جن کا رُتبہ بعد

---

[1] در المختار ومعه الرد المحتار، ج6 ص686، دار الفكر-بيروت

[2] رد المحتار على الدر المختار، ج6 ص686، دار الفكر، بيروت۔

خدا تعالیٰ کے ہے، ؏

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

بھائی کہہ دینا بطریق اولیٰ گستاخی و بےادبی و بےباکی و خلاف شرع کے ہے [1]

"مرکر مٹی میں ملنا"

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"مولوی اسماعیل دہلوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا کہ گویا آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں (تقویۃ الایمان، ص ٦١) ہے کوئی دیوبندی مولوی کسی حدیث میں یہ جملہ دکھانے کیلئے تیار۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۵، شمشیر حسینی، ص ۲۹)

الجواب: تقویۃ الایمان کی جس عبارت پر اعتراض کیا جاتا کہ اس میں لکھا ہے کہ نبی مٹی میں مل جاتے ہیں اور معاذ اللہ ان کا جسم صحیح سلامت نہیں رہتا۔ جواب دینے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تقویۃ الایمان کی پوری عبارت آپ کے سامنے رکھی جائے اور پھر انشاء اللہ اس پر تبصرہ کیا جائے گا: (حدیث کے صرف ترجمہ پر اکتفاء کیا جارہا ہے)

مشکوۃ کے باب عشرت النساء میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے ذکر کیا کہ قیس ابن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں نے وہاں لوگوں کو سجدہ کرتے تھے اپنے راجا کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجئے ان کو پھر آیا میں پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا میں نے کہ میں گیا تھا حیرہ میں سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو سجدہ کرتے ہیں اپنے راجا کو سو تم تو بہت لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو فرمایا مجھ کو بھلا خیال تو کر جو تو گذرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو کہا میں نے نہیں فرمایا تو مت کرو۔

---

[1] البوارق اللامعہ، ص 78-88، در مطبع دت پرشاد، واقع بمبئی

(ف): یعنی جب میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدے کے لائق ہوا سجدہ تو اسی پاک ذات کو ہے کہ نہ کبھی مرے نہ کبھی کھپے۔ (تقویۃ الایمان، ص۹۹، مطبوعہ کلکتہ)

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ حدیث شریف کی تشریح و تفصیل ہے اور ان معنی خیز الفاظ کا حدیث کے ساتھ گہرا تعلق ہے اس میں غیر اللہ کو سجدہ نہ کرنے کی علت بیان کی گئی ہے کہ جو مر کر مٹی میں دفن ہونے والا ہے اس کو سجدہ روا نہیں سجدہ صرف اسی کو ہوسکتا ہے جو ہمیشہ زندہ رہے اور اس پر کسی وقت بھی موت طاری نہ ہو اور نہ وہ مر کر مٹی میں دفن ہونے والا ہو۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں مخالفین نے اپنی جہالت کی وجہ سے ''مٹی میں ملنے والا ہوں'' کے جملے سے یہ سمجھ لیا کہ معاذ اللہ حضرت شاہ صاحب کا عقیدہ ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں سلامت نہیں رہتے حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے۔ اُردو زبان میں یہ لفظ یا جملہ دفن ہونے کے لئے بولا جاتا ہے۔[1]

الجواب: موصوف نے جو پس منظر بیان کیا ہے اُس سے اسماعیل دہلوی کی توہین سے کسی طرح چھٹکارا حاصل نہیں ہوتا۔

یہ بات تو طے شدہ ہے کہ شریعتِ محمدی میں غیر اللہ کو سجدہ روا نہیں، پھر چاہے وہ زندہ ہوں یا مُردہ، قبر کے اندر ہو یا قبر کے باہر، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قبور میں زندہ ہونا مسلمہ حقیقت ہے۔

تمام فقہاء و محدثین اہلِ سنّت حیاۃ الانبیاء کے مسئلہ پر متفق ہیں، اُن کے بارے میں یہ مَر کر مٹی میں ملنے والا توہین آمیز اُسلوب برصغیر میں سب سے پہلے اسماعیل دہلوی نے اختیار کیا۔ سجدۂ تعظیمی کی حُرمت کو بے شُمار محدثین و فقہاء نے بیان کیا ہے مگر کسی نے اس ضمن میں

---

[1] دفاع ج1، ص770,769 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

وہ توہین آمیز اُسلوب اختیار نہیں کیا، جو اسماعیل دہلوی نے اختیار کیا ہے۔
خُود دیوبندی موصوف نے جو پس منظر بیان کیا ہے، کیا وہ اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مَر کر مٹی میں ملنے والا اُسلوب تحریر اختیار کیا جائے۔ موصوف کو بھی شاید یہ احساس تھا کہ اسماعیل دہلوی نے گستاخانہ زُبان استعمال کی ہے۔ اس لئے موصوف نے ''مَر کر مٹی میں ملنے'' کے بجائے وضاحت میں مَر کر مٹی میں دفن ہونے والا لکھا ہے۔
اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار مبارک مدینۃ منورہ میں ہے اور آپ کے مزار مبارک **روضۃ من ریاض الجنۃ** ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تدفین فرمائی، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مرکر مٹی میں ملنے والی گستاخانہ زُبان استعمال کی جائے۔ بہرکیف موصوف نے اس عبارت کے دفاع میں جو دلائل ذکر کئے ہیں اُن کا جائزہ لیتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:
''افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں مخالفین نے اپنی جہالت کی وجہ سے ''مٹی میں ملنے والا ہوں'' کے جملے سے یہ سمجھ لیا کہ معاذ اللہ حضرت شاہ صاحب کا عقیدہ ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں سلامت نہیں رہتے حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے۔ اردو زبان میں یہ لفظ یا جملہ دفن ہونے کیلئے بولا جاتا ہے''۔ [1]

الجواب: یہ خُود دیوبندی موصوف کی جہالت ہے، اسے اُردو زُبان کے محاورات سے آشنائی نہیں، ویسے بھی ان کے اُردو سمجھنے میں جو قابلیت ہے اس کی کچھ مثالیں ہم سابقہ

---

[1] دفاع ج1، ص770 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

جلدوں میں نقل کر چکے ہیں، جس آدمی میں خود اُردو سمجھنے کی اہلیت نہیں، وہ دُوسروں پر طنز کرے تو یقیناً افسوس کا مقام ہے۔ہم یہاں مولوی نُورالحسن نیر کی ترتیب شدہ اُردو زبان کی لغت نوراللغات [1] سے ''مٹی میں ملنا'' کا معنی نقل کرتے ہیں۔

مٹی میں مل جانا، خاک میں مل جانا، خاک ہو جانا، بگڑ جانا، خراب ہو جانا، کنایۃً تباہ و برباد ہو جانا، (شاد)

اِک تو کدورتوں سے یُوں ہی ہر غبار تھا
مَرقد میں جاکے اور بھی مٹی میں مل گیا

دیکھیں ''نوراللغات'' میں مٹی میں ملنا کا جو مطلب بیان کیا گیا ہے اس کے تمام معنوں میں سلامت نہ رہنے والا مفہوم موجود ہے۔لہٰذا جن علماء نے اسماعیل دہلوی کی اس عبارت پر اعتراض کیا ہے، بالکل دُرست ہے، کیونکہ اسماعیل دہلوی کی اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اجسام انبیاء کی سلامتی کے قائل نہیں۔

علّامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:"وفی الکامل للمبرد: مما كفر به الفقهاء الحجاج أنه رأى الناس يطوفون حول حجرته صلى الله عليه وسلم، فقال: إنما يطوفون بأعواد برمة. قال الدميري: كفروه بهذه لأنه تكذيب لقوله صلى الله عليه وسلم: "إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء". رواه أبو داود"۔ [2]

ابُوالعباس مبرد نے کامل میں لکھا کہ ان باتوں میں سے جن کے سبب علمائے کرام نے حجاج کو کافر کہا، ایک یہ ہے کہ اُس نے لوگوں کو روضہ اقدس حضور سیّدعالم صلی اللہ

---

[1] نوراللغات ج4،ص:493،قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان وزارت ترقی انسانی وسائل حکومت ہند

[2] (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية:ج1ص:168)

علیہ وآلہٖ وسلم کا طواف کرتے دیکھا، بولا کچھ لکڑیوں اور گلے ہوئے جسم کا طواف کر رہے ہیں۔ علّامہ دمیری نے فرمایا: علماء نے اس قول پر اس وجہ سے اس کی تکفیر کی کہ اس میں ارشاد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تکذیب ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ اس کو ابُوداوٗد نے روایت کیا۔

اسماعیل دہلوی نے دو جرموں کا اِرتکاب کیا ہے۔ ایک تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افتراء کیا کہ ''میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں''۔ [1]

دُوسرا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان مبارک کی تکذیب کی جس میں اجسادِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا صحیح وسلامت رہنا مروی ہے۔ الغرض ہم نے ''نور اللغات'' سے ثابت کیا کہ مٹی میں ملنا، خاک ہوجانا، بگڑ جانا وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

لہٰذا دیوبندی موصوف کا اپنے مخالفین کو جہالت کا طعنہ دینا درست نہیں بلکہ خود موصوف کی جہالت کی دلیل ہے۔

دیوبندی موصوف کی دلیل نمبر (2)

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''چنانچہ جامع اللغات ج ۲ ص ۵۶۵ میں ملنا کے معنی دفن ہونا اور منیر اللغات، ص:۹۰ میں ہے خاک میں ملنا یعنی دفن ہونا، ہیں''۔ [2]

الجواب: دیوبندی موصوف نے حسبِ عادت دُھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔

''جامع اللغات'' سے ''ملنا'' کا مطلب تو لکھا لیکن اس میں مٹی میں مل جانا کا جو مطلب لکھا ہے اُس کو بیان نہیں کیا۔ ''جامع اللغات'' سے ہم وہ مفہوم نقل کرتے ہیں:

---

[1] تقویۃ الایمان، ص:99، مطبوعہ کلکتہ

[2] دفاع ج 1، ص 771 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

''مٹی میں مل جانا (لازم) (۱) خاک میں مل جانا (۲) جسم کا خاک ہوجانا (۳) خراب ہو جانا، بگڑ جانا، ستیاناس ہوجانا''۔ [1]

دیکھیں موصوف نے جس کتاب کا حوالہ دیا تھا، اُسی کتاب میں بگڑ جانا، خراب ہو جانا، والا مفہوم موجود ہے۔ عوام سے گذارش ہے کہ وہ خُود ''جامع اللغات'' کو دیکھیں اور اپنی آنکھوں سے دیوبندی موصوف کی دُھوکہ بازی مُلاحظہ کریں۔ موصوف کی کتاب اسی طرح کے دجل وفریب اور تلبیس پر مبنی ہے اور ''منیر اللغات'' میں مٹی میں ملنا والا محاورہ موجود ہی نہیں۔

''فرہنگِ آصفیہ'' میں احمد دہلوی نے لکھا ہے کہ:

''مٹی میں مل جانا، فعل لازم (۱) خاک میں مل جانا۔ (۲) خاک ہوجانا، جسم کا خاک بن جانا (۳) خراب ہوجانا، بگڑ جانا، ستیاناس ہونا''۔

اس حوالے سے بھی معلوم ہوا کہ اسماعیل دہلوی کی عبارت میں گستاخی موجود ہے۔

دیوبندی موصوف کی دلیل نمبر (3)

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''نور اللغات'' میں ہے کہ مٹی میں ملنا یعنی دفن ہونا اور پھر اس معنی کے صحیح ہونے پر شعر سے استدلال کرتے ہیں۔ میں تو خاک کا پتلا یوں ہی تھا   قضاء نے اور مٹی میں ملا دیا۔ (شاد) (نور اللغات ج ۴ ص:۱۱۸۹) یہاں ''مٹی میں ملا دیا'' کے معنی ''مٹی میں دفن ہونا'' ہیں۔ [2]

الجواب: دیوبندی موصوف نے حسب عادت اس حوالے میں بھی دُھوکہ وفریب سے کام لیا ہے۔ مولوی نُور الحسن نیر نے ''نور اللغات'' میں اُردو زبان کے دو محاورے لکھے

---

[1] جامع اللغات، ج4 ص461، مرتبہ خواجہ عبد المجید بی اے جامع اللغات کمپنی لاہور

[2] دفاع ج1، ص771 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

ہیں۔ایک محاورہ ''مٹی میں ملانا''،لکھا ہے اور دُوسرا محاورہ ''مٹی میں مل جانا''،لکھا ہے اور دونوں کا علیحدہ علیحدہ مقصد بیان کیا ہے۔

دیوبندی موصوف نے ایک تو یہ جھوٹ بولا کہ ''نوراللغات''میں مٹی میں ملنا کا معنی دفن ہونا لکھا ہے،حالانکہ ایسا نہیں،''نُوراللغات''میں ''مٹی میں ملانا'' کا ایک معنی دفن کرنا لکھا ہے اور نورالحسن نیّر صاحب نے شاد کا شعر بھی مٹی میں ملانا والے محاورے کے ضمن میں لکھا ہے جبکہ نُورالحسن نیّر صاحب نے مٹی میں مل جانا علیحدہ طور پر لکھا ہے اور اس کا معنی بایں طور لکھا ہے کہ:

''مٹی میں مل جانا (۱) خاک میں مل جانا (۲) خاک ہوجانا (۳) بگڑ جانا،خراب ہوجانا (کنایۃً) تباہ و برباد ہوجانا''۔[1]

اور اسی شاد کا شعر بطورِ دلیل پیش کیا ہے جس کو دیوبندی موصوف دلیل میں پیش کررہے ہیں، شعر مُلاحظہ کریں:

اک تو کدورتوں سے یوں ہی پر غبار تھا
مرقد میں جا کے اور بھی مٹی میں مل گیا

دیکھیں اس شعر میں شاد نے مٹی میں مل جانے والا محاورہ گل سڑ جانے،خاک ہوجانے کے معنی میں استعمال کیا ہے۔اس سے بھی اسماعیل دہلوی کی عبارت گستاخانہ ثابت ہوتی ہے۔

دیوبندی موصوف نے شاد کا جو یہ شعر کہ:

مَیں تو خاک کا پتلا یوں ہی تھا
قضاء نے اور مٹی میں ملا دیا

لکھا ہے،وہ مٹی میں ملانے والے محاورے کے لئے ہے،نہ کہ مٹی میں ملنے والے محاورے

---

[1] نوراللغات،ج4ص493

کے لئے، قارئین کرام! خود بھی ''نور اللغات'' میں مٹی میں ملانا کے تحت مُلاحظہ کر سکتے ہیں

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اسی طرح اُردو کی مبسوط ترین لغت ''اُردو لغت تاریخی اصول پر'' میں ''مٹی میں مل جانا'' کے معنیٰ مٹی میں دفن ہو جانا کے کئے گئے ہیں اور پھر عبارت نقل کی گئی ہے کہ:

جب پانی رخصت ہو جاتا ہے تو باقی صرف مٹی رہ جاتی ہے جسے قبرستان میں چھوڑ آتے ہیں کہ مٹی مٹی کے ساتھ مل جائے۔ (قصے تیرے افسانے ہیں ص:۳۱۱)

یہاں مٹی کے ساتھ مل جائے ''مٹی میں دفن ہو جانا'' کے معنیٰ میں لیا گیا ہے۔[۱]

الجواب: یہ بھی موصوف نے جھوٹ بولا ہے۔ مذکورہ لغت میں مٹی کے ساتھ مل جانا کا ایک مطلب دفن ہونا بھی لکھا ہے اور ''قصے تیرے فسانے میرے'' کی مذکورہ بالا عبارت سے اِستناد بھی کیا ہے۔ موصوف نے یہ حوالہ بھی شاید کسی حوالہ جاتی کتاب سے سرقہ کیا ہے اس لئے چند فحش غلطیوں کا مظاہرہ کیا ہے۔

غلطی نمبر(1) ''قصے تیرے فسانے میرے'' کو موصوف نے ''قصے تیرے افسانے ہیں'' لکھا ہے، حالانکہ مذکورہ لغت میں ''قصے تیرے فسانے میرے'' لکھا ہوا ہے۔

غلطی نمبر(2) "اُردو لغت تاریخی اُصول پر'' یہ معنیٰ جس محاورے کے ضمن میں لکھی گئی ہے وہ ہے مٹی کے ساتھ مل جانا، مُلاحظہ کریں:

اُردو لغت تاریخی اُصول پر، ج ۱۷ ص ۴۰۶، جبکہ موصوف نے اس کو مٹی میں مل جانا قرار دیا ہے۔

غلطی نمبر(3): موصوف لکھتے ہیں کہ یہاں مٹی کے ساتھ مل جائے، ''مٹی میں دفن ہو جانا'' کے معنیٰ میں لیا گیا ہے۔[۲]

---

[۱] دفاع ج 1، ص 771 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] دفاع ج 1، ص 771 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

الجواب: یہ بھی موصوف کی جہالت ہے، محاورہ مٹی مٹی کے ساتھ مل جائے کا مطلب مٹی میں دفن ہو جانا ہے اور اسی ضمن میں مذکورہ مقام پر لغت میں یہ معنی بیان کئے گئے ہیں مگر موصوف کو اُردو کے محاورے مٹی مٹی کے ساتھ مل جائے اور ''مر کر مٹی میں ملنے'' کا فرق معلوم نہیں۔ اس لئے موصوف نے جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مٹی مٹی کے ساتھ مل جائے، والے محاورہ کا معنی یہاں لکھ مارا ہے۔

غلطی نمبر (4) موصوف لکھتے ہیں: اسی طرح ''مٹی میں ملنا'' کو محاورہ کہہ کر اس کے معنی ''میت کو مٹی دینا'' کے لکھے ہیں، میت کی تجہیز و تکفین ہونا، لکھے ہیں......آگے اس معنی کے [کی] مناسبت سے شعر لکھتے ہیں کہ:

دُنیا میں اعتبار ہے کیا حال و جاہ کا
مٹی گدا کے ہاتھ سے ملی ہے شاہ کو

(دیوان سیر: ج ۲ ص: ۳۴۲) یہاں ''مٹی ملی ہے'' میّت کو مٹی دئے جانے کے معنی میں ہے۔[1]

الجواب: ''اُردو لغت تاریخی اصول پر'' میں مٹی ملنا کو محاورہ قرار دے کر اس کا مفہوم و مطلب میت کو مٹی دی جانا، لکھا ہے۔ مگر موصوف نے جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے محاورہ ''مٹی ملنا'' کو ''مٹی میں ملنا'' بنا دیا۔ ناظرین خُود اُردو لغت تاریخی اُصول پر ج ۱۷ ص: ۴۰۷ میں مُلاحظہ کر سکتے ہیں کہ انہوں نے ''مٹی ملنا'' کا مفہوم ''میّت کو مٹی دینا'' لکھا ہے جس کو موصوف نے ''مٹی میں ملنا'' بنا دیا، پھر اُردو لغت تاریخی اُصول میں دیوانِ اسیر کا شعر مندرجہ ذیل شعر مٹی ملنا کے مناسبت سے نقل کیا گیا ہے۔

دُنیا میں اعتبار ہے کیا مال و جان کو

---

[1] دفاع ج1، ص771 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

مٹی گدا کے ہاتھ سے ملتی ہے شاہ کو

(اُردو لغت تاریخی اصول پر: ج۱۷ص:۴۰۷)

''دیوانِ اسیر'' کو موصوف نے ''دیوان سیر'' اور ''مٹی گدا کے ہاتھ سے ملتی ہے'' کو ''مٹی گدا کے ہاتھ سے ملی ہے'' بنا دیا ہے۔ خیر موصوف کی یہ ساری غلطیاں اُٹھانے کے لئے تو کم بخت کاتب موجود ہے لیکن موصوف نے ''مٹی ملنا'' اور ''مٹی میں ملنا'' کو ایک جیسا قرار دیا۔ اس غلطی کو کون اُٹھا سکتا ہے۔ بہرکیف شعر میں ''مٹی گدا کے ہاتھ سے ملی ہے' کے الفاظ موجود ہیں جو خود تدفین میّت کو مٹی دیئے جانے والے مفہوم کو ظاہر کر رہے ہیں۔ اور لغت میں یہ مفہوم بھی مٹی ملنا کے ضمن میں بیان کئے گئے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اسی طرح ایک معنی ''دفن کرنے'' کے لکھے ہیں اور اس معنی کی مناسبت سے شعر لکھتے ہیں کہ:

نسیم اعداء سے شکوہ کیا
ہمیں یاروں نے مٹی میں ملا دیا

(نسیم دہلوی، ص:۸۷)[اُردو لغت تاریخی اصول پر، ص:۴۰۷]۔[1]

الجواب: یہ مفہوم بھی مٹی میں ملانا یا ملا دینا کا لکھا گیا ہے۔ مُلاحظہ کریں اُردو لغت ص: ۴۰۷، اُردو لغت بورڈ کراچی۔ مٹی میں ملنا کا نہیں، اربابِ لغت مٹی میں ملانا اور مٹی میں مل جانا دونوں کے درمیان فرق کرتے ہیں، مُلاحظہ کریں[2]

لہٰذا موصوف کا اُردو لغت سے مذکورہ حوالہ پیش کرنا درست نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

---

[1] دفاع، ج1 ص771، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] فرہنگ آصفیہ: ج3 ص2045 ترقی اُردو بیورو نئی دہلی

الحمدللہ ہم نے اُردو لغات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ''مٹی میں ملنا'' کے معنی ''دفن ہونے کے ہیں اور اردو زبان میں اس محاورے کا استعمال ''نثر'' اور ''اشعار'' دونوں میں ملتا ہے اور اُردو لغت کے بلغاء نے اس کو استعمال کیا ہے۔۔لہٰذا اس صورت پر اعتراض کرنا محض جہالت اور تعصب ہے۔[1]

الجواب: موصوف نے جس قدر حوالے پیش کئے ہیں اُن کی حقیقت تو آپ کے سامنے ہے۔ایک محاورے کا مفہوم ومطلب سمجھنے میں موصوف نے بہت زیادہ غلطیوں کا اِرتکاب کیا ہے،جس کی نشاندھی ہم کر چکے ہیں۔ایک عام اُردو محاورے کو سمجھنے کی بھی موصوف میں اہلیت نہیں اور موصوف بزعم خود اپنے اکابرین کی جہالت اور کفر وضلالت کا دفاع کرنے کے نشے میں گرفتار ہیں۔ہم بھی سابقہ صفحات میں باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ مٹی میں ملنا، نیست ونابُود ہونے یا بگڑ جانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اولیاء کبار کے بارے میں بھی پاک وہند کے اُردو بولنے والے مسلمان اس محاورے کا استعمال نہیں کرتے کہ فلاں بزرگ مرکر مٹی میں مل گیا،ہاں البتہ ظالموں کے بارے میں یہ ضرور کہتے ہوئے سُنا گیا ہے کہ:

''فُلاں مرکر مٹی میں مل گیا''

جن محاورات کو ہم نیکوں اور صالحوں کے لئے استعمال کرنا بھی ان کی شان کے لائق نہیں سمجھتے۔اسماعیل دہلوی نے اپنی جذباتی اور غیر مقلدانہ طبیعت کے باعث اُن کا استعمال امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے روا رکھا اور یہ بھی نہ سوچا کہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء کا فرمان عالی شان بھی موجود ہے۔

بہرکیف دیوبندی موصوف سابقہ مسائل کی طرح اس مسئلے میں بھی وہ اسماعیل دہلوی کا دفاع

---

[1] دفاع،ج1ص771،مکتبہ ختم نبوت،پشاور

کرنے میں ناکام رہے اور راقم نے ثابت کر دیا کہ اسماعیل دہلوی کی یہ عبارت کُفریہ ہے۔

جسم میں کیڑے پڑنے والا اعتراض

اعتراض: دیوبندی موصوف اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

بریلویوں کا عقیدہ کہ نبی کے جسم کو کیڑے کھا جاتے ہیں (معاذ اللہ)

بریلوی حضرات دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے ذرا اپنے گھر کی خبر بھی لے لیں۔ چنانچہ بریلوی مولوی ابوالحسنات قادری حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ: حدیث میں ہے کہ ''چار ہزار کیڑے'' آپ کے جسد مبارک میں پیدا ہو گئے اور وہ ''اعضاء مبارک کو کھاتے''۔ [اوراق غم، ص ۳۷۷]۔

یہ بات تو درست ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام پر اللہ کی طرف سے ایک آزمائش آئی تھی مگر یہ بات بریلوی حضرات کے ذمہ ہے کہ وہ کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت کریں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بدن مبارک کو ''چار ہزار کیڑے'' کھاتے تھے۔ حیرت ہے کہ حدیث میں تو ہے کہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اس اللہ نے کیڑوں کیلئے یہ بات حلال کر دی تھی معاذ اللہ۔ تقویۃ الایمان پر اعتراض کرنے والوں کو کیا اپنے گھر کی یہ گستاخی نظر نہیں آتی۔۔؟؟ [1]

الجواب: (۱) موصوف نے سب سے پہلا دُھوکہ یہ دیا ہے کہ ایک تفسیری روایت کو ہمارا عقیدہ بنا کر پیش کیا ہے، حالانکہ یہ نہ ہی ہمارا عقیدہ ہے اور نہ ہی صاحب ''اوراقِ غم'' کا۔ صاحب ''اوراقِ غم'' نے خُود اس بات کی وضاحت کی ہے، مُلاحظہ کریں۔

''اوراقِ غم محض ایک تاریخی کتاب ہے۔ اس کو اعتقادات سے کوئی تعلق نہیں، یہی وجہ ہے

[1] دفاع، ج1 ص772، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

کہ میں نے جماعت المسلمین کے پمفلٹ کو اپنے "اوراق غم" کا غلط نامہ تسلیم کیا ہے۔اس واسطے کہ اگر اس کی تمام روایات کی بھی کوئی مخالفت کرے تو کرے ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں"۔[1]

صاحبِ "اوراق غم" تو خود وضاحت کرر ہے ہیں کہ اس کتاب کا اعتقادات سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ محض ایک تاریخی کتاب ہے یعنی جس طرح دیگر تاریخی کتب میں رطب و یابس ہوتا ہے اُس طرح اِس کتاب میں بھی ہے۔لہٰذا اس کتاب کے مندرجات کو عقیدۂ اہلِ سنت قرار دینا سراسر ناانصافی ہے۔

(۲) کیڑے پڑنے والی روایت کو دیوبندیوں نے بھی ذِکر کیا ہے۔

چنانچہ ادریس کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

"اگر بدن کے زخم سے کسی وقت کوئی کیڑا اگر جاتا تو اُس کو اُٹھا کر پھر اُسی جگہ رکھ دیتے اور کہتے کہ یہ میرے پروردگار کی بھیجی ہوئی بلا ہے۔اے بلا! تو میرے بدن کو اچھی طرح کھا، یہ کمال رِضا بالقضاء اور صبر بہ بلا ہے کہ یہ تکلیف کی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے مگر حال یہ ہے کہ ایلام دوست بہ از اِنعام دوست"۔[2]

دیوبندی موصوف اپنے ادریس کاندھلوی صاحب پر کون سا فتویٰ لگائیں گے؟ انہوں نے کیڑے کھانے والی روایت بھی نقل کی ہے اور اُس کی تائید بھی کی۔

کیا دیوبندی موصوف اس کو بھی دیوبندی عقیدہ قرار دیں گے۔اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ اگر ہاں تو پھر اعتراض کیوں اور کس لئے؟

(۳) دیوبندی موصوف نے لکھا ہے کہ: "تقویۃ الایمان پر اعتراض کرنے والوں کو کیا

---

[1] اظہار حقیقت بر ماتم اوراق غم، ص: 104، بزم تنظیم شعبہ اشاعت مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور متصل مسجد وزیر خان لاہور

[2] معارف القرآن، ج5 ص227۔مکتبہ لدھیانوی

اپنے گھر کی یہ گستاخی نظر نہیں آتی؟''[1]

یعنی موصوف نے خُود یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ گستاخی ہے اور یہ بات ہم نے ادریس کاندھلوی صاحب سے ثابت کر دی، لہٰذا موصوف کے اُصول کے مطابق ادریس کاندھلوی صاحب حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گستاخ ثابت ہوئے۔

(۴) دیوبندی موصوف نے کیڑے پڑ جانے والی روایت کو ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء کے معارض قرار دیا، جبکہ ادریس کاندھلوی صاحب نے کیڑے پڑ جانے والی بات نقل کی ہے اور اس کی تائید بھی کی ہے، لہٰذا ادریس کاندھلوی صاحب کی یہ تائید موصوف کے اُصول کے مطابق ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء کے معارِض قرار پائی۔

(۵) دیوبندی موصوف نے مطالبہ کیا ہے کہ کسی صحیح مرفوع حدیث سے کیڑے پڑ جانے والی روایت ثابت کریں۔[2]

اگر صاحبِ ''اوراقِ غم'' نے صحیح مرفوع حدیث کا دعویٰ کیا ہوتا تو موصوف کا یہ مطالبہ بجا تھا لیکن جب صاحب ''اوراقِ غم'' نے یہ دعویٰ کیا ہی نہیں، تو پھر ہم سے یہ مطالبہ کرنا چہ معنی دارد۔

حیاتِ صدر الافاضل پر اعتراض کا جواب

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں مولانا نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں: گلاب کی پتیاں (حضرت امام حسن کے رخسار۔ راقم) خاک میں مل گئیں۔ (حیات صدر الافاضل

---

[1] دفاع، ج1 ص772، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص772، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

ہ،ص:۱۱۸)''۔[1]

الجواب: موصوف اِنتہائی جاہل اور بد دماغ ہیں، اپنی کوڑھ معزی و بدفہمی کی وجہ سے لایعنی اعتراض کرتے ہیں۔ گلاب کی پتیاں یہاں پر خُود کنایہ ہے، جس کا احساس موصوف کو بھی ہے۔ اس لئے موصوف نے گلاب کی پتیاں کے بعد وضاحت کے طور پر امام حسین کے رُخسار لکھے ہیں حالانکہ گلاب کی پتیاں کی دلالتِ وضعیہ گلاب کی پتیوں کے لئے ہی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہاں پر کنایۃً ذکر کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ گلاب کی پتیوں کا خاک میں ملنا کس معنی میں مستعمل ہوتا ہے، تو اس سلسلے میں گذارش ہے کہ جب پھول کو توڑ کر مٹی پر بکھیر دیا جاتا ہے اور اُس پر خاک لگ جاتی ہے تو اُس وقت کہا جاتا ہے کہ گلاب کی پتیاں خاک میں مل گئیں۔ شعراء نے اِس محاورے کو اپنے کلام میں بھی استعمال کیا ہے، اس سلسلے میں ایک غزل پیش خدمت ہے:

مَیں خاک میں ملے ہوئے گلاب دیکھتا رہا
اور آنے والے موسموں کے خواب دیکھتا رہا
کسی نے مجھ سے کہہ دیا زندگی پہ غور کر
میں شاخ پر کِھلا ہوا گلاب دیکھتا رہا
کھڑا تھا مَیں سمندروں کو روک میں لئے ہوئے
مگر یہ شخص عجیب تھا سراب دیکھتا رہا
وہ اُس کا مجھ کو دیکھنا بھی اِک طلسم تھا مگر
مَیں اور اِک جہاں پسِ نقاب دیکھتا رہا
وہ گہری نیند سوئی تھی مَیں نیند سے لڑا ہوا

[1] دفاع، ج1 ص772، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

سو رات بھر سحاب و ماہتاب دیکھتا رہا
سیاہ رات میں رفیق دُشمنوں سے جا ملے
مَیں وہ حوصلوں کی ٹوٹتی طناب دیکھتا رہا
(اُردو غزل کا مغزل دریچہ، ص:۶۲)

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزیدیوں نے زخمی کر دیا۔آپ کا جسم اقدس لہولہان ہو گیا اور دشتِ کربلا کی مٹی آپ کے جسم کے ساتھ لگ گئی تو اس منظر کی عکاسی کرتے ہوئے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے مندرجہ بالا جملہ استعمال کیا ہے جس کو دیوبندی موصوف نے اپنی بدفہمی و کوڑمغزی کی وجہ سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی توہین سمجھ لیا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

مولوی ابوالحسنات قادری نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے متعلق لکھتا ہے:

''تیرممات نے انہیں فنا کر دیا''۔(اوراقِ غم، ص:۱۲۸،۱۲۹)[1]

الجواب: یہ بھی موصوف کا جھوٹ ہے۔مولانا ابُوالحسنات قادری نے ہرگز حضور اکرم ﷺ کے لئے نہیں لکھا کہ ''تیرممات نے انہیں فنا کر دیا''۔یہ دیوبندی موصوف کا بہتان ہے جس کی سزا انہیں بروزِ حشر ضرور ملے گی۔بہرحال دُنیاوی پھٹکار ہم بھی کر دیتے ہیں۔ مولانا ابُوالحسنات قادری نے خالص بلیغ ادبی پیرایہ میں عمومی قاعدہ بیان کیا ہے۔موصوف نے بوجہ جہالت اِس کا مصداق علی التعیین حضور اکرم ﷺ کو قرار دیا ہے۔ایسے ملعون شخص کا ہم کیا کریں جو ہر بات پر جُھوٹ بولتا ہے۔

مولانا ابُوالحسنات قادری کی مکمل عبارت مُلاحظہ کریں:

---

[1] دفاع، ج1ص772، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

یعنی جس سروسہی نے چمن وجود میں بلندی حاصل کی اسے آرہ فناء نے بیخ و بن سے کاٹا اور جس نہال تازہ نے گلشن حیات میں نشوونما پائی تیرممات نے اسے فناء کر دیا۔

کدامی پسرو را داد او بلندی
کہ بادش خم نہ کرد از دردمندی

جس نے دروازۂ عدم سے فضائے وجود میں قدم رکھا، اس کورخنہ فناء نے نکالا۔[1]

اس مکمل عبارت کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ مصنف ''اوراقِ غم'' ایک عمومی قاعدہ بیان کرر ہے ہیں کہ جو بھی اِس دُنیا میں آیا ہے ایک دن اُسے موت ضرور آئے گی اور اسی بات کو اُنہوں نے ادبی پیرایہ میں سروسہی کا چمن وجود میں بلندی حاصل کرنا، پھر آرہ فناء سے اس کا بیخ و بن سے کٹ جانا، نہال تازہ کا گلشنِ حیات میں نشوونما پانا اور تیرممات سے فناء ہو جانا کے طور پر بیان کیا ہے۔ چونکہ موصوف کو اُردو ادب سے دُور کا بھی تعلق نہیں اور اُردو ادب سے ہی کیا ادب سے تعلق نہیں، کیونکہ وہابی کا مطلب ہی بے ادب ہے۔ لہٰذا موصوف کو وہ بات جس میں ادب ہو سمجھ نہیں آتی۔ بہرکیف مولانا ابُوالحسنات قادری کی عبارت کا تعلق عمومی قاعدہ سے ہے کہ جو بھی پیدا ہوا ہے، اسے ایک دن مرنا ہے، اور اسی عمومی قاعدہ کو بیان کرتے ہوئے آپ نے تیرممات وغیرہ کے الفاظ بھی رقم کئے ہیں۔ ہمارا اس مدعیٰ پر لفظ ''جس'' قابل غور ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف ''اوراقِ غم'' نے یہ ایک عمومی قاعدہ بیان کیا ہے۔

کیا اوراقِ غم سے دیوبندیوں کا استدلال کرنا دُرست ھے

جبکہ مصنف اوراقِ غم نے اپنی غلطیوں کا اعتراف کر لیا تھا

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: نمبر ا: ''اوراقِ غم میری ایک تاریخی کتاب ہے جسے تالیف کئے آج

---

[1] (اوراقِ غم، ص:128۔129)

سات سال ہو چکے ہیں اور یہ میری پہلی تالیف ہے جو فن تاریخ میں لکھی تھی''۔[1]

نمبر ۲: اسی حالت میں مجھے فرمائش کی گئی کہ ایک کتاب تاریخ شہادت پر لکھوں۔ چنانچہ جو کتابیں مجھے وہاں میسر آئیں اُن سے مَیں نے اِس کتاب کو جمع کیا، جس کی فہرست دیباچہ کتاب میں لکھ چکا ہوں۔ اس کے ساتھ معذرت بھی پیشِ ناظرین کی ہے۔ اگر کسی مقام پر کہیں غلطی یا لغزش ملاحظہ فرمائیں تو دامنِ کرم سے اسے مخفی فرما کر زبان طعن دراز نہ کریں بلکہ فقیر کو اس غلطی سے مطلع فرما کر مشکوریت کا موقعہ بخشیں۔ چنانچہ اس پر اگر عمل کیا تو دہلی سے میرے ایک مخلص دوست نے کیا، مجھے برادرانِ یوسف علیہ السلام اور فضائل صحابہ کے اندر ایک عبارت کی اصلاح کے لیے لکھا۔ اس واقعہ کو دو سال گزر جاتے ہیں، یہ وہ وقت ہے کہ جب مفتی عبدالقادر، عبدالمجید کے پردہ میں مجھے الوری رافضی لکھ رہے تھے۔ مَیں نے اسی وقت ایک دو ورقہ میں عبدالمجید وغیرہ کی شر انگیزی دِکھاتے ہوئے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ اور اوراقِ غم کے ساتھ وہ پرچہ جانے لگا۔[2]

نمبر ۳: اس لئے کہ نہ صرف میں بلکہ ہماری جماعت بفضلہٖ ہمیشہ سے حق گو اور حق نوش و حق نیوش رہی ہے۔ قبولِ حق میں ہمیں کبھی عار نہ ہوئی اور خُدا نہ کرے کہ کبھی مثل مولوی اشرف علی یا دیوبندی وہابیوں کے ہمیں ضد آئے۔ خُدا حق نوشی، حق گوئی، حق نیوشی پر بھی خاتمہ فرمائے، آمین۔[3]

(۴) خیر مختصر یہ کہ مجھے قبولِ حق میں کبھی عار نہیں، مَیں ان غلطیوں کا اعتراف کرتا ہوں جو

---

[1] اظہار حقیقت بر ماتم اوراقِ غم: ص96، بزم تنظیم شعبہ اشاعت مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور متصل مسجد وزیر خان لاہور

[2] اظہار حقیقت بر ماتم اوراقِ غم: ص97، بزم تنظیم شعبہ اشاعت مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور متصل مسجد وزیر خان لاہور

[3] اظہار حقیقت بر اوراقِ غم، ص:100، بزم تنظیم شعبہ اشاعت مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

اوراقِ غم میں ہوئیں۔ [1]

(۵) خیر اب دُعا ہے کہ جس طرح ہم نے اپنی غلطیاں تسلیم کیں خدا کرے اسی طرح مولوی اشرفعلی تھانوی وغیرہ ان کے علماء حفظ الایمان وغیرہ کی عبارتوں سے رجوع کا اعلان کریں اور ہمیشہ کے لئے تائب ہوکر زمرہ مسلمین میں داخل ہوجائیں۔ آمین ثم آمین [2]

مصنف ''اوراقِ غم'' نے خُود اپنی غلطیوں کا اعتراف کرلیا اور اپنی غلطیوں سے رُجوع کر کے قبولِ حق کی مثال قائم کردی، مگر ابھی تک دیوبندی اسی لکیر کو پیٹ رہے ہیں۔ بہرکیف جب خود مصنف کے اقرار سے یہ ثابت ہے کہ اِس کتاب میں اُن سے غلطیاں ہوئیں اور اِس بات کا انہوں نے اعتراف بھی کیا اور مضمون رُجوع بھی قلمبند کیا، اس کے باوجود ان حوالوں کو اہلِ سنّت کا مذہب بنا کر پیش کرنا دیوبندیوں کی خباثت نہیں تو اور کیا ہے؟

الغرض! اوراقِ غم غیر مستند تاریخی کتاب ہے۔ اس کا حوالہ ہمارے لئے حجت نہیں اور جو غلطیاں اس میں مصنف سے ہوئی ہیں اُنہوں نے ان سے رُجوع کرلیا ہے۔

گنگوهی کا حضور علیه الصلوٰة والسلام پر بهتان

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتا ہے کہ:

''مولوی رشید احمد گنگوہی نے حضور اقدس ﷺ پر بہتان لگاتے ہوئے یہ ارشاد کے طور پر منسوب کیا کہ مجھ کو بھائی کہو''۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۹۸)۔ ہے کوئی دیوبندی یہ قول مرقوم کتب حدیث سے دکھانے کیلئے تیار۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۵، ۷٦)

---

[1] اظہار حقیقت بر ماتم اوراقِ غم، ص: 102، بزم تنظیم شعبہ اشاعت مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور متصل مسجد وزیر خان لاہور

[2] اظہار حقیقت بر ماتم اوراقِ غم، ص: 104، بزم تنظیم شعبہ اشاعت مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور متصل مسجد وزیر خان لاہور

الجواب: حضرت گنگوہیؒ کے فتوے کی پوری عبارت اس طرح ہے:

''نفس بشر ہونے میں مساوات ہے اگر چہ آپ کی بشریت ازکی واطیب ہے اور بڑا بھائی کہنا بھی اس نفس بشریت کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ بشریت کی افضیلت ایسی ہے چونکہ حدیث میں آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو بایں رعایت تقویۃ الایمان میں اس لفظ کو لکھا ہے نہ بایں وجہ کہ آپ کی بشریت کا فضل بڑے بھائی کے فضل کے قدر ہے اس کلمہ پر نافہموں نے غل مچا دیا ورنہ بعد حق تعالیٰ کے فخر عالم کو افضل و اکمل خود لکھتے ہیں''۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص۲۷۰)

اس سلسلے میں گذارش یہ ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ کے نام سے جو متداول فتاوی ہے اس میں اکثر فتاوی حضرت گنگوہیؒ کے آخری دور کے ہیں جس وقت آپ کی ظاہری بصارت زائل ہو چکی تھی اور جواب املاء کروا کر لکھواتے تھے اس لئے اول تو احتمال ہے کہ املاء میں غلطی ہوگئی ہو یا کتابت کی غلطی ہو اور اصل عبارت یوں ہو:

'جیسا کہ خود احادیث میں نبی کریم ﷺ کیلئے بھائی کا لفظ آیا''۔

یا

''جیسا کہ خود احادیث میں آپ ﷺ نے خود کو صحابہ کا بھائی کہا''

وغیرہ جملہ جو کہ سابقہ روایات کے مطابق ہوں۔ بالفرض ایسا نہ ہو تب یہ حضرت کے تسامح پر محمول ہوگا اور رفع عن امتی الخطاء والنسیان کے تحت قابل مواخذہ نہیں۔[1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے گنگوہی کی پُوری عبارت نقل کی مگر اس کے باوجود بھی محولہ عبارت کا دفاع نہ کر سکے اور اس سلسلے میں تین احتمالات ذکر کئے ہیں۔

احتمال نمبر ا: یہ ذِکر کیا ہے کہ'' فتاویٰ رشیدیہ'' میں اکثر فتاویٰ گنگوہی کے آخری دَور کے ہیں

---

[1] دفاع، ج1 ص772، 773 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

یعنی انہوں نے یہ احتمال ظاہر کرنی کی کوشش کی ہے کہ یہ فتویٰ بھی آخری دَور کا ہوسکتا ہے۔ مگر موصوف کا یہ احتمال دُرست نہیں۔ اگر موصوف نے اپنے گھر کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہوتا تو وہ ہرگز یہ احتمال ذِکر نہ کرتے۔

اس لئے کہ نُورالحسن کاندھلوی نے لکھا ہے کہ:

''یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مؤلف ''فتاویٰ رشیدیہ'' نے حضرت مولانا گنگوہی کے بدست خاص لکھے ہوئے فتاویٰ کو اپنی کتاب میں اوّلیت دی ہے اور جو فتاویٰ مولانا محمد یحییٰ صاحب کے قلم کے مکتوبہ ہیں ان میں سے ہر ایک کے ساتھ بِلا تکلف بقلم مولوی محمد یحییٰ کی صراحت کی ہے۔

اُوپر آچکا ہے کہ اگر کوئی فتویٰ مولانا محمد یحییٰ کے علاوہ حضرت کے کسی اور خادم و کاتب کے قلم سے ہے تو اُس کی بھی وضاحت کر دی ہے اور وہ متواتر اس کا بھی اعلان کرتے رہے اور پابندی سے یہ اشتہار چھاپتے رہے کہ ان تمام فتاویٰ کی اصل ہمارے پاس موجود ہے جو صاحب ملاحظہ فرمانا چاہیں، ملاحظہ فرمائیں۔ [1]

ہمارے پیشِ نظر مکتبہ رحمانیہ کا مطبوعہ'' فتاویٰ رشیدیہ'' ہے اُس میں اس فتوے کے ساتھ بقلم مولوی محمد یحییٰ کی کوئی صراحت نہیں۔ ملاحظہ کریں:

(فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۴۱، کتاب العقائد)

لہٰذا موصوف کا یہ احتمال قطعاً دُرست نہیں۔ موصوف کا یہ اِحتمال پیدا کرنا خُود اپنے گھر کی کتابوں سے جہالت اور قلت مطالعہ کا ثبوت ہے۔

احتمال نمبر(2): دیوبندی موصوف نے دُوسرا احتمال یہ ظاہر کیا کہ گنگوہی جی کی آخر میں بینائی زائل ہوچکی تھی اور جواب اِملاء کروا کر لکھواتے تھے۔ یہ احتمال بھی احتمالِ اوّل پر

---

[1] مقدمہ باقیات فتاویٰ رشیدیہ، ص:131

مبنی تھا۔ جس کا قلع قمع ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ فتویٰ گنگوہی جی کے ہاتھ کا ہی لکھا ہوا ہے۔
لہٰذا اِملاء کا بہانہ بنانا دُرست نہیں۔

احتمال نمبر (3): دیوبندی موصوف نے تیسرا احتمال کتابت کی غلطی کا پیش کیا ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ کی تمام طباعتوں میں یہ نظریہ اسی طرح لکھا ہوا ہے۔

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اور اصل عبارت یُوں ہو۔ جیسا کہ احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھائی کا لفظ آیا ہے، یا جیسا کہ خُود احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خُود کو صحابہ کا بھائی کہا۔ [1]

دیوبندی موصوف کا یہ احتمال بھی دُرست نہیں۔ اِس لئے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ فتویٰ گنگوہی کے ہاتھ کا ہی لکھا ہوا ہے۔ اور گنگوہی نے خُود اپنا نظریہ ہی لکھا ہے۔ لہٰذا موصوف نے جو دُور کی کوڑی پیش کی ہے بس وہ دُور کی کوڑی ہی ہے اس کا حقیقتِ حال سے کوئی تعلق نہیں۔ ''فتاویٰ رشیدیہ'' کا جامع تو اعلانات کرتا رہا کہ اُس کے پاس گنگوہی کے اصل فتوے موجود ہیں، جو دیکھنا چاہے، دیکھ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں گنگوہی کی حرکت کو دُور کی کوڑی کی نظر کرنا دُرست نہیں۔

تسامح یا اِفتراء

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''بالفرض ایسا نہ ہو تب یہ حضرت۔۔۔ کے تسامح پر محمول ہوگا۔ اور رفع عن امتی الخطاء والنسیان کے تحت قابل مواخذہ نہیں۔ [2]

الجواب: ہم باحوالہ ثابت کر چکے ہیں کہ یہ گنگوہی جی کے ہاتھ کا ہی لکھا ہوا فتویٰ ہے۔ لہٰذا

---

[1] دفاع، ج1 ص773، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص773، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

موصوف کو بالفرض کی قید لگانے کی ضرورت نہیں۔ یہ گنگوہی کی ہی حرکت ہے، اسے تسامح قرار دینا قطعاً دُرست نہیں۔ یہ تسامح نہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اِفتراء ہے۔ معمولی نوعیت کی غلطی ہوتی تو شاید دیوبندی موصوف کے مؤقف کو بچوں والی ضد سمجھ کر قابلِ بحث نہ سمجھا جاتا مگر یہاں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اِفتراء ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افتراء کرنے والا جہنمی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" [1]

یعنی جس شخص نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اب ذرا اپنے اعلیٰ حضرت کی بھی خبر لے لو:

---

[1] صحیح البخاری، بَابُ إِثْمِ مَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ج1 ص33(110)

قلت: فقد رواه أكثر من خمسة وسبعين صحابياً بألفاظ متقاربة، وأفرد جمع من الحفاظ طرقه، بل قال ابن الجوزي: رواه عن النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثمانية وتسعون صحابيا منهم العشرة. وقال الكتاني: أورده في الأزهار مصدراً به من حديث علي بن أبي طالب وأنس بن مالك والمغيرة بن شعبة والزبير بن العوام وسلمة بن الأكوع وابن عمر وابن مسعود وجابر بن عبد الله وأبي قتادة وأبي سعيد الخدري وعفان بن حبيب وعمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وخالد بن عرفطة وزيد بن أرقم وابن عمر وعقبة بن عامر وقيس بن سعد بن عبادة ومعاوية بن أبي سفيان وأبي موسى الغافقي وأبي بكر الصديق وطلحة بن عبيد الله وأوس بن أوس والبراء ابن عازب وحذيفة ابن اليمان ورافع بن خديج والسائب بن يزيد وسعد بن المدحاس وسلمان الفارسي وصهيب وابن عباس وعتبة بن غزوان والعرس بن عميرة وعمار بن ياسر وعمرو بن حريث وعمرو بن عبسة وعمرو بن مرة ومعاذ بن جبل ونبيط بن شريط ويعلى ابن مرة وأبي أمامة وأبي موسى الأشعري وأبي ميمون الكردي وأبي قرصافة

''داڑھی منڈانے اور کتروانے والا فاسق وملعون ہے اسے امام بنانا گناہ ہے فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں حدیث میں اس پر غضب اور ارادہ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا''۔(احکام شریعت، ص۱۸۹)

ہے کوئی رضا خانی جو قرآن کریم میں داڑھی منڈانے والے پر لعنت اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس پر قتل کے ارادہ کے الفاظ دِکھا دے؟ کیا یہ قرآن وحدیث پہ صریح بہتان نہیں؟[1]

الجواب: دیوبندی موصوف اِنتہائی جاہل اور بددماغ ہیں۔ محدثین اور فقہاء کی کتابوں سے غافل ہیں۔ اگر موصوف محدثین کی کتب کا مطالعہ کر لیتے تو ایسا جاہلانہ اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

'' اَنَّ الْمُرَادَفِی الْاٰیَۃِ وُجُوبُ امْتِثَالِ قَوْلِ الرَّسُولِ وَقَدْ نَھٰی عَنْ ھٰذَا الْفِعْلِ

=ووالد أبي مالك الأشجعي واسمه طارق بن أشيم وسعيد بن زيد وعمران بن حصين وابن الزبير ويزيد ابن أسد وأبي رمثة وأبي رافع وأم أيمن وجابر بن حابس وسلمان بن خالد وعبد الله بن زغب وأسامة بن زيد وعبد الله بن أبي أوفى وبريدة وسفينة وواثلة بن الأسقع وأبي عبيدة ابن الجراح وسعد بن أبي وقاص وحذيفة بن أسيد وزيد بن ثابت وكعب بن قطبة ومعاوية ابن حيدة والمنقع التميمي وأبي كبشة الأنماري ووالد أبي العشراء وأبي ذر وعائشة اثنين وسبعين صحابياً قال وممن ذكر من رواته عبد الرحمان بن عوف قال ابن الجوزي ولم يقع لي حديثه وعمرو بن عوف وأبو الحمراء اهـ. وبهؤلاء الثلاثة تبلغ رواته خمساً وسبعين. (نظم المتناثر من الحديث المتواتر، كتاب العلم)

[1] دفاع، ج1 ص773، 774 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

فَمَنْ فَعَلَهُ فَهُوَ ظَالِمٌ وَفِي الْقُرْآنِ لعن الظَّالِمين"۔[1]

قُرآنِ حکیم کی اِس آیۃ مبارکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کو لازم پکڑنے کا وجوب ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے ممانعت فرمائی ہے، پس جو اس فعل کا اِرتکاب کرے گا وہ ظالم ہے اور ظالموں پر قُرآنِ حکیم میں لعنت ہے۔

پس ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کاٹنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ پس جو فرد اِس کا اِرتکاب کرے گا، وہ ظالم ہے اور ظالموں پہ قُرآنِ حکیم میں لعنت ہے۔ لہٰذا احکامِ شریعت کی تحریر بے غبار ثابت ہوئی۔ پس اگر کوئی شخص داڑھی صاف کرنے والے کے متعلق یہ کہتا ہے کہ اس پر قرآن میں لعنت آئی ہے تو بالکل دُرست ہے کیونکہ وہ عمومی قاعدے کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ایسا کہہ رہا ہے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"يَجُوزُ نِسْبَةُ مَنْ فَعَلَ أَمْرًا يَنْدَرِجُ فِي عُمُومِ خَبَرٍ نَبَوِيٍّ مَا يَدُلُّ عَلَى مَنْعِهِ إِلَى الْقُرْآنِ"۔[2]

کسی شخص نے ایسے فعل کا ارتکاب کیا جس کی ممانعت عموم خبرِ نبوی کے تحت آتی ہو، اس کی منع کی نسبت قُرآنِ حکیم کی طرف کرنا جائز ہے۔ اسی کلیہ کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے مُلاحظہ فرمائیں۔

سید شیر علی شاہ (جو کہ جامعہ حقانیہ کے شیخ الحدیث ہیں) لکھتے ہیں: وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے مذکر پیدا فرمایا ہے اور یہ اپنے آپ کو عورت بناتا ہے اور عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے، جن پر دنیا و آخرت میں لعنت ہوئی ہے، اور اس طرح وہ عورت جس کو اللہ تعالیٰ نے عورت پیدا فرمایا ہے اور وہ اپنے آپ کو مَرد بناتی ہے اور مَردوں کے ساتھ مشابہت کرتی ہے اس کو

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج8 ص630، دار المعرفة - بيروت، 1379

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج10 ص373، دار المعرفة - بيروت، 1379

بھی ملعونین میں شُمار کیا ہے۔ (الترغیب والترہیب للمنذری: ج ۳ ص: ۱۰۳، داراحیاء التراث العربی بیروت طبع: ۱۳۸۸ھ)

حضرت شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مشابہت رجال مع النساء اور اس کا عکس (بھی) کبیرہ گناہوں میں شُمار کیا ہے۔ (الکبائر للذھبی: کبیرہ ۳۳ ص: ۱۳۹)

اس لئے اس میں اَحسن الخالقین ذات کے پیدا کرنے کے محسوس طریقے سے غیر کے فیصلوں اور ان طبعی اِمتیازات میں جنگ کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مذکر اور مؤنث میں ودیعت فرمائے ہیں۔ ان امتیازات میں ایک بہت بڑا امتیاز داڑھی ہے۔ اگر ایک انصاف کرنے والا عقلمند آدمی ان طبعی نشانات میں فکر کرے تو اسے یقین آجائے گا کہ داڑھی رکھنا اسلامی عمارت کے لئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے"۔ [1]

اس حوالے سے ثابت ہوتا ہے کہ دیوبندیوں کے مدرسہ حقّانیہ کے شیخ الحدیث کے نزدیک بھی داڑھی منڈانے سے مشابہتِ نساء ہوتی ہے جو کہ باعثِ لعنت ہے یعنی دیوبندیوں کے اس مُلاّں کے موجب داڑھی منڈانے والا حدیث کی روشنی میں لعنتی ہے، لہٰذا داڑھی منڈانے والے کا لعنتی ہونا حدیث سے ثابت ہوا، اور حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بقول حدیث سے ثابت شدہ عمومی اُمور کی نسبت قُرآن کی طرف کرنا جائز ہے۔

اصل حقیقت

اصل حقیقت یہ ہے کہ "احکامِ شریعت" کی عبارت میں اس پر سے داڑھی منڈانے والا نہیں بلکہ فاسق مُراد ہے۔ پہلے داڑھی منڈانے والے اور کترانے والے کا فاسق ہونا بیان کیا گیا اور اس کے بعد فاسق کے لئے وعید بیان کی گئی۔ ان وعیدوں میں غضب اور ارادۂ قتل کی وعیدیں بھی شامل ہیں، اور یہ جو کہا گیا کہ قُرآنِ عظیم میں اس پر لعنت ہے، اس سے مُراد بھی

[1] اسلام میں داڑھی کا مقام: ص 36، القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ ضلع نوشہرہ

یہی ہے کہ فاسق پہ لعنت ہے۔ کچھ کام جو فسق ہیں اُن کے مرتکبین پر قُرآن میں لعنت ہے جس طرح جھوٹ بولنا فسق ہے لیکن جھوٹ بولنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت قُرآن حکیم کی آیت میں موجود ہے۔ ﴿لَعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ﴾[1]

اور پھر دیکھیں کہ فقہاء نے تارکِ جماعت کو فاسق قرار دیا ہے لیکن ایک حدیث پاک میں مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت سے رہ جانے والوں کے گھر جلانے کے اِرادہ کا اظہار فرمایا۔ لہٰذا ''احکامِ شریعت'' کی عبارت بالکل دُرست ہے کہ فاسق پر قُرآنِ حکیم میں لعنت اور احادیث میں ارادۂ قتل وارد ہوا ہے۔ دیوبندیوں نے لوگوں کو مغالطہ دینے کے لئے بالتخصیص داڑھی منڈانے والا لکھ دیا ہے، حالانکہ عبارت میں مُراد فاسق ہے نہ کہ بالتخصیص داڑھی منڈانے والا۔ ہمارے کچھ احباب نے دیوبندیوں کے مغالطہ کا ردّ کرنے کے لئے کچھ جوابات لکھے ہیں۔ وہ محض دیوبندیوں کی مغالطہ آفرینی کے جواب میں ہیں۔ باقی عبارت کا مقصد و مفہوم وہی ہے جو ہم نے عرض کیا۔ اِسے بالتخصیص داڑھی منڈانے والے پر منطبق کرنا دُرست نہیں۔ بہرکیف دیوبندیوں کے رشید احمد گنگوہی پر وضعِ حدیث کا جو اعتراض ہے وہ ابھی تک قائم ہے۔ اسے تسامح قرار دے کر مسئلہ کی سنگینی سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی۔ اس کے جواب میں دیوبندی موصوف کا ''احکامِ شریعت'' کی عبارت پیش کرنا محض مغالطہ ہے جس سے گنگوہی کا جُرم مِٹ نہیں سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بِلا عِدّت نکاح پڑھ لیا۔ (نعوذ بِاللہ)

(مذکورہ بالا عنوان کی سرخی قائم کرنے کے بعد)

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اس کے بعد بلغۃ الحیر ان کا حوالہ دیا جس کے متعلق ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ ہمارے

[1] [اٰلِ عِمۡرٰنَ: 61]

لئے حجت نہیں"۔[1]

الجواب: ہم بھی سابقہ جلدوں میں ایک مقام پر بحث کر چکے ہیں کہ دیوبندیوں نے" بُلغۃ الحیر ان" کو حسین علی واں بھچراں کی تصنیف شُمار کیا ہے، اور خُود حسین علی واں بھچراں نے اپنی اس کتاب کو اپنے متعلقین میں تقسیم کیا تھا۔ لہٰذا اس کتاب کو غیر معتبر قرار دینے سے کام نہیں چلے گا جب تک یہ مان نہ لیا جائے کہ حسین علی واں بھچراں غیر معتبر ہے۔

بہر کیف یہ بھی دیوبندیوں کا حضورِ اکرم ﷺ پر اِفتراء ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت بی بی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح اُن کی عدت گزر جانے کے بعد فرمایا جیسا کہ "مسلم شریف" میں روایت موجود ہے۔

باغِ جنّت کا حوالہ

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مولوی عنایت علی شاہ لکھتے ہیں کہ

بشر نور رب العلی بن کر آیا — نئے رنگ میں جا بجا بن کر آیا
بڑے کھیل کھیلے بڑے روپ بدلے — زمانہ میں بہروپیا بن کر آیا

(باغ جنت، ص ۳۲۴) دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۷۶)

الجواب: رضا خانی نے اشعار نقل کرنے میں انتہائی دھوکہ دہی اور فراڈ کا مظاہرہ کیا حضرت حافظ سید عنایت اللہ صاحب۔۔ یہاں نبی کریم ﷺ کا تذکرہ نہیں کر رہے بلکہ عام انسانوں کا تذکرہ کر رہے ہیں چنانچہ اشعار اس طرح ہیں:

بشر نور رب العلی بن کر آیا — نئے رنگ میں جا بجا بن کر آیا
کہیں انبیاء بن کے شکلیں دکھائیں — کہیں صورت اولیاء بن کے آیا

---

[1] دفاع، ج 1، 774 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

کبھی شکل موسیٰ کبھی شکل عیسیٰ کبھی یوسف مہ لقا بن کے آیا
بڑے کھیل کھیلے بڑے روپ بدلے زمانہ میں بہروپیا بن کر آیا
بنے انبیاء اولیاء سب براتی جب دولہا حبیب خدا بن کے آیا

(باغ جنت، ص ۳۷۲)

شروع کے دو اشعار اس ظالم نے پیش نہیں کئے جس سے سارا مقصد واضح ہو جاتا ہے، جو اشعار رضا خانی نے پیش کئے ان میں بھی کہیں نبی کریم ﷺ کا نام یا تصریح نہیں، بات صاف ہے کہ اللہ نے بشر کو بنایا تو اسی میں اس کی صفات جمال انوار و کمالات کا اظہار مختلف انداز میں ہوتا رہا کہیں تو اسی بشر کو ولی بنایا گیا کہیں اسی جنس بشر میں انبیاء کا ظہور ہوا کبھی اسی میں موسیٰ کبھی عیسیٰ کبھی یوسف علیہم السلام آئے پھر آگے بہروپیا کے الفاظ بھی اسی بشر کیلئے ہیں نہ کہ نبی کریم ﷺ کیلئے مگر ظالم نے اسے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا اور یہ غلط فہمی کی بنیاد پر نہیں کیا کیونکہ یہ ان کا اپنا عقیدہ ہے۔[1]

الجواب: جب دیوبندیوں کی اپنی باری آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہاں پر عام انسانوں کا تذکرہ ہو رہا ہے، حضورِ اکرم ﷺ کا نہیں، لیکن اہلِ سنّت و جماعت پر اعتراض کرتے وقت لکھتے ہیں کہ:

"یہ ان کا اپنا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ معاذ اللہ بہروپیا ہیں۔"[2]

حالانکہ جس شعر کی وجہ سے دیوبندی موصوف نے اسے اہلِ سنّت و جماعت کا عقیدہ قرار دیا ہے۔ وہاں بھی مطلق بشر کی بات ہو رہی ہے نہ کہ اس لفظ کا اِنتساب حضورِ اکرم ﷺ کی جانب ہے، چنانچہ وہ اشعار خود دیوبندی قلم سے مُلاحظہ ہوں۔

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

---

[1] دفاع، ج1، 774 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1، 775 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

چنانچہ پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم کے پوتے غلام معین الدین شاہ گولڑوی لکھتے ہیں:

بشر شان رب العلیٰ بن کے آیا — وہ کیا تھا کیا ہے وہ کیا بن کے آیا
بشر کہنے والوں کو دھوکا ہوا — مجسم وہ نور خدا بن کے آیا
کیا رنگ ہستی کو بے رنگ جس نے — وہی اک حقیقت نما بن کے آیا
ہر اک رنگ میں اپنی رنگت دکھا کر — زمانے میں بہروپیا بن کے آیا

(اسرار المشتاق، ص: ۲۷)[1]

اِن شعر میں بھی مطلق بشر کی بات ہو رہی ہے کہ بشر نے مختلف صورتیں اِختیار کی ہیں، پھر ایک رنگ میں اُس نے اپنی رنگت دِکھائی ہے۔ زمانے میں بہروپیا بن کے آیا ہے۔ اس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب اِنتساب نہیں، خُود موصوف نے عنایت اللہ شاہ دیوبندی کے شعر کا مقصد بھی یہی بتایا ہے۔ مگر افسوس کہ اہلِ سنّت وجماعت پر اعتراض کرتے ہوئے موصوف اپنے ہی اُصولوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ بہر کیف ''اسرار المشتاق'' میں اس لفظ کا اِنتساب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب نہیں خُود موصوف کے اُصول پر بھی یہ انتساب دُرست نہیں۔

کیا عنایت اللہ شاہ دیوبندی کے شعر کی توجیہ دُرست ہے

موصوف کی طرف سے عنایت اللہ شاہ دیوبندی کے شعر کی توجیہ کہ اس شعر میں عام انسانوں کا تذکرہ ہے۔ کیا موصوف کی یہ توجیہ دُرست ہے؟

تو اس کے لئے گذارش ہے کہ دیوبندیوں نے بعد کے ایڈیشن میں سے اِس شعر کو تحریف کر کے نکال دیا ہے۔ اگر اِس سے مُراد عام انسان تھے تو پھر دیوبندیوں نے ہاتھ کی صفائی دِکھاتے ہوئے اِس شعر کو نکالا کیوں؟

[1] دفاع، ج1، 775 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اس کا مطلب یہ ہوا کہ موصوف کی توجیہ سے خُود دیوبندی بھی متفق نہیں اور انہوں نے بھی اِس شعر کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین سمجھا ہے۔ اسلئے انہوں نے اس شعر کو نکال دیا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

بلکہ اس ظالم نے تو اللہ تعالیٰ کو بھی ''بہروپیا'' کہا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

وجوب و امکان کے پردہ میں چھپ کر
دکھائی ہے کس شان سے اپنی قدرت
اگر ذات مطلق تنزل نہ کرتی
تو پھر آپ فرمائیں کیا ہوتی صورت
یہ کارگری کس بہروپیا کی
خدا کی خدائی ہوئی محو حیرت
اگر کوئی چشم بصیرت سے دیکھے
اسی رنگ کثرت میں پنہاں ہے وحدت

(اسرار المشتاق، ص:۲۱)[1]

الجواب: موصوف نے شعر پر غور نہیں کیا، ورنہ موصوف کو یہ شعر لکھنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اس شعر میں سوالیہ انداز ہے کہ یہ کارگری کسی بہروپیا کی ہوسکتی ہے؟ جس سے خُدا کی خُدائی محوِ حیرت ہے۔ انہوں نے تو بہروپیا کی کارگری ہونے کی نفی کی ہے۔

مگر افسوس! کہ دیوبندی اِس کا یہ مطلب نکال رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو نعوذ باللہ بہروپیا کہہ دیا۔ حالانکہ خالصتاً یہ لہجہ کا شعر ہے جس میں ہاتھ ہلاتے ہوئے نفی کا ماحول بناتے ہوئے یہ شعر پڑھا جاتا ہے۔ مگر چونکہ دیوبندی موصوف کو اُردو ادب سے کوئی لگاؤ نہیں اس لئے

---

[1] دفاع، ج1، 775 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

انہیں یہ پتا نہیں کہ لہجے کا شعر کس طرح پڑھا جاتا ہے، بہرکیف یہ اعتراض دُرست نہیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

چونکہ دیوبندی موصوف نے اہلِ سنت کے متعلق لکھا ہے کہ:" کیونکہ یہ ان کا اپنا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ معاذ اللہ بہروپیا ہیں"۔[1]

اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اِس مقام پر سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ نقل فرما دیں، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں:

بہروپیے والا شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صریح توہینوں پر مشتمل ہے۔ کھیل کھیلنا، رُوپ بدلنا کہنا ہی توہین تھا۔ مصرع دوم نے کُفر پر رجسٹری کر دی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔[2]

ہمارے نزدیک اس لفظ کا اِنتساب حضورِ اکرم ﷺ کی جانب توہین ہے۔ اس لئے ہم ہرگز اس کی آنحضرت ﷺ کی جانب نسبت کرنا دُرست نہیں سمجھتے بلکہ آپ ﷺ کی توہین قرار دیتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"یہ لوگ نہ صرف رب تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کو بہروپیا کہتے ہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کو "تماشہ" کہتے ہوئے بھی نہیں شرماتے، چنانچہ پیر یار محمد گڑھی والا لکھتا ہے:

محمد مصطفیٰ محشر میں طٰہٰ بن کے نکلیں گے اٹھا کر میم کا پردہ ہویدہ بن کے نکلیں گے

حقیقت جن کی مشکل تھی تماشہ بن کے نکلیں گے

(دیوان محمدی، ص ۲۱۵)[3]

---

[1] دفاع، ج1، 775 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] فتاویٰ رضویہ شریف ج15 ص:309

[3] دفاع، ج1، 775 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

الجواب: "دیوانِ محمدی" غیر معتبر کتاب ہے جس کا حوالہ ہمارے لئے حجت نہیں۔ بار ہا علمائے کرام اِس بات کا اِظہار کر چکے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

حضور ﷺ کا میلاد منانا ھندوؤں کے کرشن کے جنم منانے سے بھی بدتر (نعوذ بِاللہ)

مولوی خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں:

پس یہ روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں معاذ اللہ سانگ آپ ﷺ کی ولادت کا ٹھرا [ٹھہرا] اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم وحرام وفسق بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے"۔ (براہین قاطعہ، ص ۱۵۲) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷٦، شمشیر حسینی، ص ۱۱۵)

الجواب: اس اعتراض کا جواب خود عمدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں دے دیا تھا ملاحظہ ہو:

"یہ بھی مبتدعین دجالوں کا بہتان ہے جو ہم پر اور ہمارے بڑوں پر باندھا ہے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت کا ذکر ولادت محبوب تر اور افضل ترین مستحب ہے پھر کسی مسلمان کی طرف کیونکر گمان ہوسکتا ہے کہ معاذ اللہ یوں کہے کہ ذکر ولادت شریفہ فعل کفار کے مشابہ ہے بس اس بہتان کی بندش مولانا گنگوہی قدس سرہٗ کی اس عبارت سے کی گئی جس کو ہم نے براہین کے صفحہ ۱۴۱ پر نقل کیا ہے اور حاشا کہ مولانا ایسی واہیات بات فرماویں آپ کی مراد اس سے کوسوں دور ہے جو آپ کی طرف منسوب ہوا چنانچہ ہمارے بیان سے عنقریب معلوم ہو جائے گا اور حقیقت حال پکار اُٹھے گی کہ جس نے اس مضمون کو آپ کی

طرف منسوب کیا وہ جھوٹا مفتری ہے۔ مولانا نے ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام کی بحث میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت کی روح پر فتوح عالم ارواح سے عالم دنیا کی طرف آتی ہے اور مجلس مولود میں نفس ولادت کے وقوع کا یقین رکھ کر وہ برتاؤ کرے جو واقعی ولادت کی گذشتہ ساعت میں کرنا ضروری تھا تو یہ شخص غلطی پر یا تو مجوس کی مشابہت کرتا ہے اس عقیدہ میں کہ وہ بھی اپنے معبود یعنی کنہیا کی ہر سال ولادت مانتے اور اس دن وہی برتاؤ کرتے ہیں جو کنہیا کی حقیقت ولادت کے وقت کیا جاتا اور یا روافض اہل ہند کی مشابہت کرتا ہے۔ امام حسینؓ اور ان کے تابعین شہداء کربلا رضی اللہ عنہم کے ساتھ برتاؤ میں کیونکہ روافض بھی ساری ان باتوں کی نقل اتارتے ہیں جو قولا و فعلا عاشورہ کے دن میدان کربلا میں ان حضرات کے ساتھ کیا گیا چنانچہ نعش بناتے، کفناتے اور قبور کھود کر دفناتے ہیں۔ جنگ وقتال کے جھنڈے چڑھاتے، کپڑوں کو خون میں رنگتے اور ان پر نوحے کرتے ہیں اسی طرح دیگر خرافات ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ہر شخص آگاہ ہے جس نے ہمارے ملک میں ان کی حالت دیکھی ہے مولانا کی اردو عبارت کی اصل عربی یہ ہے:

'قیام کی یہ وجہ بیان کرنا کہ روح شریف عالم ارواح سے عالم شہادت کی جانب تشریف لاتی ہے پس حاضرین مجلس اس کی تعظیم کو کھڑے ہو جاتے ہیں پس یہ بھی بے وقوفی ہے کیونکہ یہ وجہ نفس ولادت شریفہ کے وقت کھڑے ہو جانے کو چاہتی ہے اور ظاہر ہے کہ ولادت شریفہ کے وقت کھڑے ہو جانے کو چاہتی ہے اور ظاہر ہے کہ ولادت شریفہ بار بار ہوتی نہیں پس ولادت شریفہ کا اعادہ یا ہندوؤں کے فعل کے مثل ہے کہ وہ اپنے معبود کنہیا کی اصل ولادت کی پوری نقل اُتارتے ہیں یا رافضیوں کے مشابہ ہے کہ ہر سال شہادت اہل بیت کی قولا و فعلا تصویر کھینچتے ہیں پس معاذ اللہ بدعتیوں کا یہ فعل واقعی ولادت شریفہ کی نقل بن گیا اور یہ حرکت بے شک وشبہ ملامت کے قابل اور حرمت اور فسق ہے بلکہ ان کا یہ

فعل ان کے فعل سے بھی بڑھ گیا کہ وہ تو سال بھر میں ایک ہی بار نقل اُتارتے ہیں اور یہ لوگ اس فرض مزخرفات کو جب چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں کہ کسی امر کو فرض کر کے اس کے ساتھ حقیقت کا سا برتاؤ کیا جائے بلکہ ایسا فعل شرعاً حرام ہے۔(المہند علی المفند،ص ۶۹، ۷۰)

دیکھا اس آدمی نے کتنا بڑا دھوکا دیا اول تو یہ عبارت مولانا سہارنپوریؒ کی نہیں مولانا گنگوہیؒ کا فتویٰ ہے اور اس فتوے پر سرخی بھی قائم ہے جو اس اندھے کو نظر نہ آئی ثانیاً حضرت گنگوہیؒ نے معاذ اللہ کہیں بھی نفس ذکر ولادت کو کرشن کنہیا کے جنم دن سے بدتر نہیں کہا معاذ اللہ بلکہ اس دن کی جانے والی رضاخانی خرافات کو ان سے تشبیہ دی کہ جس طرح وہ ہر سال کرشن کنہیا کا دوبارہ جنم مان کر اس کے ساتھ اصل ولادت کا برتاؤ کرتے ہیں یہ بدعتی بھی اسی طرح میلاد میں نبی اکرم ﷺ کی روح کی آمد کا عقیدہ گڑھ کر پھر اس کے ساتھ بالکل اصل پیدائش والا معاملہ کرتے ہیں۔[1]

الجواب: پُوری دُنیا میں حضورِ اکرم ﷺ کا میلاد شریف منایا جاتا ہے،[2] اور اُمت مسلمہ میں میلاد شریف رائج ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کے عشاق و پروانے حضورِ اکرم ﷺ کی ولادت شریف کی خُوشی میں فرح وسرور کا اِظہار کرتے ہیں۔ خُوشیاں مناتے ہیں، طعام وشیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی مبارکہ، فضائل و مناقب و معجزات کے ذِکرِ خیر کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں نعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ گھر گھر، شہر شہر، نگر نگر، گلی گلی دُرود وسلام کی صدائیں گونجتی ہیں۔ برصغیر کے سنی مسلمان بھی دیگر ممالک کے مسلمانوں کی طرح ہندوستان میں حضورِ اکرم

---

[1] دفاع، ج1، 776و777و778 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] جس پر فقیر کا ایک مختصر مضمون ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ میں شائع شدہ ہے۔ اور اس سوشل میڈیا کے دور میں یہ بات کوئی ڈھکی چھپی بھی نہیں رہ گئی۔

صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف مناتے تھے۔انگریزوں کے منحوس قدم پڑنے سے پہلے مسلمانوں میں اِس مسئلے پر کوئی اختلاف نہ تھا۔ یہاں کے علماء وصلحاء سبھی میلاد شریف کی محفلوں میں شریک ہوتے تھے۔مگر فرنگیوں کے منحوس قدم پڑنے کے بعد یہاں کا شیرازہ منتشر ہوا، گھر گھر لڑائی ہوئی، فرقہ بندی نے جنم لیا اور اکابرینِ دیوبند نے انگریزوں کے اِشاروں پر اِس فتنہ کو ہوا دی۔

محفل میلاد جو یہاں کے مسلمانوں کا معمول تھا (یہاں تک کہ خُود اکابرین دیوبند کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ بھی میلاد شریف کی محفل کے حلّت و جواز کے قائل تھے) اِس کو متنازعہ بنانے کی کوشش کی گئی۔ بِدعت وحُرمت کے فتوے داغے، یہاں تک کہ دریدہ دہنوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کو ہندوؤں کے کرشن کنہیا کے سانگ سے مماثل کہا اور میلاد شریف منانے والے غیور مسلمانوں کے متعلق لکھا گیا کہ (نعوذ باللہ):

''یہ شخص غلطی پر یا تو مجوس کی مشابہت کرتا ہے اِس عقیدہ میں کہ وہ اپنے معبود یعنی کنہیا کی ہر سال ولادت مناتے ہیں اور اِس دن وہی برتاؤ کرتے ہیں جو کنہیا کی حقیقتِ ولادت کے وقت کیا جاتا ہے''۔ [1]

حالانکہ میلاد شریف منعقد کرنا ہرگز سانگ کنہیا سے ماخُوذ نہیں کیونکہ پُوری دُنیا میں میلاد شریف منعقد کیا جاتا ہے اور مختلف ممالک کے متقدم علماء نے اس سلسلے میں کافی ساری کتابیں لکھی ہوئی ہیں۔متاخرین میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''حسن المقصد فی عمل الولد'' اس مسئلے کے جواز پر ایک لاجواب تصنیف ہے۔وہ علماء جنہوں نے کبھی ہندوؤں کے دیوتا کنہیا کا کبھی نام بھی نہ سنا ہو اُنہوں نے بھی اس سلسلے میں کتابیں لکھی ہیں۔کچھ کتابوں کی فہرست یہاں نقل کی جاتی ہے۔

---

[1] دفاع، ج1، 776 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

میلاد شریف پر لکھی جانے والی چند کتب کے نام

(1)"مولد النبی ﷺ" للواقدی[م۲۰۷ھ] [1]

(2)"الأنوار ومفتاح السرور والأفكار فی مولد النبی المختار" لأحمد بن عبد الله البکری[م۲۵۰ھ] [2]

(3)"المولد النبوی" لبقی بن مخلد بن یزید الأندلسی[م۲۷٦ھ] [3]

(4) کتاب "المولد" لابن أبی عاصم[م۲۸۷ھ] [4]

---

[1] انظر : الروض الأنف في شرح السيرة النبوية ، 1ص 32:يَنظُرْ فِي كِتَابِ "الْمَوْلِدِ" لِلْوَاقِدِيِّ۔وله مخطوط فی الظاهرية :ضمن مكتبة الأسد دمشق سوريا رقم الحفظ (7475)وفی مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیة،رقم الحفظ(2130 ـ5ـف)المملکة العربیة السعودیة،الریاض۔کذا فی خزانة التراث "فهرس مخطوطات (498/58"

[2] انظر: المخطوط فی المکتبة المرکزیة،جدة،المملکة العربیة السعودیة۔رقم الحفظ (196)و(983)،کذا فی "خزانة التراث ،فهرس مخطوطات ("60/593)وفی خزانة القرویین فاس المغرب"رقم التسلسل(575/2)

[3] انظر: مخطوط فی المکتبة المحمودیة، المدینة المنورة، المملکة العربیة السعودیة، رقم الحفظ(2587/8)الرقم التسلسلی(126590)،عنوان المخطوط: المولد النبوی۔

[4] ذكره الذهبی فی سیر أعلام النبلاء(19 /327)وقال: وَقَدْ سَمِعْتُ أَنَّهُ سَمِعَ (سُنَنَ أَبِي دَاوُدَ) مِنَ القَاضِي أَبِي الفَتْحِ الحَاكِمِي الطُّوْسِيِّ(2)،وَسَمِعَ مِنْ مُحَمَّدِ بنِ أَحْمَدَ الخُوَارِيِّ وَالِدِ عبد الجَبَّارِ كِتَابَ (المَوْلِد) لابْنِ أَبِي عَاصِمٍ بِسَمَاعِهِ مِنْ أَبِي بَكْرٍ بنِ الحَارِثِ عَنْ أَبِي الشَّيْخِ عَنْهُ.وانظر:السیرة النبویة لابن کثیر (1/ 321)

(5) کتاب "المولد" لابن عائذ [م۳۷۵ھ] [1]

(6) "مولد النبی ومعراجه، وبعض معجزاته ﷺ" للقاضی عیاض الیحصبی (م۵۴۴ھ) [2]

(7) "الدر المنظم فی مولد النبی الأعظم" لأبی العباس أحمد بن معد الأقلیشی الأندلسی [م۵۵۰ھ] [3]

(8) "مولد النبی" للشیخ عبد القادر الجیلی [م۵۶۱ھ] [4]

(9) "مولد النبی"

(10) "مولد العروس" کلاهما لأبی الفرج ابن الجوزی [5]

(11) "مولد النبی ﷺ" لعلاء الدین الماردینی الشافعی [م۶۲۰ھ] [6]

(12) "الدر المنظم فی المولد المعظم" لأحمد بن محمد اللخمی العزفی

---

[1] ذکره العینی فی عمدة القاری (78/3): وقال: وَفِي کتاب (المولد) لِابْنِ عَائذ۔۔۔

[2] انظر: المخطوط فی مکتبة المصغرات الفیلمیة بقسم المخطوطات، بالجامعة الاسلامیة، المدینة المنورة، المملکة العربیة السعودیة، رقم الحفظ (7526/1) وفی قسم المخطوطات: الریاض المملکة العربیة السعودیة رقم الحفظ (6535)

[3] ذکره البغدادی فی ایضاح المکنون (3/451) وقال: رتبه علی عشرة فصول اولها الحمد لله المحمود بکل لسان الخ.

[4] مطبوع ہے، اور اردو زبان میں بھی شائع ہو چکا

[5] مطبوع ہیں اور اردو زبان میں بیان المیلاد النبوی ﷺ، مترجم سیّد غلام معین الدین نعیمی، اور ذکر میلاد رسول ﷺ، مترجم دوست محمد شاکر، کے ناموں سے شائع ہیں

[6] مخطوطة بمکتبة برلین تحت رقم (9537)

[م٦٣٣ھ][1]

(13)"التنویر فی مولد السراج المنیر "لابن دحیة الکلبی أبو الخطاب عمر بن الحسن بن علی[م٦٣٣ھ][2]

(14)"بیان السول فی ختان الرسول ﷺ" لمحمد بن طلحة بن الحسن النصیبی[م٦٥٦ھ][3]

(15)"الدر النظیم فی مولد النبی الکریم ﷺ" لعمر بن ایوب طغربک [م٦٧٠ھ][4]

(16)"المولد النبوی ﷺ" لأبی عبد الله محمد بن أحمد بن أبی بکر القرطبی [م٦٧١ھ][5]

(17)"ظل الغمامة فی مولد سید تهامة ﷺ" لأحمد بن علی بن سعید

---

[1] ذکره الذهبی فی تاریخ الاسلام (50/387) وقال: وأَلَّف کتابا سمّاه »الدّرّ المنظَّم فِي المولد المعظَّم«.

[2] قد طبع دار الریاحین، عمان الأردن ، بتحقیق شیخی وسندی المفتی محمد عباس رضوی زاد الله عزه وشرفه الی یوم المعاد ، باحث فی دائرة الشؤون الاسلامیة والعمل الخیری بدبی (سابقاً) ومفتی الأحناف فی الهیئة المتحدة الأمارات العربیة (حالاً)

[3] ذکره السخاوی فی الجواهر والدرر في ترجمة شیخ الإسلام ابن حجر (3/1253)

[4] ذکره اسماعیل البغدادی فی هدیة العارفین (1/787) وقال: صنف الدّرّ النظیم فِي مولد النَّبِي الْكَرِيم

[5] ذکره الحافظ فی الإصابة في تمییز الصحابة (1/625) وقال: ذکره القرطبي المفسّر في المولد النبوي من تألیفه۔

[م٦٢٣ﮬ][1]

(18)"تكملة الدر المنظم فى المولد المعظم ﷺ" لأبى القاسم البستى [م٦٢٢ﮬ][2]

(19)"اتحاف الرواة بذكر المولد والوفاة للقطب القسطلانى [م٦٨٦ﮬ][3]

(20)"المولد الكريم" لابراهيم بن أبى بكر التلمسانى [م٦٩٩ﮬ][4]

(21)"المورد العذب المعين فى مولد سيد الخلق أجمعين ﷺ" لابن العطار [م٧٠٢ﮬ][5]

(22)"المولد "لفخر الدين أبو عمر المغربى التوزرى [م٧١٣ﮬ][6]

(23)"مولد النبى "لأبى عمران موسى بن أبى على الزناتى [م٧١٤ﮬ][7]

(24)"قصيدة فى المولد النبوى ﷺ "لنجم الدين بن عبد القوى الحنبلى

---

[1] ذكره البغدادى فى هدية العارفين (1/97)

[2] ذكره الحافظ فى المعجم المفهرس أو تجريد أسانيد الكتب المشهورة والأجزاء المنثورة(398)

[3] ذكره السخاوى فى الجواهر والدرر في ترجمة شيخ الإسلام ابن حجر (3/1253)

[4] ذكره برهان الدين اليعمرى فى الديباج المذهب في معرفة أعيان علماء المذهب (1/275)وقال: وله تآليف منها: ـــ ومنظوماته في السير وأمداح النبي ﷺ من ذلك المعشرات:على أوزان المغرب وقصيدته في المولد الكريم

[5] ذكره البغدادى فى هدية العارفين (2/141)

[6] ذكره السخاوى فى الجواهر والدرر في ترجمة شيخ الإسلام ابن حجر (3/1253)

[7] ذكره أحمد بابا بن أحمد التكرورى السودانى التنبكتى فى نيل الابتهاج بتطريز الديباج، ص 604ـ

البغدادى [م٦١٧هـ] [١]

(25) "مولد النبى ﷺ "لكمال الدين أبى المعالى محمد بن على بن عبد الواحد الزملكانى [م٧٢٧هـ] [٢]

(26) "موعد الكرام لمولد النبى ﷺ " لأبى اسحاق ابراهيم بن عمر الجعبرى [م٧٣٢هـ] [٣]

(27) "جزء فى مولد النبى ﷺ "لمُحَمَّد بُن أَحْمَد بُن عَبْد الهادي بُن عَبْد الحميد بُن عَبْد الهادي الجماعيلى [م٧٤٤هـ] [٤]

(28) "مورد الصافى مولد المصطفىٰ ﷺ " للبدر عبد الرحمن بن الخضر السنجارى [م٧٤٤هـ] [٥]

(29) "مولد النبى "لمحمد بن يوسف بن الحسن الزرندى [م٧٤٧هـ] [٦]

(30) "المنتقى فى مولد النبى المصطفىٰ ﷺ "للكازرونى سعد الدين

---

[١] ذكره عبد الحيى بن عبد الكبير الكتانى فى المولدية فى التعريف بما أفرد بالتصنيف فى المولد الشريف، ص 80

[٢] مخطوط فى برلين تحت رقم (120/9) [We 9527_1571]

[٣] ذكره حاجى خليفة فى كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون (2/1909)

[٤] ذكره زين الدين عبد الرحمن بن أحمد السلامى البغدادى الحنبلى فى ذيل طبقات الحنابلة (5/119) وقال: "جزء كبير فِي مولد النَّبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

[٥] ذكره شمس الدين، أبو عبد الله محمد بن محمد الرُّوداني السوسي المكيّ المالكي فى صلة الخلف بموصول السلف، ص 414

[٦] ذكره عمر رضا كحالة فى معجم المؤلفين (12/124)

محمد بن مسعود [م۷۵۸ھ] (۱)

(31) "الدرة السنية فی مولد خیر البریة" للحافظ صلاح الدین العلائی خلیل بن کیکلدی الدمشقی [م ۷۶۱ھ] (۲)

(32) "الدرة السنية فی مولد خیر البریة" (۳)

(33) "الرد علی من أنکر القیام عند ولادته ﷺ" کلاهما للمغلطائی بن قلیج [م ۷۶۲ھ] (۴)

(34) "الفضیل المنیف فی المولد الشریف" (۵)

(35) "المولد النبوی" کلاهما لخلیل بن أبیک الصفدی [م ۷۶۲ھ] (۶)

(36) "ذکر مولد رسول ﷺ" للحافظ ابن کثیر [م ۷۷۴ھ] (۷)

---

(۱) ذکره الحافظ فی الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة (6/7)، والزرکلی فی الأعلام (7/96) وقال: المنتقى في مولد المصطفى - صنفه بالفارسية وترجمه ابنه (عفيف الدين) إلى العربية

(۲) قد طبع مکتبة رضائے مصطفیٰ للطباعة والنشر والتوزیع، جوجرانواله باكستان، بتحقیق شیخی وسندی المفتی محمد عباس رضوی زاد الله عزه وشرفه الی یوم المعاد، باحث فی دائرة الشؤون الاسلامية والعمل الخيري بدبی (سابقاً) ومفتی الأحناف فی الهيئة المتحدة الأماراة العربية (حالاً)

(۳) مخطوط بمكتبة الفاتح استنبول تحت رقم (303) و (5293)

(۴) مخطوط بمكتبة السعيدية، حیدر آباد دکن 294/1 (46-4)

(۵) مخطوط بمكتبة جامعة برنستون (جاریت/یهودا) بخط المؤلف

(۶) مخطوط بمكتبة برلين تحت رقم: (120/9) [SPR9526-121]

(۷) مطبوع ہے اور اردو زبان میں بھی شائع شدہ ہے

(37)"ارتشاف الطرب فی مولد سید العجم و العرب ﷺ" لمحمد بن أحمد الأندلسی الهواری [م٧٨٠ھ] [١]

(38)"جنی الجنتین فی شرف اللیتین [لیلة القدر، لیلة المولد]" لأبی عبد الله ابن مرزوق [م٧٨١ھ] [٢]

(39)"مولد النبی ﷺ" لمحمد بن ابراهیم ابن عباد التعزی الرندی الشهیر بابن عباد [م٧٩٢ھ] [٣]

(40)"وسیلة النجاة فی مولد النبی ﷺ" لسلیمان بن عوض بن محمود البروسوی [م٨٠٠ھ] [٤]

(41)"النفحة العنبرية في مولد خير البرية" لمجد الدين، أبي طاهر: محمد بن يعقوب الفيروز أبادي، الشيرازي [م٨١٧ھ] [٥]

(42)"عرف التعريف في المولد الشريف" للشيخ، شمس الدين: محمد بن

---

[١] انظر: جهود العلماء في تصنيف السيرة النبوية في القرنين الثامن والتاسع الهجريين، ص53

[٢] مخطوط فی دار الکتب الوطنیة بتونس رقم 1/7327

[٣] انظر: هدیة العارفین (2/174)

[٤] انظر: هدية العارفين (1/401) وقال: لَهُ مولد النَّبِي ﷺ منظوم تركي سَمَّاهُ وَسِيلَة النجَاة وَتحقّق انه عبر الْبَحْر مَعَ الغازی سلَیْمَان پاشا إِلَى كليبولی

[٥] انظر: كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون (2/1969)، وهدية العارفين أسماء المؤلفين وآثار المصنفين (2/181)

محمد بن الجزري [م٨٣٣هـ] [1]

(43) "جامع الآثار في مولد المختار" للحافظ شمس الدين محمد بن ناصر الدين الدمشقي [م٨٤٢هـ] [2]

(44) "اللفظ الرائق في مولد خير الخلائق"

(45) "مورد الصادي في مولد الهادي" كلاهما لابن ناصر الدين الدمشقي محمد بن عبد الله بن محمد [م٨٤٢هـ] [3]

(46) "الكواكب الدرية في مولد خير البرية" لأبي بكر بن محمد الحبشي، البسطامي [م٨٥٨هـ] [4]

(47) "الدَّرّ المنظم فِي مولد النَّبِي الْمُعظم ﷺ" في مجلدين، ومختصره

(48) "اللَّفظ الْجَمِيل فِي مولد النَّبِي الْجَلِيل" كلاهما لأبي القاسم محمد بن عثمان اللؤلؤي، الدمشقي [5]

(49) "حسبي أبي الوفا في مولد المصطفى" لإبراهيم بن علي بن إبراهيم بن أبي

---

[1] انظر: كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون (1132/2)، وهدية العارفين أسماء المؤلفين وآثار المصنفين (2/188)

[2] انظر: كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون (533/1)

[3] انظر: كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون (2/1559)، والرسالة المستطرفة محققة ومعها والتعليقات المستظرفة، ص119

[4] انظر: كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون (1522/2)، وهدية العارفين أسماء المؤلفين وآثار المصنفين (238/1)

[5] انظر: كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون (1/735)، وهدية العارفين أسماء المؤلفين وآثار المصنفين (2/203)

الوفا العراقي [م۸۷۷ھ] [۱]

(50) "درج الدرر في ميلاد سيد البشر" لأصيل الدين: عبد الله بن عبد الرحمن الحسيني، الشيرازي [م۸۸۳ھ] [۲]

(51) "كنز الراغبين العفاة فى الرمز الى المولد المحمدى والوفاة" لابراهيم بن اسحاق بن محمد بن محمود الشافعي المشهور بالناجى [م۹۰۰ھ] [۳]

راقم الحروف نے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے وفیات کے اعتبار سے بھی کئی کتب و مصنفین کے نام ترک کئے ہیں اور اگر آج تک میلادُ النبی ﷺ پر لکھی جانے والی کتب ورسائل بمع اسماء مصنفین ومطابع جمع کرنے لگوں اور اپنی کم علمی کے باعث صرف انہی اسماء پر ایک ضخیم جلد تیار ہو جائے، اگر کوئی شخص پاکستان ہی میں لکھی جانے والی میلادُ النبی ﷺ پر کتب ورسائل مارکیٹ سے جمع کرنا شروع کردے تو سینکڑوں مل جائیں گی۔

میلادُ النبی ﷺ کو سانگ کنھیا سے تشبیہ دینا رگ کفر کے باقی رہنے کے سبب ہے

بہر کیف محفلِ میلاد کو کنہیا کے سانگ سے تشبیہ دینا دیوبندیوں وہابیوں کی سراسر بے ادبی و

---

[۱] انظر: جهود العلماء في تصنيف السيرة النبوية في القرنين الثامن والتاسع الهجريين، ص53

[۲] انظر: كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون (745/1)

[۳] قد طبع مكتبة رضائے مصطفیٰ للطباعة والنشر والتوزيع، جوجرانواله باكستان، بتحقيق شيخي وسندى المفتى محمد عباس رضوى زاد الله عزه وشرفه الى يوم المعاد، باحث فى دائرة الشؤون الاسلامية والعمل الخيرى بدبى (سابقاً) ومفتى الأحناف فى الهيئة المتحدة الأمارات العربية (حالاً)

گُستاخی ہے،جس کو دیوبندیوں کی مسلّم شخصیت کرامت علی جونپوری نے بے ادبی و گستاخی و کُفر قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''اور ایامِ ولادت کو کنھیا کے جنم کی مشابہت دینا کُفر کی رگ کے باقی رہنے کے سبب سے ہے تو اب یہ جاہل دیوانہ کسی معتمد کتاب سے یہ تشبیہ ثابت کر دے''۔ [1]

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ گنگوہی کا میلاد شریف کو سانگ کنہیا جنم سے تشبیہ دینا بقول کرامت علی جونپوری رگ کُفر کی وجہ سے ہے۔ میلاد شریف کا نام سنتے ہی گنگوہی کی رگِ کُفر بھڑک اُٹھی اور اُس نے یہ بے ادبی و گستاخی کر ڈالی۔ یہ تو خُود اکابرینِ دیوبند کی گواہی ہے کہ وہ ایسے اقوال کو رگِ کفر سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اہلِ سنّت و جماعت کا یہ قول بالکل دُرست و بجا ہے کہ گنگوہی نے اس عبارت میں دریدہ دہنی و بے ادبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے توہین کا اِرتکاب کیا ہے۔

اور اس حوالے کے بعد دیوبندیوں کے اِس عذر لنگ کی کوئی اہمیت نہیں رہتی کہ مجلسِ مولود میں وہی برتاؤ کیا جاتا ہے جو کنہیا کی ہر سال ولادت کو مانتے ہوئے کنہیا کی حقیقتِ ولادت کے وقت کیا جاتا ہے۔ کرامت علی جونپوری تو دیوبندیوں کے اکابرین میں سے ہیں، ان کے متعلق سابق میں حوالے لگائے جا چکے ہیں۔ انہوں نے بھی اس عذرِ لنگ کو قبول نہیں کیا اور اس تشبیہ بیان کرنے کو رگِ کفر قرار دیا ہے۔

مزید یہ کہ مطالبہ بھی کیا کہ کسی معتمد کتاب سے تشبیہ ثابت کرے۔ اگر گنگوہی اور ان کے متبعین میں غیرت ہے تو اپنے کرامت علی جونپوری کے مطالبے کو پُورا کریں اور کسی معتمد کتاب سے یہ تشبیہ ثابت کریں، لیکن مَرتے دَم تک یہ ثابت نہ کر سکیں گے اور اپنی رَگ کفر پر ہی ڈٹے رہیں گے۔

---

[1] ذخیرہ کرامت، ج2 ص:63، رسالہ: قول الثابت، مطبع قیومی واقع کانپور

جب خُود کرامت علی جونپوری نے اس تشبیہ کو رَگِ کُفر قرار دیا ہے تو اس کے بعد موصوف کی تاویلات فاسدہ و باطلہ کی کوئی اہمیت نہیں رہتی اور نہ ہی اس کا رڈ کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

یہ کہ نئی نئی مثالوں کو ایک خاص چیز ماننا اور اسی قسم کا وہی کمزور عقل والوں پر غلبہ کرنا یہاں تک کہ دریا کے پانی چراغ کے شعلے اور فوارہ کے پانی کو اکثر اشخاص ایک پانی اور ایک شعلہ خیال کرتے ہیں اور اکثر شیعہ ایسی عادات میں اس خیال میں منہمک ہیں مثلاً عاشورہ کا دن جو ہر سال آتا ہے اس کو جناب حسین کی شہادت کا دن خیال کرتے ہیں اور نوحہ و ماتم نالہ و شیون گرویہ وزاری سینہ کوبی و بیقرار بالکل ان عورتوں کی طرح شروع کر دیتے ہیں جو ہر سال اپنے مرد پر کرتی ہے حالانکہ عقل جانتی ہے اور مانتی ہے کہ زمانہ سیال ہے اور غیر قار ہے اس کے اجزاء کو ہرگز قرار نہیں اور جو معدوم ہو گیا اس کو لوٹانا محال ہے جناب حسینؓ کی شہادت اس دن ہوئی تھی جس کو بارہ سو سال کا عرصہ ہوتا ہے اس دن کو آج کے دن سے کیا اتحاد اور کونسی مناسبت ہے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کو اس پر اس لئے قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ وہاں سرور و شادمانی کے اسباب ہر سال تازہ اور نئے ہوتے ہیں یعنی رمضان کے روزوں کی ادائیگی اور خانہ کعبہ کے حج کی ادائیگی جو نئی نعمت کا شکریہ ہیں جو سال بسال نیا سرور اور نئی فرحت پیدا کرتے ہیں اسی لئے شرعی عیدیں اس وہم فاسد پر مقرر نہیں ہوئیں بلکہ اکثر عقلا نے بھی نوروز اور مہرجان اور اس قسم کے دنوں کو عید منایا ہے کہ ہر سال آسمان تغیرات کے سبب نئی نئی فرحت لاتے ہیں اور نئے نئے احکام کا سبب بنتے ہیں بابا شجاع الدین کی عید عید غدیر سب اسی خیال فاسد پر مبنی ہیں ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ **الیوم اکملت لکم دینکم** کا دن یا نزول وحی کا پہلا دن اور شب معراج کو شرعاً عید کیوں نہیں کہا گیا اسی

طرح کسی نبی کے یوم تولد یا یوم وفات کے دن کو عید قرار نہیں دیا اور صوم یوم عاشورہ کو کیوں منسوخ فرمایا جس کو آنحضرت ﷺ نے سال اول میں یہود کی موافقت [موافقت] میں ادا فرمایا ان سب میں یہی راز کارفرما ہے کہ وہم کو اس میں مداخلت کا موقع نہ ملے"۔ (تحفہ اثناء عشریہ، ص ۶۶۲ باب ۱۱ پہلی فصل نوع ۱۵)

جناب جی شاہ عبدالعزیزؒ بھی اس یوم ولادت جو عقل کے خلاف اور شیعوں کی پیروی کہہ رہے ہیں ان پر بھی کوئی فتویٰ لگے گا؟[1]

الجواب: دیوبندی موصوف نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا حوالہ لکھ کر مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے، اور اُن کے اس حوالے کا گنگوہی کی توہین و بے ادبی سے کوئی تعلق نہیں، چنانچہ اس حوالے کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت وکیل احمد سکندر پُوری رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

"تحفہ اثناء عشریہ کی عبارت بمقابلہ شیعہ امامیہ کے لئے وہ روزِ عاشوراء کو عین روزِ شہادت امام حسین علیہ السلام ایسا کرتے ہیں اور انواع انواع واقسام اقسام کی بِدعات کرتے ہیں اس لیے اس مبارک کتاب میں صرف غلطی کا منشاء لکھا گیا ہے، علامہ کو اس تقریر سے ہرگز نفی دورۂ مقررہ مقصود نہیں، مولانا رفیع الدین دہلوی ان کے بھائی نے رسالہ مسائل میں اس مسئلہ کو محققانہ طور پر یُوں تحریر فرمایا ہے

زمان اگرچہ سیال غیر کار است اما آنچہ بآں تقدیر کردہ می شود زمان را از شب روز وماہ وسال اینہا را شرعا وعرفا دورہ مقرر است چویک دورہ تمام می شود باز از سر شروع می شود وبہمی حساب رمضان شارع صوم وذی حجہ شہر حج وہم چنیں شہور

---

[1] دفاع، ج 1، 778و779 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

دیگر را در دورئه حکم اتحاد بانظیر داده می شود چناں که در حدیث است که یہود عرض کردن در حضور جناب نبوت که حق تعالی نجات موسیٰ علیه السلام وغرق فرعون دریں روز کرده است برائے شکرانه روزه می گیرم جناب نبوت ﷺ فرمود انا احق من تبع بموسیٰ فصام یوم عاشوراء وامر الناس بصیامه ونیز حضرت نبی ﷺ بلال را وصیت کردند بصوم روزدو شنبه فرمودند فیه ولدت وفیه انزل وفیه هاجرت وفیه اموت

بلکہ خُود مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے جابجا اِس دَورہ کا لحاظ کیا ہے تفسیر عزیزی میں خصوصیات وقت ضحیٰ میں لکھا ہے

سیوئم آن که ایں وقتیست که کلام حق تعالی با حضرت موسیٰ دریں وقت شده بود چہارم آنکه ساحران فرعون در ہمی وقت بدیدن معجزه حضرت موسیٰ علیه السلام ایمان آورده اند پس ایں وقت وقت کمال ظہور نور حق بر ظلمات باطل است که درامت سابقه اثر آں واقع شده

پھر اسی تفسیر میں خصوصیات شبِ قدر میں ہے:

سیوم آنکه نزول قرآن مجید دریں شب واقع است وایں شرف است که نہایت ندارد چہارم آنکه خلقت فرشتگان نیز دریں شب است

اگر یہ دَورہ بجمیع الوجوہ ممتنع یا غیر قابل لحاظ ہوتا تو شاہ عبد الرحیم صاحب والد شاہ ولی اللہ صاحب ہر بارہویں ربیع الاول کو مجلس مولود کس لئے کرتے تھے

ہزار برسے سحاب آ کر ڈریں گے ہرگز نہ دیدہ تر
تمہارے غم میں یہ رو کے اکثر لہو کے دریا بہا چکے ہیں
اٹھائی الفت کی سرگرانی مہینوں گلیوں کی خاک چھانی
جو اپنی فرقت کی تھی کہانی وہ ساری تم کو سنا چکے

جاننا چاہئے کہ صاحب رسالہ نے بہ تقلید صاحب غایۃ الکلام مبحثِ مولد وقیام پر جو کچھ خدشے کئے تھے خدا کے فضل سے سب کا جواب کافی دیا گیا۔[1]

اور آپ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

اہلِ حق کی طرف سے ہمیشہ دلائل لامعہ وبراہین ساطعہ پیش ہوتے آئے پر منکرین نے بجز دُشنام دہی وفضول گوئی کے اپنا طریقہ نہیں رکھا، دیکھو کہ اس رسالہ قلب الاطمینان میں کس آیت وحدیث سے مذمومیت مجلس وقیام کی ثابت کی گئی ہے، اس حوصلہ پر تو ضرور تھا کہ ہر دعویٰ کے ثبوت کے لئے آیت وحدیث پیش کی جاتی، ہاں صاحب مقتضائے ہمہ دانی تو یہ ہے کہ اِس رسالہ میں جس جس مقام پر آیہ وحدیث مذکور ہوئی ہے، محض بے سمجھے بُوجھے نقل ہوئی ہے، چنانچہ ہم نے ہر مقام پر مطلبِ صحیح لکھ کے حسبِ مناسب مقام تنبیہ کی ہے، اور ہم نے مانا کہ کوئی آیت وحدیث گھڑ کے ابطال عملِ مولد کے لئے پیش ہوئی تو شاہ عبد الرحیم صاحب ومولانا شاہ ولی اللہ صاحب ومولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی طرف سے کیا عذر پیش ہوگا، یہ حضرات تو مجوزین سے ہیں، انتباہ فی سلسلۃ اولیاء اللہ میں ہے

اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع فی ایام المولد طعاما صلۃ بالنبی ﷺ فلم یفتح لی فی سنۃ من السنن شئ اصنع بہ طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرأیتہ ﷺ وبین یدیہ ھذا لحمص

---

[1] صیانۃ الایمان عن قلب الاطمینان مع ارشاد العتود الی طریق ادب عمل المولود ص: 126,125، مطبع مصطفائی، 1293ھ

اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں:

باقی مانند مجلس مولود شریف پس حالش ایں است که بتاریخ دوازدہم شہر ربیع الاول ہمی که مردم موافق معمول سابق فراہم شدند ودرخواندند درود مشغول گشتند وفقیر می آمد اولاً بعضے از احادیث فضائل آنحضرت ﷺ مذکور می شود بعدازاں ذکر ولادت باسعادت ونبذے از حال رضا وحلیه شریف وبعضے از آثار که دریں اوان بظہور آمد بمعرض بیان می آید پستر برما حضر از طعام یا شیرینی فاتحه خوانده تقسیم آں بحاضرین مجلس می شود۔

اب سچ سچ حقاً وانصافاً نہ تعصباً واعتسافاً کہو کہ اِن حضرات سے اب تصفیہ واتفاق کی کیا صورت ہے"۔[1]

دیوبندی مولوی بانی اسلام ﷺ کے ثانی ھیں (نعوذ باللہ)

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اس کے بعد مرثیہ گنگوہی کا ایک شعر دیا ہے مرثیہ گنگوہی کے تمام اشعار پر اعتراضات کے جوابات کیلئے آگے مستقل کلام آرہا ہے"۔[2]

الجواب: ہم بھی اِن شاء اللہ اُسی مقام پر موصوف کے دلائل کا جائزہ لیں گے، اور موصوف نے جوگل کھلائے ہیں وہ عوام الناس کے سامنے لائیں گے۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

---

[1] صیانۃ الایمان عن قلب الاطمینان مع ارشاد العتود الی طریق ادب عمل المولود ص: 96,95، مطبع مصطفائی، 1293ھ

[2] دفاع، ج1، 779 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

حضور ﷺ کا روضۂ مُبارک حرام بنا ہوا ہے۔ (نعوذباللہ)

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''یہ عنوان قائم کر کے رضاخانی لکھتا ہے: مفتی دیوبند عزیز الرحمن کا فتویٰ ملاحظہ ہو:
''سوال......اور بعض تمثیلا کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضے پختہ بنے ہوئے ہیں یہ کیسے درست اور جاز ہوئے [ہوئے] بالتشریح والتفصیل جواب تحریر فرمائے۔ جواب......قبور (انبیاء واولیاء) پر گنبد اور فرش پختہ ناجائز اور حرام ہے بنانے والے اور جو اس فعل سے راضی ہوں گناہ گار ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج ۱ ص ۹۲، طبع کراچی)
(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۷، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۸)

الجواب: رضاخانی نے سوال پورا نقل نہ کیا اگر یہ پورا نقل کر دیتے تو مزید وضاحت کی ضرورت نہ تھی پوری عبارت مع سوال وجواب ملاحظہ ہو:

''سوال: ایک متبع سنت فوت ہوا اس کے مریدین ومعتقدین نے اس کی قبر پر گنبد پختہ اور فرش پختہ بنانے پر آمادہ ہیں اور اندر صرف کچی قبر رکھیں اس شخص کی اولاد مانع ہے کیونکہ اس میں مظنہ شرک کا ہے جیسا کہ فی زماننا مقابر اولیاء اللہ پر مشاہدہ کیا جاتا ہے تو بروز حشر اولاد پر عند اللہ مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ اور بعض تمثیلا کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے روضے پختہ بنے ہوئے ہیں یہ کیسے درست اور جائز ہوئے [ہوئے] بالتشریح والتفصیل جواب تحریر فرمائے۔

الجواب: قبور پر گنبد اور فرش پختہ بنانا ناجائز وحرام ہے بنانے والا جو اس فعل سے راضی ہوں گناہ گار ہیں اور مخالفت کرنے والے ہیں حکم جناب سرور کائنات ﷺ مسلم شریف میں روایت ہے حضرت جابرؓ سے **نھی رسول اللہ ﷺ عن تجصیص القبور**''۔

(عزیز الفتاویٰ المعروف بفتاوی دار العلوم دیو بند، ج ۱، ص ۱۷۷، طبع کراچی)

قارئین کرام! سوال کا اصل حصہ جس کا جواب دیا گیا تھا ان رضا خانیوں نے انتہائی بد دیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حصہ کو نقل ہی نہیں کیا سوال میں نبی کریم ﷺ کے گنبد کے متعلق پوچھا ہی نہیں گیا تھا سوال میں تو ایک پیر صاحب کی قبر پر گنبد کے متعلق استفسار تھا جس کا شریعت کے مطابق حضرت مفتی صاحبؒ نے جواب دیا۔ مگر اس بد دیانت نے سوال میں سے وہ حصہ کاٹ کر جواب میں اپنی طرف سے بریکٹ میں (انبیاء و اولیاء) کا اضافہ کر دیا شرم شرم شرم۔[1]

الجواب: یہ تو دیوبندیوں کا اِتفاقی عقیدہ ہے کہ محبوبانِ باری تعالیٰ کے مزارات پر گنبد تعمیر کرنا حرام و ناجائز ہے، جبکہ اہلِ سنّت و جماعت کا نظریہ ہے کہ محبوبانِ باری تعالیٰ کی قبور و مزارات پر گنبد بنانا جائز ہے کیونکہ اُمت کے اتفاق سے حضورِ اکرم ﷺ کی قبر انور پر روضہ مبارک تعمیر ہوا۔ اگر قبور پر گنبد تعمیر کرنا حرام و ناجائز ہوتا تو پوری اُمت حضورِ اکرم ﷺ کے مزار پر روضہ مبارک کی تعمیر کیسے گوارا کر لیتی؟

اُمت کا یہ اجماعی عمل اس بات کی دلیل ہے کہ قبور پر گنبد بنانا حرام و ناجائز نہیں۔

دیوبندیوں نے اِتفاق اہلِ سنت و جماعت سے بغاوت کرتے ہوئے مزاراتِ اولیاء اللہ پر گنبد تعمیر کرنے کی حُرمت کا فتویٰ دیا جو ان کی کتابوں میں مَرقُوم ہے۔ اور یہ بھی نہ سوچا کہ گنبد خضریٰ اِس بات کی دلیل ہے کہ مزاراتِ مقربانِ حق تعالیٰ پر گنبد وغیرہ بنانا حرام نہیں۔

دیوبندیوں کے مفتی عزیز الرحمن سے ایک پیر کے مزار پر گنبد بنانے کا سوال ہوا۔ سائل نے گنبد کے جواز پر حضورِ اکرم ﷺ، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مجدد الف ثانی کے مزارات پر گنبد تعمیر ہونے کی دلیل (یعنی تعامل اُمت) پیش کی، مگر عزیز الرحمن

---

[1] دفاع، ج1، 779، 780 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

دیوبندی نے بیک جنبشِ قلم لکھ مارا کہ قبور پر گنبد بنانا ناجائز وحرام ہے۔ اس کا تو یہی مطلب ہوا کہ عزیز الرحمن دیوبندی صاحب ان تمام مزارات پر بنے ہوئے گنبدوں کو معاذ اللہ ناجائز سمجھتے ہیں۔ موصوف نے اِس مقام پر تین اعتراضات کئے ہیں۔

(الف) ان رضاخانیوں نے انتہائی بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حصہ کو نقل ہی نہیں کیا۔[1]

تبصرہ: اس حصے کو نقل نہ کرنے سے بھی مقصود و مدعا پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اِس لئے کہ عزیز الرحمن دیوبندی نے تمام گنبدوں کے لیے یہ فتویٰ صادر کیا، جس میں کوئی تخصیص موجود نہیں۔

(ب) سوال میں نبی کریم ﷺ کے گنبد کے متعلق پُوچھا ہی نہیں گیا تھا، سوال میں تو ایک پیر صاحب کی قبر پر گنبد کے متعلق اِستفسار تھا۔[2]

تبصرہ: سائل نے پیر صاحب کی قبر کے متعلق سوال پُوچھا مگر ساتھ ہی اُس نے دلیل میں حضورِ اکرم ﷺ، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر بنے ہوئے گنبدوں کو بھی بطورِ دلیل ذِکر کیا کیونکہ سائل تشفی چاہتا تھا کہ اگر پیر صاحب کے گنبد کو کوئی ناجائز کہتا ہے تو اِن گنبدوں کے متعلق کیا حکم لگے گا؟

عزیز الرحمن دیوبندی صاحب نے بیک جنبشِ قلم، قبور پر گنبد کی تعمیر کی حُرمت کا فتویٰ دے دیا۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے نزدیک اِن مزارات پر تعمیر شُدہ گنبد بھی معاذ اللہ ناجائز ہیں۔ اگر عزیز الرحمن دیوبندی کے نزدیک یہ گنبد جائز ہوتے تو پھر پیر صاحب کے مزار پر گنبد کی تعمیر کی حُرمت و ناجائز ہونے کا فتویٰ وہ کیوں دیتا؟ کیونکہ پیر صاحب کے مزار پر گنبد بنانے والے بھی اِن گنبدوں کو دلیلِ جواز سمجھ کر پیر صاحب کے مزار پر گنبد تعمیر کروا

---

[1] دفاع، ج1، 780 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1، 780 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

رہے تھے لہٰذا موصوف کی بیان کردہ تاویل باطل ہے۔

(ج) مگر اس بددیانت نے سوال میں سے وہ حصہ کاٹ کر جواب میں اپنی طرف سے بریکٹ میں (انبیاء واولیاء) کا اضافہ کردیا۔ شرم شرم شرم۔ [1]

تبصرہ: انبیاء و اولیاء کے مزارات پر گنبد بنانے کا عدم جواز عقیدۂ دیوبند ہے۔ لہٰذا بریکٹ میں انبیاء واولیاء لکھ کر عقیدۂ دیوبند کو ہی واضح کیا گیا ہے۔ اس میں اتنے جذباتی ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو دیوبندیوں کا عقیدہ ہے، اگر دیوبندیوں کا عقیدہ نہیں تو وضاحت کریں۔ شرم تو دیوبندیوں کو آنی چاہئے کہ خاصانِ حق تعالیٰ کے مزارات پر گنبدوں کو وہ ناجائز وحرام قرار دیتے ہیں اور اعتراض دُوسروں پر کرتے ہیں۔ اگر اہلِ سنّت وجماعت کی جانب سے دیوبندیوں کے عقیدہ کو لکھ کر عوام کے سامنے پیش کیا جائے تو موصوف تین مرتبہ شرم شرم شرم لکھتے ہیں، پھر موصوف ہی بتائیں جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے اُن کو کتنی مرتبہ شرم آنی چاہئے۔

مگر افسوس! کہ عقائدِ اہلِ سنت وجماعت سے ٹکرانے کے لئے وہ لوگ منظر عام پر آئے جن کے واقعات ''داڑھی والی دُلہن'' میں لکھے ہوئے ہیں، جن لوگوں کو ایسی حرکات پر شرم نہیں آتی (جن پر شاید غیر مسلموں کے بھی سر شرم سے جھک جائیں) وہ اِن بے ادبیوں پر کہاں سے شرمائیں گے جن پر انہوں نے اپنی خُود ساختہ تاویلات کا لیبل لگا رکھا ہے۔

موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ عزیز الرحمن دیوبندی کی عبارت میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا، جس کو علیہ السلام لکھا گیا ہے اور یہ تحریف ہے۔ موصوف کے اس اُصول پر جواب کا حق ہم محفوظ رکھتے ہیں اگرچہ سابق میں بھی اس پر کچھ کلام ہو چکا اور کسی مناسب مقام پر مزید ذکر کریں گے۔

---

[1] دفاع، ج1، 780 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''رہی بات گنبدِ خضراء کے تحفظ کی تو علماء دیوبند نے ہر دَور میں اس کا تحفظ کیا، چنانچہ ۱۹۲۴ء میں جب ہندوستان یہ خبر آئی کہ ملک بن عبدالعزیز آل سعود نے قبور پر قبوں کو گرا دیا ہے اور اب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد گرانا چاہتا ہے (جوکہ ایک جھوتی [جھوٹی] افواہ تھی) تو ہندوستان سے مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی۔۔کی قیادت میں علماء کا ایک وفد سلطان کے پاس گیا اور آپ نے وہاں ایک ولولہ انگیز تقریر کی، سلطان کے کاموں کی تعریف کی اور اسے اس قسم کی حرکتوں سے باز رہنے کی تلقین کی علامہ عثمانی۔۔کی یہ ولولہ انگیز تقریر سن کر سلطان مبہوت رہ گیا اور یہ کہا کہ:''میں آپ کا بہت ممنون ہوں اور آپ کے بیانات اور خیالات میں بہت رِفعت اور علمی بُلندی ہے لہٰذا میں اِن باتوں کا جواب نہیں دے سکتا، ان تفاصیل کا بہتر جواب ہمارے علماء ہی دے سکیں گے اور اُن ہی سے یہ مسائل طے ہو سکتے ہیں'' (معارک الحرمین، ص:٦)[1]

الجواب: جُھوٹ بولنا دیوبندیوں کا آبائی پیشہ ہے، شبیر احمد عثمانی صاحب نے تو اس وفد میں قبوں کی حُرمت کا فتویٰ دیا تھا، چنانچہ انوار الحسن دیوبندی نے لکھا ہے کہ:

''سلطان ابن سعود کے سامنے اہم مسائل میں سے صحابہ وغیر ہم کے قبوں اور مزارات کی عمارتوں کے منہدم کرنے اور مآثر و مقامات مقدسہ کے آثار قائم رکھنے یا گرانے اور ان کی زیارتوں سے برکت حاصل کرنے کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ بھی بہت اہم تھا۔

سلطان نے ان قبوں اور مزارات متبرکہ کی عمارتوں کو گرانے کی وجہ یہ خیال کی تھی کہ لوگ عقیدت میں آ کر ایسے امور کا ارتکاب کرتے ہیں جن میں شرکت [شرک] ہوتا ہے ان کے سامنے حضرت عمرؓ کا وہ واقعہ تھا کہ انہوں نے لوگوں کے حالات کے پیش نظر اس درخت کو

---

[1] دفاع، ج1 ص781 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

کٹوادیا جس کے نیچے آنحضرت ﷺ نے شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افواہ پر اہل مکہ کے مقابلہ میں جہاد کرنے کی بیعت لی تھی اس خصوصی مسئلہ میں مولانا عثمانی نے جو تقریر ابن سعود کے سامنے کی وہ قابل غور ہے، تقریر حسب ذیل ہے ملاحظہ فرمائیے

ہم بناء علی القبر (قبر پر عمارت بنانے) کو ناجائز سمجھتے ہیں ہم نے فتوے دیئے ہیں بحثیں کی ہیں لیکن ہدم قباب (قبوں کے منہدم کرنے میں) ضرورت تھی کہ بہت تانی (ڈھیل) اور حکمت سے کام لیا جاتا"۔[1]

خُود شبیر احمد عثمانی صاحب نے ابن سعود کے سامنے قبوں کے عدم جواز کا فتویٰ دیا اور انہدام کے متعلق اتنا کہا کہ تاخیر کی جاتی یعنی عثمانی صاحب خود فتویٰ دے رہے ہیں کہ بے شک انہدام کر لیا جائے مگر اس کام میں تاخیر اور حکمت سے کام لیا جائے، اس کے باوجود دیوبندی کہتے ہیں کہ ہر دَور میں ہم نے تحفظ کیا ہے۔ جُھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

موصوف نے ابنِ سعود کے حوالے سے جو یہ فقرات لکھے ہیں کہ:

"میں آپ کا بہت ممنون ہوں اور آپ کے بیانات اور خیالات میں بہت رفعت اور علمی بلندی ہے لہٰذا میں ان باتوں کا جواب نہیں دے سکتا، ان تفاصیل کا بہتر جواب ہمارے علماء ہی دے سکیں گے اور اُن ہی سے یہ مسائل طے ہو سکتے ہیں" (معارک الحرمین، ص۶)"۔[2]

ان کے متعلق بھی دیوبندیوں نے لکھا ہے کہ:

"سلطان ابن سعود اور ان علماء کے نزدیک بظاہر وہ مسلمان جو قبروں پر سجدے کرتے ہیں کافر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ابن سعود نے اپنی تقریر میں یہود و نصاریٰ کی نظیر پیش کر کے اپنے خیال کو واضح کر دیا ہے اور اسی خیال کے ماتحت وہ اس قسم کے مسلمانوں کے جان اور مال کو کفار و مشرکین کی طرح حلال سمجھتے ہوں گے جیسا کہ مولانا عثمانی کی تقریر

---

[1] کمالات عثمانی المعروف بہ تجلیات عثمانی، ص355، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، پاکستان

[2] دفاع ج1 ص781 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

سے واضح ہے لیکن علامہ نے مسئلہ کی حقیقت کو کس فقہی انداز میں حل کیا ہے اور بتایا ہے کہ قبروں پر سجدہ کرنے والے مسلمان اس حکم میں نہیں ہیں جیسا کہ یہود و نصاری یا بت پرست۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر کسی نبی یا کسی امت کیلئے [کسی] صورت میں اللہ کے سوائے کسی کو سجدہ جائز نہ ہوتا۔ ہاں مولانا عثمانی کا یہ مطلب نہیں کہ مزارات پر سجدے جائز ہیں یا حرام نہیں بلکہ ان کا منشا فقہی نقطہ نگاہ سے یہ ہے کہ مسلمان قبر پرست کو دیگر مشرکین کی طرح کافر نہیں کہیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ سجدہ کر کے وہ اظہار عقیدت کر رہا ہو اور اپنی عاجزی یا مسجود کا احترام سجدہ سے ارادہ رکھتا ہو جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے والدین اور ان کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا اور مقصد صرف احترام یوسف علیہ السلام یا اللہ کی قدرت پر سجدہ حیرت و عظمت تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا نے اختلافات کی مختلف قسمیں بیان فرما کر اور فروعی مسائل کے اختلاف پر روشنی ڈال کر اختلاف امتی رحمۃ کے مطلب کو بھی روشن کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ساجد قبر کو کفر سے نکال کر مولانا عثمانی نے بت پرستوں اور مسلمان قبر پرستوں میں فرق قائم کر کے سلطان ابن سعود کو فقہی مسئلہ پر ٹوکا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مولانا کی اس تقریر پر سلطان ابن سعود اور وہاں کے دیگر علماء نے حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا جن کو موصوف نے اپنی ڈائری میں ذیل کے الفاظ میں پیش کیا ہے۔

'امیر (ابن سعود) نے کہا کہ ''میں آپ کا ممنون ہوں۔ آپ کے خیالات اور بیان میں بہت رفعت اور علو ہے اور دقیق مسائل پر مشتمل ہے لہذا میں ان تفاصیل کا جواب نہیں دے سکتا ان کا بہتر جواب علماء دے سکیں گے اور انہی سے یہ مسائل طے ہو سکتے ہیں''[1]

شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے انہدام کے سلسلہ میں اپنا نظریہ بایں الفاظ پیش کیا:

---

[1] کمالات عثمانی، ص:353,352، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

''میری غرض یہ ہے کہ موتمر کو یا حکومت حجاز کو جبکہ اس کا تعلق تمام عالم اسلام سے ہے ہر ہر کام میں تانی (ڈھیل) اور تدبیر و مصلحت اندیشی سے کام کرنا چاہئے ہم کو یہ مناسب نہیں کہ ہم ایک برائی کے دفع کرنے میں اس سے بھی بڑی برائی پیدا کر دیں، میرے نزدیک ریزولیشن کے اعلان میں کوئی ضرر نہیں''۔[۱]

شبیر احمد عثمانی صاحب کو دیوبندیوں نے ہندوستان سے بھیج تو دیا لیکن وہ اپنی جہالت کی وجہ سے ناکام ہوئے۔ چنانچہ احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

''احقر نے حضرت شاہ صاحب۔۔۔ سے سوال کیا کہ مکہ معظّمہ میں موتمر عالم اسلامی ملک عبدالعزیز بن سعود نے ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں طلب کی تھی۔ وہ کیوں ناکام ہوئی؟ جواب میں فرمایا کہ ''ملک میں ذوق کی کمی تھی اور علماء میں علم کی۔'' [۲]

اس حوالے سے ثابت ہوا کہ مؤتمر میں شامل دیوبندی ملاؤں میں علم کی کمی تھی، جس کی وجہ سے یہ مؤتمر ناکام ہوئی۔ مزید لکھتے ہیں کہ:

''اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء میں علم کی کمی تھی، بلکہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ نہ صرف نجدی علماء میں بلکہ ہمارے علماء میں بھی کمی تھی۔ کاش! حضرت شاہ صاحب ؒ۔۔۔ اس مؤتمر میں جاتے تو کچھ اور ہی سماں ہوتا۔ حضرت شاہ صاحب۔۔۔ نے مقدمہ بہاولپور میں بیسیوں کتابوں، مضامین اور حوالے زُبانی لکھوا دیئے تھے، وہ مؤتمر میں ہوتے تو آج علامہ ابن تیمیہ و ابن القیم سے مرعوب ہو کر اور اپنی کم علمی کی وجہ سے موجودہ زبوں حالی کا شکار نہ ہوتے''۔[۳]

---

[۱] کمالات عثمانی، ص: 361، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

[۲] ملفوظات محدث کشمیری، ص: 155 ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

[۳] ملفوظات محدث کشمیری، ص: 158 دارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

ابنِ سعود کی گستاخانہ جسارت پر پردہ ڈالنے کی کوشش

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

چنانچہ ۱۹۲۴ء میں جب ہندوستان یہ خبر آئی کہ ملک بن عبدالعزیز آل سعود نے قبور پر قبوں کو گرا دیا ہے اور اب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد بھی گرانا چاہتا ہے (جو کہ ایک جھوتی [جھوٹی] افوادہ تھی)[1]

الجواب: دیوبندیوں کے تانے بانے نجدیوں سے ملتے ہیں، اِس لئے موصوف نے ابن سعود کی حرکت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ یہ ایک جھوٹی افواہ تھی، حالانکہ خُود دیوبندیوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ نجدیوں کا اِرادہ تھا، چنانچہ دیوبندیوں کے ماہنامہ ''بینات'' میں لکھا ہوا ہے کہ:

''۱۳۴۳ھ میں سعودی فرماں روا عبدالعزیز بن سعود کی حکومت نے مذہبی حوالے سے جو متنازع اقدامات کئے، ان میں جنت المعلّٰی اور جنت البقیع کے مزارات مقدسہ پر بنے ہوئے قبُوں کی مسماری کا معاملہ بھی تھا۔ اہل سعود کا یہ اقدام یہیں تک محدود نہیں تھا، بلکہ اگلے مرحلے میں گنبد خضراء کی مسماری بھی ان کا ہدف تھا، اس دوران اُمت مسلمہ میں سعودی حکومت کے بارے میں بڑے ناپسندیدہ جذبات پیدا ہو گئے اور دنیا بھر کے علماء اور مذھبی پیشواؤں نے ان کی فہمائش کی کوشش کی، جس کے نتیجہ میں شاہ عبدالعزیز بن سعود نے اسی سال حج کے موقع پر اسی موضوع پر ایک کانفرنس کا انعقاد کیا، جس میں علماء ہند میں سے حضرت مفتی اعظم ہند مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی ۔۔اور علامہ شبیر احمد عثمانی ۔۔اور چند دیگر علماء کو بطور خاص مدعو کیا گیا تھا۔ اس کانفرنس میں سلطان عبدالعزیز بن سعود نے اپنے موقف کو توحید پرستی پر مبنی قرار دیتے ہوئے کسی کی پرواہ نہ کرنے کا عزم ظاہر فرمایا، تو جوابی

[1] دفاع ج1 ص781 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

تقریر کے طور پر حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی ۔۔نے شاہ ابنِ سعود کے نقطہ نظر کی جو علمی تنقیح ،تردید اور تصحیح فرمائی، اس سے نہ صرف یہ کہ سعودی فرماں روالا جواب ہو گئے، بلکہ مزید اقدامات جن میں گنبد صحراء کی توہین آمیز مسماری بھی شامل تھی اس سے باز آ گئے، اس طرح گنبد خضراء کا مہبطِ انوار منظر، علماء ہند کے سرخیل، بانی پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی ۔۔کا عظیم کارنامہ ہے۔[1]

"شبیر عثمانی کو هیرو بنانے کی کوشش"

آج کل کچھ دیوبندی مقررین اور جعلی پیر جھوٹی کہانی بنا کر شبیر احمد عثمانی صاحب کو ہیرو بنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ شبیر عثمانی نے ابن سعود کے سامنے گنبد خضریٰ کے تحفظ کا مسئلہ اُٹھایا اور شبیر عثمانی کی کوششوں کی وجہ سے گنبد خضریٰ باقی ہے۔(نعوذ باللہ)

حالانکہ یہ دیوبندیوں کا سفید جھوٹ ہے، اور یہ اسی طرح کا جھوٹ ہے جس طرح شیعہ ذاکر اسماعیل دیوبندی شیعہ کے متعلق کہتے ہیں کہ اسمبلی میں اسماعیل شیعہ سابق دیوبندی نے قادیانیوں کو کافر قرار دیا تھا۔ دیوبندی بھی شبیر عثمانی صاحب کو ہیرو بنانے کے لئے اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ شبیر عثمانی صاحب نے ابن سعود کے سامنے کیا کہا تھا، وہ بھی ملاحظہ کریں۔

''اسی سلسلہ میں مولانا شبیر احمد صاحب رکن جمعیۃ العلماء نے فرمایا کہ تاویل وتفسیر کے اختلافات موجود ہیں اور اس کی مثالیں دیں، اور فقہی حیثیت سے یہ تفصیل بھی پیش کی کہ کن امور میں شرک اور کفر کا فتویٰ دینا چاہئے اور کن میں نہیں۔

پھر مولانا کفایت اللہ صاحب، صدر وفد جمعیۃ العلماء، نے آخر میں سلطان کا شکریہ ادا کیا اور اتحاد و محبت کا پیام دیا۔

---

[1] بینات ص13، رمضان المبارک 1442ھ

آخر میں سلطان نے کہا کہ بہتر ہے کہ ان امور میں آپ ہمارے یہاں کے علماء سے گفتگو کر لیجئے۔ میں منفذ ہوں مفتی نہیں، ہمارے علماء قرآن وحدیث کے مطابق جو فیصلہ کرتے ہیں میں ان کو نافذ کر دیتا ہوں۔اسی گفتگو پر ہماری پہلی ملاقات ختم ہوئی۔[۱]

شبیر عثمانی صاحب کی اس تقریر میں کہیں بھی گنبد خضریٰ کا ذِکر نہیں، پھر بھی موصوف دعویدار ہیں کہ ہر دَور میں انہوں نے گنبد خضریٰ کا تحفظ کیا ہے، جھوٹ کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''دوسری طرف رضا خانیوں کی گنبد خضراء سے دشمنی کا اندازہ اس سے لگالیں کہ ہر سال میلاد پر یہ لوگ گنبد خضراء کے ماڈل بناتے ہیں مگر آپ ۱۳ ربیع الاوّل کو اپنے علاقے کی مین شاہراہوں کا جا کر نظارہ کریں کہ وہ گنبد ٹوٹے ہوئے سڑکوں پر آپ کو بکھرے ملیں گے معلوم ہوا کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا گنبد گرانا تمہارا مذہبی شعار ہے ہمارا نہیں۔[۲]

الجواب: یہ بھی موصوف کا جھوٹ ہے کہ 13 ربیع الاوّل کو گنبد ٹوٹے ہوئے ملتے ہیں۔ موصوف نے اپنے اُوپر سے داغِ وہابیت مٹانے کے لئے ہمارے اُوپر یہ الزام عائد کیا ہے۔سڑکوں، بازاروں یہاں تک کہ گندی نالیوں میں بھی مقدس اَوراق پائے جاتے ہیں ۔کیا اس کا یہ مطلب نکالا جاسکتا ہے کہ اَوراقِ مقدسہ کی بے حُرمتی معاذ اللہ مسلمانوں کا مذہبی شعار ہے، ہرگز نہیں۔

ایسے ہی بالفرض اگر 13 ربیع الاوّل کو کہیں ایسا ہوا بھی ہو جسے موصوف نے لکھا ہے تو بھی ہم اسے اُن لوگوں کی نا اہلی و بے ادبی تصور کریں گے، لیکن یہ مذہبی شعار کیسے بن گیا؟ اگر موصوف میں ہمت ہے تو ہمارے کسی مستند عالم کا فتویٰ پیش کریں جس نے ایسا کرنے کی اجازت دی ہو، باقی جُھوٹ بول کر عوام کو گمراہ نہ کریں۔

---

[۱] مسئلہ حجاز رپورٹ وفد خلافت ۱۹۲۶ء، ص:73

[۲] دفاع ج1 ص781 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

حضور ﷺ کو طاغوت کہہ سکتے ہیں (نعوذ بِاللہ)

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

اس کے بعد بلغۃ الحیر ان کا حوالہ دیا جو ہمارے لئے حجت نہیں۔ [1]

الجواب: "بلغۃ الحیر ان" کا دیوبندیوں کے نزدیک مستند ہونا ہم سابق میں ذکر کر چکے ہیں، تفصیل متعلقہ مقام پر ملاحظہ کریں۔

دیوبندی مولوی حضور ﷺ کے برابر ہیں (نعوذ باللہ)

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''مطلب یہ کہ بعض صفات میں ہم اور حضور ﷺ مشترک ہیں۔ (اضافات الیومیہ ج ۱۰، ص ۱۷۲) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۷، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۹)

الجواب: رضا خانی نے یہاں بھی رضا خانیت کا مظاہرہ کیا اور مکمل ملفوظ پیش نہیں کیا ملاحظہ ہو:

''فرمایا حضرت حاجی صاحب کا ارشاد ہے کہ عامی کو ذکر کی تو تعلیم کرے مگر شغل کی تعلیم نہ کرے کیونکہ شغل سے بعض مرتبہ کشف ہونے لگتا ہے اور کشف کے نہ سمجھنے کی وجہ سے اس کے عقیدے بگڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اس کو ضروری علم ہوتا نہیں جیسا کہ ایک شخص نے مولانا محمد یعقوب صاحب سے اپنا کشف بیان کیا تھا کہ مجھ کو یہ مکشوف ہوا ہے کہ میں اور جناب رسول مقبول ﷺ مساوی درجہ میں ہیں حالانکہ یہ ممتنع شرعی ہے کہ غیر نبی درجہ میں نبی کے برابر ہوجائے اس لئے اس نے اپنا یہ کشف مولانا محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا تو مولانا نے ارشاد فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض صفات میں ہم اور حضور ﷺ مشترک ہیں مثلاً مخلوقیت میں کہ حضور بھی مخلوق ہیں اور ہم بھی مخلوق ہیں اور من جمیع الوجوہ

---

[1] دفاع ج 1 ص 781 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

مساوات مراد نہیں مگر یہ مفصل کشف میں مجمل ظاہر ہوا۔ پھر مولانا نے اس کی ایک مثال دی وہ یہ کہ جیسے ایک خوشنویس نے ایک جیم لکھا اور اس جیم کے پیٹ میں ایک نقطہ لگا دیا تو جیسے یہ جیم اس خوش نویس کا لکھا ہوا ہے اسی طرح یہ نقطہ بھی اسی کا لگایا ہوا ہے تو اس خوش نویس کی طرف یہ دونوں چیزیں منسوب ہیں تو اس نسبت میں دونوں مشترک ہیں مگر پھر یہ فرق ہے کہ جیم متبوع ہے اور نقطہ تابع ہے اسی طرح حضور کو اور اپنے آپ کو ایک درجہ میں دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور میں اور اس شخص میں کچھ فرق نہیں مگر ایک عامی شخص یہاں ضرور غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے گا''۔ (ملفوظات، ج۱۰، ص۳۴۵، ۳۴۶، ملفوظ نمبر ۲۵۴)

اللہ اکبر قربان جاؤں ان اکابر کے علوم پر واقعی ان جیسے رضا خانی عامی یہاں غلط فہمی میں مبتلا ہوئے۔ حضرت کا ملفوظ بالکل صاف ہے اس میں کسی قسم کی گستاخی کا شائبہ تک نہیں۔ رضا خانی نے یہ الزام لگایا تھا کہ دیوبندی مولوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہیں معاذ اللہ مگر اپنے دیکھا کہ خود ملفوظ میں دو دفعہ برابری کی تردید موجود ہے صرف ایک کشف کی تاویل ہے اس میں بھی بعض صفات میں برابری کا کہا گیا وہ بھی وہ صفات جس پر فضیلت کا دار و مدار نہیں۔ [1]

الجواب: دیکھیں اس حوالے میں خُود یہ تصریح موجود ہے کہ ایک شخص کو مَکشُوف ہوا کہ وہ اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ مساوی درجہ میں ہیں۔ یعقوب نانوتوی صاحب دیوبندی نے اس کشف کو خطا یا شیطانی مغالطہ کہنے کے بجائے اِس کے لیے یہ جواز کی راہ فراہم کی کہ مفصل کشف میں مجمل ظاہر ہوا۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یعقوب نانوتوی صاحب اس شخص کے اس کشف کو خطاء یا شیطانی مغالطہ کہتے، مگر انہوں نے ایسا نہیں کہا، جبکہ تصوف کے طالب علم پر یہ مخفی نہیں کہ دورانِ اشغالِ سلوک شیطانی حملہ ہوتا ہے اور اس پر خلاف

---

[1] دفاع ج1 ص.. 783.782.781 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

شرع بھی مکشوفات ہونے لگتے ہیں، جن کو سالکین وساوسِ شیطانی ہی قرار دیتے ہیں اور مبتدی کو اِن باتوں کی جانب توجہ نہ دینے کی بھی تلقین کرتے ہیں، مگر یعقوب نانوتوی صاحب نے اس قول کے جواز کی راہ فراہم کی جس میں مساوات کا دعویٰ کیا گیا تھا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

اپنے گھر کا گند دیکھو تمہارے مذہب میں تو شیطان بھی حضور ﷺ کی صفات میں برابر ہے معاذ اللہ چنانچہ مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''جب رب نے گمراہ کو اتنا علم دیا کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو نبی کریم ﷺ جو سارے عالم کے ہادی ہیں انہیں بھی حاضر و ناظر بنایا تا کہ دوا بیماری سے کمزور نہ ہو''۔

(نور العرفان، ص ۱۸۴، الاعراف، آیت ۲۷)

معاذ اللہ دوا کمزور نہ ہو یعنی حضور کی صفت حاضر و ناظر قوت و طاقت میں شیطان کی صفت حاضر و ناظر کے برابر ہے۔[1]

الجواب: اگر کسی دیوبندی نے حلالی ماں کا دُودھ پیا ہے تو وہ ثابت کرے کہ اس عبارت میں شیطان کو (نعوذ باللہ) حضورِ اکرم ﷺ کی بعض صفات میں برابر قرار دیا گیا ہو، یہ تو دیوبندیوں کے اپنے شیطانی دماغ کی کشید ہے کہ وہ نعوذ باللہ اِس عبارت سے برابری سمجھ رہے ہیں، اور حیرت کی بات یہ ہے کہ جہاں پر تھانوی نے صبیان و بہائم کے ساتھ تشبیہ دی ہے، وہاں پر تو دیوبندی تشبیہ و مساوات کا اِنکار کرتے ہیں۔

حالانکہ دیوبندی ملاؤں نے خُود تشبیہ کو تسلیم کیا ہے، مگر اپنے گُناہوں پر پردہ ڈالنے کے لئے آج کل دیوبندی وہاں پر تشبیہ کو نہیں مانتے، اسکے علاوہ گنگوہی نے ''براہین قاطعہ'' میں شیطان کی وسعتِ علم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے (نعوذ باللہ) زیادہ

---

[1] دفاع ج 1 ص۔ 783 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

قرار دیا، مگر دیوبندیوں کو وہاں بھی کوئی گستاخی نظر نہیں آتی، اور یہاں اِس عبارت میں نعوذ باللہ ان خبیث ملاؤں کو برابری نظر آ گئی ہے، افسوس ہے اِن ملاؤں کی ذہنیت پر۔

حضرت قبلہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ کی تحریر کا مقصد صرف اِتنا ہے کہ دُنیا میں شیطانی قوتیں بھی ہیں اور رحمانی قوتیں بھی اور رحمانی قوتیں کسی طرح بھی شیطانی قوتوں سے کم نہیں، بلکہ شیطانی قوتیں رحمانی قوتوں کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ لوگ شیطانی قوتوں کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں تو مقبولانِ بارگاہِ الٰہی رحمانی قوتوں کے ذریعہ اُنہیں گمراہی کے گڑھے سے نکال کر شاہراہِ ہدایت پر گامزن کر دیتے ہیں، اگر رحمانی قوتیں شیطانی قوتوں سے کمزور ہوں تو مقبولانِ بارگاہِ رب العزت لوگوں کو کیسے شیاطین کے چنگل سے آزاد کرواتے۔

دیکھیں شیطان کے پاس اِستدراج ومکروفریب کی بے شُمار قوتیں ہیں اور شیطان نے لوگوں کو گُمراہ کرنے کا دعویٰ بھی کیا ہے، یہاں تک کہ وہ لوگوں کی رگوں میں خُون کے ساتھ دوڑتا ہے مگر اسکے باوجود رب تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کے لئے فرمایا کہ اُن پر شیطان کا داوٗ نہ چلے گا، جیسا کہ اِرشادِ ربانی ہے:

﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ﴾[1]

بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوا ان گمراہوں کے جو تیرا ساتھ دیں

دیکھیں شیطان تو انسان کی رگوں میں خُون کے ساتھ دوڑتا ہے اور لوگوں کو گُمراہ کرتا ہے۔ اُس کی اِس قوت کو دیوبندی بھی تسلیم کرتے ہیں، مگر ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزہ حاضر و ناظر کو تسلیم نہیں کرتے۔ تقاضائے عقل یہی ہے کہ نفوسِ قدسیہ کے کمالات شیطانی قوتوں سے زیادہ ہوں۔ مگر افسوس! کہ دیوبندی اسے برابری سمجھ رہے

[1] [الحجر:42]

ہیں، لعنت ہے خبیث ملاؤں کی عقل پر اور ایسی ذہنیت پر۔

اسی مفہوم کو "التفہیمات الالھیة" (جس کے حوالے موصوف نے نقل کئے ہیں) میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ اس میں مَرقوم ہے کہ:

واعلم ان الناس فی زمن موسیٰ علیہ السلام کانوا مشتغلین بالسحر متوغلین فیه فأنزل الله تعالی علی موسی علیه السلام معجزة العصا والید البیضاء فأعجزهم الله فی الفن الذی کانوا ماهرین فیه طامحین أبصارهم الیه لیکون أظهر للحجة وأقمع لاعتدادهم بالسحر وأزرأبه. وکان الناس فی زمن نبینا محمد ﷺ مشتغلین بالأشعار والخطب، وکان نباهة شانهم وعلوأمرهم بالفصاحة. فأنزل الله تعالی معجزة القرآن فأعجزهم، وتحدی منهم فکان أظهر لحجیته حیث أعجزهم فیما کانوا ماهرین فیه.

وکذلك أمر المجددین والأوصیاء من ورثة الأنبیاء فان صورة التجدید وتأویل الشریعة یکون مختلفا باختلاف الأقوام فاذا کان الشائع فیهم الخطابة وجب فی جود الله أن یکون تأویل الوصی وتفسیره للشریعة بلسان الخطابة، واذا کان الشائع فیهم البرهان وجب فی جود الله أن یکون تأویل الشریعة وتفسیره بلسان البرهان

أما هذا الوصی فانه وجد فی زمان شاع فیهم ثلاثة أشیاء: البرهان. وذلك لاختلاط علوم الیونانیین، واشتغال القوم بالکلام، حتی لا یکاد یوجد کلام فی العقائد الا ممزوجا بمناظرات برهانیة[1]

---

[1] التفہیمات الالٰهیه، تفہیم (33) ج1 ص110، اکادیمیة الشاہ ولی اللہ الدھلوی، حیدر آباد (سندھ) پاکستان

یعنی جاننا چاہئے کہ حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ میں لوگ سحر وجادو میں مشغول تھے اور انہیں اس میں انہماک حاصل تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصاء اور ید بیضاء کا معجزہ عطا فرمایا، پس رب تعالیٰ نے جادوگروں کے لئے اس فن میں عاجزی ظاہر کردی جس میں وہ ماہر تھے تاکہ وہ حجت زیادہ ظاہر ہو۔ اور ان کے سحر وجادو کا قلع قمع کر دیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ خطابت میں مشغول سمجھے جاتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے قُرآن حکیم کا معجزہ نازل فرمایا جس نے ان فصحاء وخطباء کو عاجز کر کے رکھ دیا اور ان کو چیلنج بھی دیا گیا تاکہ یہ بات حجت کے لئے زیادہ ظاہر ہو کہ وہ لوگ اس میں عاجز آ گئے جس میں وہ ماہر سمجھے جاتے تھے۔ اسی طرح معاملہ ہے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے وارثین مجددین اوصیاء کا ان کی تجدید کی صورت اختلاف اقوام کے باعث مختلف ہوتی ہیں اگر لوگوں میں خطابت شائع ہوتی ہے تو رب تعالی مجدد کو خطابت کی قوت عطا فرما دیتا ہے تو وہ تاویل وتفسیر شریعت کو زبان خطابت سے ظاہر کرتا ہے اسی طرح اگر لوگوں میں برہان شائع ہو تو مجدد تاویل وتفسیر شریعت کو بذریعہ برہان ظاہر کرتا ہے۔

بہرحال اس وصی نے اپنے زمانے میں تین چیزوں کو پھیلا ہوا پایا ایک برہان اور یہ علوم یونانیوں کے اختلاط کی وجہ سے تھے اور قوم کا کلام سے مشغول ہونا یہاں تک کہ عقائد میں کوئی بات ایسی نہیں پائی جاتی مگر مناظرات برہانیہ سے ملی ہوئی ہو۔

شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کو تمام صفات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برابر ماننے کا اعتراض

دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اور مولانا احمد رضا خان صاحب تو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو تمام صفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

برابر مانتے ہیں ان کی عبارت یہ ہے:

''حضور پُرنور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس و انور سید عالم ﷺ کے وارث کامل و نائب تام وآئینہ ذات ہیں کہ حضور پرنور ﷺ مع اپنی جمیع صفات جمال و جلال وکمال وافضال کے ان میں متجلی ہیں''۔ (فتاویٰ افریقہ، ص۱۱۶، سنی دارالاشاعت فیصل آباد[1]

الجواب: موصوف نے اگر اپنے انور شاہ کشمیری صاحب کی ''فیض الباری'' پڑھی ہوتی تو انہیں ہرگز یہ اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

محدث دیوبند انور شاہ کشمیری صاحب لکھتے ہیں کہ:

أمّا علماءُ الشريعة فقالوا: معناه أنَّ جوارحَ العبد تصيرُ تابعةً للمرضاة الإلهية، حتّى لا تتحرَّك إلَّا على ما يرضى به ربُّه. فإذا كانت غايةُ سمعِه وبصرِه وجوارحِه كلِّها هو اللهُ سبحانه، فحينئذٍ صَحَّ أن يقالَ: إنه لا يَسْمَعُ إلَّا له، ولا يتكلَّمُ إلَّا له فكأنَّ اللهَ سبحانه صار سمعَه وبصرَه.

قلتُ: وهذا عدولٌ عن حقِّ الألفاظ، لأنَّ قولَه: "كنتُ سمعَه" بصيغة المتكلِّم، يَدُلُّ على أنَّه لم يبق من المتقرِّب بالنوافل إلَّا جسدُه وشبحُه، وصار المتصرِّفُ فيه الحضرةَ الإلهيةَ فحسب، وهو الذي عناه الصوفية بالفناء في الله، أي الانسلاخ عن داوي نفسه، حتى لا يكونَ المتصرِّفُ فيه إلَّا هو. وفي الحديث لمعةٌ إلى وَحْدَةِ الوجود. وكان مشايخُنا مولعين بتلك المسألة إلى زمن الشاه عبد العزيز، أمّا أنا فلستُ بمتشدِّدٍ فيها:

ومن عَجَبٍ أنّى أَحِنُّ إليهم
وأسألُ عنهم دائمًا، وهم معي!

---

[1] دفاع ج1 ص۔783 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

وتبكيهم عينى، وهم فى سوادِها،
وتَشْتَاقُهم روحى، وهم بين أَضْلُعى

فائدةٌ: لابأسَ أن نعودَ إلى مبحث التجلّى وإن ذكرناه مِرَارًا.

فاعلم أن التجلِّى ضروبٌ وأمثالٌ تقام وتُنْصَبُ بين الرب وعبده لمعرفته تعالى. فتلك مخلوقةٌ، وهى التى تسمَّى برؤية الرب جلَّ مجده، وهذا كما فى القرآن العزيز فى قصة موسى عليه الصلاة والسلام: {فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَنْ بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ} [النمل: 8]، فالمرئى، والمَشَاهدُ لم يكن إلَّا النارَ، دون الرب جلَّ مجده، ولكنَّ اللهَ سبحانه لمَّا تجلَّى فيها قال: {يَا مُوسَى إِنِّي أَنَا اللَّهُ} [القصص: 30]. وما رأيتُ لفظًا موهمًا فى سائر القرآن أزيدَ من هذا، فانظر فيه أنه كيف سَمِعَ صوتًا من النار {إِنِّي أَنَا اللَّهُ}، فهو نارٌ. ثم صَحَّ قولُه: {إِنِّي أَنَا اللَّهُ} أيضًا. فالمتكلِّمُ فى المرئى كان هو الشجرة، ثم أسند تكلُّمَها إلى الله تعالى وذلك لأنَّ الربَّ جلَّ مجدُه لمَّا تجلَّى فيها صارت الواسطةُ لمعرفته إيَّاه هى الشجرةُ فأخذ المتجلَّى فيه حكمَ المتجلِّى بنفسه بنحو تجريدٍ وهذا الذى قلنا فيما سبق: أنَّ المرئى فى التجلِّى لا تكون إلَّا الصورَ، والمرمى يكون هو الذات، وإنَّما تجلَّى ربُّه فى النَّار لحاجة موسى عليه الصلاة والسلام إليها ولو كانت له حاجةٌ إلى غيرها لرآه فى غيرها:

فرآه نارًا، وهو نورٌ
فى الملوك، وفى العَسَس
لو جاء يَطْلُبُ غيرَه
لرآه فيه، وما انْتَكَس

فأمثالُ تلك الأحاديث عندى تَرْجِعُ إلى مسألة التجلِّى فإن فَهِمْتَ

معنى التجلّي، كما هو حقُّه وبلغت مَبْلَغَهُ فدع الأمثالَ والصورَ المنصوبةَ، وارق إلى ربّك حنيفًا. فإنّه إذا صَحَّ للشجرة أن ينافي فيها: بـ{إِنِّي أَنَا اللَّهُ}، فما بالُ المتقرِّب بالنوافل أن لا يكونَ اللهُ سمعَه وبصرَه. كيف وأن ابن آدم الذي خُلِقَ على صورة الرحمن ليس بأَدْوَن من شجرة موسى عليه الصلاة والسلام"۔[1]

یعنی علماء شریعت نے کہا کہ اس کی معنی ہیں کہ بندہ کے جوارح مرضی مولیٰ کے تابع ہوجاتے ہیں اور وہ مرضی مولیٰ کے سواء حرکت نہیں کرتا پس جب اس کے سمع وبصر کی غایۃ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے ہوتی ہے تو اس وقت صحیح ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ سنتا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اور کلام کرتا ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کے لئے کیونکہ حدیث کے الفاظ مَیں اس کا کان ہو جاتا ہوں متکلم کے صیغہ کے ساتھ ہیں جو اس بات پر دلالت کررہے ہیں کہ نوافل کے ذریعے تقرب حاصل کرنے والے کا صرف جسم باقی بچا ہے جس میں اللہ تعالیٰ متصرف ہے اس کو صوفیہ فناء فی اللہ یعنی نفس کی بیماریوں سے بندے کا نکل جانا سے تعبیر کرتے ہیں یہاں تک کہ بندہ میں متصرف نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ۔

اس حدیث میں وحدۃ الوجود کی جھلک ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تک ہمارے مشائخ اس مسئلہ کے عاشق تھے، بہرحال مَیں تو اس مسئلہ میں متشدد نہیں ہوں اور عجب ہے کہ میں ان کا مشتاق ہوں حالانکہ وہ میرے پاس ہیں، لیکن میں ان کے بارے میں سوال کرتا ہوں اور ان پر میری آنکھیں روتی ہیں حالانکہ وہ میرے خیال میں ہیں میری روح ان کی مشتاق ہے حالانکہ وہ میرے پہلوؤں کے درمیان ہے۔

فائدہ: کوئی حرج نہیں کہ ہم تجلّی کی بحث کی جانب واپس لوٹیں اگرچہ ہم نے اس کو بارہا ذکر

---

[1] فیض الباری، ج6 ص272,271,270، دارالکتب العلمیہ بیروت

کیا ہے۔

پس جاننا چاہئے کہ تجلی کی کچھ قسمیں اور مثال ہیں پس وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لئے رب تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان کھڑی ہیں پس یہ مخلوق ہیں اور یہ وہی ہیں رؤیت باری تعالیٰ نام رکھا گیا جیسا کہ قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں مذکور ہے کہ:

پس مرئی اور مشاہد آگ کے سوا کوئی دوسری چیز نہ تھی لیکن جب رب تعالیٰ نے اس میں تجلی فرمائی تو فرمایا: پھر جب آگ کے پاس آیا ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا۔

پس میں نے پورے قرآن حکیم میں اس سے زیادہ وھم میں ڈالنے والے الفاظ نہیں دیکھے پس اس میں غور کرنا چاہئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ میں سے :اے موسیٰ بے شک میں ہی ہوں اللہ ! کی آواز کیسے سنی جبکہ وہ تو آگ تھی ۔ پھر رب تعالیٰ کا فرمان : میں ہی ہوں اللہ ! بھی صحیح ہے، پس متکلم مرئی میں وہ درخت تھا پھر اس کے تکلم کی اسناد اللہ تعالیٰ کی جانب کی گئی وہ اس لئے کہ رب تعالیٰ نے جب درخت میں تجلی فرمائی تو درخت اللہ تعالیٰ کی معرفت کا واسطہ بنا۔ متجلی فیہ نے متجلی کا حکم بطریق تجرید لے لیا، یہ وہ باتیں ہیں جن کے بارے میں ہم پہلے بتا چکے ہیں تجلی میں مرئی صورتوں کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوتا، مرئی ذات ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے آگ میں تجلی اس لئے فرمائی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگ کی ضرورت تھی اگر ان کو کسی دوسری چیز کی ضرورت ہوتی تو دوسری چیز میں تجلی ہوتی۔

پس اس کو آگ دیکھا حالانکہ وہ نُور ہے، جو کہ بادشاہوں اور کم درجہ لوگوں میں متجلی ہے اگر وہ دوسری چیز طلب کرتا تو اس میں اللہ تعالیٰ کو دیکھتا۔

ان احادیث کی مثالیں میرے نزدیک مسئل متجلی کی جانب راجع ہیں، پس اگر تم نے تجلی کے معنیٰ سمجھ لئے جیسا کہ اس کا حق ہے اور اس کی تہہ تک پہنچ چکے تو مثالوں اور صورتوں کو چھوڑ دو اور رب تعالیٰ کی جانب راغب ہو جاؤ جب درخت سے: میں ہی ہوں اللہ ! کی ندا ء آسکتی

ہے تو متقرب نوافل کا حال اور مقام کیا ہوگا؟ اور اللہ تعالیٰ اس کا سمع وبصر کیوں نہیں ہوسکتا اور ایسا کیوں نہ ہوا ابنِ آدم تو صورت رحمٰن پر پیدا ہوا ہے اور وہ کسی حال میں شجر موسیٰ علیہ السلام سے کم نہیں۔

پس اگر موصوف میں ہمت ہے تو لگائیں فتویٰ انور شاہ کشمیری صاحب پر جنہوں نے درخت کے بارے میں لکھا کہ جب رب تعالیٰ نے درخت پر تجلی فرمائی تو یہ درخت معرفتِ الٰہی کا وسیلہ بن گیا۔ پس متجلی فیہ یعنی درخت نے متجلی (تجلی ڈالنے) والے کا حکم لیا اور ابنِ آدم تو صورۃ رحمن پر پیدا ہو رہے ہے، وہ کسی حال میں بھی شجرہ موسیٰ علیہ السلام سے کم نہیں۔ اب موصوف اپنے انور شاہ کشمیری صاحب پر کون سا فتویٰ لگاتے ہیں؟
کیا انور شاہ کشمیری صاحب کے لئے یہ لکھیں گے کہ اس نے درخت اور انسان کو اللہ تعالیٰ کے برابر کر دیا جبکہ اس نے صاف لکھا ہے کہ متجلی فیہ نے متجلی کا حکم لے لیا۔ انور شاہ کو تو درخت اللہ تعالیٰ کے حکم میں نظر آ رہا ہے۔
علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:
كما قال للنبي عليه الصلاة والسلام (لولاك لما خلقت الكون) وكان العالم مرآة يظهر فيه آيات كمال الحق وجلاله والإنسان هو المشاهد لآيات الجمال والجلال في مرآة العالم وهو مرآة يظهر فيه مرآة العالم وما يظهر فيه كما قال تعالى وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ وهذا تحقيق قوله (من عرف نفسه فقد عرف ربه) لان نفسه مرآة جمال ربه وليس أحد غير الإنسان يشاهد حال ربه في مرآة العالم ومرآة نفسه بإراءة الحق كما قال سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا إلخ فاعرف فقدرك لتعرف فقدر ربك يامسكين۔ [1]

[1] روح البیان: ج1 ص269، دار الفکر-بیروت

یعنی جیسا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فرمایا اگر تمہیں پیدا نہ کرتا تو کائنات کو پیدا نہ کرتا۔ اسی طرح عالم ایک آئینہ ہے جس میں حق تعالیٰ کی آیات اور اس کا جلال ظاہر ہوتا ہے۔ اور انسان آئینہ عالم میں جلال و جمال کو مشاہدہ کرتا ہے اور وہ خُود ایسا آئینہ ہے جس میں آئینہ عالم ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔ اور یہی تحقیق ہے جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے بے شک رب تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی ، کیونکہ انسان جمال رب تعالیٰ کا آئینہ ہے اور سوائے انسان کے کوئی دوسرا نہیں جو آئینہ عالم میں جمال رب تعالیٰ کا مشاہدہ کرے اور اسی طرح اپنے آئینہ میں رب تعالیٰ کے دکھلانے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ''ابھی ہم اُنہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود اُن کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کُھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے، الآیہ۔ پس اے مسکین اپنی قدر کو پہچانو تا کہ تم رب تعالیٰ کی قدر کو پہچان سکو۔

اب موصوف علامہ اسماعیل حقی پر کیا فتویٰ لگاتے ہیں؟

انہوں نے تو تمام عالم کو حق تعالیٰ کا آئینہ قرار دیا ہے۔

مولانا برکات احمد کی قبر میں خُوشبو

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ: اور مولوی احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب اپنے پیر بھائی برکات احمد کی قبر میں اُترا تو:

''دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی''۔ (ملفوظات، حصہ دوم، ص ۲۵، مطبوعہ بریلی طبع اول)

لیجئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی خوشبو کی صفت میں آپ کا مولوی شریک ہے۔[1]

الجواب: یہ مکمل واقعہ ملاحظہ فرمائیں، سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ

---

[1] دفاع ج1 ص۔783 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

''حضرت کے شاگرد مولوی برکات احمد صاحب مرحوم کہ میرے پیر بھائی اور حضرت پیرومرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فدائی تھے۔ کم ایسا ہوا ہوگا کہ حضرت پیرومرشد کا نام پاک لیتے اور اِن کے آنسو رواں (یعنی جاری) نہ ہوتے، جب ان کا انتقال ہوا اور مَیں دفن کے وقت ان کی قبر میں اُترا، مجھے بلا مبالغہ وہ خُوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی۔ اِن کے اِنتقال کے دن مولوی سیّد امیر احمد صاحب مرحُوم خواب میں زیارتِ اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں، عرض کی، یا رسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضور کہاں تشریف لے جاتے ہیں؟ فرمایا: برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے''۔[1]

قارئین کرام! اصل واقعہ یہ ہے جس پر اِعتراض کر کے دیوبندی موصوف نے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ اِس واقعہ میں ذِکر موجود ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سچے اُمتی کی نمازِ جنازہ میں تشریف فرما ہوئے۔ اَمکنہ متعدّدہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رُوحانی آمد کو حضرت علّامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تسلیم کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

أَنَّهُ مِنْ بَابِ عِظَمِ جُثَّةِ الْوَلِيِّ بِحَيْثُ مَلَأَ الْكَوْنَ فَشُوهِدَ فِي كُلِّ مَكَانٍ، كَمَا قُرِّرَ بِذَلِكَ شَأْنُ مَلَكِ الْمَوْتِ وَمُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ حَيْثُ يُقْبَضُ مَنْ مَاتَ فِي الْمَشْرِقِ وَفِي الْمَغْرِبِ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ وَيُسْأَلُ مَنْ قُبِرَ فِيهِمَا فِي السَّاعَةِ الْوَاحِدَةِ فَإِنَّ ذَلِكَ أَحْسَنُ الْأَجْوِبَةِ فِي الثَّلَاثَةِ وَلَا يُنَافِي ذَلِكَ رُؤْيَتَهُ عَلَى صُورَتِهِ الْمُعْتَادَةِ، فَإِنَّ اللَّهَ يَحْجُبُ الزَّائِدَ عَنِ الْأَبْصَارِ أَوْ يُدْمِجُ بَعْضَهُ فِي بَعْضٍ، كَمَا قِيلَ بِالْأَمْرَيْنِ فِي رُؤْيَةِ جِبْرِيلَ فِي صُورَةِ دِحْيَةَ وَخِلْقَتُهُ الْأَصْلِيَّةُ أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ بِحَيْثُ إِنَّ

[1] ملفوظات، حصہ دوم، ص204-205، مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ، کراچی

جَنَاحَيْنِ مِنْ أَجْنِحَتِهِ يَسُدَّانِ الْأُفُقَ.

وَهَا أَنَا أَذْكُرُ بَعْضَ كَلَامِ الْأَئِمَّةِ فِي ذَلِكَ. قَالَ الْعَلَّامَةُ علاء الدين القونوي فِي تَأْلِيفٍ لَهُ يُسَمَّى الْإِعْلَامَ، مَا نَصُّهُ: وَفِي الْمُمْكِنِ أَنْ يَخُصَّ اللَّهُ تَعَالَى بَعْضَ عِبَادِهِ فِي حَالِ الْحَيَاةِ بِخَاصِّيَّةٍ لِنَفْسِهِ الْمَلَكِيَّةِ الْقُدُسِيَّةِ، وَقُوَّةٍ لَهَا يَقْدِرُ بِهَا عَلَى التَّصَرُّفِ فِي بَدَنٍ آخَرَ غَيْرَ بَدَنِهَا الْمَعْهُودِ مَعَ اسْتِمْرَارِ تَصَرُّفِهَا فِي الْأَوَّلِ، وَقَدْ قِيلَ فِي الْأَبْدَالِ: إِنَّهُمْ إِنَّمَا سُمُّوا أَبْدَالًا؛ لِأَنَّهُمْ قَدْ يَرْحَلُونَ إِلَى مَكَانٍ وَيُقِيمُونَ فِي مَكَانِهِمُ الْأَوَّلِ شَبَحًا آخَرَ شَبِيهًا بِشَبَحِهِمُ الْأَصْلِيِّ بَدَلًا عَنْهُ، وَإِذَا جَازَ فِي الْجِنِّ أَنْ يَتَشَكَّلُوا فِي صُوَرٍ مُخْتَلِفَةٍ فَالْأَنْبِيَاءُ وَالْمَلَائِكَةُ وَالْأَوْلِيَاءُ أَوْلَى بِذَلِكَ، وَقَدْ أَثْبَتَ الصُّوفِيَّةُ عَالَمًا مُتَوَسِّطًا بَيْنَ عَالَمِ الْأَجْسَادِ وَعَالَمِ الْأَرْوَاحِ سَمَّوْهُ عَالَمَ الْمِثَالِ، وَقَالُوا: هُوَ أَلْطَفُ مِنْ عَالَمِ الْأَجْسَادِ وَأَكْثَفُ مِنْ عَالَمِ الْأَرْوَاحِ وَبَنَوْا عَلَى ذَلِكَ تَجَسُّدَ الْأَرْوَاحِ وَظُهُورَهَا فِي صُوَرٍ مُخْتَلِفَةٍ مِنْ عَالَمِ الْمِثَالِ، وَقَدْ يُسْتَأْنَسُ لِذَلِكَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: {فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا} [مريم: 17]، فَتَكُونُ الرُّوحُ الْوَاحِدَةُ كَرُوحِ جِبْرِيلَ مَثَلًا فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ مُدَبِّرَةً لِشَبَحِهِ الْأَصْلِيِّ وَلِهَذَا الشَّبَحِ الْمِثَالِيِّ وَيَنْحَلُّ بِهَذَا مَا قَدِ اشْتَهَرَ نَقْلُهُ عَنْ بَعْضِ الْأَئِمَّةِ أَنَّهُ سَأَلَ بَعْضَ الْأَكَابِرِ عَنْ جِسْمِ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ: أَيْنَ كَانَ يَذْهَبُ جِسْمُهُ الْأَوَّلُ الَّذِي سَدَّ الْأُفُقَ بِأَجْنِحَتِهِ لَمَّا تَرَاءَى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صُورَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ عِنْدَ إِتْيَانِهِ إِلَيْهِ فِي صُورَةِ دِحْيَةَ؟ وَقَدْ تَكَلَّفَ بَعْضُهُمُ الْجَوَابَ عَنْهُ بِأَنَّهُ يَجُوزُ أَنْ يُقَالَ: كَانَ يَنْدَمِجُ بَعْضُهُ فِي بَعْضٍ إِلَى أَنْ يَصْغُرَ حَجْمُهُ فَيَصِيرَ بِقَدْرِ صُورَةِ دِحْيَةَ، ثُمَّ يَعُودَ يَنْبَسِطُ إِلَى أَنْ يَصِيرَ كَهَيْئَتِهِ الْأُولَى وَمَا ذَكَرَهُ الصُّوفِيَّةُ أَحْسَنُ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ جِسْمُهُ الْأَوَّلُ بِحَالِهِ لَمْ يَتَغَيَّرْ، وَقَدْ أَقَامَ اللَّهُ لَهُ شَبَحًا آخَرَ، وَرُوحُهُ تَتَصَرَّفُ فِيهِمَا جَمِيعًا فِي

وَقْتٍ وَاحِدٍ، وَ كَذٰلِكَ الْأَنْبِيَاءُ، وَلَا بُعْدَ فِي ذٰلِكَ، لِأَنَّهُ إِذَا جَازَ إِحْيَاءُ الْمَوْتٰى لَهُمْ وَقَلْبُ الْعَصَا ثُعْبَانًا وَأَنْ يُقَدِّرَهُمُ اللّٰهُ عَلٰى خِلَافِ الْمُعْتَادِ فِي قَطْعِ الْمَسَافَةِ الْبَعِيدَةِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فِي لَحْظَةٍ وَاحِدَةٍ إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْخَوَارِقِ فَلَا يَمْتَنِعُ أَنْ يَخُصَّهُمْ بِالتَّصَرُّفِ فِي بَدَنَيْنِ وَأَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَعَلٰى هٰذَا الْأَصْلِ تَخْرُجُ مَسَائِلُ كَثِيرَةٌ وَتَنْحَلُّ بِهٖ إِشْكَالَاتٌ غَيْرُ يَسِيرَةٍ۔[1]

لہٰذا اس واقعہ کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اِس نماز جنازہ میں حاضر ہوئے تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی وجہ سے مولانا برکات احمد کی قبر سے خُوشبو محسوس ہو رہی تھی ،مگر دیوبندی موصوف نے جہالت کی وجہ سے یہ سمجھ لیا کہ:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی خُوشبو کی صفت میں آپ کا مولوی شریک ہے''۔[2]

ایسے جاہل آدمی کا ہم کیا کریں جسے ہر بات اُلٹی نظر آتی ہے۔ موصوف کے اِعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ میں موصوف کسی عزیز الرحمن دیوبندی جیسے مُلّاں کی صحبت میں رہے ہیں اور موصوف کے ساتھ صابر شاہ دیوبندی والا وہ سلوک ہوا ہے اِس لئے موصوف کو علمی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ صرف وہی باتیں سمجھ میں آتی ہیں جو عزیز الرحمن دیوبندی جیسے ملاں نے اپنے مخصوص طریقے سے سمجھائی ہیں۔

اعتراض(۵۷): حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ علم میں بڑھ سکتے ہیں (نعوذ باللہ)

اعتراض(۵۸): حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد روضہ اطہر گرانا واجب ہے۔[3]

الجواب: ان دونوں اعتراضات کے متعلق سابقہ صفحات میں تفصیل سے لکھا گیا ہے وہیں ملاحظہ فرمائیں

---

[1] الحاوی للفتاوی، ج1 ص256_255، دار الفکر للطباعة والنشر، بیروت-

[2] دفاع ج1 ص783 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[3] دفاع ج1 ص783-785 مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ

اعتراض(۵۹): حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر سے بھی تھوڑا علم ہے کہ دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔ نعوذ باللہ۔ یہ غلیظ عنوان قائم کر کے رضاخانی لکھتا ہے:

''مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا کہ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں (براہین قاطعہ، ص ۵۵) تو گویا کہ دیوبندی مذہب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے نعوذ باللہ، مگر دیوبندی دھرم میں کافر کو دیوار کے پیچھے کا علم ہے۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ: اور کشف سے کہ لوگ اس کو بڑی چیز سمجھتے ہیں کہ جو چیز سب لوگ دیوار کی پرلی طرف جا کر دیکھ سکتے ہیں وہ اس نے یہاں بیٹھے دیکھ لی یہ بات تو کافر کو بھی حاصل ہو سکتی ہے''۔

(اضافات الیومیہ، ج ۱۰، ص ۲۴۸)

جو روایت مولوی خلیل احمد نے شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کی ہے اس کو شیخ موصوف صحیح نہ شد فرماتے ہیں (مدارج النبوۃ، ج ۱، ص ۷)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۷، دیوبندی مذہب، ص ۱۹۰)

الجواب: اول بات تو یہ ہے کہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری۔۔نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں مدارج النبوۃ کے حوالے سے نقل نہیں کیا بلکہ مطلقاً شیخ کی طرف منسوب کر کے نقل کیا لہٰذا اب اگر شیخ کی کسی کتاب سے اس روایت کا ثبوت مل جائے تو ہمارے لئے کافی ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

"بداں کہ ایں دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از پس و پیش [پیش و پس] بطریق خرق عادت بود بوحی یا الہام [بالہام] و گاہ گاہ بودنہ دائم و موئد آن است آنچہ در خبر آمدہ است [کہ] چوں ناقہ آنحضرت گم شد دور [ودر] نیافت کہ کجا رفت منافقاں گفتند کہ محمدی گوید کہ خبر

آسماں می رسانم ونمی داخذ [داند] که ناقه او کجا است پس فرموده [فرمود] آنحضرت واللہ من نمی دانم مگر آنچا بدانا ندمرا پروردگار من اکنوں بنمود مرا پروردگار که من وے [من که وے] درجائے چنیں و چناں است و مہار وے در شاخ درخت بند شد [شده] است و نیز فرموده [است] که "من بشرم [بشرام] نمی دانم که در پس ایں دیوار چیست یعنی بے نانیدن [بے دانانیدن] حق سبحانه"۔

(اشعۃ اللمعات: جلد۱، ص ۳۶۵، مکتبہ نوریہ رضویہ)

ترجمہ: جان لے کہ دیکھنا آنحضرت ﷺ کا آگے سے اور پیچھے سے بطور خرق عادت تھا وحی اور الہام سے کبھی کبھی تھا نہ ہمیشہ اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی ناقہ مبارکہ گم ہوگئی تھی اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کہاں گئی تو منافقوں نے کہا کہ محمد ﷺ کہتے ہیں کہ میں آسمان کی خبر دیتا ہوں اور ان کو کچھ خبر نہیں کہ ناقہ کہاں ہے۔ تب آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قسم اللہ کی کہ میں نہیں جانتا مگر وہ کہ پروردگار مجھ کو بتلا دے اب میرے پروردگار نے مجھ کو بتلا دیا ہے کہ فلاں جگہ اس کی مہار ایک درخت کی شاخ میں بندھی ہوئی ہے اور ایک یہ بھی کہ "حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں بشر ہوں میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے یعنی بے بتلائے حق سبحانہ وتعالیٰ"۔

پس اگر یہ گستاخی ہے تو سب سے پہلے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا گریبان پکڑا جائے۔[1]

الجواب: گنگوہی نے اس روایت کو جہاں سے بھی نقل کیا ہو تو بھی خیانت کا اِرتکاب کیا ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں۔

گنگوہی نے اگر اس روایت کو "مدارج النبوۃ" سے نقل کیا ہے تو بھی گنگوہی نے خیانت کی ہے۔ اِس لئے کہ "مدارج النبوۃ" میں حضرت شیخ محقق، حضرت عبدالحق محدث

[1] دفاع ج1 ص786-787-788، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

دہلوی علیہ الرحمۃ نے اِس روایت کیلئے لکھا ہے کہ:

"جوابش آں ست کہ ایں سخن اصلی ندارد در روایت بداں صحیح نشدہ است"۔[1]

"دیوار کے پیچھے نہ جاننے کا جواب یہ ہے کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں اور کوئی بھی صحیح روایت اِس قول کے ساتھ موجود نہیں"۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ تو شدت کے ساتھ دیوار کے پیچھے نہ جاننے والی روایت کا اِنکار کر رہے ہیں، مگر گنگوہی نے جھوٹ بولتے ہوئے اِس کی اسناد حضرت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب کر دی۔

وجہ نمبر ۲: اگر بقول دیوبندیوں کے یہ بات صحیح بھی ہو کہ گنگوہی نے اِس روایت کو "اشعۃ اللمعات" سے نقل کیا ہے تو بھی خیانت کا اِرتکاب کیا ہے۔ اس لئے شیخ محقق رحمۃ اللہ

---

[1] مدارج النبوۃ، ج1ص7در مطبع منشی نول کشور لکھنؤ

"لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح" (ج2ص562، مکتبہ علوم اسلامیہ اردو بازار، لاہور) جوکہ شیخ محقق رحمہ اللہ کی ہی عربی زبان میں شرح مشکاۃ ہے اس میں فرماتے ہیں کہ:

"وقیل: لاأصل لذلک الخبر أی قولہ: انی لاأعلم ماوراء جداری"۔

قال السخاوی فی المقاصد، ص413(932): قال شیخنا (أی الحافظ): لاأصل لہ۔۔۔

وقال فی الأجوبۃ المرضیۃ (2/565): فقلت: لا أعلم لہ اسنادا۔۔۔۔ وقال (2/568): لم أقف لہ علی اسناد۔۔۔

وقال المناوی فی فیض القدیر، ج1ص189: "قال الحافظ ابن حجر: وأما ما اشتہر من خبر "لا أعلم ما وراء جداری" فلا أصل لہ وبفرض ورودہ فالمراد بہ أنہ لا یعلم الغیب الا باطلاعہ تعالی"۔

وقال العجلونی فی کشف الخفاء، ج2ص209: قال الحافظ ابن حجر: لاأصل لہ۔۔۔

علیہ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ: "یعنی بے دانا نیدن حق سبحانہ"۔[1]
یعنی اللہ تعالیٰ کے بتلانے کے بغیر۔
گنگوہی نے اگر اس مقام سے روایت نقل کی ہے تو بھی مذکورہ الفاظ کو نقل نہ کر کے خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔
موصوف کا یہ کہنا کہ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ کا گریبان پکڑا جائے، تو بات موصوف کی قطعاً دُرست نہیں۔ اِس لئے کہ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے تو اِس روایت کی تردید کر دی ہے اور "اشعۃ اللمعات" میں بھی ہے: "بے دانا نیدن حق سبحانہٗ۔
کی قید عائد کر دی ہے۔ لہٰذا حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ تو بری الذمہ ہیں۔ ہاں البتہ گنگوہی صاحب ضرور خیانت کے مُرتکب قرار پاتے ہیں، اور پھر دیوبندیوں کا یہ کہنا کہ یہ قول اشعۃ اللمعات سے نقل کیا گیا ہے، عذرِ لنگ ہے۔ اور کسی طرح بھی گنگوہی جی بری الذمہ قرار نہیں پاتے اِس لئے کہ اِس صورت میں بھی گنگوہی جی کا قلیل المطالعہ ہونا ثابت ہوتا ہے کہ "مدارج النبوۃ" مشہور و معروف و متداول کتاب ہے۔
جلیل القدر علماء اِس کتاب کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے "مدارج النبوۃ" میں اِس روایت کی تردید کی ہے اور وہ تردید بھی "مدارج النبوۃ" کے اِبتدائی صفحات میں مرقوم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گنگوہی جی کو پُوری زندگی "مدارج النبوۃ" کا مطالعہ نصیب نہیں ہوا۔ حالانکہ گنگوہی نے "فتاویٰ رشیدیہ" میں "مدارج النبوۃ" کا حوالہ دیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ گنگوہی جی نے جان بُوجھ کر خیانت کا اِرتکاب کیا اور حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی جو تردید کی اُس کو عوام الناس کی نظروں سے چھپایا۔

---

[1] اشعۃ اللمعات ترجمہ فارسی مشکوٰۃ المصابیح، ج1 ص392، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

اعتراض: دیو بندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''جہاں تک رضا خانی نے یہ لکھا کہ شیخ نے صحیح نہ شد فرمایا تو بھلا اس سے ہمارا کیا نقصان؟ کیونکہ رضا خانی مفتی احمد یار خاں لکھتا ہے: ''صحیح نہ ہونے سے ضعیف ہونا لازم نہیں کیونکہ صحیح کے بعد درجہ حسن باقی ہے۔ (جاء الحق، ص:۴۰۷)''۔ [۱]

الجواب: اِس کا مطلب یہ ہوا کہ دیو بندیوں کے نزدیک دیوار کے پیچھے نہ جاننے والی روایت قابلِ احتجاج ہے۔ اگر دیو بندیوں میں ہمت ہے تو آئیں اِس روایت کو قابل احتجاج ثابت کریں، اگر کسی دیو بندی نے اپنی ماں کا حلالی دُودھ پیا ہے تو وہ اس روایت کو شیخ محقق سے دُرست ثابت کرے، اور جہاں تک بات ہے مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ کے قاعدے کی تو وہ قاعدہ بالکل دُرست ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا وہ قاعدہ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ کی عبارت پر منطبق ہوتا ہے؟ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ کی مکمل عبارت کچھ یُوں ہے: ''جوابش آں است کہ ایں سخن اصلی ندارد در روایت بداں صحیح نہ شدہ است''۔ [۲]

اِس اِعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں اور اس قول کے ساتھ کوئی صحیح روایت موجود نہیں۔ دیکھیں حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ تو اِعتراض کے جواب میں مذکورہ قول نقل کر رہے ہیں کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں۔

اگر یہ روایت حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ کے نزدیک حسن درجہ کی ہو پھر تو حضرت شیخ محقق کا جواب دینا ہی فضول ثابت ہوگا، اسلئے جس کو وہ رڈ کر رہے ہیں، اِسی بات کا اثبات دیو بندی ان کے جملہ سے کر رہے ہیں۔ اگر یہ روایت حسن درجہ کی ہو تو پھر کوئی ہمیں سمجھائے کہ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ کے جواب دینے کا فائدہ کیا ہوا؟ لہٰذا لامحالہ ماننا پڑھے گا کہ یہ

---

[۱] دفاع، ج1 ص788، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[۲] مدارج النبوۃ، ج ا ص7 در مطبع منشی نول کشور لکھنؤ

روایت نہ صحیح ہے اور نہ ہی حسن اور نہ ہی قابل احتجاج، اس لئے موصوف کا یہ لکھنا کہ:

''شیخ نے صحیح نہ شد فرمایا تھا تو بھلا اس سے ہمارا کیا نقصان''۔ [1]

سراسر جہالت و بے وقوفی ہے، اور قواعد کا غلط استعمال کر رہے ہیں۔ بہرکیف یہ روایت حضرت شیخ محقق کے نزدیک بھی نا قابل احتجاج ہے۔ اُنہوں نے ''وروایت بداں صحیح نہ شدہ است'' کے ساتھ ''ایں سخن اصل ندارد'' بھی لکھا ہے اور اس روایت کو رڈ کرنے کی خاطر لکھا ہے۔ لہٰذا قواعد کا غلط استعمال کر کے اِس روایت کو حسن قرار دینا مُراد مصنف کے بھی خلاف ہے، اور گنگوہی جی کا ان کی اُدھوری اور نا تمام عبارت کو لکھنا خیانت و قلت مطالعہ کو ثابت کرتا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''اس اعتراض سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو احمد رضا خان کے ملفوظات میں منقول ہے کہ:

''ایک دفعہ جبرئیل کل حاضری کا وعدہ کر کے چلے گئے دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتظار ہے کافی انتظار کے بعد جب باہر جا کر دیکھا تو جبرئیل باہر تشریف فرما ہیں الخ۔۔۔''۔ (ملخصاً ملفوظات ص ۳۵۴)

فاضل بریلی کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ ''دیوار کے پیچھے کون ہے'' ورنہ انتظار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟۔ اور نہ ہی اس بات کا علم تھا کہ چارپائی کے نیچے کیا ہے تو رضا خانیوں کو چاہئے کہ ہم پر بکواس کرنے سے پہلے اپنی چارپائی کے نیچے جھاڑو پھیریں۔ اب کفر کا فتویٰ احمد رضا خان پر جائے گا اور یہی اہل بدعت کی علامت ان کے بڑوں نے لکھی ہے''۔ [2]

---

[1] دفاع، ج1 ص788، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص788–789، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

الجواب: موصوف کا یہ اعتراض بھی جہالت کی پیداوار ہے اِس لئے کہ ہم نے دیوبندی موصوف کے بزرگوں سے جو عبارت نقل کی ہے، اُس میں اِن کا عقیدہ لکھا ہوا ہے کہ وہ حضورِ اکرم ﷺ کے لئے دیوار کے پیچھے علم نہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں، اور اس سلسلے میں انہوں نے حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی اَدھوری عبارت کو نقل کر کے اپنے عقیدۂ بد کا نشانہ بنایا ہے۔ موصوف میں اگر ہمت ہے تو موصوف ہمارے مستند عالم دین کا حوالہ پیش کریں، جس میں اُنہوں نے دیوار کے پیچھے علم نہ ہونے کا عقیدہ لکھا ہو، جہاں تک بات سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ''ملفوظ'' کی ہے تو اِس میں ایسی کوئی بات نہیں، جس سے پس دیوار علم نہ ہونے کا عقیدہ ثابت ہوتا ہو۔ اِس ''ملفوظ'' سے پس دیوار کے علم نہ ہونے کا نظریہ کشید کرنا یہ موصوف کا اپنا عقیدہ و نظریہ تو ہو سکتا ہے لیکن سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں۔ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی "الدولۃ المکیہ" ایک مبسوط اور شاہکار تصنیف ہے، جس میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضورِ اکرم، نورِ مجسم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وُسعتِ علمی کو ثابت کیا ہے اور مخالفین و معاندین کو کثرتِ دلائل کے ساتھ ششدر و مبہوت کر دیا ہے۔

دیوبندی موصوف نے ''ملفوظ'' والے اِس واقعہ سے دو باتیں پسند کی ہیں۔

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِس بات کا علم نہیں تھا کہ دیوار کے پیچھے کون ہے؟

(۲) اور نہ ہی اِس بات کا علم تھا کہ چار پائی کے نیچے کیا ہے۔[1]

قارئین کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ''ملفوظات'' میں بیان کردہ واقعہ کتبِ احادیث میں موجود ہے۔ اِس لئے موصوف نے جو نتیجہ اَخذ کیا ہے، وہ موصوف کا الزامی جواب نہیں بلکہ دیوبندیوں کا نظریہ سمجھا جائے گا، کیونکہ واقعہ کتبِ

---

[1] دفاع، ج1 ص788، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

احادیث میں موجود ہے اور جو نتیجہ اَخذ کیا گیا ہے وہ دیوبندیوں کی کتاب ہے۔
لہٰذا دیوبندیوں کے عقیدے کے مطابق نعوذ باللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صرف دیوار کے پیچھے کا علم نہیں بلکہ چار پائی کے نیچے تک کا بھی علم نہیں۔ ایسے ظالم، کم بخت لوگوں کا ہم کیا کریں؟ جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیع تر کمالات کو بالکل ہی کالعدم قرار دے دیا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دیوار کے پیچھے بلکہ چار پائی کے نیچے تک کا علم ماننے کے لئے تیار نہیں، جبکہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشادِ گرامی ہے:
"عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا". [1]
''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے زمین میرے لئے سمیٹ دی یہاں تک کہ مَیں نے زمین کے مشرقوں و مغربوں کو بھی دیکھ لیا''۔ اور حدیث مبارکہ:
"فعلمت ما في السماوات وما في الأرض". [2]
''پس مَیں نے جان لیا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے''۔
مگر دیوبندی کم بخت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چار پائی کے نیچے تک کا علم ماننے کے لئے بھی تیار نہیں۔ حالانکہ یہ وہ معاملات ہیں، جن کا انکشاف اَدنیٰ کشف سے بھی ہوجاتا ہے۔ صاحبِ کشف اس جانب متوجہ ہوتے تو اُن پر یہ معاملات منکشف ہوجاتے ہیں۔
ایسے بے شمار واقعات علمائے اِسلام کی کتب میں موجود ہیں، بلکہ خُود دیوبندیوں نے اپنے

---

[1] صحيح مسلم، بَابُ هَلَاكِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ، (2889)
وانظر: رسائل علم غيب رسول صلى الله عليه وآله وسلم بتخريجي
[2] السنن الترمذي، باب: ومن سورة ص (3233)
وانظر: رسائل علم غيب رسول صلى الله عليه وآله وسلم بتخريجي

اکابرین کے لئے بھی ایسے واقعات قلمبند کئے ہیں، ملاحظہ کریں:

''سید الاحراری مجاہد کبیر حضرت مدنی۔۔۔حضرت مفتی محمد شفیع مرحوم سرگودھوی کی دعوت پر گنجیال ضلع خوشاب تشریف لے جارہے تھے۔الحمدللہ میں بھی ان کی معیت میں تھا۔

راستے میں حضرت لاہوری۔۔کے پاس قیام کرنا قرار پایا۔لہٰذا لاہور پہنچ کر حضرت مدنی ۔۔اور میں تانگے میں سوار ہوکر شیرانوالہ پہنچے تانگا جب مسجد کے دروازے کے قریب آیا، تو میں نے احتیاطاً عرض کیا کہ شاید حضرت مسجد میں ہوں گے جس پر حضرت مدنی۔۔نے بڑے وثوق سے فرمایا: نہیں، نہیں، مولانا مدرسہ قاسم العلوم میں ہیں۔

اب تانگا مدرسہ کی جانب آگے بڑھا ہی تھا کہ مدرسہ قاسم العلوم سے حضرت لاہوری نہایت تیزی کے ساتھ عجیب والہانہ انداز میں ننگے سر اور ننگے پاؤں دوڑتے ہوئے تانگے کے پاس پہنچ گئے۔میں دل ہی دل میں محوِ حیرت تھا۔الٰہی یہ لوگ اپنے اکابر کی تعظیم میں کس قدر دیوانہ ہیں۔حضرت مدنی۔۔نے مولانا لاہوری کو تانگے میں بیٹھنے کے متعلق فرمایا لیکن آپ اسی خادمانہ انداز سے ننگے پاؤں تانگے کے ساتھ ساتھ مدرسے تک پہنچے۔حضرت مدنی۔۔کو انتہائی ادب وتکریم سے بٹھلایا۔

میں دیکھ رہا تھا کہ حضرت لاہوری کا رونگٹا رونگٹا فرطِ مسرت سے دمک رہا تھا اور پھر میزبانی کے فرائض بلاتاخیر وتاجیل سرانجام دیے جارہے تھے۔مجھ کو وہ واقعہ یاد آرہا تھا کہ ملائکہ کی آمد پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد خداوندی ہے:''فما لبث ان جاء بعجل حنید'' (پس دیر نہ کی اور تلا ہوا بچھڑا لے آیا) اس کے بعد قاری صاحب نے حلفیہ بیان کیا کہ حضرت مدنی۔۔کا نہایت وثوق سے فرمانا کہ حضرت لاہوری مدرسہ قاسم العلوم میں ہیں اور ادھر حضرت لاہوری کا فوراً حضرت مدنی۔۔کے استقبال کے لیے ننگے سر اور ننگے پاؤں بھاگتے ہوئے تشریف لانا ظاہری اطلاع کی طرف ہرگز منسوب نہیں کیا جاسکتا اور اس میں بھی گویا ''انی لاجد ریح یوسف'' کے انوار ہی تھے۔

اللہ، اللہ! نبوت کے سراجاً منیرا سے ولایت نے کیا کچھ کسب ضیا کیا۔ وہی جانے، جو اس منزل کا راہی ہو لیکن کمالات نبوت، صلحائے امت میں ہمیشہ جاری وساری رہیں گے"۔ [1]

اس واقعہ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ ٹانڈوی صاحب کو احمد علی لاہوری صاحب کو دیکھے بنا اور بِلا اطلاع ملے پتہ چل گیا کہ احمد علی لاہوری صاحب مدرسہ میں موجود ہیں اور احمد علی لاہوری صاحب کو بھی پتہ چل گیا کہ حسین احمد ٹانڈوی صاحب آنے والے ہیں۔

ایک طرف تو دیوبندیوں کا حضورِ اکرم ﷺ کے لئے یہ دعویٰ ہے (نعوذ باللہ) حضورِ اکرم ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔ دُوسری جانب اپنے مولویوں کے ایسے واقعات تسلیم کئے جارہے ہیں جن میں اُن کی وہ کرامات بیان کی جارہی ہیں جس میں ان کے لئے درو دیوار مانع نہ تھے۔

دیوبندیوں کی ایسی دورنگی کو کیا کہا جائے۔ اس طرح کے سینکڑوں واقعات کتبِ دیوبندیت میں موجود ہیں جو دیوبندیت کی دورنگی پالیسی کو ظاہر کرتے ہیں۔ بہرکیف ملفوظات سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ کا تعلق عدمِ علم سے نہیں بلکہ عدمِ توجہ سے ہے۔ شوق و اشتیاقِ وحیَ الٰہی کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جانب توجہ نہیں فرمائی، لہٰذا اس واقعہ سے عدمِ علم کا کلیہ ہرگز کشید نہیں کیا جاسکتا۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

"اور غلام رسول سعیدی لکھتا ہے کہ: "اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ جب آپ کی پشت پر نجاست رکھ دی گئی تو پھر آپ کس طرح بدستور نماز پڑھتے رہے؟ صحیح جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کو علم نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا چیز رکھی گئی ہے"۔ (شرح مسلم: ج ۵: ص ۵۶۴، فرید بک سٹال جنوری ۲۰۰۲)

---

[1] سوانح حیات سید العارفین شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری، ص 521-522، مکتبہ خدام الدین، شیرانوالہ دروازہ، لاہور

لیجئے بقول آپ کے شارح مسلم کہ نبی کریم ﷺ کوتو اپنی پشت کا بھی علم نہیں تھا تو جب دیوار کے پیچھے کا علم نہ ماننا گستاخی ہے تو وہ شخص کتنا بڑا گستاخ ہے جو یہ کہتا ہے کہ نبی ﷺ کو اپنی پشت کی بھی خبر نہیں؟ جواب دو رضا خانیو!!![1]

الجواب: اس حوالے کا پس منظر کچھ یُوں ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ مسجد میں نماز میں مشغول تھے تو کُفّار نے اذیت دینے کے لئے آپ ﷺ پر ''اوجھ'' ڈال دیا تھا جس کو حضرت بی بی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دُور کیا۔ اس واقعے سے استخراجِ مسائل میں فقہاء کا اِختلاف ہوا کہ اوجھ تو نجس ہے اُس کے باوجود بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی نماز کو کیوں جاری رکھا؟

ہر ایک فقیہ نے اپنی دانست کے مطابق اس واقعے کی توجیہات ذِکر کی ہیں۔

اُن توجیہات میں سے ایک توجیہ یہی ہے جس کو دیوبندی موصوف نے بحوالہ علّامہ غلام رسول سعیدی صاحب نقل کیا ہے، اوراس انداز سے لکھا ہے کہ عام لوگ یہ سمجھیں کہ یہ علّامہ غلام رسول سعیدی صاحب کا اپنا قول ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں، علّامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے یہ قول بحوالہ عمدۃُ القاری نقل کیا ہے۔ جس میں دیگر توجیہات بھی موجود ہیں۔

ان میں سے ایک توجیہ بایں الفاظ تھے۔

''صحیح جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا چیز رکھی گئی ہے؟''[2]

اس توجیہ سے موصوف نے یہ نتیجہ اَخذ کرلیا کہ'' وہ شخص کتنا بڑا گستاخ ہے جو یہ کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی پشت کی بھی خبر نہیں''[3]

---

[1] دفاع، ج1 ص789، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص789، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[3] دفاع، ج1 ص789، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

موصوف کا یہ اِستخراج الزامی جواب بھی قرار نہیں پا سکتا۔ اس لئے کہ شرح صحیح مسلم کا حوالہ علّامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی اپنی رائے نہیں بلکہ عمدۃ القاری سے منقول ہے اور علّامہ نووی علیہ الرحمۃ کا قول ہے جس کو دیوبندی بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اب یہ اِستخراج کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی پُشت کی بھی خبر نہیں، دیوبندیوں کا نظریہ قرار پائے گا۔ اِس لئے کہ انہوں نے علّامہ نووی علیہ الرحمۃ کے قول سے نظریہ اخذ کرتے ہوئے مذکورہ اعتراض کیا ہے۔ گویا ان کے نزدیک یہ عبارت کا ماحصل ہے۔ پس اِس سے دیوبندیوں کا اصل چہرہ عوام کے سامنے آجاتا ہے کہ دیوبندی گستاخ ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی پشت مبارک کی بھی خبر نہیں (نعوذ باللہ) اب چلتے ہیں شرح صحیح مسلم کی عبارت کی جانب۔

اس عبارت کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ اپنی پُشت مبارک کا بھی علم نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ معاملہ کچھ یُوں ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ اِشتغال کی وجہ سے علائقِ دُنیوی کی جانب متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ بحالتِ سجدہ بھی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کُفّار کی جانب سے ڈالے گئے اوجھ کی جانب بھی توجہ نہیں کی۔ معاملہ توجہ ہی کا ہے اسلئے کہ ہم بالفرض یہ تسلیم کرلیں کہ پُشت نظروں سے غائب ہوتی ہے اس لئے پُشت پر لگی ہوئی چیز معلوم نہیں ہوتی، لیکن بُو کی وجہ سے تو بہر حال احساس ہو ہی جاتا ہے۔ پھر کیا موصوف نعوذ باللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے قوتِ شامۃ کا بھی اِنکار کردیں گے۔

جیسے قوتِ شامۃ کا اِنکار نہیں کیا جاسکتا ایسے ہی معجزہ علم

''میں تمہیں اپنی پُشت کے پیچھے سے دیکھتا ہوں''۔ الحدیث۔

کا اِنکار نہیں کیا جاسکتا اور جو چیز پُشت پر ڈالی گئی اس کا پتہ نہ ہونا اشتغال باللہ کی وجہ سے ہے، جیسا کہ شارحین نے لکھا ہے:

لا یلزم من ازالۃ فاطمۃ رضی اللہ تعالی عنہا عن ظہرہ احساسہ علیہ

الصلاۃ والسلام بہ لانك كان اذا دخل فی الصلاۃ استغرق باشتغالہ باللہ تعالی۔[1]

اس اوجھ کو حضرت بی بی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک سے دُور کرنا اِس بات کو لازم نہیں کرتا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس اوجھ کا احساس تھا کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت نماز میں داخل ہوتے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام محبتِ الٰہی میں مستغرق ہوجاتے۔

اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں قُوتِ حس بھی نہ تھی نعوذ باللہ، اسی طرح معجزہ علم کا اِنکار بھی دُرست نہیں۔ اس اوجھ کو نہ جاننا بوجہ استغراقِ محبت الٰہی تھا مگر دیوبندیوں کے اس جاہل مناظر کی عقل یہ ہے کہ وہ اسے فقدان معجزۂ علم سمجھ رہا ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اپنی پشت کی خبر نہ ہونے کا عقیدہ رکھ رہا ہے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

اور ذرا اس حدیث پر بھی غور کرنا جس میں آتا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا زکوٰۃ کا ایک مسئلہ نبی کریم ﷺ سے پوچھنے گئی اور آپ ﷺ کے دروازے پر کھڑی ہوگئی اور بلال کو مسئلہ پوچھنے کیلئے بھیجا اور ان کو یہ تاکید کی کہ ''**ولا تخبرہ من نحن**'' اور انہیں یہ مت بتلائے گا کہ ہم کون ہیں؟ (مشکوٰۃ: ج۱، ص ۱۷۲)

اب دیکھیں حضرت زینبؓ دروازے کے باہر سے بلالؓ کو کہہ رہی ہیں کہ ان کو بتلانا مت معلوم ہوا کہ صحابہؓ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ بنا رب کے بتلائے (خلیل انبیٹھوی نے براہین میں رب کے بتلائے بغیر نہیں بلکہ مطلقاً دیوار کے پیچھے کے علم کا انکار کیا ہے۔ رضویؔ) نبی کریم ﷺ کو دیوار تو کیا، دروازے کے باہر کیا ہے اس کا بھی علم نہیں ورنہ

---

[1] زاد المسلم فیما اتفق علیہ البخاری ومسلم:546

حضرت بلالؓ ضرور یہ کہتے کہ مَیں کیسے نہ بتلاؤں اور انہیں نہ بتلانے کا فائدہ کیا ہے؟ جب وہ ساری دنیا کو مثل ہتھیلی کے دیکھ رہے ہیں رضا خانی بتا تیر اصحابہ پر کیا فتویٰ ہے؟۔[1]

الجواب: موصوف نے اس روایت سے جو نتیجہ اَخذ کیا وہ خُود علمِ ذاتی کا ہے، چنانچہ وہ خُود لکھتے ہیں کہ:

''معلوم ہوا کہ صحابہ کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ بنا رب کے بتلائے نبی کریم ﷺ کو دیوار تو کیا، دروازے کے باہر کیا ہے اس کا بھی علم نہیں''۔[2]

اگر چہ موصوف نے انداز گستاخانہ اختیار کیا ہے تاہم اسے علم ذاتی پر محمول کیا ہے۔ اس لئے کہ علمِ عطائی اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہوتا ہے اور علمِ ذاتی اَز خُود، لہٰذا خُود موصوف کے اصول پر علمِ ذاتی کی نفی ہوتی ہے نہ کہ علمِ عطائی کی، اور ہمارا عقیدہ ہماری کتب میں موجود ہے کہ ایک ذرّہ کا علم بھی ہم ذاتی نہیں مانتے۔ دیوار کے پیچھے جاننے کا ہمارا عقیدہ ذاتی کا نہیں بلکہ عطائی کا ہے اور موصوف نے جو قید عائد کی ہے اُس سے علمِ ذاتی کی نفی ہوتی ہے، علم عطائی کی نہیں۔ باقی سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمانا: "ولا تخبرہ من نحن" ہمارے منافی نہیں اِس لئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر یہ معاملات منکشف تھے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام توجہات بارگاہِ الٰہی کی جانب ہیں۔ پس اسی بنا پر "ولا تخبرہ من نحن" کہا گیا۔ خُود موصوف نے تو اللہ تعالیٰ کے علم کو حضور معلوم پر موقوف قرار دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

''دوسرے علم غیب تفصیلی انفعال جو صفت کمالیہ نہیں اور حضور معلوم پر موقوف ہے''۔[3]

جب دیوبندیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا علم بھی حضور معلوم پر موقوف ہے اور وہ

---

[1] دفاع، ج1 ص789، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] دفاع، ج1 ص789، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[3] دفاع، ج1 ص381، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

کسی طرح دیوبندیوں کے نزدیک بارگاہِ الٰہی کی توہین نہیں تو پھر حضورِ اکرم ﷺ کے لئے کیوں مان نہیں لیتے کہ اگر عدمِ توجہ کے باعث حضورا کرم ﷺ نے کسی چیز کا اِستفسار فرمایا یا صحابہ نے حضورا کرم ﷺ کی حضور الی اللہ کی کیفیت کو نظر میں رکھتے، کچھ باتوں کو پوشیدہ رکھنا چاہا تو یہ عدمِ علم کی دلیل نہیں اور نہ ہی اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ حضورِ اکرم ﷺ کے معجزہ علم غیب کے منکر تھے۔ دیوبندی موصوف یہ تو مانتے ہیں کہ پُوری کائنات اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے لیکن پھر بھی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علم کی تقسیم علمِ غیب تفصیلی انفعالی کی جانب کیوں کی ہے؟

اور علمِ الٰہی کو حضورِ معلوم پر موقوف کیوں قرار دیا؟ پھر ساری دُنیا کو مثل ہتھیلی دیکھنا بھی حضورِ اکرم ﷺ کا معجزہ ہے۔ اگر موصوف حضورِ اکرم ﷺ کے اس معجزہ کو نہیں مانتے تو نہ مانیں لیکن علمائے اہلِ سنّت نے حضورِ اکرم ﷺ کے اس عظیم معجزہ کو قبول کیا ہے۔ چنانچہ علامہ عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

."أخرج الطبراني عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله قد رفع "أي أظهر و كشف "لي الدنيا "بحيث أحطت بجميع ما فيها، "فأنا أنظر إليها وإلى ما هو كائن فيها إلى يوم القيامة، كأنما أنظر إلى كفي هذه "إشارة إلى أنه نظر حقيقة، دفع به احتمال أنه أريد النظر العلم، ولا يرد أنه إخبار عن مشاهدة فلا يلاقي الترجمة، لأن إخباره بذلك إخبار عن غيب عن الناس ثم يعلم باعتبار صدقه ووجوب اعتقاد ما يقوله أن كل ما علمه الناس بعده من جملة ما رآه رفعت له الدنيا صلى الله عليه وسلم.[1]

---

[1] شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج10 ص 122، دار الكتب العلمية، بيروت

طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالی نے میرے لئے دُنیا کو ظاہر فرمایا یعنی اس طرح کہ میں نے پُوری دُنیا کو اور جو کچھ اس میں ہے اس کو گھیر لیا پس میں اس میں اور جو قیامت تک ہونے والا ہے اس کو دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔ اس میں اشارہ ہے نظر حقیقی کی جانب اس سے اس احتمال کا بھی دفعیہ ہو جاتا ہے کہ نظر سے مُراد علم ہے اس پر یہ وارد نہیں ہوتا کہ یہ اخبار مشاہدہ ہے۔

پس ترجمہ کے مطابق نہیں کیونکہ اس کے ساتھ خبر دینا لوگوں کو پوشیدہ چیز کے بارے میں خبر دینا ہے، پھر اس کے بعد ہر وہ چیز جس کو لوگوں نے جانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد من جملہ ان چیزوں میں سے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع دنیا کے وقت دیکھ لیا تھا۔

جب دُنیا آپ علیہ السلام پر ظاہر کی گئی۔

معلوم ہوا کہ علّامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دُنیا کو مثل ہتھیلی کے دیکھنے والے معجزہ کے قائل ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ

''پھر معارضہ میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب۔۔کا ملفوظ پیش کرنا بھی جہالت ہے اس لئے کہ اگر بالفرض کسی ولی سے کوئی کرامت یا کسی فاسق وفاجر سے کوئی استدراج ظاہر ہو جائے اور بعینہٖ اس کا ثبوت کسی نبی سے نہ ہو تو اس سے نبی کی شان میں معاذ اللہ کوئی کمی نہیں آتی نہ ہی وہ صاحب کرامت و استدراج اس نبی سے بڑھ جاتا ہے۔ یہ نرالا اور جاہلانہ اصول صرف بریلویوں کے ہاں ہی تسلیم کیا جا سکتا ہے اب ہم اس اصول کے خلاف چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں''۔ [1]

الجواب: کاشف اقبال صاحب نے تھانوی جی کا مندرجہ ذیل ملفوظ نقل کیا تھا، ملاحظہ

---

[1] دفاع، ج1 ص789-790، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

کریں:

''اور کشف سے کہ لوگ اس کو بڑی چیز سمجھتے ہیں کہ جو چیز سب لوگ دیوار کی پرلی طرف جا کر دیکھ سکتے ہیں وہ اس نے یہاں بیٹھے دیکھ لی۔ یہ بات تو کافر کو بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ (اضافات الیومیہ، ص:۲۴۸/۱۰، دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص:۷۸)

اس ملفوظ میں تھانوی نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ دیوار کے پیچھے دیکھنے کا کمال کشفِ مسلم وغیر مسلم دونوں کو ہوسکتا ہے، اس کے جواب میں دیوبندی موصوف نے مذکورہ بکواس کی ہے۔ گویا دیوبندی اولیاء اللہ کے لئے یہ ماننے کے لئے تیار ہیں کہ انہیں دیوار کے پیچھے معلوم ہونے کا کشف ہوتا ہے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اس لئے موصوف نے لکھا: ''اگر بالفرض کسی ولی سے کوئی کرامت یا کسی فاسق وفاجر سے کوئی اِستدراج ظاہر ہوجائے اور بعینہٖ اس کا ثبوت کسی نبی سے نہ ہوتو اس سے نبی کی شان میں معاذ اللہ کوئی کمی نہیں آتی''۔[1]

الجواب: یہاں پر ان انبیاءِ سابق یا انبیاء بنی اسرائیل کی بات نہیں ہورہی جن کو مخصوص معجزات کے ساتھ ہدایتِ خلق کے لئے بھیجا گیا تھا بلکہ یہاں پر تو اُس حبیبِ کائنات فداہ اَبی واُمی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بات چل رہی ہے جن کے کمالات کا کوئی بشر احاطہ نہیں کرسکتا۔ لہٰذا موصوف کا دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مثالیں اور اُن کے مقابل اولیاء کی کرامات ذکر کر کے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کمالات کا اِنکار کرنا دُرست نہیں۔ اس لئے کہ موصوف کی یہ مثالیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے دُرست نہیں۔ موصوف نے اگر اپنے نانوتوی جی کا ہی عقیدہ پڑھا ہوتا تو اسے ایسا لکھنے کی جُرأت نہ ہوتی، چنانچہ نانوتوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دوچار

---

[1] دفاع، ج1 ص789، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

(قصائد قاسمی، ص: ۴، مطبع مجتبائی دہلی)

بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال
بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار

(قصائد قاسمی، ص: ۵، مطبع مجتبائی دہلی)

نانوتوی صاحب کے بقول جہاں کے سارے کمالات حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہیں پھر یہ کیسے تصور ہوسکتا ہے کہ ایک صاحب کشف ولی تو دیوار کے پیچھے دیکھ لے، اُسے دیوار کے پیچھے کا علم حاصل ہو جائے اور حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس کمال سے محروم ہوں، لہٰذا دیوبندیوں کو حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ کمال ماننا پڑے گا۔ پس اگر کوئی دیوبندی ایک صاحبِ کشف ولی کے لئے یہ کمال تسلیم کرلے اور حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تسلیم نہ کرے تو اس کا ایسا کرنا یقیناً سُوءِ ادبی ہے۔ موصوف نے ایک مقابل بھی ذکر کیا ہے جس میں انبیائے سابق کی مثالیں پیش کی ہیں۔ ان میں سے کچھ سے درگزر کرتے ہوئے ابتداء میں خاص حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موصوف نے جو تقابل کیا ہے اُس کا جائزہ لیتے ہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

''جو ہوا سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا میں اُٹھائے لے جاتی تھی اس ہوا کو یہ حکم نہیں ملا کہ ہجرت کے سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک لمحہ میں مدینہ منورہ میں پہنچا دے''۔[1]

الجواب: موصوف نے اگر علماء وصلحاء کی تصنیف شُدہ کتبِ سیرت کا مطالعہ کیا ہوتا تو موصوف کو یہ اعتراض کرنے کی ہرگز جرأت نہ ہوتی۔ حضرت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

''حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیوں کا علم، شیاطین اور ہوا کی تسخیر اور ایسی

[1] دفاع، ج1 ص790، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

حکومت جوآپ کے بعد کسی کو بھی میسر نہ ہوئی عطا کی گئی۔ مگر ہمارے نبی سیّد عالم سلطان کونین ﷺ کو بھی اِس کی مانند مع زیادتی واضافہ کے عطا فرمایا گیا۔ اب رہا پرندوں کا بات کرنا تو فرمایا: "واوتینامنطق الطیر" (یعنی مجھے پرندوں کی بولیوں کی سمجھ عطا فرمائی گئی) تو حضورِ اکرم ﷺ کے دستِ اَقدس پر پتھروں نے کلام کیا اور تسبیح کی۔

حالانکہ کنکریاں جمادات ہیں تو پرندوں کے بولنے سے پتھر کا بولنا زیادہ نادر وعجیب ہے، اور آگ سے بھُنی ہوئی زہر آلود بکری اور ہرن نے کلام کیا اور آپ سے دُوسرے کی شکایت کی، جیسا کہ معجزات کے باب میں آئے گا۔ ایک روایت میں ہے، ایک پرند آیا اور حضور کے سر مبارک کے گرد چکر لگانے لگا۔ اور بات کی۔ آپ نے فرمایا: لوگوں تم میں سے کس نے اس پرند کو اس کے بچے کو پکڑ کر اذیت پہنچائی ہے، اُسے لازم ہے کہ اِس کے بچے کو واپس لوٹا دے، اسی طرح حضور سے بھیڑیئے کے کلام کرنے کا قصہ بھی مشہور ہے۔ اب رہا ہوا کا مسخر ہونا، جیسا کہ واقع ہے کہ "غدوھا شھر ورواحھا شھر "حضرت سلیمان علیہ السلام کو اُن کا تخت رُوئے زمین پر جہاں چاہتا لے جاتا لیکن حضورِ اکرم ﷺ کو بُراق دیا گیا جو ان کی ہوا سے تیز تر بلکہ برقِ خاطف سے بھی تیز تر تھا، وہ حضور کو ایک لمحہ میں فرش سے عرش پر لے گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کیا گیا تا کہ وہ آپ کو زمین کے کناروں اور گوشوں تک لے جائے اور ہمارے نبی ﷺ کے لئے زمین کو لپیٹا اور کھینچا گیا تا کہ حضور ﷺ اس کے مشارِق ومغارِب کو مُلاحظہ فرمالیں۔ یہ فرق امتیاز اُن دو شخصوں کے درمیان ہے جن میں سے ایک زمین کی طرف کوشش کے ساتھ دوڑ کر جائے اور دُوسرے شخص کی طرف خُود زمین کھینچ کر آجاتے"۔[1]

پھر اگر موصوف کا اِس طرح تقابل کر کے کمالاتِ حضورِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نفی

---

[1] مدارج النبوۃ، ج1 ص159-160، مترجم، شبیر برادرز، لاہور

دُرست ہوتو موصوف کا خُود اپنے اکابرین کے نظریات کا باغی ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔
قاسم نانوتوی صاحب نے تو بجز خدائی کے تمام کمالات حضورِ اکرم ﷺ کے لئے اپنے اشعار میں لکھے ہیں، جس کا حوالہ سابقہ صفحات میں گزر چکا۔

حافظ ابنِ کثیر اِرشاد فرماتے ہیں:

أَمَّا تَسْخِيرُ الرِّيحِ لِسُلَيْمَانَ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى فِي شَأْنِ الْأَحْزَابِ: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحاً وَجُنُوداً لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيراً. وَقَدْ تَقَدَّمَ فِي الْحَدِيثِ الَّذِي رَوَاهُ مُسْلِمٌ من طريق شعبة عن الحاكم عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُورِ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مِنْ طَرِيقِ الْأَعْمَشِ عَنْ مَسْعُودِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ وَثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ وَمَعْنَى ذَلِكَ أَنَّهُ ﷺ كَانَ إِذَا قَصَدَ قِتَالَ قَوْمٍ مِنَ الْكُفَّارِ أَلْقَى الله الرعب في قلوبهم قَبْلَ وُصُولِهِ إِلَيْهِمْ بِشَهْرٍ، وَلَوْ كَانَ مَسِيرُهُ شَهْرًا. فَهَذَا فِي مُقَابَلَةِ: غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شهر بل هذا أبلغ في التمكن والنصر والتأييد والظفر،

وسخرت الرياح تسوق السحاب لا نزال الْمَطَرِ الَّذِي امْتَنَّ اللّٰهُ بِهِ حِينَ اسْتَسْقَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ في غَيْرِ مَا مَوْطِنٍ كَمَا تَقَدَّمَ وَقَالَ أَبُو نُعَيْمٍ: فَإِنْ قِيلَ: فَإِنَّ سُلَيْمَانَ سُخِّرَتْ لَهُ الرِّيحُ فَسَارَتْ بِهِ فِي بِلَادِ اللّٰهِ وَكَانَ غُدُوُّهَا شَهْرًا وَرَوَاحُهَا شَهْرًا. قِيلَ: مَا أُعْطِيَ مُحَمَّدٌ ﷺ أَعْظَمُ وَأَكْبَرُ، لِأَنَّهُ سَارَ فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ مَكَّةَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَعُرِجَ بِهِ في ملكوت السموات مَسِيرَةَ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ فِي أَقَلِّ مِنْ ثلث ليلة فدخل السموات سَمَاءً سَمَاءً وَرَأَى عَجَائِبَهَا وَوَقَفَ عَلَى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَعُرِضَ عَلَيْهِ أَعْمَالُ أُمَّتِهِ،

وَصَلَّى بِالْأَنْبِيَاءِ وبملائكة السموات، واخترق الحجب، وهذا كله فيليلة قائماأَكْبَرُوَأَعْجَبُ.[1]

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کا مسخر اور تابع ہونا ایک عظیم معجزہ ہے، اسی طرح اللہ تعالی نے جنگ احزاب میں ہوا سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت فرمائی۔ قرآن کی آیت ہے: فارسلنا علیہم ریحاً (۳۳\۹) ہم نے ان پر آندھی بھیجی۔ مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: نصرت بالصبا واھلکت عاد بالدبور اور متفق علیہ روایت میں ہے نصرت بالرعب مسیرۃ شھر اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کافر قوم سے نبرد آزما ہونا چاہتے تو ایک ماہ کی مسافت تک کافر قوم مرعوب اور لرزہ براندام ہو جاتی، جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہوا کو تابع کر دیا تھا جس کی صبح کی منزل مہینے بھر کی راہ اور شام کی منزل مہینے بھر کی راہ تھی (۳۴\۱۲) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بارانِ رحمت برسانے کی خاطر ہوائیں مسخر تھیں، بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور بارش ہوئی۔

حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو تابع کیا، اس کا صبح کا سفر ایک ماہ کی مسافت تھا اور اسی طرح زوال کے بعد۔

سنئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے عظیم اور وقیع معجزہ سے نوازا گیا، آپ نے رات کے معمولی حصہ میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک سفر کیا جو ایک ماہ کا سفر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا پچاس ہزار سال کا سفر رات کے ایک تہائی سے بھی کم وقت میں طے کیا، ہر آسمان کے عجائبات دیکھے، جنت اور جہنم ملاحظہ فرمایا انبیاء کرام اور ملئکہ کی امامت کرائی اور یہ سب کچھ رات کے معمولی حصہ میں وقوع پذیر ہوا۔[2]

---

[1] البدایۃ والنھایۃ ج6ص.288۔دارالفکر

[2] تاریخ ابن کثیر، جلد3 حصہ ششم، ص567، مترجم ابوطلحہ، فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

علامہ صالحی شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

الباب الرابع عشر فی موازاته صلى الله عليه وسلم ما أوتيه سليمان عليه الصلاة والسلام قال أبو نعيم: أوتي ملكا عظيما، وقد أعطى نبينا صلى الله عليه وسلم ما هو أعظم من ذلك مفاتيح خزائن الأرض فأباها. قال: »لو شئت لأجرى الله معي جبال الأرض ذهبا ولكن أجوع يوما وأشبع يوما

وأوتي سليمان الريح تسير به غدوها شهر ورواحها شهر وقد أعطى نبينا صلى الله عليه وسلم ما هو أعظم من ذلك البراق سار به مسيرة خمسين ألف سنة، في أقل من ثلث ليلة، فدخل السموات سماء سماء، ورأى عجائبها، ووقف على الجنة والنار وسخرت له الريح، كما قال تعالى في شأن الأحزاب:
فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا [الأحزاب 9]

وقال صلى الله عليه وسلم: »نصرت بالصبا وأهلكت عاد بالدبور« وفي الصحيحين: »نصرت بالرعب مسيرة شهر« ومضى ذلك أنه إذا قصد قتال قوم من الكفار ألقى الله الرعب في قلوبهم قبل وصوله إليهم بشهر ولو كان مسيرة شهر فهذا في مقابلة غدوها شهرا ورواحها شهرا بل هذا أبلغ في التمكين والنصر، وسخرت لسليمان الجن وكانت تعاص عليه حتى يصفدها ويعذبها، ونبينا صلى الله عليه وسلم أتته وفود الجن طائعة مؤمنة وسخر له الشياطين والمردة منهم، حتى هم أن يربط الشيطان الذي أخذ بسارية المسجد وأنزل الله تعالى الملائكة المقربين في غير ما موطن كبدر وأحد والأحزاب وحنين، كما تقدم مفصلا وذلك أعظم وأجل من تسخير الشياطين، قد ثبت في الصحيح أنه إذا دخل شهر رمضان صفدت الشياطين ومردة الجن وأعطى سليمان النبوة والملك ونبينا صلى الله عليه

وسلم خير عن ذلك فاختار أن يكون نبيا عبدا.[1]

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا گیا تھا وہ صبح کو ایک ماہ کی مسافت اور شام کو ایک ماہ کی مسافت طے کرتی تھی آپ کو اس سے بڑا معجزہ دیا گیا۔ وہ براق ہے۔ آپ نے پچاس ہزار سال کی مسافت رات کے تہائی حصے سے کم وقت میں طے کی۔ آسمانوں میں تشریف لے گئے اس کے عجائب کو دیکھا جنت اور جہنم کو دیکھا آپ کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا گیا تھا جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا: فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحاً وَجُنُوداً لَّمْ تَرَوْهَا [الأحزاب9] ہم نے بھیج دی ان پر آندھی اور ایسی فوجیں جن کو تم دیکھ نہیں سکتے۔

آپ نے فرمایا میرے نصرت صبا کے ساتھ کی گئی۔ عاد کو دبور کے ساتھ ہلاک کیا گیا۔ صحیحین میں آپ نے فرمایا: ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ جب کفار کے ساتھ جہاد کرنے کا قصد فرماتے تو ان تک پہنچنے سے ایک ماہ قبل رب تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا اگرچہ وہ سفر ایک ماہ کا ہوتا۔ یہ اس ہوا کے مقابلہ میں ہے جو صبح ایک ماہ کی کی مسافت اور رات کو ایک ماہ کی مسافت طے کرتی تھی بلکہ ہر طاقت اور نصرت میں اس سے زائد ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جنات کو مسخر کیا گیا وہ ان کی نافرمانی بھی کر لیتے تھے وہ انہیں باندھ بھی لیتے تھے اور عذاب بھی دیتے تھے۔ ہمارے نبی کریم ص کے پاس جنات کے وفود آتے۔ وہ اطاعت گزار اور مؤمن بن کر آتے شیاطین اور سرکش جنات کو آپ کے لئے مسخر کر دیا گیا حتی کہ آپ نے ارادہ کیا کہ اس شیطان کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیں جسے آپ نے پکڑ لیا تھا۔ رب تعالیٰ نے کئی مقامات پر ملائکہ نازل کئے جیسے بدر، احد، احزاب اور حنین کے غزوات۔ یہ شیاطین کی تسخیر سے بڑا معجزہ ہے۔ صحیح روایت میں ہے کہ جب رمضان المبارک آتا ہے شیاطین اور سرکش

---

[1] سبل الهدى والرشاد في سير خير العباد: ج1 ص271. دار الكتب العلمية، بيروت

جنات کومقید کردیا جاتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کونبوت اور مملکت عطاء کی گئی آپ کو ان میں اختیار دیا گیا تو آپ نے عبد نبی بننا پسند کیا۔[1]

علّامہ صالحی شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دُوسرے مقام پر اِرشادفرماتے ہیں کہ:

قال العلماء: ماأتی نبی من المعجزات ولا فضیلة إلا ونبینا صلی الله علیه وسلم أوتی نظیرها وأعظم منها. قال الإمام الشافعی رضی الله عنه فیما رواه البیهقی فی مناقبه وابن أبی حاتم رضی الله عنهما: ماأعطی الله ماأعطی محمدا صلی الله علیه وسلم.

ولفظ البیهقی رضی الله عنه: ماأعطی الله نبیا قط شیئا إلا وقد أعطی محمدا صلی الله علیه وسلم أکثر فقال له عمرو وسوار: قد أعطی الله عیسی علیه الصلاة والسلام إحیاء الموتی قال: أعطی محمدا صلی الله علیه وسلم الجذع الذی کان یقف علی جنبه وهی له کالمنبر فلما هیئ له المنبر حن الجذع حتی سمع الناس صوته فهذا أکثر من ذلك.

وقال الحافظ جمال الدین المزنی رضی الله عنه وأول من تکلم فی هذا الباب أبو عبد الله محمد ابن إدریس الشافعی رضی الله عنه وعقد أبو عبید فی کتابه الدلائل فصلا فی ذلك وکذا أبو محمد وأبو عبد الله بن حامد الفقیه وکذلك شیخ الإسلام کمال الدین بن الزملکانی فی آخر مولده وکذلك شیخنا رحمهم الله تعالی وکذلك الصرصری الشاعر، یورد فی بعض قصائده شیئا من ذلك وأنا أذکر فی هذا الباب حاصل ماذکروه إن شاء الله تعالی.[2]

علماء کرام نے لکھا ہے: سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کو جو معجزہ یا فضیلت عطا کی گئی ہمارے

---

[1] سبل الہدی والرشاد، مترجم، ج10 ص876-877، زاویہ پبلشرز، دربار مارکیٹ لاہور

[2] سبل الهدی والرشاد، في سیرة خیر العباد: ج10 ص264۔ دار لکتب العلمیة، بیروت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی مثل معجزی یا فضیلت عطا کی گئی یا اس سے عظیم تر معجزہ یا فضیلت بخشی گئی، امام شافعی نے فرمایا ہے: جو کچھ اللہ تعالی نے کسی نبی کو عطا فرمایا اس سے بڑھ کر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔عمرو اور سوار نے بھی اس طرح کہا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردے زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنے کا معجزہ عطا کیا گیا جس کے پہلو کے ساتھ آپ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے یہ آپ کے لئے منبر کی طرح تھا جب آپ کے لئے منبر تیار کیا گیا تو وہ تنا رونے لگا حتی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی آواز سنی۔اس میں زیادہ معجزہ نمائی ہے۔

الحافظ جمال الدین المزنی رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے اس موضوع پر حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے لکھا ابو عبید نے اپنی کتاب الدلائل میں اس موضوع پر علیحدہ فصل باندھی۔ابو محمد اور ابو عبداللہ بن حامد الفقیہ نے بھی اس موضوع پر علیحدہ فصلیں باندھی ہیں اس طرح شیخ الزملکانی اور ہمارے شیخ نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے امام صرصری نے بھی انہیں شعروں میں قلمبند کیا ہے ان شاء اللہ! میں اس باب میں ان کا خلاصہ ذکر کروں گا ان شاء اللہ![1]

علامہ عبدالملک بن محمد بن ابراہیم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

قال غير واحد من أهل العلم - منهم الحافظ المزي و ابن كثير في جزء الشمائل من التاريخ-: أول من تكلم في هذا المقام الإمام أبو عبد الله محمد بن إدريس الشافعي رضي الله عنه قال: ما أعطى الله نبيّا مثل ما أعطى محمّدا (صلى الله عليه وسلم)، فقال له عمر بن سوار: أعطى عيسى إحياء الموتى فقال: أعطى محمّدا (صلى الله عليه وسلم) الجذع الذي كان يخطب إلى

---

[1] سبل الہدی والرشاد، مترجم، ج10 ص866، زاویہ پبلشرز، دربار مارکیٹ لاہور

جانبه حين بنى له المنبر فحن الجذع حتى سمع صوته فهذا أكبر من ذلك.[1]

یعنی کئی علماء نے فرمایا جن میں حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن کثیر جنہوں نے تاریخ کے جزء شمائل میں۔ (سابق ترجمہ کو دیکھیں)

علّامہ مقریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ:

قَالَ عَمْرو بن سَوادقَالَ لِی الشَّافِعِی رَضِیَ اللہ عَنہُ مَا أَعْطى الله تَعَالَى نَبِیاً مَا أَعْطى مُحَمَّدًا[2]

یعنی عمرو بن سوار نے کہا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا: جس قدر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا اس قدر کسی نبی کو عطا نہیں فرمایا۔

علّامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

قَالَ الْعلمَاء مَا أُوتِیَ نَبِی بمعجزة وَلَا فَضِیلَة إِلَّا ولنبینا صلی الله عَلَیْهِ وَسلم نظیرها أَو أعظم مِنْهَا[3]

علماء فرماتے ہیں کہ: جس نبی کو جو معجزہ وفضیلت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی اس کی نظیر یا اس سے بڑھ کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔

علّامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لئن كان سليمان بن داود أعطاه الله الريح غدوها شهر، ورواحها شهر، فماذا بأعجب من البراق حين سريت عليه إلى السماء السابعة ثم صليت الصبح من ليلتك بالأبطح صلى الله عليك.[4]

---

[1] شرف المصطفیٰ ﷺ ج4 ص280

[2] امتاع السماع ج5 ص53۔ الخصائص الکبری ج2 ص128

[3] الخصائص الکبری ج2 ص304۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت

[4] المواھب اللدنیہ، المقدمۃ ص:12 شرح الشفاء ملا علی قاری ج1، ص:117

یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا کی تیزی کا معجزہ عطا فرمایا تو حضور اکرم ﷺ کو تو اس سے بھی بڑھ کر براق کا معجزہ عطا فرمایا جس پر حضور اکرم ﷺ نے ساتوں آسمان تک سفر فرمایا پھر صبح کی نماز ابطح میں ادا فرمائی۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

*وأما ما أعطيه سليمان -عليه الصلاة والسلام- من كلام الطير وتسخير الشياطين والريح والملك الذي لم يعطه أحد من بعده. فقد أعطى سيدنا محمد -صلى الله عليه وسلم- مثل ذلك وزيادة.[1]

یعنی بہر حال حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے پرندوں کا کلام اور ہواؤں اور شیاطین کے مسخر ہونے کا معجزہ عطا ہوا اور ایسی بادشاہی عطا ہوئی جو آپ علیہ السلام کے بعد کسی کو عطا نہ ہوئی تو ہمارے سردار نبی ﷺ کو اس کی مثل اور اس سے زائد عطا ہوا۔

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو معجزات ملے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان معجزات کی مثل یا بڑھ کر عطا ہوئے لہٰذا دیوبندی موصوف کا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تسخیر ہوا کا معجزہ ذکر کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کا انکار کرنا دُرست نہیں۔

خود دیوبندی حکیم الاسلام قاری طیب صاحب نے بھی لکھا ہے کہ:

''انبیاء علیہم السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مختلف معجزات دیئے ہیں معجزہ چونکہ نبوت کی دلیل ہوتا ہے تو وہ نبی ہی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے غیر نبی کے ہاتھ پر ظاہر نہیں ہوتا اور گویا یہ فعل خداوندی ہے کہ اس کی مثل لانے سے مخلوق عاجز ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ معجزہ دیا تھا کہ وہ

---

[1] المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: ج2ص 309۔ المكتبة التوفيقية، القاهرة-مصر

اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتے تھے تو احیائے موتیٰ ان کا معجزہ تھا۔اسی طرح اندھے مادر زاد کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ان میں بینائی آجاتی تھی۔جذامیوں اور کوڑھیوں پر ہاتھ پھیرتے تھے،ان کا بدن صاف ستھرا بن جاتا تھا بلکہ اس دور کے ڈاکٹر اور اطباء عاجز آگئے تھے اور ان بیماریوں کو لا علاج سمجھا گیا تھا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب یہ معجزہ ظاہر کیا تو دنیا سمجھ گئی کہ یہ اسباب کے درجے کی چیز نہیں ہے ضرور مسبب الاسباب کی طرف سے یہ کوئی کرشمہ اور خرق عادت ہے۔یہ ان کی نبوت کی دلیل تھی۔

موسیٰ علیہ السلام آئے ان کو عصاء موسیٰ دیا گیا جس کی خاصیت یہ تھی کہ اسے زمین پر ڈالتے تھے تو وہ اژدھا بن جاتا تھا،ہاتھ میں تھام لیتے تھے تو لکڑی بن جاتی تھی۔

اسی طرح ید بیضاء ان کو عطا کیا گیا۔گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالتے تھے تو سورج کی طرح ان کا ہاتھ چمکتا تھا۔ہر سو روشنی پھیل جاتی تھی۔دنیا نے سمجھ لیا کہ یہ چیزیں دوسرا کوئی دکھلانے والا نہیں۔یقیناً یہ خدا کی طرف سے اس شخص کی نبوت اور رسالت پر دلیل ہے جو سفیر خداوندی ہے اور اس کی سفارت لے کر آیا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اللہ نے ان کے ہاتھ پر خرق عادت ظاہر کی کہ ان کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا اور آگ بردوسلام بن گئی۔دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ چیز دکھلانے والا رب ابراہیم علیہ السلام کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ان کے ہاتھ پر ایک ایسا عجیب معجزہ ظاہر ہوا جو ان کے مبعوث من اللہ ہونے کی دلیل ہے۔تو نار خلیل ان کو دی گئی۔

دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی معجزات دیئے گئے۔حضرت شعیب علیہ السلام کو ظلہ شعیب دیا گیا قوم نے جب نہ مانا تو اَبر آیا اور اِبر میں سے انگارے برسے۔قوم عذاب میں مبتلا ہوئی۔

حضرت ہود علیہ السلام آئے تو ہوا کا معجزہ دیا گیا قوم نے نافرمانی کی تیز آندھی چلی اور سات دن تک چلتی رہی یہ چھوٹی موٹی آندھی نہیں تھی اتنی عظیم آندھی تھی کہ اس نے بستیوں کو اٹھا اٹھا کر پھینکا ہے۔

حدیث میں فرمایا گیا کہ قوم عاد کے جانوروں کی آوازیں فضا میں سُنی جاتی تھیں مکانات اُوپر جاتے تھے پھر پٹخے جاتے تھے۔ یہ معجزہ تھا جس سے سمجھ لیا گیا کہ یہ شخص بے شک مبعوث مِن اللہ ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کو ناقہ صالحہ دی گئی۔قوم نے مطالبہ کیا کہ کوئی دلیل لاؤ کوئی سند لاؤ کہ ہم تمہیں نبی سمجھیں۔فرمایا: جوتم مانگو۔انہوں نے کہا کہ پتھر میں سے اونٹنی نکالو۔ظاہر ہے کہ بشر کا یہ کام نہیں ہے کہ پتھر میں سے اونٹنی نکل دے۔یہ تو اسی ذات کا کام ہے جس کی شان یہ ہے کہ ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾ زندہ میں سے مردہ نکال دے اور مردہ میں سے زندہ پیدا کر دے۔تو پتھر جیسی ظہری طور پر ایک بے جان چیز میں سے جاندار کو نکالنا یہ معجزہ تھا آپ یہ معجزی دن رات دیکھتے رہتے ہیں مگر چونکہ رات دن کا قصہ ہے اس لئے وہ عجیب معلوم نہیں ہوتا انسان کی پیدائش کیا معجزہ نہیں؟ایک جماد لایعقل ،ایک بے حقیقت قطرہ اس پانی پر نقاشی کرنا،نقش کھینچنا اور گندے قطرے میں سے ایک پاکباز انسان نکال کر تیار کرنا ،بے عقل چیز میں سے عاقل انسان پیدا کر دینا۔بے جان چیز میں سے جان دار چیز کو نکالنا ،بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ پتھر کے اندر سے اونٹنی نکال دی گئی ،مگر چونکہ رات دن یہ قصہ ہمارے سامنے ہے۔اس لئے مشکل اور عجیب نہیں معلوم ہوتا ورنہ معجزات رات دن ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور اللہ کی قدرت کی نشانیاں ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔تو حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ ناقہ صالح تھی۔

یوسف علیہ السلام کو قمیص یوسف دیا گیا وہ یعقوب علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر ڈالا گیا۔قمیص کا ڈالنا تھا کہ بارہ برس کی بینائی جو ضائع ہوئی تھی پانچ منٹ بعد لوٹ آئی اور آنکھیں روشن ہو گئیں۔یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا معجزہ تھا۔داؤد علیہ السلام کو الانۂ (نرمی) حدید کا معجزہ دیا گیا۔لوہے کو ہاتھوں میں پکڑتے تھے وہ موم کی طرح سے نرم ہو جاتا تھا جس طرح چاہتے اس سے سامان بنا لیتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو تسخیر ریاح کا معجزہ دیا گیا۔ ہوئیں مسخر تھیں ان کے حکم سے ہوائیں تخت اڑاتی تھیں۔ سواریاں لے جاتی تھیں۔ ہوا پر وہ کام ہوتا تھا کو زمین پر سواری کو چلانے کا ہوتا ہے اسی کو فرمایا گیا ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ﴾ بہرحال تسخیر ریاح یہ سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا۔

اسی طرح منطق الطیر کا معجزہ بھی دیا گیا۔ پرندوں کی بولیوں کا جاننا اور سمجھنا اور اس پر احکام مرتب کرنا یہ اعجاز سلیمانی تھا۔ تو داؤد علیہ السلام کو الانہ حدید یعنی لوہے کو نرم کر دینے کا معجزہ دیا گیا۔ یہ تمام معجزے در حقیقت ان کی نبوت کے دلائل تھے تاکہ یہ سمجھا جائے کہ یہ مبعوث من اللہ ہیں۔ خدا کی طرف سے آئے ہیں اور اس کا پیغام پہنچا رہے ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی معجزات کا تفوق۔۔۔۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس قسم کے ہزاروں معجزات عطا کئے گئے اگر عیسیٰ علیہ السلام کو احیائے موتی کا معجزہ دیا گیا کہ ان کے ارشاد سے مردے زندہ ہوتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر استوانہ حنانہ کو زندگی عطاء کی گئی۔

واقعہ آپ نے سنا ہوگا احادیث میں صراحۃً موجود ہے کہ منبر بننے سے قبل مسجد نبوی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ تو کھجور کا ایک سوکھا ہوا تنا کھڑا ہوا تھا، جس کو کاٹ دیا گیا تھا۔ اس پر ٹیک لگا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ ایک مدت دراز تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا، جب منبر تیار ہو گیا اس پر خطبہ پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے تو حدیث میں موجود ہے اس ستون میں سے آہ و بکا کی آوازیں نکلنا شروع ہوئیں اس طرح سے اس نے بلک بلک کر رونا شروع کیا جیسے فراق زدہ انسان روتا ہے۔ اور جب چیخ و پکار بڑھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے، اس پر ہاتھ رکھا اور اس طرح دلاسہ دیا جس طرح سسکتے ہوئے بچے کو چپ کرایا جاتا ہے اور وہ چپ ہوا۔

توعیسیٰ علیہ السلام نے اگر مردے کو زندہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے ایک سوکھا ہوا تنا زندہ بنا۔ یہ معجزہ اس سے زیادہ کہیں بلند تر ہے۔اس لئے کہ انسانی لاش میں بہرحال پہلے جان موجود تھی۔اگر دوبارہ لوٹ آئے تو اس روح کو اس بدن سے مناسبت تھی اگر نکل سکتی تھی تو داخل بھی ہوسکتی تھی اپنے محل اور مکان میں پہنچ گئی۔اپنے سانچے میں آ کر ڈھل گئی۔

لیکن کھجور کا ایک تنا زندہ ہوا اور زندہ ہو کر وہ آثار ظاہر ہوں جو جاندار میں سے ظاہر ہوتے ہیں اگر فقط اتنی زندگی ہوتی کہ اس پر ہرے پتے لگ جاتے تو کہا جاتا کہ اس کے اندر نباتی آ گئی۔روح نباتی اگر اس کے خشک ہونے کی وجہ سے چلی گئی تھی وہ دوبارہ لوٹ آئی، اس کا محل تھا۔جیسے مردے میں جان آ جائے۔

لیکن جان آئی تو ایسی آئی جو جانداروں کی سی جان ہے۔یعنی روح حیوانی داخل ہوئی نہ صرف روح حیوانی بلکہ انسانی افعال ظاہر ہوئے۔تو روح انسانی داخل ہوئی اور انسانی افعال میں سے وہ افعال سرزد ہوئے جو عشاق خداوندی سے سرزد ہوتے ہیں عاشقان الٰہی کی طرح فراق نبوی میں رونا اور چلانا شروع کیا جو ایک عاشق خداوندی کا کام ہے۔تو ایک کھجور کے خشک تنے میں جان بھی آئی تو انسانوں جیسی بلکہ کامل انسانوں جیسی تو یہ اس سے بڑا معجزہ ہے کہ ایک لاش کے اندر انسانی جان آئے جو انسان ہی کی لاش تھی۔لاش تو ہو درخت کی اور روح اس میں کامل انسان کی پڑے یہ کہیں زیادہ اونچی بات ہے بہ نسبت اس احیائے موتیٰ کے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی احیائے موتیٰ کا معجزہ دیا گیا۔

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا عطاء کیا گیا کہ ہاتھ روشن ہوتا تھا تو حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی جن کا نام غالباً حنیفہؓ ہے وہ جنگل میں جا رہے تھے۔سخت اندھیرا تھا، راستہ ملتا نہیں تھا۔حق تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ راستے کی کوئی صورت ہو؟ کسی طرح سے مجھے راہ ملے۔

حدیث میں ہے کہ ان کی لاٹھی اس طرح روشن کر دی گئی کہ پورے جنگل میں روشنی پھیلی اور راہ نظر آنے لگی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے صحابہ کرامؓ میں یہ کرامتیں پائی گئیں۔ یہ معجزہ ہی کا اثر تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کہلائے گا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم کے ہاتھ پر ظاہر ہوا تو جتنے بھی انبیاء علیہم السلام کو معجزات دیئے گئے وہ سب کے سب بلکہ بدرجہا زائد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطاء فرمائے گئے۔ [1]

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ایک اور کرامت ملاحظہ فرمائیں

ان اباحنیفة رحمہ اللہ قرا القرآن کلہ فی رکعة (سیر اعلام النبلاء ج٦ ص ٥٣٥)

امام صاحب ایک ہی رکعت میں سارا قرآن کریم پڑھ کر ختم کر لیتے تھے۔

اس قسم کی کرامت تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ علامہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں: کان عثمان یحیی اللیل برکعة یقرأ فیها القرآن (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ٤٢٦)

دیکھئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور امام اعظم رحمہ اللہ ایک ہی رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھ لیتے اور بعینہ یہی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے ایک رکعت میں قرآن کریم پورا معجزے کے طور پر پڑھ لیا ہو۔ اگرچہ اللہ تعالی اس پر قادر تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس قسم کا معجزہ ظاہر فرماتے۔ [2]

الجواب: صحابہ اور دیگر اولیاء اللہ کی کرامات ذکر کر کے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا

---

[1] خطبات حکیم الاسلام، ج6 ص 9 تا 12، بیت السلام پبلشر، کراچی، پاکستان

[2] دفاع، ج1 ص 791، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اِنکار کرنا دُرست نہیں۔ اس لئے کہ موصوف بوجہ جہالت سمجھ ہی نہ سکے ہیں کہ یہ کرامات کس اُصول پر مبنی ہے۔ بہرکیف ہم یہاں پر وہ اُصول لکھ دیتے ہیں۔

علّامہ بدالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وَفِيه: الدّلَالَة على أَن الله تَعَالَى يطوي الزَّمَان لمن يَشَاء من عباده كَمَا يطوي الْمَكَان وَهَذَا لَا سَبِيل إِلَى إِدْرَاكه إلاَّ بالفيض الرباني وَجَاء فِي الحَدِيث إِن الْبركَة قد تقع فِي الزَّمن الْيَسِير حَتَّى يَقع فِيهِ الْعَمَل الْكثير وَقَالَ النَّوَوِيّ أَكثر مَا بلغنَا من ذَلِك من كَانَ يقْرَأ أَربع ختمات بِاللَّيْلِ وَأَربعاً بِالنَّهَارِ انْتهى، وَلَقَد رَأَيْت رجلا حَافِظًا قَرَأَ ثَلَاث ختمات فِي الْوتر فِي كل رَكْعَة ختمة فِي لَيْلَة الْقدر.[1]

یعنی اس میں دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے زمانے کو لپیٹ لیتا ہے اور فیض ربانی کے سوا اس کے ادراک کی کوئی راہ نہیں ہے اور حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ برکت کبھی واقع ہوتی ہے تھوڑے وقت میں تو اس میں بہت زیادہ کام ہو جاتا ہے۔ علّامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمیں اس سے زیادہ باتیں پہنچی ہیں کہ کچھ لوگ چار ختم رات میں پڑھتے تھے اور چار دن میں۔ اور بے شک میں نے ایک حافظ شخص کو دیکھا جس نے لیلۃ القدر میں وتر کی تین رکعتوں میں تین ختم قرآن کئے۔

حضرت ملّا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"وَقَدْ دَلَّ الْحَدِيثُ عَلَى أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَطْوِي الزَّمَانَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ كَمَا يَطْوِي الْمَكَانَ لَهُمْ وَهَذَا بَابٌ لَا سَبِيلَ إِلَى إِدْرَاكِهِ إِلَّا بِالْفَيْضِ الرَّبَّانِيِّ. قُلْتُ: حَاصِلُهُ أَنَّهُ مِنْ خَرْقِ الْعَادَةِ عَلَى اخْتِلَافٍ فِي أَنَّهُ بَسْطٌ لِلزَّمَانِ أَوْ طَيٌّ لِلِّسَانِ، وَالْأَوَّلُ أَظْهَرُ، وَقَدْ حَصَلَ لِنَبِيِّنَا - صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي لَيْلَةِ

---

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ج16 ص7. دار إحياء التراث العربي - بيروت

الْإِسْرَاءِ هَذَا الْمَعْنَى عَلَى الْوَجْهِ الْأَكْمَلِ فِي الْمَبْنِيِّ مِنَ الْجَمْعِ بَيْنَ طَيِّ الْمَكَانِ وَبَسْطِ الزَّمَانِ بِحَسَبِ السَّمْعِ وَاللِّسَانِ فِي قَلِيلٍ مِنَ الْآنِ وَلِاتِّبَاعِهِ أَيْضًا وَقَعَ حَظٌّ مِنْ هَذَا الشَّأْنِ عَلَى مَا حُكِيَ أَنَّ عَلِيًّا كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ كَانَ يَبْتَدِئُ الْقُرْآنَ مِنَ ابْتِدَاءِ قَصْدِ رُكُوبِهِ مَعَ تَحَقُّقِ الْمَبَانِي وَتَفَقُّهِ الْمَعَانِي وَيَخْتِمُهُ حِينَ وَضْعِ قَدَمِهِ فِي رِكَابِهِ الثَّانِي، وَقَدْ نَقَلَ مَوْلَانَا نُورُ الدِّينِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْجَامِيُّ قَدَّسَ اللَّهُ سِرَّهُ السَّامِيُّ فِي كِتَابِهِ نَفَحَاتُ الْأُنْسِ فِي حَضَرَاتِ الْقُدْسِ عَنْ بَعْضِ الْمَشَايِخِ: أَنَّهُ قَرَأَ الْقُرْآنَ مِنْ حِينِ اسْتَلَمَ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ، وَالرُّكْنَ الْأَسْعَدَ إِلَى حِينِ وُصُولِ مُحَاذَاةِ بَابِ الْكَعْبَةِ الشَّرِيفَةِ وَالْقِبْلَةِ الْمُنِيفَةِ وَقَدْ جَمَعَهُ ابْنُ الشَّيْخِ شِهَابُ الدِّينِ السَّهْرَوَرْدِيُّ مِنْهُ كَلِمَةً كَلِمَةً وَحَرْفًا حَرْفًا مِنْ أَوَّلِهِ إِلَى آخِرِهِ"۔ [1]

یعنی اس میں دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے زمانے کو لپیٹ لیتا ہے اور فیض ربانی کے سوا اس کے ادراک کی کوئی راہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ خرق عادت سے ہے اس میں اختلاف ہے کہ یہ طے زمان سے ہے یا طی لسان سے، اور پہلا قول ظاہر ہے۔اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ معجزہ حاصل تھا معراج کی رات اکمل طور پر جو طی المکان اور بسط الزمان کے جمع پر مبنی تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو بھی یہ شان حاصل ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہونے کا قصد کرتے تھے جو رکھتے تو دوسرا قدم رکھتے وقت قرآن حکیم کا ختم پورا فرما لیتے تھے اور الفاظ و معانی کے تفقہ کے ساتھ۔اور بے شک مولانا نورالدین جامی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب نفحات الانس میں بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حجر اسود اور رکن اسعد

[1] مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح: ج9 ص3654۔ دار الفکر، بیروت

کے استلام سے باب کعبہ شریف تک پہنچنے تک قرآن مجید کی تلاوت کر لی۔ [۱]

علّامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"وقد دل الحديث على أنه سبحانه يطوى الزمان لمن شاء من عباده كما يطوى لهم المكان وذلك لا يدرك إلا بفيض سبحاني قال القسطلاني: قال لي البرهان ابن أبي شريف إن أبا طاهر المقدسي وهو من معاصريه كان يقرأ في اليوم والليلة خمسة عشر ختمة"۔ [۲]

یعنی اور یہ حدیث مبارکہ دلالت کرتی ہے کہ بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے ان کے لئے مکان کو سمیٹ دیتا ہے اور اس بات کا ادراک فیض ربانی کے سوا نہیں ہو سکتا۔ علّامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں برہان ابن ابی شریف نے کہا بے شک ابُو طاہر مقدسی جو ان کے معاصر تھے، دن اور رات میں پندرہ ختم قرآن کرتے تھے۔

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے برکات اوقات کا معجزہ حاصل تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے سے وقت میں ابتدائے آفرینش سے لے کر قیام تک کے تمام واقعات بیان فرما دیئے تھے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ:

"عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَامَ فِينَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا، فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الخَلْقِ، حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ، وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ، حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ، وَنَسِيَهُ مَنْ

---

[۱] راقم الحروف نے بھی اپنے علمی و تحقیقی مقالات کی دوسری جلد میں اس بارے میں مضمون لکھا ہے جو کہ مکتبہ اہل سنت پرتاول مہراج گنج اُتر پردیش، الہند سے شائع ہو چکے ہیں

[۲] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج3 ص443۔ المکتبۃ التجاریۃ الکبری - مصر

نَسِيَه" [1]

یعنی طارق بن شہاب سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے پھر آپ ﷺ نے ابتدائے خلق سے بیان فرمانا شروع کیا یہاں تک کہ اہل جنت، جنت میں داخل ہو گئے اور اہل جہنم جہنم میں چلے گئے جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا سو بھول گیا۔

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:
" وَكَانَ السِّيَاقُ يَقْتَضِي أَنْ يَقُولَ حَتَّى يَدْخُلَ وَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى أَنَّهُ أَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ أَحْوَالِ الْمَخْلُوقَاتِ مُنْذُ ابْتُدِئَتْ إِلَى أَنْ تَفْنَى إِلَى أَنْ تُبْعَثَ فَشَمِلَ ذَلِكَ الْإِخْبَارَ عَنِ الْمَبْدَإِ وَالْمَعَاشِ وَالْمَعَادِ وَفِي تَيْسِيرِ إِيرَادِ ذَلِكَ كُلِّهِ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ مِنْ خَوَارِقِ الْعَادَةِ أَمْرٌ عَظِيمٌ وَيَقْرُبُ ذَلِكَ مَعَ كَوْنِ مُعْجِزَاتِهِ لَا مِرْيَةَ فِي كَثْرَتِهَا أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيَ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَمِثْلُ هَذَا مِنْ جِهَةٍ أُخْرَى مَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي يَدِهِ كِتَابَانِ فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَدِهِ الْيُمْنَى هَذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ أَجْمَلَ عَلَى آخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِي فِي شِمَالِهِ مِثْلَهُ فِي أَهْلِ النَّارِ وَقَالَ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ فَقَالَ بِيَدَيْهِ فَنَبَذَهُمَا ثُمَّ قَالَ فَرَغَ رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ وَوَجْهُ الشَّبَهِ بَيْنَهُمَا أَنَّ الْأَوَّلَ فِيهِ تَيْسِيرُ الْقَوْلِ

---

[1] صحيح البخاری: بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ (3192)

الْكَثِيرِ فِي الزَّمَنِ الْقَلِيلِ وَهَذَا فِيهِ تَيْسِيرُ الْجُرْمِ الْوَاسِعِ فِي الظَّرْفِ الضَّيِّقِ وَظَاهِرُ قَوْلِهِ فَنَبَذَهُمَا بَعْدَ قَوْلِهِ وَفِي يَدِهِ كِتَابَانِ أَنَّهُمَا كَانَا مَرْئِيَّيْنِ لَهُمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ"۔[1]

خلاصہ کلام! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدائے آفرینش سے قیامت اور قیامت کے بعد اُٹھائے جانے تک جمیع مخلوقات کے احوال ایک ہی مجلس میں بیان فرمادیئے، یہ اخبار مبداء ومعاش اور معاد کے احوال پر مشتمل ہیں اور مجلس واحد میں بآسانی یہ تمام واقعات بیان کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جوامع الکلم کا معجزہ عطا ہوا تھا، اور اس جیسی دوسری روایت جو کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف فرما ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں دو کتابیں تھیں پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں ارشاد فرمایا یہ رب العالمین کی جانب سے ہے اس میں اہل جنت اور ان کے آباء وقبائل کے نام درج ہیں پھر آخر میں اس کا ٹوٹل ہے جس میں سے نہ کم ہوں گے اور نہ زیادہ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ والی کتاب کے متعلق اہل جہنم کے متعلق ویسا ہی بیان فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کتابوں کو رکھ دیا۔

پہلی روایت میں قول کثیر کو زمن قلیل میں بیان کرنے والا معجزہ ہے اور دوسری روایت میں بڑے کو چھوٹے جسم میں سمانے کے معجزہ کا اظہار ہے۔

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طوی زمان کا معجزہ حاصل تھا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدۃ یسیر کلام کثیر ارشاد فرما سکتے تھے۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدائے آفرینش سے لے کر انتہائے قیامت تک کے واقعات بیان فرما دیئے جس کو شارحین نے آپ

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج:6 ص 291۔ دار المعرفة - بيروت، 1379

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں شمار کیا۔ پس جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتدائے آفرینش سے لے کر انتہائے قیامت تک کے واقعات مدۃ یسیر میں بیان فرما سکتے ہیں تو پھر قرآن حکیم کو بھی عرصہ قلیل میں تلاوت فرما سکتے ہیں۔ اگرچہ اس کا وقوع آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ ہوا ہوتو بھی یہ کہنا ہرگز جائز نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدۃ یسیر میں تلاوت قرآن نہیں فرما سکتے۔ کیونکہ عرصہ قلیل میں قرآن حکیم کی تلاوت کرنا بے شمار مقربین بارگاہِ الٰہی سے منقول ہے۔ خود دیوبندی موصوف نے بھی ایسے واقعات لکھے ہیں مگر ان واقعات سے موصوف نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کمال حاصل نہ ہونے کا نتیجہ نکالا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

دیکھئے ابُو مسلم خولانی رحمہ اللہ علیہ والی کرامت اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ والی کرامت اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ والی کرامت اور اسی طرح امام اعظم والی کرامت بعینہٖ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بطور معجزہ کے ثابت نہیں۔ [1]

اور ہم نے محدثین عظام کے حوالوں سے ثابت کیا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معجزہ حاصل تھا کہ مدت یسیر میں جامع کلام فرما لیتے تھے۔ پس اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تو ایک رکعت میں قرآنِ حکیم کی تلاوت فرما لیتے۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

مشہور سید التابعین ابو مسلم خولانی جو یمن سے مدینہ منورہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کے لیے آرہے تھے تاکہ صحابیت کا مقام حاصل ہو مگر ابھی وہ راستے میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا اور وہ آکر حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے ملے اور یہ وہ تابعی ہیں جنہیں اسود العنسی کذاب نے آگ میں ڈالا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو آگ میں محفوظ رکھا۔

---

[1] دفاع، ج1ص792، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

اس عظیم شخصیت کی ایک کرامت یہ ہے کہ ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کو ایک روز ان کی اہلیہ نے فرمایا کہ آج گھر پر آٹا نہیں ہے تو ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ نے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی درہم و پیسہ وغیرہ ہے؟ تو اہلیہ نے کہاں ہاں ہیں، چنانچہ انہوں نے ان کو دیئے تو حضرت خولانی بازار گئے تو وہاں پر ایک سائل مانگنے والا ملا اور اس نے ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ سے پیسے مانگے اور بڑا اصرار کیا کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے نام پر خیرات دیں تو حضرت ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ نے پیسے اس کو دیئے اور آٹے کی تھیلی کو برادہ اور مٹی سے بھر کر سیدھے گھر آئے اور گھر کے دروازے سے جلدی اندر پھینک دیا اور کہیں چلے گئے جب رات کو آئے تو گھر والی نے روٹی سامنے رکھی تو حضرت ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ نے اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ یہ روٹی کہاں سے آئی تو انہوں نے جواب دیا کہ روٹی اسی آٹے کی ہے جو آپ تھیلی میں بھر کر گھر پر لائے تھے تو حضرت ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ اس کرامت کو دیکھ کر رونے لگے۔ [1]

الجواب: حضرت ابُو مسلم خولانی کی برادہ مٹی کو آٹے سے تبدیل کرنے والی کرامت انقلاب الاعیان کے اُصول پر مبنی ہے۔ یعنی ایک چیز کا دُوسری چیز سے تبدیل ہو جانا انقلاب الاعیان کا معجزہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھا۔

چنانچہ علّامہ صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

جماع أبواب معجزاته ﷺ في انقلاب الأعيان له: الباب الأول في انقلاب الماء لبناً وزبداً ببركته ﷺ

روى ابن سعد مرسلاً عن سالم بن أبي الجعد، قال: بعث رسول الله ﷺ رجلين في بعض أمره فقالا: يارسول الله مامعنا ماتزوده. فقال: "ابتغيا

[1] دفاع، ج1 ص790.791، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

لى سقاء "فجاء ابسقاء قالا: فأمرنا فملأناها ثم أوكاهوقال:"اذهبا حتى تبلغا مكان كذا وكذا فإن الله عزوجل سيرزقكما "فانطلقا حتى أتيا ذلك المكان الذى أمرهما به رسول الله صلى الله عليه وسلم فانحلّ سقاؤها فإذا لبن وزبد فأكلا حتى شبعا.

الباب الثانى فى انقلاب العصلسيفا ببركته ﷺ

روى ابن سعد عن زيد بن أسلم ويزيد بن رومان وغيرهما والبيهقى عن ابن إسحاق أن عكاشة بن محصن انقطع سيفه فى يوم بدر فأعطاه رسول الله ﷺ جذلا من شجر فقال فصار فى يده سيفا صارما صافى الحديد شديد المتن فقاتل بها حتى فتح الله عز وجل على رسول الله ﷺ ثم لم يزل عنده يشهد به المشاهد مع رسول الله ﷺ حتى قتل فى الردة وهو عنده وكان ذلك يسمى القوىّ.

الباب الثالث فى انقلاب العرجون سيفا ببركته ﷺ

روى عبد الرزاق عن معمر عن عبد الرحمن الجرشى قال: أخبرنا أشياخنا أن عبد الله بن جحش جاء إلى النبى ﷺ وقد ذهب سيفه فأعطاه النبى ﷺ عسيبا من نخل فرجع فى يد عبد الله سيفا.

قصة أخرى.

روى الزبير بن بكار فى الموافقيات عن عبد الله بن جحش أن سيفه انقطع فأعطاه رسول الله ﷺ عرجونا فصار فى يده سيفا فكان يسمى العرجون ولم يزل بعد يتوارث حتى بيع من التركى بمائتى دينار.

قصة أخرى. روى البيهقى عن داود بن الحصين عن رجال من بنى عبد الأشهل عدة قالوا: انكسر سيف سلمة بن حريش يوم بدر فبقى أعزل لا

سلاح معه فأعطاه رسول الله ﷺ قضيبا كان في يده من عراجين ابن طاب فقال: "اضرب به" فإذا هو سيف جيد فلم يزل عنده حتى قتل يوم جسر أبي عبيد"۔[1]

آپ [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کے لئے اشیاء کے اجسام تبدیل ہو جانا۔

پہلا باب: آپ [صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کی برکت سے پانی کا دودھ اور مکھن بن جانا۔

ابن سعد نے مرسل حضرت سالم بن ابی جعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حضور داعی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کام کے لئے دو افراد کو بھیجا۔انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جسے بطور زاد راہ لے جا سکیں۔آپ نے فرمایا: میرے پاس مشکیزہ لے آؤ، وہ مشکیزہ لے آئے۔انہوں نے فرمایا: آپ نے ہمیں حکم دیا ہم نے اسے پانی سے بھرا، پھر اس کا منہ بند کر دیا، پھر فرمایا: روانہ ہو جاؤ۔جب تم فلاں فلاں جگہ پہنچو گے تو رب تعالیٰ تمہیں رزق عطا فرمادے گا، وہ روانہ ہوئے، جب وہ اس جگہ آئے جس کا حکم آپ نے دیا تھا تو اپنا مشکیزہ کھولا۔وہ دُودھ اور مکھن سے لبریز تھا۔انہوں نے اسے سیر ہو کر کھایا۔

دُوسرا باب: آپ کی برکت سے عصا کا تلوار بن جانا

ابن سعد نے حضرت زید بن اسلم اور یزید بن رومان سے اور بیہقی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی تلوار غزوہ بدر میں ٹوٹ گئی۔آپ نے انہیں درخت کی شاخ عطا فرمائی۔وہ ان کے ہاتھ میں جا کر ایسی تلوار بن گئی جو کاٹنے والی تھی۔جس کا لوہا بڑا صاف تھا اور اس کا پھل سخت تھا، انہوں نے اسی کے ساتھ قتال کیا۔انہوں نے حضور فاتح اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سارے غزوات میں اسی کے ساتھ شرکت کی حتی کہ وہ ردت کے زمانہ میں شہید ہو گئے۔یہ شمشیر براں ان کے پاس

---

[1] سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد: ج10 ص8-9: دار الكتب العلمية بيروت

تھی۔اسی وجہ سے اسے القوی کہا جاتا تھا۔

تیسرا باب: شاخ کا آپ[صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] کی برکت سے تلوار بن جانا

عبدالرزاق نے معمر بن عبدالرحمان سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہمیں ہمارے بزرگوں نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے ان کی تلوار ٹوٹ چکی تھی۔آپ نے انہیں کھجور کی شاخ عطا کی وہ ان کے ہاتھ میں جا کر تلوار بن گئی۔

حضرت زبیر بن بکار رحمہ اللہ نے الموافقیات میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں شاخِ خرما عطا فرمائی۔وہ ان کے ہاتھ میں جا کر تلوار بن گئی اسے عرجون کہا جاتا تھا۔وہ تلوار ان کے ہاں نسل در نسل چلتی رہی حتی کہ ترکی میں اسے دوسو دیناروں کے عوض فروخت کر دیا گیا۔

امام بیہقی نے حضرت داور بن حصین رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے بنوعبدالاشہل کے کئی افراد سے روایت کیا۔انہوں نے فرمایا: غزوہ بدر میں حضرت سلمہ بن حریش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ان کے پاس اسلحہ نہ رہا۔وہ کنارہ کش ہو گئے۔آپ کے پاس ابن طاب کی شاخوں میں سے ایک شاخ تھی۔آپ نے فرمایا: اسی کے ساتھ شمشیر زنی کرو۔وہ ایک عمدہ تلوار بن چکی تھی۔وہ ان کے پاس رہی حتی کہ وہ جسر ابی عبید کے روز شہید ہو گئے۔[1]

حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت جس میں مٹی اور برادہ آٹا بن گئی،قلب اعیان کے قبیل سے ہے۔حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علّامہ صالحی شامی رحمہ اللہ نے قلب اعیان کا معجزہ تسلیم کیا ہے اور واقعات نقل کئے ہیں،جن میں سے پہلے واقعے میں پانی کا دُودھ بن جانا اور دُوسرے واقعات میں درخت کی ٹہنی و کھجور کی ٹہنی کا تلوار بن جانا

---

[1] سبل الہدی والرشاد فی سرت خیر العباد،اُردو،ج10 ص558-559،زاویہ پبلشرز،دربار مارکیٹ، لاہور

مَرقُوم ہے۔پس ثابت ہوا کہ قلب اعیان حضورِ اکرم ﷺ کا معجزہ ہے۔

اگر آپ ﷺ چاہتے تو مٹی آٹا بن جاتی اور آٹا بن جانا کیا مشکل جبکہ حضور اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ: "ثُمَّ شِئْتُ لَسَارَتِ الْجِبَالُ مَعِيَ ذَهَبًا"۔[1]
اگر مَیں چاہوں تو پہاڑ سونے کے بن کر میرے ساتھ چلیں۔

پہاڑ بھی آپ کی مشیت سے اپنی ہیئت کو تبدیل کر کے سونا بن سکتے ہیں تو مٹی اور برادہ کا آٹا بننا کون سا دشوار امر ہے۔لہٰذا دیوبندی موصوف کا حضرت ابومسلم خولانی کا واقعہ لکھ کر حضورِ اکرم ﷺ کے کمالات کا انکار کرنا جہالت وحماقت و بے دینی ہے۔

---

[1] أخرجه الطبراني في الكبير، ج12ص348(13309)،من طريق أيوب بن نهيك، قال: سمعت محمد بن قيس المدني يقول: سمعت ابن عمر يقول: سمعت النبيﷺ يقول:۔۔۔الحديث۔وقال الهيثمي في المجمع الزوائد، ج9ص19:رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَفِيهِ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَابْلُتِّيُّ، وَهُوَ ضَعِيفٌ.

وأخرجه أبو نعيم في الحلية، ج3ص256، من طريق أَيُوبَ بْنَ نَهِيكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ يَقُولُ:۔۔۔الحديث۔وله شاهد من حديث عائشة رضي الله عنها فرواه أبويعلى في مسنده، ج8ص318(4920) ومن طريقه أبي الشيخ في أخلاق النبي ﷺ ج3ص245(617)،ومن طريقه البغوي في معالم التنزيل، ج3ص437، بلفظ: "يَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِي جِبَالُ الذَّهَبِ"۔من طريق مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ عَائِشَةَ۔۔۔وقال الهيثمي في المجمع الزوائد، ج9ص19:رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى، وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.وانظر: سير أعلام النبلاء(3\476)

وفي نسخة طالوت بن عباد(71)من طريق حمَّاد بنُ سَلَمةَ عَنْ بَكْرِ بنِ عبد الله عن عائشة رضي الله عنها، بلفظ: "لَوْ شِئْتُ أَنْ تَسِيرَ مَعِي جِبَالُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ لَسَارَتْ"۔

قلت: ورجاله رجال الشيخين، وله الطرق والشواهد

موصوف نے حضرت ابُومسلم خولانی علیہ الرحمۃ کی آگ میں محفوظ ہونے والی کرامت بھی لکھی ہے۔ موصوف نے اگر کتبِ سیرت کا مطالعہ کیا ہوتا تو اس پر واضح ہوجاتا کہ آگ کا بے ضرر ہوجانا بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے۔

چنانچہ علّامہ صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

الباب السابع في موازاته ﷺ ما أوتيه إبراهيم الخليل عليه الصلاة والسلام أوتي النجاة من النار، وقد خمدت نار فارس لنبينا ﷺ روى أبو نعيم عن عباد بن عبد الصمد قال: أتينا أنس بن مالك رضي الله عنه قال: ياجارية، هلمي المائدة نتغدى، فأتت بها ثم قال: هلمي المنديل فأتت بمنديل وسخ فقال: اسجري التنور فأوقدته فأمر بالمنديل فطرح فيه فخرج أبيض كأنه اللبن، فقلنا: ما هذا؟ قال: هذا منديل كان رسول الله ﷺ يمسح به وجهه فإذا اتسخ صنعنا به هكذا، لأن النار لا تأكل شيئا مر على وجوه الأنبياء، وألقي غير واحد من أمته في النار، فلم تؤثر فيه، منهم: ذؤيب بن كليب بن ربيعة الخولاني وروى ابن وهب عن ابن لهيعة أن الأسود العنسي لما ادعى النبوة، وغلب على صنعاء أخذ ذؤيب بن كليب فألقاه في النار لتصديقه بالنبي ﷺ فلم تضره النار، فذكر ذلك النبي ﷺ لأصحابه فقال عمر: الحمد لله الذي جعل في أمتنا مثل إبراهيم الخليل"۔[1]

ساتواں باب: جوفضائل حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو عطا کیے گئے

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ سے نجات ملی، جبکہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایران کی آگ کو بجھا دیا گیا۔ ابونعیم نے عباد بن عبد الصمد سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے

[1] سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد: ج10 ص266، دار الكتب العلمية بيروت

فرمایا: ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خدمت میں آئے۔انہوں نے فرمایا: لونڈی! دسترخوان لے کرآؤ ہم کھالیں۔وہ دسترخوان لے کرآئی۔انہوں نے فرمایا: رومال بھی لے کرآؤ۔وہ رومال لے کرآئی جو کہ میلا تھا۔انہوں نے فرمایا: اسے تنور میں پھینک دو۔اس نے تندور جلایا رومال کو اس میں پھینک دیا۔وہ دُودھ کی طرح سفید ہوگیا۔

ہم نے عرض کی: یہ کیا ہے؟ یہ وہ رومال ہے جس کے ساتھ حضورِ اکرم ﷺ چہرۂ انور پر مس کرتے تھے۔جب یہ صاف نہ ہوتو اسی طرح کرتے ہیں۔آگ اس چیز کو کچھ نہیں کہتی جو انبیائے کرام کے چہروں پر لگے۔

آپ کے بہت سے اُمتیوں کو آگ میں ڈالا گیا مگر آگ نے ان پر اثر نہ کیا ان میں سے ایک حضرت ذؤیب بن کلیب رضی اللہ عنہ ہیں۔ابن وہب نے ابن لہیعہ سے روایت کیا ہے کہ اسود عنسی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا صنعاء پر اس کا غلبہ ہوگیا تو اس نے حضرت ذوئب بن کلیب رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور انہیں آگ میں پھینک دیا تا کہ ان کے نبی کریم ﷺ کی تصدیق ہو سکے۔آگ نے انہیں کچھ نہ کہا۔حضورِ اکرم ﷺ نے یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتائی۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہماری اُمت میں حضرت خلیل کی مثل پیدا کیا۔ [1]

لہٰذا بطورِ تقابل حضرت ابُومسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرکے حضورِ اکرم ﷺ کے کمالات کا اِنکار کرنا دُرست نہیں۔

اعتراض: دیوبندی موصوف لکھتے ہیں کہ:

حضرت مریم ولیہ ہیں نبی نہیں ہیں ان کو بے موسم پھل مل رہے ہیں مگر حضرت زکریا علیہ السلام جو اللہ کے نبی ہیں ان کو نہیں مل رہے۔۔۔۔۔

---

[1] سبل الہدی والرشاد فی سرت خیر العباد، اُردو، ج10 ص869، زاویہ پبلشرز، دربار مارکیٹ، لاہور

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں لیکن بلقیس کا تخت منٹوں میں حاضر ہونا سلیمان علیہ السلام کے صحابی کی کرامت ہے۔[1]

الجواب: موصوف کو یہ تقابل کرنے سے پہلے عقائد اہلِ سنت کا مطالعہ کر لینا چاہئے تھا اس لئے کہ اولیاء کی کرامات ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات ہی ہوتے ہیں جن کے وہ اُمتی ہیں۔ علّامہ صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

اعلم أن الكرامة الواقعة لولى هى فى الحقيقة من معجزات النبى الذى هذا الولى متبع له لأنها إنما ظهرت بسبب إتباعه وبركته، وقد اختلف فيها، فذهب أهل السنة إلى جوازها، وأنكرها المعتزلة وأبو إسحاق بناء على أن إمام الحرمين فى "الإرشاد" يميل إلى قريب منهم وممن نقل جوازها إمام المتكلمين القاضى أبو بكر الباقلانى وإمام الحرمين والغزالى والقشيرى فى رسالته، والرازى، ونصر الدين الطوسى فى قواعد العقائد، والنسفى، والبيضاوى فى طوالعه ومصابيحه والشيخ أبو الوليد بن رشد ونص كلامه فى أجوبته أن إنكارها، والتكذيب بها بدعة وضلالة يثبتها فى الناس أهل الزيغ والتعطيل الذين لا يقرون بالوحى والتنزيل ويجحدون آيات الأنبياء والمرسلين انتهى.[2]

خوب جان لو کہ کسی ولی کے ہاتھوں رونما ہونے والی کرامت درحقیقت اس نبی کا معجزہ ہوتا ہے جس کا وہ پیروکار ہوتا ہے کیونکہ یہ اسی کی اتباع اور برکت سے رونما ہوئی ہے۔ اس میں اختلاف ہے، اہل السنّت اس کے جواز کی طرف گئے ہیں جبکہ معتزلہ اور ابُو اسحاق نے اس کا انکار کیا ہے ان کی بنیاد یہ ہے کہ امام الحرمین نے الارشاد میں ان کے قریب میلان رکھا

---

[1] دفاع، ج1 ص790، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

[2] سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد: ج10 ص237، دار الكتب العلمية بيروت

ہے۔ یہ علماء کرام کرامت کے جواز کے قائل ہیں: قاضی ابُو بکر باقلانی، امام الحرمین، امام غزالی، امام قشیری، الرازی، نصر الدین طوسی (قواعد عقائد میں) النسفی، بیضاوی (اپنی طوالع اور مصابیح میں) اور شیخ ابن رشد۔ انہوں نے اپنے جوابات میں یہ تذکرہ کیا ہے کہ کرامات کا انکار اور تکذیب بدعت اور گمراہی ہے اس مؤقف کو لوگوں میں ان لوگوں نے پھیلایا ہے جو گمراہ اور ٹیڑھے ہیں اور وحی اور تنزیل کے منکر ہیں وہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہیں۔[1]

پس ثابت ہوا کہ دیوبندی موصوف کا امتیوں کی کرامت کا ان کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے تقابل کر کے پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات انکار کرنا سراسر جہالت ہے۔ اگر کسی واقعہ بعینہٖ صدور کسی نبی سے نہ بھی ہو اور واقعہ اس کے امتی سے ظہور پذیر ہو تو اس بناء پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ نبی اس کمال سے محروم ہے۔ دیوبندی موصوف نے یہ واقعات بطور تقابل ذکر کر کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ان کمالات سے محروم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے کہ موصوف کے گنگوہی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دیوار کے پیچھے کا علم کی نفی کی اور تھانوی نے ایک صاحب کشف ولی کے لئے یہ کمال تسلیم کیا۔ موصوف کے پاس تھانوی کے حوالہ کا کوئی جواب نہ تھا۔ اس لئے اپنے خصیہ برداروں کو خوش کرنے کے لئے بزعم خود مذکورہ دلائل پیش کئے، جن سے ان کا مطلب و مقصد یہ تھا کہ بعض آیات امتیوں کو حاصل ہوتی ہیں لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ان سے محروم ہوتے ہیں۔ اس لئے ایک ولی کو تو دیوار کے پیچھے کا علم ہے لیکن نعوذ باللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل نہیں۔ العیاذ باللہ۔ بہرکیف موصوف نے اس ضمن میں جو دلائل پیش کئے ان کی حالت آپ کے سامنے ہے۔

---

[1] سبل الہدی والرشاد فی سرت خیر العباد، اُردو، ج10 ص830، زاویہ پبلشرز، دربار مارکیٹ، لاہور

انورِ ساطعہ کا حوالہ اور اس کا پس منظر

اعتراض: دیو بندی موصوف لکھتے ہیں:

''اتمام حجت کے لئے ہم انہی کے گھر کا ایک حوالہ پیش کر دیتے ہیں مولوی عبد السمیع رامپوری لکھتے ہیں: ''اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوی کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے''۔ (انوار ساطعہ، ص ۳۵۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) اب جواب دو تمہارا مولوی کہتا ہے کہ شیطان تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ مقامات پر حاضر و ناظر ہے اب کیا یہ شیطان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھانا نہیں؟ معاذ اللہ''۔[1]

الجواب: بعض محافل میلاد ایسے ہوتے ہیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلوہ گری ہوتی ہے جس کو صرف اصحابِ بصیرت ہی مشاہدہ کر سکتے ہیں یا بعض اوقات جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہے ان کی بصیرت بھی کھل جاتی ہے، اور وہ دیدارِ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ بعض اولیاء کو بذریعہ خواب بھی اس اَمر کی اطلاع دے جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ: ایک خواب میں مَیں نے دیکھا کہ ایک بڑے صحراء میں کلاں چبوترا ہے۔ اس پر بہت سے اولیاء حلقہ مراقبہ میں ہیں۔ حلقہ کے درمیان حضرت خواجہ نقشبند دو زانو اور حضرت جنید قدس سرہما جھک کر بیٹھے ہیں اور حضرت سیّد الطائفہ جنید رحمۃ اللہ علیہ پر ماسوا اللہ سے استغنا اور کیفیات اور حالاتِ فنا طاری ہیں، پھر وہاں سے سب اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ مَیں نے پوچھا کہاں جاتے ہیں۔ کسی نے جواب دیا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استقبال کے لئے۔ پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ تشریف لائے آپ کے ہمراہ ایک گدڑی پوش، سر وقد، پاؤں سے سنگار اور بکھرے بالوں والا شخص تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمال تواضع اور تعظیم کے ساتھ اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ کسی

---

[1] دفاع، ج1 ص792-793، مکتبہ ختم نبوت، پشاور

نے کہا یہ خیر التابعین اویس قرنی ہیں۔ وہاں ایک معین حجرے کا ظہور ہوا، جو کمال درجہ منور تھا۔ وہ تمام حضرات اس حجرے میں آ گئے۔ مَیں نے پوچھا کہاں جا رہے ہیں؟ کسی نے کہا: آج حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ہے۔ جس کی تقریبات میں شرکت کے لئے جا رہے ہیں۔ [1]

حضرت مرزا مظہر جان جاناں نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ پر بذریعہ خواب یہ ظاہر ہوا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کی تقریبات میں شرکت کے لئے جا رہے ہیں ایسے امور اہلِ دل حضرات پر منکشف ہوتے رہتے ہیں۔ اسی بناء پر اور بعض اہل دل حضرات کے مشاہدہ کی وجہ سے اصحاب مبداء حضور ﷺ کی جلوہ گری کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن یہ دعویٰ ہر محافل میلاد کے لئے نہیں ہوتا بلکہ جہاں اولیاء وصلحاء کے مشاہدہ ومکاشفہ کی گواہی ہوتی ہے، مگر افسوس کہ دیوبندیوں نے حضور ﷺ کی اس جلوہ گری کو شرک کہنا شروع کر دیا۔ حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مذکورہ بالا عبارت میں بھی لکھا ہے کہ اصحابِ میلاد تمام مجالس میں حاضری کا دعویٰ نہیں کرتے (کیونکہ دعویٰ تو اصحاب کشف واہل دل کے مکاشفہ ومشاہدہ کی گواہی کی وجہ سے ہوتا، مگر افسوس دیوبندی اس کو بھی شرک قرار دے رہے ہیں جبکہ) ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا ایسے ہی زیادہ تر مقامات پاک وناپاک کفر وغیر کفر میں پایا جاتا ہے) مگر دیوبندی اس کو کفر نہیں کہتے اور نہ ہی شرک قرار دیتے ہیں۔ یہ دورنگی کیوں؟ یہ مقصد تھا اس عبارت کا مگر دیوبندیوں کی جہالت کا کیا کیا جائے کہ انہوں نے جہالت سے اعتراض کر دیا کہ نعوذ باللہ شیطان تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی زیادہ مقامات پر حاضر و ناظر ہے۔ موصوف کی جہالت ہے کہ وہ مسئلہ حاضر وناظر کو سمجھ ہی نہ سکے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ کا حاضر وناظر ہونا مجالس میلاد کے حضور کے دعوے پر موقوف نہیں کہ اس سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ شیطان کو بڑھا دیا گیا ہے (نعوذ باللہ) یہ تو دیوبندی اکابرین کے کرتوت ہیں جو شیطان کو علم میں بڑھاتے ہیں (اشارہ ہے براہین قاطعہ کی توہین آمیز عبارت کی جانب)

---

[1] مقامات مظہری، ص318، اُردو سائنس بورڈ، لاہور